محقق و مدلل جدید مسائل

(نئے مسائل کا مستند و معتبر مجموعہ)

جلد دوم

پسند فرمودہ

حضرت مولانا **غلام محمد** صاحب وستانوی دامت برکاتہم

تحریک و تحریض

حضرت مولانا **محمد حذیفہ** صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات و معتمد جامعہ

تالیف و ترتیب

حضرت مولانا مفتی **محمد جعفر** صاحب ملی رحمانی

تحقیق و تخریج: معاون مفتیانِ کرام وطلبۂ افتاء

ناشر: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، ضلع نندربار، مہاراشٹر

نام کتاب:	محقق ومدلل جدید مسائل جلد دوم
پسند فرمودہ:	حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی
تحریک وتحریض:	حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی
تالیف وترتیب:	حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
کمپوزنگ، پروف ریڈنگ	مفتی شمشیر بستوی، عبدالمتین اشاعتی کانڑگانوی
اشاعت اول:	۱۴۳۶ھ مطابق 2015ء
تعداد صفحات:	۷۷۶
تعداد مسائل:	۶۷۰
قیمت:	....
ناشر:	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail: jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

فہرست عناوین

تقریظ

رئیس جامعہ

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم

مسلمان احکام الٰہی کا پابند ہے، اپنے آپ کو پابند سمجھتا ہے اور سمجھنا بھی چاہیے، اور اس کا کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں ہونا چاہیے، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے: " **لا يجوز لمسلم أن يتصرف أو يفعل فعلا إلا بعد معرفة حكم الله فيه** " . (موسوعة القواعد الفقهية: ١٥/٨)

عامۃ المسلمین کو درپیش مسائل مہمہ کے حل کی طرف ہر زمانے کے علماء نے خصوصی توجہ دی، جو ان کی ذمہ داری ہے، اور انہوں نے اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی، کر رہے ہیں، اور کرتے رہیں گے، کیوں کہ یہ دین قیامت تک کے لیے ہے، اور اس میں ہر زمانے میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل موجود ہے، حالات بدلتے رہے، بدل رہے ہیں، اور بدلتے رہیں گے، اور تبدیلئ حالات کے ساتھ ساتھ نت نئے مسائل کا پیدا ہونا جہاں امر طبعی ہے، وہیں ان کا حل پیش کرنا بھی امر ضروری ہے۔

کتاب "**محقق ومدلل جدید مسائل**" جلد دوم چھ سو ستر (۶۷۰) عوام کو درپیش مسائل کا مجموعہ ہے، جن کو عزیزم مولانا حذیفہ سلمہ اور مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی نے منتخب ومرتب کر کے طلباء دار الافتاء سے تخریج وتحقیق کا کام کروا کر انہیں مسائل کا ایک مستند مجموعہ بنا دیا۔ اللہ اسے قبول فرمالے!

اب جامعہ ان مسائل کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہماری تمام نیک کاوشوں کو شرف قبولیت سے نواز کر اپنی رضا نصیب فرمائے۔ فقط

(مولانا) غلام محمد وستانوی

۲۵/۴/۱۴۳۶ھ۔ ۱۵/۲/۲۰۱۵ء

ایک اہم وضاحت

مولانا حذیفہ وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

اللہ رب العزت نے کائنات وانسان کو پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد دنیوی وانسانی نظام کو ویسے ہی اس کی حالت پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کی نشو ونما اور انتظام وانصرام کا اعلیٰ بندوبست فرمایا تاکہ کائنات میں توازن وبرابری قائم رہ سکے، کیوں کہ اگر اللہ اپنی مخلوق کو اپنے سہارے کے بغیر چھوڑ دیتا تو پورا نظام درہم برہم ہو جاتا۔

انسان کی نظر میں دو چیزیں بڑی اہم ہیں: (۱) خود اس کی زندگی، (۲) کائنات۔ کائنات کو عالمِ کبیر اور انسان کے اندرون وبیرون کو عالمِ صغیر سے موسوم کیا جاتا ہے، انسان اللہ کی دی ہوئی عقل سے اپنے مسائل کچھ نہ کچھ درجہ حل کر لیتا ہے، مگر کائنات جو عالمِ کبیر ہے، وہ اس کے بس میں نہیں اس لیے کہ اس کی عقل محدود، اس کا علم ناقص، اس کی طبیعت کمزور، اور اس کی قدرت محدود، غرضیکہ وہ گرچہ دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں اشرف ہے مگر اس کی تمام چیزیں محدود ہیں، اب ظاہر سی بات ہے کہ وہ اپنی محدود ملکات کے ذریعہ کائنات کا نظام نہیں چلا سکتا تھا، کیوں کہ اتنے عظیم نظام کو چلانے کے لیے غیر محدود ملکات کی حامل ذات کی ضرورت ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے عالمِ کبیر کی تمام ذمہ داریاں اپنے ذمہ لے لی، البتہ انسان کو اپنے بارے میں محدود اختیارات دے رکھے ہیں، جس سے وہ اپنے بعض امور انجام دے سکتا ہے، مگر یہ بھی محدود ہیں، کیوں کہ اس کی عقل کی رسائی وپرواز بہت زیادہ نہیں، اس لیے اسے اللہ کے تعاون کی ضرورت تھی، اللہ نے یہ فضل وکرم فرمایا کہ ہر زمانہ میں انبیاء کو مبعوث کر کے اس کے مسائل کو اپنے غیر محدود علم وقدرت سے حل کر دیا، گویا انسان اپنے مسائل کو حل کرنے میں بھی اللہ کا محتاج ہے، اس کے بغیر وہ صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ عقل بغیر وحی کے صحیح رہنمائی نہیں کر سکتی۔

سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو اس لیے نبی بنا کر مبعوث کیا گیا کہ انسانی عمارت کی بنیاد و اساس صحیح طور پر قائم ہو، ورنہ بنیاد ہی اگر کج ہوگی تو عمارت کا کیا پوچھنا؟ پھر ہر زمانہ میں اس زمانہ کے احوال کے اعتبار سے شریعتیں اتاری جاتی رہیں، اور وہ شریعتیں اپنے ایک محدود زمانے کے اعتبار سے مکمل ہوا کرتی تھیں، اس کے ذریعہ اس محدود زمانہ کی ضرورتیں پوری ہو جاتیں، تاہم ضرورت تھی ایک جامع و مکمل شریعت کی، تو اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرما کر اس ضرورت کو بھی پورا کر دیا، اور اعلان کر دیا: ﴿**اليوم اكملت لكم دينكم**﴾ . (سورة المائدة :۳)

اللہ رب العزت نے شریعتِ محمدیہ میں ایسے اصول اور ضروری جزئیات بیان کر دیئے کہ اس کی روشنی میں قیامت تک مسائل حل کیے جاتے رہیں گے، مگر بہر حال سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کی وجہ سے اس کے لیے وارثینِ علومِ نبوت کا ہونا ضروری تھا، تو اللہ نے اس امت پر یہ احسانِ عظیم اور فضل فرمایا کہ ہر زمانہ میں علماء وفقہاء کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جو پیش آمدہ تمام مسائل کو خواہ وہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات سے، ان کا تعلق معاشرت سے ہو، یا سیاست و معیشت سے، ان کا واسطہ اخلاق و مروت سے ہو، یا ظاہر و باطن سے، حل کرتی رہی، اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا، علامہ ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کیا خوب فرمایا:

"دین حق کی حفاظت کے لیے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کا ہونا ضروری ہے۔"

صنعتی انقلاب کے بعد نت نئے مسائل پیدا ہوتے گئے اور علماء اسے حل کرتے رہے، خلافتِ عثمانیہ نے " **مجلة الأحكام العدلية** " کو اسی ضرورت کے پیشِ نظر تیار کروایا تھا، جو ایک تاریخی کارنامہ ہے، اس کے بعد جب خلافت کا سقوط واقع ہوگیا، اور مسلمانوں کے مسائل حکومت کے ذریعہ حل نہیں ہو سکتے تھے، تو اللہ رب العزت نے دنیا بھر میں المجامع الفقهية (فقہی اکیڈمیاں) قائم کروائی اور اب اہم اہم جدید مسائل انہیں کے ذریعے حل ہو رہے ہیں، ضرورت اس بات کی تھی کہ قرآن و حدیث اصول و قواعد اور جزئیاتِ فقہیہ کی روشنی میں ہر باب سے متعلق پیش آمدہ جدید مسائل کے حل پر مشتمل ایک ایسی عظیم کتاب تیار کی جائے جو تمام مسائل کو محیط نہ سہی مگر اکثر

مسائل کو جامع ہو، جب جامعہ میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا تو بندے کے ذہن میں یہ صورت آئی کہ ہمارا دارالافتاء اس کے لیے معین ثابت ہوسکتا ہے، وہ اس طرح کہ طلبۂ افتاء کو شروع سال میں مختلف ابواب فقہیہ سے متعلق مسائل پر تمرین کروائی جائے، اور بعد میں جدید مسائل پر، مگر محقق و مدلل انداز میں، یعنی ہر مسئلہ کو حتی الامکان کتاب اللہ وسنت رسول اللہ، اور ساتھ ہی ساتھ قواعد فقہ و جزئیاتِ فقہیہ سے حل کروایا جائے؛ کہ اس سے، جہاں طلباء افتاء کی تمرین وتدریب ہوگی وہیں مسائلِ جدیدہ پر تخریج و تحقیق کا کام بھی ہوتا رہے گا۔

الحمدللہ! محض اللہ کے فضل، اس کی توفیق اور نصرت سے یہ کام شروع ہو چکا ہے، سالِ اول کے طلبہ سے تقریباً چار سو باون (۴۵۲) ان مسائل پر کام کروایا گیا، جن کو نا کارہ بیانِ مصطفیٰ میں عوام کی ضرورت کے لیے صرف مسائل کی صورت میں بعنوان ''عصر حاضر کے پیش آمدہ جدید مسائل'' لکھتا رہا، ان طلباء نے ماشاء اللہ بحسن خوبی اور انتہائی جانفشانی سے، دن رات ایک کر کے اس کام کو انجام دیا، اور حضرت مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی بڑی دلچسپی وجد وجہد سے اس عملِ تحقیق اور تخریج و تطبیق پر نظر فرماتے رہے۔ **فجزاھم اللہ خیر الجزاء**

محقق و مدلل جدید مسائل جلد دوم جو تقریباً چھ سو ستر (۶۷۰) مسائل پر مشتمل ہے، یہ بھی اسی سلسلہ کی ایک زرین کڑی ہے، ان شاء اللہ ہر سال اسی طرح کام ہوتا رہے گا، اور یہ کوشش کی جائے گی کہ جدید مسائل کا ایک انسائیکلوپیڈیا تیار ہوجائے، تاکہ وقت کی ایک اہم ضرورت پوری ہو، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی نصرت واعانت شاملِ حال رکھے!

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

وتب علینا إنک أنت التواب الرحیم

حذیفہ وستانوی

۱۴۳۶/۴/۲۵ھ۔ ۲۰۱۵/۲/۱۵ء

ابتدائیہ

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم ، اما بعد!

زیرِ نظر کتاب ''محقق ومدلل جدید مسائل'' جلد دوم، اسی سلسلہ کی دوسری اہم کڑی ہے، جسے جامعہ نے قیام دارالافتاء کے روزِ اول سے شروع کر رکھا ہے، پہلی جلد......ایمان وعقائد، بدعات ورسومات، طہارت، تیمّم، اذان، جمعہ، امامت، سجدۂ تلاوت، قبلہ، زکوۃ، روزہ، اعتکاف، نکاح، معاملات، شیئرز، سود، اجارہ، مباح وممنوع، موبائل، لباس اور زیب وزینت وغیرہ سے متعلق (۴۵۲) جدید مسائل پر مشتمل تھی، اب یہ دوسری جلد بھی - ایمان وعقائد، قرآنیات، طہارت، نماز، جنائز، مساجد، زکوۃ وصدقۂ فطر، روزہ، حج، قربانی، نکاح، طلاق، معاملات (بیع، سود، انشورنس، اجارہ، شرکت، غصب ولقطہ وغیرہ)، لباس اورزیب زینت، مباح وممنوع، طب اور تفریحی امور وغیرہ سے متعلق چھ سوستر (۶۷۰) جدید مسائل پر مشتمل ہے۔......

میں دعا گو ہوں طلبۂ سال دوم وسوم کے لیے، جنھوں نے بوقت تمرین ان مسائل کی تحقیق وتخریج میں بڑی جانفشانی سے کام کیا، اللہ تعالیٰ انہیں تفقہ فی الدین کی دولت سے مالا مال فرمائے!

اسی طرح میں مشکور ہوں اپنے معاونین مفتی عبد المتین، مفتی افضل، مفتی مجیب الرحمٰن صاحبان کا جنھوں نے ان مسائل کی مراجعت، کمپوزنگ وپروف ریڈنگ میں بڑی محنت فرمائی۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ اگر تصویر مسئلہ وتطبیق عبارات میں کچھ خلل ہو، تو صحیح تصویر مسئلہ وتطبیقِ عبارت سے احقر کو مطلع فرمائیں، یہ ان کا احسان عظیم ہوگا۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم !!

مؤلف:- ۲۵/۴/۱۴۳۶ھ-۲۰۱۵/۲/۱۵ء

کتاب الإیمان والعقائد

☆......ایمان وعقائد کے مسائل......☆

ضروریات دین کی وضاحت

مسئلہ (۱): ضروریاتِ دین وہ بنیادی باتیں ہیں جن پر ایمان کا مدار ہے، اوران کا حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین میں سے ہونا قطعی، یقینی اورمتواتراً ثابت ہو، نیز ان کی شہرت اس درجہ ہو کہ عوام بھی ان کا حضور ﷺ کے دین سے ہونا جانتے ہوں، جیسے توحید، رسالت، ختم نبوت، حیات بعد الممات، سزا وجزاء اعمال، نماز، روزہ، زکوٰۃ کی فرضیت، سود اور خمر کی حرمت وغیرہ۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " اکفار الملحدین في موسوعة رسائل الکشمیري " : والمراد بالضروریات علی ما اشتهر في الکتب ما علم کونه من دین محمد ﷺ بالضرورة ، بأن تواتر عنه واستفاض ، وعلمته العامة کالوحدانیة والنبوّة وختمها بخاتم الأنبیاء وانقطاعها بعده ..... وکالبعث والجزاء ووجوب الصلوٰة والزکوٰة وحرمة الخمر ونحوها . (۲/۳)

ما في " رد المحتار " : قوله : (هو تصدیق الخ) معنی التصدیق قبول القلب وإذعانه لما علم بالضرورة أنه من دین محمد ﷺ بحیث تعلمه العامة من غیر افتقار إلی نظر واستدلال کالوحدانیة والنبوة والبعث والجزاء ، ووجوب الصلاة والزکاة وحرمة الخمر ونحوها . اهـ.

(۶/۳۵۴ ، ۳۵۵ ، کتاب الجهاد ، باب المرتد ، بیروت)

(فتاویٰ محمودیہ:۱/۱۹۰، کراچی)

کیا ''خدا'' ہر شئ میں ہے؟

مسئلہ (۲): بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا ہر شئ (چیز) میں حُلول کیے ہوئے ہے، جب کہ یہ اسلامی عقیدہ نہیں ہے، کیوں کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ حسین وقبیح، پاک وپلید ہر شئ (چیز) میں موجود ہے، اور اس امر کی قباحت ظاہر ہے، لہٰذا ایسا عقیدے رکھنے والے کو خارج از اسلام سمجھا جائیگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' فتح الباري '' : وأما قوله : '' عنده '' . فقال ابن بطال : '' عنده '' فی اللغة للمكان، والله منزه عن الحلول فی المواضع ؛ لأن الحلول عرض يفنى وهو حادث والحدث لا يليق بالله . (۱۳/۴۶۰)

ما في '' شرح الفقه الأكبر '' : وليس حالا ولا محلاً . (ص/۳۶)

ما في '' أصول الدين لأبي منصور التميمي '' : وأما الحلولية فإن أرادوا بحلول الإله فی الأشخاص مماسته أو مجاورته لها فقد أبطلنا ذلک وإن أرادوا حلولاً مثل حلول الأعراض في الأجسام فقد أوجبوا كون الإله عرضاً غير قائم بنفسه ، وما لا يقوم بنفسه لا يصح كونه صانعاً وإن أرادوا بالحلول وقوع ضوء منه على الصورة فليس الإله حسماً ذا شعاع وإنما وصفناه بأنه نور السموات والأرض على معنى أنه منورهما . (ص/۹۹)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱/ ۲۴۷، کراچی)

اللہ تعالیٰ کو ''ظالم'' کہنا

مسئلہ (۳): اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسے کلمات کا استعمال جو اس کی عالی ذات وصفات سے متصادم (ٹکرا جانے والے) ہیں، مثلاً: ''اللہ تعالیٰ ظالم ہے''، یہ انتہائی بے ادبی ہے، اور اُن کے اِجراء یعنی کہنے سے کفر کا اندیشہ ہے[1]، خدا تعالیٰ اپنی مملوک مخلوق میں جیسا چاہے تصرف کرسکتا ہے[2]، حقیقت پسند اس کو ہرگز ظلم نہیں کہہ سکتا[3]، کیوں کہ مالک کو اپنی مملوک میں ہر قسم کے تصرف کی اجازت ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوى الهندية '' : من نسب اللّٰه تعالى إلى الجور فقد كفر . (۲/۲۵۹)

ما في '' البحر الرائق '' : يكفر إذا وصف اللّٰه تعالى بما لا يليق به . (۵/۲۰۲)

(۲) ما في '' شرح المجلة لسليم رستم باز '' : كل يتصرف في ملكه كيف شاء .

(ص/۶۵۴ ، رقم المادة : ۱۱۹۲)

(۳) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿إن اللّٰه لا يظلم مثقال ذرة﴾ . (سورة النساء : ۴۰)

ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿وما اللّٰه يريد ظلماً للعباد﴾ . (سورة آل عمران : ۱۰۸)

ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿وما ربک بظلام للعبيد﴾ . (سورة فصلت : ۴۶)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲/۴۱۰، ۴۱۱، کراچی)

اللہ تعالیٰ کی طرف ''بے انصافی'' کی نسبت

مسئلہ (۴): بے انصافی کی حقیقت: ملکِ غیر میں ناحق تصرف کرنا ہے، اگر یہ تعریف ذہن میں رہے، تو اب خالق کا کوئی بھی تصرف اپنی مخلوق میں ظلم ہو ہی نہیں سکتا، کیوں کہ مالک اپنی ملک میں ہی تصرف کررہا ہے[1]، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف بے انصافی کی نسبت کرنا[2]، بارگاہِ خداوندی میں شدید گستاخی ہے، اِس سے کفِ لسان (زبان کو روکنا) ضروری ہے، ورنہ کفر کا اندیشہ ہے۔[3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : كل يتصرف في ملكه كيف شاء .
(ص/۶۵۴ ، رقم المادة : ۱۱۹۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الله لا يظلم مثقال ذرة﴾ . (سورة النساء : ۴۰)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما الله يريد ظلماً للعباد﴾ . (سورة آل عمران : ۱۰۸)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما ربک بظلام للعبيد﴾ . (سورة فصلت : ۴۶)

(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : من نسب الله تعالى إلى الجور فقد كفر . (۳۵۹/۲)

ما في " البحر الرائق " : يكفر إذا وصف الله تعالى بما لا يليق به . (۲۰۲/۵)

(فتاویٰ محمودیہ: ۴۱۰/۲، ۴۱۱، کراچی)

اذانِ جمعہ کے بعد" الصلوۃُ سنّۃ رسولِ اللّٰہ " پکارنا

مسئلہ (۵): اذانِ جمعہ کے بعد" الصلاۃ سنّۃ رسولِ اللّٰہ "پکارنا محض بے بنیاد اور بدعت ہے، جس کا کوئی ثبوت نہیں، جب تثویب للفرض (اذان کے بعد دوبارہ نماز کے لیے بلانا) میں اختلاف ہے [۱]، حالانکہ یہ ائمہ سے ثابت بھی ہے [۲]، تو تثویب للسنۃ (سنت کے لیے بلانا) بر بنائے عدمِ ثبوت (ثابت نہ ہونے کی بنا پر) یقیناً ناجائز ہوگی۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : لما روي أن علياً رضي الله عنه رأى مؤذناً يثوب في العشاء فقال : " أخرجوا هذا المبتدع من المسجد " . ولحديث مجاهد رضي الله عنه قال : دخلت مع ابن عمر رضي الله عنهما مسجداً نصلي فيه الظهر ، فسمع المؤذن يثوب فغضب وقال : " قم حتى نخرج من عند هذا المبتدع ، فما كان التثويب على عهد رسول الله ﷺ إلا في صلاة الفجر " . (۱/۲۷۴ ، باب الأذان)

(۲) ما في " المبسوط للسرخسي " : وقد روي عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه قال : لا بأس بأن يخص الأمير بالتثويب فيأتي بابه فيقول : السلام عليک أيها الأمير ورحمة الله وبركاته ، حيّ على الصلاة مرتين ، حيّ على الفلاح مرتين ..... غير أن محمد رحمه الله تعالى حين حج أتاه مؤذن مكة يؤذنه بالصلاة فانتهره وقال : ألم يكن في أذانک ما يكفينا .
(۱/۲۷۳ ، باب الأذان)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويثوب بين الأذان والإقامة في الكل للكل . در مختار .
وفي الشامية : خصه أبو يوسف بمن يشتغل بمصالح العامة كالقاضي والمفتي والمدرس ، واختاره قاضي خان وغيره . (۱/۵۱ ، كتاب الصلوٰة ، مطلب في أول من بنى المنائر للأذان)

ما في " السعاية " : أقول : التثويب الذي نحن فيه لم تعهد في الصدر الأول ، وإنما =

مسجد نبوی ﷺ کے نقشے کی جانب رخ کر کے درود شریف پڑھنا

مسئله (۶): ہر نماز کے بعد مسجد نبوی ﷺ کے نقشے کی جانب رخ کر کے ہاتھ باندھ کر درود شریف پڑھنا کسی دلیلِ شرعی سے ثابت نہیں ہے، البتہ نماز سے پہلے یا بعد میں جب دل چاہے، جس قدر بھی توفیق ہو، بڑے ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ کر درود شریف پڑھنا بہت بڑی سعادت ہے، کیوں کہ درود شریف کی حدیث پاک میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ (۱)

=استحسنه المتأخرون للتواني في الصلوات كلها : السلام عليک أيها الأمير ورحمة الله وبركاته ، حيّ على الصلاة ، حيّ على الفلاح ، الصلاة يرحمک الله ، واستبعد محمد رحمه الله ، لأن الناس سواسية في أمر الجماعة . (۲/۲۷ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد " . (ص/۳۷۷ ، كتاب الصلح ، باب قول الله تعالى الخ)

ما في " فتح الباري " : قال ابن المنير : ان المندوبات قد تنقلب مكروهات ، إذا رفعت عن رتبتها . (۲/۴۳۷) (احسن الفتاوی:۱/۳۳۶، ۳۳۷، باب ردّ البدعات)

ما في " مرقاة المفاتيح " : ان من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصرّ على بدعة أو منكر . (۲۶/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الله وملٰئكته يصلّون على النبي يآيها الذين اٰمنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليماً﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الرحمن بن أبي ليلىٰ قال : لقيني كعب بن عجرة فقال : ألا أهدي لک هدية؟ إن النبي ﷺ خرج علينا فقلنا : يا رسول الله ! قد علّمنا كيف نسلم عليک ، فكيف نصلي عليک ؟ قال : فقولوا : " اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على آل إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنک حميد مجيد ، اللهم بارک على =

مسجد میں میلاد شریف پڑھوانے کی نذر

مسئلہ (۷): اگر کوئی شخص اس بات کی نذر مانے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا، تو میں مسجد میں میلاد شریف پڑھواؤں گا، تو اس کی نذر منعقد نہیں ہوگی، اور نہ اس کا ایفا (پورا کرنا) واجب ہے، کیوں کہ بطریقِ مروّجہ مجلسِ میلاد منعقد کرنا شرعاً بے اصل، بدعت اور ناجائز ہے، جب کہ نذر کے منعقد ہونے کے لیے منذور بہ کا قربتِ مقصودہ ہونا ضروری ہے، اور مجلسِ میلاد قربتِ مقصودہ نہیں ہے، لہٰذا یہ نذر منعقد نہیں ہوگی، اور اس طرح کی نذر ماننے سے احتراز لازم ہے۔[1]

=محمد وعلى آل محمد كما باركت على آل إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنک حميد مجيد". (ص/۱۱۳۵، كتاب الدعوات، باب الصلاة على النبي ﷺ)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله ﷺ قال : " من صلى عليّ واحدة صلى الله عليه عشراً ".

(۲۲۹/۳، كتاب الصلوة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد)

ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله بن مسعود، أن رسول الله ﷺ قال : " أولى الناس بي يوم القيامة أكثرهم عليّ صلاة ". (۱۱۰/۱، قديمي، ۳۵۹/۱، أبواب الوتر، باب ما جاء في فضل الصلاة على النبي ﷺ، بيروت)

ما في " سنن النسائي " : عن أنس بن مالک رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " من صلى عليّ صلاة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطيئات، ورفعت له عشر درجات ". (۳۸۵/۱، كتاب صفة الصلوة، الفضل في الصلاة على النبي ﷺ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " اعلاء السنن " : عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده : أن رسول الله ﷺ قال : " لا نذر إلا فيما يبتغي به وجه الله، ولا يمين في قطيعة رحم ". (۴۹۷/۱۱)=

۱۲ / ربیع الاول وغیرہ تاریخوں میں عرس

مسئلہ (۸): ۱۲ / ربیع الاول یا کسی بزرگ کی تاریخ وفات پر جو عرس لگتا ہے، اور اس میں ڈھول باجوں کے ساتھ قوالیاں ہوتی ہیں، شریعتِ مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں [۱]، بلکہ یہ بہت سے مفاسد وبرائیوں پر مشتمل ہیں [۲]، جن میں سے ایک میوزک کے ساتھ قوالی کی محفل ہے، جس کے ناجائز ہونے پر دلائلِ فقہیہ دال ہیں [۳]، لہٰذا یہ دونوں چیزیں (عرس وقوالی) شرعاً ناجائز اور ممنوع ہیں۔ [۴]

=وما في " اعلاء السنن " : قال المؤلف : دلالته على الباب ظاهرة ، فإن ما يبتغي به وجه الله ظاهر في العبادة المقصودة ، فغير المقصود لا يبتغى به وجه الله إلا بواسطة ، والمطلق إذا أطلق يراد به الفرد الكامل ، فالمراد العبادة المقصودة لا غير . فافهم . ويؤيد ما مرّ من أنه ﷺ ألغى تعيين بيت المقدس للصلاة في النذر مع أن للصلاة فيه فضلا تدل على أن النذر بعبادة غير مقصودة لا ينعقد ولا يجب إيفاؤه . (۱۱/۴۹۷)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها أن يكون قربة مقصودة فلا يصح النذر بعبادة المرضى وتشييع الجنائز والوضوء والإغتسال ، ودخول المسجد ، ومسّ المصحف والأذان ، وبناء الرباطات والمساجد ، وغير ذلک ، وإن كانت قربا ، لأنها ليست بقرب مقصودة . (۴/۲۲۸)

ما في " البحر الرائق " : واعلم بأنهم صرّحوا بأن شرط لزوم النذر ثلاثة : كون المنذور ليس بمعصية ، وكونه من جنسه واجب ، وكون الواجب مقصوداً لنفسه . (۲/۵۱۴)

ما في " رد المحتار " : وأقبح منه النذر بقراء ة المولد في المنابر مع اشتماله على الغناء واللعب ، وايهاب ثواب ذلک إلى حضرة المصطفیٰ ﷺ . (۳/۳۸۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المنتقى مع مجمع الأنهر " : (فما ظنک به عند الغناء الذي يسمون وجدًا) ومحبة ، فإنه مكروه ، لا أصل له في الدين ، زاد في الجواهر : وما يفعله متصوفة زماننا حرام ، لا يجوز القصد والجلوس إليه ، ومن قبلهم لم يفعله .(۴/۲۱۹ ، كتاب الكراهية ، في المتفرقات)=

....

=(۲) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وأما الرقص والتصفيق والصريخ ، وضرب الأوتار ، والضج والبوق الذي يفعله بعض من يدعي التصوف ، فإنه حرام بالإجماع ، لأنه زيّ الكفار ، كما في سكب الأنهر . (۳۱۹ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب ما يفسد الصلاة)

(۳) ما في " البزازية على هامش الهندية " : استماع صوت الملاهي كالضرب بالقضب ونحوه حرام ، قال عليه السلام : " استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذّذ بها كفر " أي بالنعمة . (۳۵۹/۶ ، كتاب الكراهية ، الباب الثالث فيما يتعلق بالملاهي)

ما في " حاشية الطحطاوي " : وأجاز بعضهم الغناء في العرس كضرب الدف فيه ، ...... قلت : لكن في البحر : والمذهب حرمته مطلقاً ، فانقطع الاختلاف ، بل ظاهر الهداية أنها كبيرة ولو نفسه . (ص/۳۱۹ ، كتاب الصلاة)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستفزِزْ من استطعتَ منهم بصوتک﴾ . (الإسراء : ۶۴)

ما في " روح المعاني " : ﴿بصوتک﴾ أي بدعائک إلى معصية الله تعالى ....عن مجاهد تفسيره بالغناء والمزامير واللهو والباطل . (۱۶۱/۹)

ما في " التفسير المنير " : قال القرطبي : دلّت آية ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتک﴾ على تحريم المزامير والغناء واللهو ، لأن صوته : كل داع يدعو إلى معصية الله تعالى ، وكل ما كان من صوت الشيطان أو فعله ، وما يستحسنه فواجب التنزّه عنه . (۱۲۸/۸)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث﴾ عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : " إنما نهيت عن صوتين أحمقين فاجرين : صوت عند نغمة لهو ولعب ، ومزامير شيطان ، وصوت عند مصيبة خدش وجوه ، وشق جيوب ورنّة شيطان " .

(۳۰۹/۵) (فتاوی محمودیہ:۲۴۳/۳، باب البدعات والرسوم، کراچی)

ما في " العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية " : سئل العلامة الجد عبد الرحمن آفندي العمادي عن السماع بما صورته فيما إذا سمع من الآلات المطربة ...... فأجاب المولى المذكور ..... قلت : والحق الذي هو أحق يتبع ، وأحرى أن يدان به ويسمع ، أن ذلک كله من سيئات البدع ، حيث لم ينقل فعله من السلف الصالحين ، ولم يقل محله أحد من أئمة الدين المجتهدين رضي الله تعالى عنهم أجمعين . (۵۵۸/۲– ۵۵۹ ، الحظر والإباحة ، مطلب في سماع الآلات)

سیرت کانفرنس

مسئلہ (۹): سیرتِ پاک کو بیان کرنا اور لوگوں تک اسے پہنچانا موجبِ اجر وثواب ہے، جب کہ اس میں التزامِ مالا یلزم نہ ہو، اور کوئی عمل خلافِ شرع نہ ہو، مثلاً: زمان ومکان، مہینے، تاریخ، دن، خاص ہیئت اور اسے مستحب وواجب کا درجہ دینا؛ کہ شریک نہ ہونے والوں پر ملامت ہو، وغیرہ وغیرہ۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الحديثية " : المواليد والأذكار التى تفعل عندنا أكثرها مشتملة على خير، كصدقة وذكره صلاة وسلام على رسول الله ﷺ ومدحه، وعلى شر بل شرور، لو لم يكن منها إلا رؤية النساء للرجال الأجانيب ، وبعضها ليس شر، لكنه قليل نادر ، ولا شك أن القسم الأول ممنوع للقاعدة المشهورة المقررة ؛ أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح .... والقسم الثانى سنة تشمله الأحاديث الواردة فى الأذكار المخصوصة والعامة ، كقوله ﷺ : " لا يقعد قوم يذكرون الله إلا حفتهم الملائكة ، وغشيتهم الرحمة ، ونزلت عليهم السكينة ، وذكرهم الله تعالى فيمن عنده " . رواه مسلم . وروى أيضًا أنه عليه الصلاة والسلام قال لقوم جلوس يذكرون الله تعالى ويحمدونه على أن هداهم للإسلام : " أتانى جبريل عليه والصلاة والسلام فأخبرنى أن الله تعالى يباهي بكم الملائكة " . وفى الحديثين أوضح دليل على فضل الإجتماع على الخير والجلوس له ، وأن الجالسين على خير كذلك، يباهى الله بهم الملائكة ، وتنزل عليهم السكينة ، وتغشاهم الرحمة ، ويذكرهم الله تعالى بالثناء عليهم بين الملائكة فأى فضائل أجل من هذه .

(۱/ ۳۲۵ ، مطلب الإجتماع للموالد والأذكار مطلوب ما لم يترتب عليه شر وإلا فيمنع منه ، مطبع مصطفى الحلبي ، أحمد شهاب الدين بن حجر الهيتمي المكي)

(فتاویٰ محمودیہ:۳/ ۲۱۸، ۲۱۹، کراچی)

بغرضِ تخفیفِ عذاب، قبر پر پھول کی چادر چڑھانا

مسئلہ (۱۰): بعض لوگ اُس حدیث کو دلیل بنا کر؛ جس میں آپ ﷺ کا دو قبروں پر ہری ٹہنیاں رکھنے کا تذکرہ ہے، تخفیفِ عذاب کے لیے قبر پر پھول دار چادر ڈالتے ہیں، جب کہ حضور اکرم ﷺ نے دو قبروں پر کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے رکھ کر یہ فرمایا تھا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گے عذاب میں تخفیف رہیگی، یہ آپ ﷺ کے دستِ اقدس کی برکت تھی، یقینی طور پر عذاب کا ہونا آپ ﷺ کو بذریعہ وحی معلوم تھا، اور آپ ﷺ نے تخفیفِ عذاب کے لیے دعا بھی فرمائی تھی، اِن تمام چیزوں کا حصول ہمارے لیے ممکن نہیں، معلوم ہوا کہ یہ عمل آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا، اگر عام ہوتا، تو صحابہ اور تابعین ضرور اس کا اہتمام فرماتے، لیکن کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا، اس لیے اِس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے قبروں پر پھول ڈالنا شرعاً ناجائز اور بدعت ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عباس قال : " مرّ النبي ﷺ على قبرين فقال : إنهما يعذبان ..... ثم دعا بعسيب رطب فشقّه باثنين ، ثم غرس على هذا واحداً ، وعلى هذا واحدا وقال : لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا " . (ص/۴، كتاب الطهارة ، باب الاستبراء من البول)

ما في " فتح الباري " : قال الخطابي : هو محمول على أنه دعا لهما بالتخفيف مدة بقاء النداوة ..... وقد استنكر الخطابي ومن تبعه وضع الناس الجريد ونحوه في القبر عملاً بهذا الحديث ، قال الطرطوشي: لأن ذلك خاص ببركة يده . (۱/۴۱۷ ، كتاب الوضوء ، باب من الكبائر ... الخ ، معالم السنن للخطابي : ۱/۱۷ ، ۱۸ ، رقم الحديث : ۱۳)

ما في " بذل المجهود " : قال الحافظ في فتح الباري : قال المازري : يحتمل أن يكون =

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....
....

=أوحى إليه أن العذاب يخفف عنهما هذه المدة .

(۱/۲۳۶ ، كتاب الطهارة ، باب الاستبراء من البول)

ما في " فيض الباري " : أما إلقاء الرياحين على القبور ، ففي الفتاوى الهندية عن مطالب المؤمنين ، أنه جائز تمسكاً بحديث الباب ، قلت : وصرح العيني أنه لغو وعبث ، وقال الخطابي : إن ما يفعله الناس على القبور لا أصل له . كما في النووي .

(۱/۱۱۴ ، كتاب الوضوء ، باب في الكبائر)

ما في " حاشية البدر الساري إلى فيض الباري " : قلت : وقد توغّل الناس في إلقاء الرَّياحين على القبور، حتىٰ انهم جعلوه من سمات الحنفية ، ومن لا يتبع هواهم يرمونه بالوهّابية ، ويسخرون به ، وينبزونه بالألقاب ، فهداهم الله تعالى طريق الصواب .... إن كانوا يدّعون اتباع الحديث ، فعليهم أن يضعوا الجرائد دون الرّياحين ، وعلى المعذَّبين دون المقرَّبين ، لأن الحديث إنما ورد في المعذَّبين .

(فيض الباري : ۱/۲۱۴ ، كتاب الوضوء ، كذا في اعلاء السنن : ۴/۳۳۱ ، بيروت)

(فتاوی محمودیہ:۹/۱۷۳،۱۷۴،کراچی)

گھر، گھوڑے اور عورت میں نحوست

مسئلہ (۱۱): اسلام میں کسی چیز کے منحوس ہونے کا تصور واعتقاد درست نہیں، اور احادیث میں جو آیا ہے کہ: ''گھر، عورت اور گھوڑے میں نحوست ہے''(۱)، محدثین نے اس کے متعدد معانی بیان کیے ہیں، چنانچہ (فتح الباری، عمدۃ القاری اور مرقاۃ المفاتیح وغیرہ شروح کتب حدیث میں یہ تفاصیل دیکھی جاسکتی ہیں)، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں جس توجیہ کی اَولویت (فوقیت) کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ضعیف الاعتقاد لوگوں کے اعتقاد کی حفاظت کے لیے ہے، مطلب یہ ہے کہ جس کو اپنے گھر یا گھوڑے یا بیوی کے متعلق دل میں کدورت ہو، اس کو ان سے مفارَقت کر لینی چاہیے، تاکہ اگر تقدیر کے فیصلہ کے مطابق کوئی مصیبت آجائے، تو کم از کم آدمی کا اعتقاد تو محفوظ رہے؛ کہ اپنی مصیبت کا سبب ان چیزوں کو قرار نہ دے سکے، کیوں کہ ان سے مفارقت کی جاچکی ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال : " الشؤم في الدار والمرأة والفرس " . (رقم : ۵۹ ۵۷ ۳ ، باب الطيرة والفأل وما يكون فيه الشؤم)

(۲) ما في " فتح البارى " : والمراد بذلک حسم المادة وسد الذريعة لئلا يوافق شيء من ذلک القدر فيعتقد من وقع له أن ذلک من العدوى أو الطيرة فيقع فى اعتقاده ما نهى عن اعتقاده فأشير إلى اجتناب مثل ذلک والطريق فيمن وقع له ذلک فى الدار مثلا التبادر إلى التحول منها لأنه متى استمر فيها ربما حمله ذلک على اعتقاد صحة الطيرة والتشاؤم .

(۶/ ۷۸)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱/ ۲۳۲، ۲۳۳، کراچی)

منگل اور بدھ کو حجامت بنوانے کو منحوس سمجھنا

مسئلہ (۱۲): بہت سے حضرات منگل اور بدھ کے دن حجامت بنوانے کو منحوس سمجھتے ہیں، جب کہ شریعتِ اسلامیہ میں کسی بھی وقت یا دن کے منحوس ہونے کا تصور نہیں ہے، یہ جاہلانہ اور ہندوانہ خیال ہے، متعدد احادیث میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے۔ [۱]

رات میں قرض دینے کو منحوس سمجھنا

مسئلہ (۱۳): بہت سے لوگ رات میں قرض دینے کو منحوس سمجھتے ہیں، جب کہ ایسے خیال کی شرعاً کوئی بنیاد نہیں ہے، بلکہ احادیث میں اس کی تردید آئی ہے۔ [۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه قال : " لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر". (۲/۸۵۷)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن مسعود عن رسول الله ﷺ قال : " الطیرة شرک، الطیرة شرک ، ثلاثاً، وما منا إلا ولکن الله یذهبه بالتوکل " . (ص/۵۴۶)

ما في " صحیح البخاري " : عن أنس أن النبي ﷺ قال : " لا عدوی ولا طیرة ، ویعجبنی الفال الصالح ، والفال الصالح ؛ الکلمة الحسنة " . (۲/۸۵۷ ، سنن أبي داود: ص/۵۴۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " صحیح البخاري " : عن أبی هریرة رضي الله تعالی عنه قال : " لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر " . (۲/۸۵۷)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن مسعود عن رسول الله ﷺ قال : " الطیرة شرک، الطیرة شرک ثلاثاً ، وما منا إلا ولکن الله یذهبه بالتوکل " . (ص/۵۴۶)

ما في " صحیح البخاري " : عن أنس أن النبي ﷺ قال : " لا عدوی ولا طیرة ، ویعجبنی الفال الصالح ، والفال الصالح ؛ الکلمة الحسنة " . (۲/۸۵۷ ، سنن أبي داود: ص/۵۴۶)

کیا رام، لچھمن وغیرہ پیغمبر تھے؟

مسئلہ (۱۴): جس طرح ثابت النبوۃ نبی (جس نبی کی نبوت ثابت ہو) کی نبوت کا انکار جائز نہیں، اسی طرح غیر ثابت النبوۃ نبی (جس کی نبوت ثابت نہ ہو) کی نبوت کا اعتراف بھی جائز نہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جن انبیاء کرام کے ناموں کی تصریح کی ہے، ان میں سے ہر ایک پر بالتعیین ایمان رکھنا ضروری ہے، البتہ جن کے احوال کو رب سبحانہٗ نے پردۂ خفاء میں رکھا اُن پر اِجمالی ایمان کافی ہے، نہ تو ان کی بحث وتفتیش کرنی ہے، اور نہ اس کا علم انقطاعِ وحی (سلسلۂ وحی بند ہونے) کے بعد ہوسکتا ہے، رام لچھمن وغیرہ حضرات کی نبوت پر کوئی دلیل قطعی قائم نہیں، لہٰذا ان کی نبوت کا اعتراف کرنا یا اس کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ورسلا قد قصصناهم عليک من قبل ورسلا لم نقصصهم عليک﴾ . (سورة النساء : ۱۶۴)

ما في " شرح الفقه الأكبر " : يجب أن يقول : آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله . (ص/۲۶)

ما في " شرح العقائد النسفية " : والأولى أن لا يقتصر على عدد فى التسمية ...... ولا يؤمن فى ذكر العدد أن يدخل فيهم من ليس منهم أو يخرج منهم من هو فيهم ..... ويحتمل مخالفة الواقع وهو عد النبي ﷺ من غير الأنبياء أو غير النبى من الأنبياء . (ص/۱۳۹، ۱۴۰)

ما في " شرح عقيدة الطحاوي " : وأما الأنبياء والمرسلون فعلينا الإيمان بمن سمى الله تعالى فى كتابه من رسله ، والإيمان بأن الله أرسل رسلا سواهم وأنبياء لا يعلم أسمائهم وعددهم إلا الله تعالى الذى أرسلهم ، فعلينا الإيمان بهم جملة لأنه لم يأت فى عددهم نص .
(ص/۲۸۹) (فتاویٰ محمودیہ: ۱/۴۵۳، ۴۵۵، کراچی)

مرچی وغیرہ سے نظر بد اتارنا

مسئلہ (۱۵): نظر بد اتارنے کے لیے مرچی وغیرہ پر پڑھ کر آگ میں جلانا درست ہے[۱]، بشرطیکہ کوئی خلافِ شرع چیز اُس پر نہ پڑھی جائے، اور کسی شیطان وجنات سے استعانت ومدد نہ لی جائے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : " كان يؤمَر العائن فيتوضأ ثم يغتسل منه المَعِينُ " . (ص/ ۵۴۱، ۵۴۲ ، كتاب الطب ، باب ما جاء فی العين)

ما في " شرح معاني الآثار للطحاوي " : عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت : " أمرنى رسول الله ﷺ أن استرقى من العين " . (۲/ ۴۲۷ ، مكتبه سعيد)

ما في " رد المحتار " : لا بأس بوضع الجماجم فى الزرع ، والمبطخة لدفع ضرر العين ، حتى تصيب المال ، والآدمى والحيوان ويظهر أثره فى ذلک عرف بالآثار ..... روى أن امرأة جاء ت إلى النبي ﷺ وقالت : نحن من أهل الحرث ، وإنا نخاف عليه العين ، فأمر النبي ﷺ أن يجعل فيه الجماجم . (۹/ ۴۴۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل فى اللبس)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۰/ ۸۱، کراچی)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عوف بن مالک قال : كنا نرقى فى الجاهلية يا رسول الله ! كيف ترىٰ فى ذلک ؟ فقال : " أعرضوا علي رقاكم لا بأس بالرقىٰ ما لم يكن فيه شرک " . (۲/ ۳۸۸)

ما في " مرقاة المفاتيح " : رقية فيها اسم صنم أو شيطان أو كلمة كفر أو غيرها مقالا لا يجوز شرعًا . (۸/ ۳۷۱ ، كتاب الطب والرقى)

دعا میں وسیلہ پکڑنا

مسئلہ (۱۶): اگر کوئی شخص اس طرح دعا کرے کہ: اے اللہ! میری فلاں حاجت رسول اللہ ﷺ کے طفیل پوری فرما دے، یا اولیاء کرام کا نام لے، تو دعا میں اس طرح وسیلہ لگانا جائز ہے، کیوں کہ خود حضور ﷺ نے اس وسیلہ کی تعلیم دی ہے [1]، حضرت عمر ابن خطاب اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما سے بھی اس طرح کا وسیلہ ثابت ہے [2]، البتہ اپنے پیر یا بزرگوں کو مدد کے لیے بلانا، ان سے اپنی مرادیں مانگنا، ان کو خدا کے کاموں میں دخیل سمجھنا وغیرہ، یہ سب اُمور ناجائز بلکہ شرک ہیں۔ [3]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن عثمان بن حنیف أن رجلاً ضریر البصر أتی النبي ﷺ فقال : أدع الله أن یعافیني، قال : " إن شئت دعوت وإن شئت صبرت فهو خیر لک فادعه قال : فأمره أن یتوضأ فیحسن وضوء ه ویدعو بهذا الدعاء : " أللهم إني أسألک وأتوب إلیک بنبیک محمد نبي الرحمة إني توجهت بک ، إلی ربي في حاجتي هذه لتقضي لي أللهم فشفعه فيّ " . (۱۹۸/۲ ، باب الدعوات)

(۲) ما في " صحیح البخاري " : عن أنس بن مالک ؛ أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه کان إذا قُحِطُوْا استسقی بالعباس بن عبد المطلب رضي الله عنه ، فقال : " اللهم إنا کنا نتوسل إلیک بنبیّنا فتسقینا ، وإنا نتوسّل إلیک بعمّ نبیّنا فأسقِنا ، قال : فیُسقَون " .

(۱۳۷/۱ ، أبواب الاستسقاء ، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا ، قدیمي)

ما في " مرقاۃ المفاتیح " : قال ابن حجر : واستسقیٰ معاویة بیزید بن الأسود ، فقال : " اللهم إنا نستسقي بخیرنا وأفضلنا ، اللهم إنا نستسقي بیزید بن الأسود ، یا یزید ! ارفع یدیک=

"اطلبوا العلم ولو بالصّين" کی تحقیق

مسئلہ(۱۷): " اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالْصِّيْن "(علم حاصل کرو گرچہ اس کے لیے چین کا سفر درکار ہو)، یہ روایت معتبر نہیں ہے، مشہور محدث امام بیہقی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور جتنی سندوں سے منقول ہے، وہ تمام ہی سندیں ضعیف ہیں [1]، اور ممتاز محدث علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے بحوالہ ابن حبان لکھا ہے کہ:" یہ روایت باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ۔"[2]

= إلى الله تعالى فرفع يديه ، ورفع الناس أيديهم فثارت سحابة من المغرب كأنها ترس وهبّت ريح فسقوا حتى كاد الناس لا يبلغون منازلهم " . (۳/ ۵۶۰ ، باب الاستسقاء)

(۳) ما في " روح المعاني " : ان الناس قد أكثروا من دعاء غير الله تعالى من الأولياء الأحياء منهم والأموات وغيرهم ، مثل : يا سيدي فلان ! أغثني ، وليس ذلک من التوسل المباح في شيء ، واللائق بحال المؤمن عدم التفوه بذلک ، وأن لا يحوم حول حماه ، وقد عَدَّه أناس من العلماء شركاً ، وأن لا يكنيه ، فهو قريب منه . (۱۸۸/۴، سورة المائدة : الآية/۳۵ ، مكتبه زكريا بكڈپو ديوبند) (فتاویٰ محمودیہ:۱/۲۷۵،کراچی، نظام الفتاویٰ:۱/۷۰،۷۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : " أطلبوا العلم ولو بالصّين ، فإن طلب العلم فريضة على كل مسلم " . هذا الحديث شبه مشهور ، وإسناده ضعيف ، وقد روى من وجه كلها ضعيفة . (۲/ ۲۵۴ ، باب في طلب العلم)

(۲) ما في " كتاب الموضوعات لإبن الجوزي " : هذا حديث لا يصح عن رسول الله ﷺ ، وقال ابن حبان : هذا الحديث باطل لا أصل له . (۱/ ۱۵۴ ، باب طلب العلم ولو بالصين ، تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة : ۱/ ۲۵۸ ، اليواقيت الغالية في تحقيق وتخريج الأحاديث العالية : ۲/ ۴۳۰) (کتاب الفتاویٰ:۱/ ۴۹۷،۴۹۸،فتاویٰ حقانیہ:۲/۲۱۴)

” من أحیٰی سنّتي “اور ” من أحبّ سنتي فقد أحبّني و من أحبّني کان معي في الجنّةِ “ کی تحقیق

مسئلہ (۱۸): ” مَنْ أحیٰی سنّةً مِن سُنّتي قد اُمیتَتْ بعدي فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غیر أن ینقص من أجورهم شیئًا “. (رواه الترمذي وابن ماجه) اور ”مَن أَحَبَّ سُنّتِي فَقدْ أحبَّنِی ، ومَنْ أَحَبَّنِي کَانَ مَعِيْ فِي الْجَنَّةِ “(رواه الترمذي) یہ دونوں صحیح حدیثیں ہیں، اور حدیث کی معتبر کتاب ”مشکوٰۃ المصابیح“ کے ”باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی“ صفحہ ۳۰؍ پر بحوالہ ترمذی وابن ماجہ موجود ہیں۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في ” مشکوٰة المصابیح “ : عن بلال بن الحارث المزني قال : قال رسول الله ﷺ : ” من أحیٰی سنة من سنتی قد أمیتت بعد فإن له من الأجر مثل أجور من عمل بها من غیر أن ینقص من أجورهم شیئاً . ومن ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها الله ورسوله کان علیه من الإثم مثل آثام من عمل بها لا ینقص ذلک من أوزارهم شیئًا “ . رواه الترمذي وابن ماجه عن کثیر بن عبد الله بن عمرو عن أبیه عن جده . (ص/۳۰ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الثاني ، قدیمی ، جامع الترمذي : رقم الحدیث :۲٦۷۷ ، بیروت)

ما في ” مشکوٰة المصابیح “ : وعن أنس قال : قال لي رسول الله ﷺ : ” یا بنيّ ! إن قدرت أن تصبح وتمسي ولیس في قلبک غِشٌّ لأحد فافعل ، قم قال : یا بنيّ ! وذلک من سنّتي ، ومن أحب سنتي فقد أحبني ، ومن أحبّني کان معي في الجنة “ . رواه الترمذي .

(ص/۳۰ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، الفصل الثاني)

(جامع الترمذي : رقم الحدیث :۲٦۷۸ ، بیروت)

بیعت کا ثبوت اور عورتوں کی بیعت

مسئلہ (۱۹): نصوصِ شرعیہ میں بیعت کا ثبوت ہے[۱]، عورتوں کو بھی بیعت کیا جا سکتا ہے، کیوں کہ اصلاحِ نفس کی ضرورت مردوں کی طرح عورتوں کو بھی ہے، البتہ بیعت کرنے میں پردے کا خیال کرنا، اور اس بات کا لحاظ رکھنا کہ شیخ کا ہاتھ عورتوں کے ہاتھ سے مس نہ ہو، ضروری ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي إذا جآء ک المؤمنٰت يبايعنک علٰی أن لا يشركن بالله شيئاً ولا يسرقن ولا يزنين ولا يقتلن أولادهنّ ولا يأتين ببهتٰن يّفترينه بين أيديهنّ وأرجلهنّ ولا يعصينک فی معروف فبايعهنّ واستغفر لهنّ الله﴾ . (سورة الممتحنة : ۱۲)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبادة بن الصامت قال : قال رسول الله ﷺ وحوله عصابة من أصحابه: "بايعوني على أن لا تشركوا بالله شيئاً ولا تسرقوا ، ولا تزنوا ، ولا تقتلوا أولادكم " . (۱/۱۳، كتاب الإيمان)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : كانت المؤمنات إذا هاجرن إلى النبي ﷺ يمتحنهنّ بقول الله : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إذا جآء كم المؤمنٰت مُهٰجِرٰت فامتحنوهنّ﴾ . قالت عائشة رضى الله تعالى عنها : فمن أقر بهذا الشرط من المؤمنات فقد أقر بالمحنة ...... قال لهن رسول الله : إنطلقن فقد بايعتكن لا والله ما مست يد رسول الله ﷺ يد امرأة قط غير أنه بايعهن بالكلام . (۲/۷۹۶)

ما في " روح المعانى " : عن أميمة بن رقية قالت : أتيت النبي ﷺ لنبايعه فأخذ علينا ما فى القرآن " أن لا نشرک بالله " حتى بلغ " ولا يعصين فى معروف " فقال : فيما استطعن وأطقن ، قلنا : الله ورسوله أرحم بنا من أنفسنا يا رسول الله ! ألا تصافحنا ؟ قال : إنى لا أصافح النساء ، إنما قولى لمائة امرأة كقولي لامرأة واحدة . (۱۵/۱۱۹)

(فتاویٰ محمودیہ:۴/۴۱۶، ۴۱۷، کراچی، فتاویٰ حقانیہ:۲/۲۴۵، ۲۴۶)

تبلیغ فرضِ کفایہ ہے

مسئلہ (۲۰): تبلیغی جماعت میں جانا فرضِ کفایہ ہے، کیوں کہ مروّجہ تبلیغ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسا اہم کام انجام دیا جاتا ہے، جو بالاتفاق فرضِ کفایہ ہے [۱]، البتہ بقدرِ ضرورت دین کا سیکھنا فرضِ عین ہے، خواہ مدرسہ میں داخل ہوکر ہو یا خارجِ مدرسہ پڑھ کر، خواہ اہلِ علم اور اہلِ دین کی خدمت میں جا کر ہو، یا تبلیغی جماعت کے ساتھ نکل کر۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " روح المعاني " : قال العلامة الآلوسي رحمه الله : هذه الآية ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر وأولئک هم المفلحون﴾ . [سورة آل عمران :۱۰۴] أن العلماء اتفقوا على أن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الكفايات . (۳۴/۴)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وفى الإتيان بمن التبعيضية اشعار بأنه من فروض الكفاية ..... وهذا المعنى مقتبس من قوله تعالى : ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ . (۳۲۳/۹)

(۲) ما في " فيض القدير للمناوي " : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (۲۶۸/۴)

ما في " رد المحتار " : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه واخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده ، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلاة والصوم ، وكل من اشتغل بشيء يفرض عليه علمه وحكمه ليمتنع عن الحرام فيه . (۱۲۱/۱) (فتاویٰ محمودیہ:۲۰۸/۴، کراچی)

تبلیغ کا ثواب

مسئلہ (۲۱): خروج فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں نکلنا) کی حالت میں کی جانے والی ہر نیکی سات لاکھ نیکیوں کا درجہ رکھتی ہے [۱]، اور لفظ ''خروج فی سبیل اللہ'' بہت عام ہے، دین کی ہر جدو جہد کے لیے نکلنا ''خروج فی سبیل اللہ'' میں داخل ہے، مثلاً: علم دین سیکھنے کے لیے، وعظ کہنے کے لیے، اصلاحِ نفس کی خاطر کسی بزرگ کی خدمت میں رہنے کے لیے، دعوت وتبلیغ میں جانے کے لیے گھر سے نکلنا، ''خروج فی سبیل اللہ'' میں شامل ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن الحسن بن علي بن أبي طالب وأبي الدرداء وأبي هريرة وأبي أمامة الباهلي وعبد الله بن عمر وجابر بن عبد الله وعمران بن حصين رضى الله تعالى عنهم أجمعين كلهم يحدث عن رسول الله ﷺ أنه قال : " من أرسل نفقة فى سبيل الله وأقام فى بيته فله بكل درهم سبع مائة درهم ، ومن غزا بنفسه فى سبيل الله وأنفق فى وجهه ذلک ، فله بكل درهم سبع مائة ألف درهم ثم تلا هذه الآية : ﴿والله يُضٰعِفُ لمن يشاء﴾ . (۱/۳۳۵)

(۲) ما في " فتح الباري " : قال الحافظ بن حجر : قال (أى ابن بطال) : المراد فى سبيل الله جميع طاعاته .... وقد أورده المصنف فى فضل المشي إلى الجمعة استعمالاً للفظ فى عمومه . (٦/٣٦ ، كتاب الجهاد) (فتاوی محمودیہ:۴/۲۹۹،۳۰۰،کراچی)

والدین کی اجازت کے بغیر جماعت میں جانا

مسئلہ (۲۲): اگر والدین کو خدمت واعانت کی ضرورت ہو، ان کا خرچہ جماعت میں جانے والے شخص پر لازم ہو، اوراس کے علاوہ ان کے گذارے کی کوئی شکل نہ ہو، تو اِس صورت میں والدین اگر جماعت میں جانے سے منع نہ کریں، تب بھی جماعت میں جانا درست نہیں ہے (۱)، کیوں کہ والدین کی خدمت فرضِ عین ہے، اور تبلیغی جماعت میں جانا فرضِ کفایہ ہے، اور فرضِ عین فرضِ کفایہ پر مقدم ہوتا ہے (۲)، البتہ اگر والدین صحیح وتندرست ہوں، انہیں خدمت واعانت کی ضرورت نہ ہو، اور وہ خود مالدار ہوں، تو اس صورت میں ان کی اجازت کے بغیر بھی جماعت میں جانے کی گنجائش ہے (۳)۔ تاہم ایسی روش اختیار نہ کی جائے جس سے والدین ناراض ہوں۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ووصّينا الإنسان بوالديه احسانا﴾ . (سورة الإسراء : ۲۳)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " رغم أنفه ، رغم أنفه ، رغم أنفه " ، قيل : من يا رسول الله ؟ قال : " من أدرك والدين عند الكبر أحدهما أو كلاهما ثم لم يدخل الجنة " . (ص/۴۱۸ ، باب البرّ والصلة)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا أراد الرجل أن يسافر لتجارة أو حج أو عمرة أو غيرها ، وكره ذلك أبواه ، فإن كان يخاف الضيعة عليهما بأن كان معسرين ونفقتهما عليه فإنه لا يخرج بغير إذنهما . (۳۶۵/۵)

ما في " رد المحتار " : السفر ما لا خطر فيه كالسفر للتجارة والحج ، والعمرة يحل بلا إذن إلا إن خيف عليهما الضيعة . (۱۵۵/۶ ، كتاب الجهاد)

(۲) ما في " رد المحتار " : فرض العين أفضل من فرض الكفاية ، لأنه مفروض حقاً =

عورتوں کو دینی مسائل کی تعلیم

مسئلہ (۲۳): دینی مسائل کی تعلیم جس طرح مردوں کے لیے لازم ہے، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی لازم ہے [۱]، لہٰذا عورتوں کو کسی مکان میں جمع کرکے دینی مسائل سکھائے جائیں، یا پھر ہفتہ میں ایک دن ان کے لیے اجتماع کا مقرر کردیا جائے، جہاں عورتیں پردے کے ساتھ جمع ہوجایا کریں [۲]، خود آپ ﷺ نے عورتوں کے لیے ایک دن مقرر کیا تھا، جس میں آپ ﷺ عورتوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ [۳]

=للنفس فهو أهم عندنا ، وأكثر مشقة بخلاف فرض الكفاية فإنه مفروض حقاً للكافة . (۱/۱۲۲)

(۳) ما في " رد المحتار " : لو أراد الخروج إلى الحج أو عمرة لا بأس به بلا إذن الأبوين إن استغنيا عن خدمته إذ ليس فيه إبطال حقهما . (۹/۴۹۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : إن كان لا يخاف الضيعة عليهما بأن كانا موسرين ، ولم تكن نفقتهما عليه ، كان له أن يخرج بغير إذنهما . (۵/۳۶۵)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : " رضى الرب فى رضى الوالد، وسخط الرب فى سخط الوالد " . (ص/۴۱۹ ، باب البر والصلة)

(فتاویٰ عثمانی:۱/۲۴۴،۲۴۵، مایتعلق بالدعوۃ والتبلیغ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أنس رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (ص/۳۴ ، كتاب العلم ، الفصل الثاني)

ما في " حاشية مشكوة " : قوله : " فريضة على كل مسلم – أي ومسلمة ، كما في الرواية ، والمراد بالعلم ما لا مندوحة للعبد من تعلمه ؛ كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيته ونبوة رسوله وكيفية الصلاة ، فإن تعلمه فرض عين .=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(ص/۳۴، حاشية : ۱۱، مرقاة المفاتيح : ۱/۴۳۴، كتاب العلم ، الفصل الثاني)

ما في " رد المحتار " : واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين ، وهو بقدر ما يحتاج لدينه ، قال : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه ، وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده ، وفرض كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية ، تعلم علم الوضوء ، والغسل والصلاة والصوم . (۱/۱۲۱، قبيل مطلب في فرض الكفاية وفرض العين)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزوٰجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ . (سورة الأحزاب: ۵۹)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سعيد الخدري قال : قال النساء للنبي ﷺ : غلَبَنا عليك الرجال ، فاجعل لنا يوماً من نفسك ، فوعدهنّ يوماً لقيهنّ فيه ، فوعظهنّ وأمرهنّ ، فكان فيما قال لهنّ : " ما منكنّ امرأة تُقدِّم ثلاثةً من ولدها إلا كان لها حجاباً من النار " ، فقالت امرأة : واثنين ؟ فقال : " واثنين " .

(۱/۲۰، كتاب العلم ، باب هل يجعل للنساء يوم على حدة)

(فتاویٰ محمودیہ:۴/۲٦۷،۲٦۸،کراچی)

مصافحہ کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۲۴): مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب المصافحة ''کا عنوان قائم کیا، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے، '' عَلَّمَنِيْ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلتَّشَهُّدَ وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ''[۱]، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اس حالت میں کہ میری ہتھیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھی، یہ روایت اس بارے میں صریح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، رہی یہ بات کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صرف اپنی ایک ہتھیلی کا ذکر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیلی سے ملی ہوئی نہیں تھی، بلکہ اس کے پشت پر تھی، اس لیے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا، ورنہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے مصافحہ فرمائیں[۲]، اور صحابیٔ رسول وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ (جو اس امت میں سب سے بڑے فقیہ تھے)؛ صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں، نیز اسی روایت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے مسنون ہونے کو ثابت فرمایا ہے، اور حماد ابن زید اور عبداللہ ابن المبارک کے مصافحہ کا ذکر کیا، کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا[۳]، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول '' وَكَفِّي بَيْنَ كَفَّيْهِ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل (دونوں ہاتھ سے مصافحہ) کے ہوتے ہوئے قابلِ اتباع نہیں ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : حدثنا أبو نعيم قال : حدثنا سيف بن سليمان قال : =

....
....
....
....
....
....
....
....
....
....

=سمعتُ مجاهدا يقول : حدثني عبد الله بن سخبَرَة أبو معمر قال : سمعتُ ابن مسعود يقول :" علّمني النبي ﷺ وكفِّي بين كفّيه التشهُّدَ ، كما يعلّمني السورة من القرآن " الخ .

(۹۲۶/۲ ، كتاب الاستيذان ، باب الأخذ باليدين)

(۲) ما في " فيض البارى " : التصافح باليدين حديث مرفوع أيضاً كما في " الأدب المفرد"، وأراد المدرسون أن يستدلوا عليه من حديث ابن مسعود هذا ، فقالوا : أما كون التصافح فيه باليدين من جهة النبى ، فالحديث نص فيه ، وأما كونه كذلک من جهة ابن مسعود ، فالراوى إن اكتفى بذكر يده الواحدة إلا أن المرجوّ منه أنه لم يكن ليصافحه بيده الواحدة ، والنبى ﷺ قد صافحه بيديه الكريمتين ، فإنه تستبعد من مثله أن لا يبسط يديه للنبي ﷺ، وقد بسط محمد له يديه غير أن الراوي لم يذكره لعدم كون غرضه متعلقاً بذلک ولا ريب أن للرواة يختلفون في التعبيرات . (۲۰۴/۶ ، باب المصافحة)

(۳) ما في " حاشية صحيح البخاري " : قوله : وصافح حماد الخ .... وقال البخاري في ترجمة عبد الله بن سلمة المروزي حدثنى أصحابنا يحيٰ وغيره عن اسمعيل بن إبراهيم ، قال : رأيت حماد بن زيد وجاء ه ابن المبارک بمكة فصافحه بكلتا يديه . اهـ . (۹۲۶/۲ ، باب الأخذ باليدين ، وصافح حماد بن زيد بن المبارک بيديه ، حاشية : ۷، قديمي)

ذکرِ جہری

مسئلہ(۲۵): ذکرِ جہری (بلند آواز سے ذکر) احادیثِ مبارکہ اور بہت سارے اقوالِ فقہاء سے ثابت ہے[۱]، البتہ کسی عارض کی وجہ سے ممنوع ہوسکتا ہے، مثلاً: ذکرِ جہری کی وجہ سے نمازیوں، تلاوت کرنے والوں یا سونے والوں کو اذیت پہنچتی ہو، یا ریاء کا خوف ہو، تو ایسی صورت میں سرّی (آہستہ آواز میں) ذکر کرنا چاہیے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي " : الجهر أفضل لأحاديث كثيرة ، منها ما رواه ابن الزبير كان رسول الله ﷺ إذا سلم من صلوته قال بصوته الأعلى : لا إله إلا الله ، لا شريک له ، وقد كان ﷺ يأمر من يقرأ القرآن في المسجد أن يسمع قراء ته . (ص/۱۷۴)

(۲) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وأجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله تعالى جماعة فی المساجد وغيرها من غير نكير إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصلی أو قارئ قرآن كما هو مقرر فی كتب الفقه . (ص/۱۷۴)

ما في " رد المحتار " : وقد حرر المسئلة في الخيرية وحمل ما في فتاوى قاضي خان على الجهر المفرط ، وقال : إن هناک أحاديث اقتضت طلب الجهر وأحاديث طلب الإسرار ، والجمع بينهما بأن ذلک يختلف بإختلاف الأشخاص والأحوال ، فالإسرار أفضل حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أو النيام ، والجهر أفضل حيث خلا مما ذكر ، لأنه أكثر عملاً ومتعدى فائدته إلى السامعين ، ويوقظ قلب الذكر فيجمع همه إلى الفكر ، ويصرف سمعه إليه ويفرد النوم ، ويزيد النشاط . (۹/۴۸٦) (فتاویٰ محمودیہ: ۴/ ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، کراچی)

قــرآنیــات

☆......قرآن کریم سے متعلق مسائل......☆

سات زمینوں کا ثبوت

مسئلہ (۲۶): سات زمینوں کا موجود ہونا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿اللہ الذي خلق سبعَ سمٰوٰتٍ وّمن الأرض مثلھنّ﴾. اوراحادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے[۱]، مگر شریعت نے ان کی جگہ طے نہیں کی، اس لیے اس بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں:

(۱) سات زمینیں ایک دوسری کے اوپر ہیں، اور ہر دو کے درمیان فصل ہے۔[۲]

(۲) پہلے آسمان کے اوپر دوسری زمین ہے، پھر دوسرے آسمان کے اوپر تیسری زمین، علیٰ ہذا القیاس چھٹے آسمان کے اوپر ساتویں زمین ہے، اور اس کے اوپر ساتواں آسمان ہے۔[۳] (۳) سات زمینوں سے اقالیمِ سبعہ مراد ہے۔

(۴) معادن یا مٹی کے سات طبقات مراد ہیں۔[۴]

(۵) بعض کا کہنا ہے کہ زمین ایک ہی ہے، اور مثلیت بعض صفات میں مراد ہے، عدد میں نہیں، مگر یہ قول صحیح نہیں ہے[۵]، قولِ اول راجح ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿اللہ الذي خلق سبع سمٰوٰت ومن الأرض مثلھنّ﴾ . ''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور انہیں کی طرح زمین بھی۔'' (سورۃ الطلاق : ۱۲)=

....

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أن صهيبًا حدثه أن محمدًا ﷺ لم ير قرية يريد دخولها إلا قال حين يراها : " اللهم رب السموات السبع وما أظللن ، ورب الأرضين السبع وما أقللن " . (۱۸/۱۷۵)

ما في " جامع الترمذي " : فقال النبي ﷺ : " إذا أويت إلى فراشک فقل: " اللهم رب السموات السبع ورب الأرضين وما أقلَّتْ ، ورب الشياطين وما أضلَّتْ " .

(۳۷۸/۴ ، کتاب الدعوات ، باب ۹۲ ، رقم الحديث : ۳۵۲۳)

(۲) ما في " روح المعاني " : فقال الجمهور : المثلية هاهنا في كونها سبعا وكونها طباقا بعضها فوق بعض ، بين كل أرض وأرض مسافة كما بين السماء والأرض ، وفي كل أرض سكان من خلق الله عز وجل لا يعلم حقيقتهم إلا الله تعالى . (۱۵/۲۱۱)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿ومن الأرض مثلهنّ﴾ ، قول الجمهور : إنها سبع أرضين طباقاً بعضها فوق بعض ، بين كل أرض وأرض مسافة كما بين السماء والسماء ، وفي كل أرض سكان من خلق الله . (۱۸/۱۷۴)

ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " هل تدرون ما الذي تحتكم ؟ قالوا : الله ورسوله أعلم ، قال : " فإنها الأرض " . ثم قال : هل تدرون ما الذي تحت ذلک ؟ قالوا : الله ورسوله أعلم، قال : " فإن تحتها أرضاً أخرى بينهما مسيرة خمس مائة سنة حتى عد سبع أرضين ، بين كل أرضين مسيرة خمس مائة سنةٍ " . ثم قال : " والذي نفس محمد بيده لو أنكم دليتم رجلاً بحبل إلى الأرض السفلى لهبط على الله ثم قرأ : هوالأول والآخر والظاهر والباطن وهوبكل شيء عليم " . (۲۴۷/۴ ، کتاب تفسير القرآن ، باب ومن سورة الحديد)

(۳) ما في " روح المعاني " :أخرج العياشي بإسناده عن الحسين بن خالد عن أبي الحسن الرضا رضي الله تعالى عنه قال : بسط كفه اليسرى ثم وضع اليمنى عليها فقال : هذه الأرض الدنيا والسماء الدنيا عليها قبة ، والأرض الثانية فوق السماء الدنيا والسماء الثانية فوقها قبة، والأرض الثالثة فوق السماء الثانية والسماء الثالثة فوقها قبة ، حتى ذكر الرابعة والخامسة والسادسة ، فقال : والأرض السابعة فوق السماء السادسة والسماء السابعة فوقها قبة، وعرش الرحمن فوق السماء السابعة . (۱۵/۲۱۳)=

ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت

مسئلہ (۲۷): ریڈیو دراصل خبروں کو نشر کرنے کے لیے ایجاد کیا گیا تھا، لیکن اب اس کا استعمال غالباً گانے بجانے، اور دیگر لہو ولعب کے لیے ہو رہا ہے، اس لیے ریڈیو پر قرآن کریم کی تلاوت کرنا خلافِ ادب ہے۔[1]

=(۴) ما في " التفسير الكبير للرازي " :﴿ومن الأرض مثلهنّ﴾من كونها سبعة أقاليم على حسب سبع سموات ، وسبع كواكب فيها وهي السيارة ، فإن لكل واحد من هذه الكواكب خواص تظهر آثار تلك الخواص في كل إقليم من أقاليم الأرض فتصير سبعة بهذا الاعتبار . (۵۶۶/۱۰)

ما في " روح المعاني " : وقيل : من الأقاليم السبعة ، وهي مختلفة الحرارة والبرودة ، والليل والنهار إلى أمور أخر، واختاره بعضهم ولا أظنه شيئاً ، لأن المتبادر اعتبار انفصال أرض عن أرض انفصالاً حقيقياً في المثلية .

(۲۱۳/۱۵ ، الجزء الثامن والعشرون ، سورة الطلاق ، الآية/۱۲)

ما في " روح المعاني " : يحمل السبع على الأقاليم أو على الطبقات المعدنية والطينية ونحوهما مما تقدم . (۲۱۵/۱۵)

(۵) ما في " روح المعاني " : ﴿ومن الأرض مثلهنّ﴾ قيل المثلية في الخلق لا في العدد ولا في غيره ، فهي أرض واحدة مخلوقة كالسموات السبع . (۲۱۳/۱۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿لو أنزلنا هذا القرآن على جبل لرأيته خاشعاً متصدعا من خشية الله﴾ . (سورة الحشر : ۲۱)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : وهذا تمثيل وتخييل يقتضي علو شان القرآن . (۸۱۳/۲)

ما في" كنز العمال " : عن علي رضي الله عنه قال : " إن أفواهكم طرق القرآن فطيبوها بالسواك " . (۱۳۸/۲ ، كتاب الأذكار ، قسم الأفعال)

(فتاویٰ محمودیہ:۳/ ۵۴۹، ۵۵۰، کراچی، جدید مسائل کا حل:ص/۶۴، ۶۵)

کیسٹ سے تلاوت قرآن پاک سننا

مسئلہ (۲۸): قرآن کریم کی تلاوت کیسٹ سے سننے کی بہ نسبت، بذاتِ خود تلاوت کرنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔ (۱)

کیسٹ کے ذریعہ قرآن کریم کی مشق

مسئلہ (۲۹): اگر کوئی شخص ازخود قرآن کریم صحیح نہیں پڑھ سکتا، لیکن اس کی درستگی کی فکر اور کوشش میں لگا رہتا ہے، اگر ایسا شخص کیسٹ چلا کر اس کے مطابق قرآن پاک پڑھتا ہے، تو ان شاء اللہ اس کو ضرور ثواب ملے گا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿اُتل ما اُوحي إليک من الكتٰب وأقم الصّلٰوة﴾ .

(سورة العنكبوت : ۴۵)

ما في " التفسير المنير " : ﴿اُتل ما اُوحي إليک من الكتٰب﴾ أي اقرأ يا محمد ، ومثلک كل مسلم وأدم تلاوة هذا القرآن وتبليغه للناس ، فإنه إمام ونور ، وهدى ورحمة ، ودليل خير ونجاة ، وعلاج ما استعصى من الأزمات والمحن ، وتخطي مراحل اليأس والقنوط .

(۱۰/۲۲۳ ، سورة العنكبوت ، الآية/۴۵)

ما في " كنز العمال " : قال رسول الله ﷺ : " من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة ، والحسنة بعشر أمثالها ، لا أقول ألم حرف ، لكن ألف حرف ، ولام حرف ، وميم حرف ، وقال : ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم السكينة ، وغشيتهم الرحمة ، وحفتهم الملائكة ، وذكرهم الله فيمن عنده " . (۱/۲۶۱)

ما في " احياء علوم الدين " : قال رسول الله ﷺ : " وإن القلوب تصدأ كما يصدأ الحديد ، فقيل : يا رسول الله ! وما جلاؤها ؟ فقال : تلاوة القرآن وذكر الموت " . (۱/۲۷۳)=

قرآن کریم گرنے پر صدقہ

مسئلہ (۳۰): شریعت اسلامیہ نے قرآن کریم کا ادب واحترام کرنے کا حکم دیا ہے (۱)، لہٰذا اگر کسی کے ہاتھ سے قرآن کریم گر جائے، تو قرآن کی بے ادبی ہوئی، اس لیے توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے (۲)، عوام میں جو مشہور ہے کہ قرآن کریم گر جائے، تو قرآن کے برابر گندم صدقہ کرے، فقہ کی کسی کتاب میں اس کی صراحت نہیں ملتی۔

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " روح المعاني " : ﴿ولقد يسّرنا القراٰن للذكر فهل من مدّكر﴾ . [سورة القمر : ۱۷] أخرج ابن المنذر ، وجماعة عن مجاهد أنه قال : يسرنا القرآن هوناً قراء ته ، وأخرج ابن أبي حاتم عن ابن عباس : " لولا أن الله تعالى يسره على لسان الآدميين ما استطاع أحد من الخلق أن يتكلم الله تعالى " . (۱۲۸/۱۵)

ما في " مرقاة المفاتيح " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة ، والذي يقرأ القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق ، له أجران" . متفق عليه . (۸/۵ ، كتاب فضائل القرآن)

ما في " قواعد الفقه " : " الأمور بمقاصدها " . (ص/۱۲۲) (فتاوی محمودیہ:۳/۵۵۰، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يمسّه إلا المطّهّرون﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما في" الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أي من الأحداث والأنجاس..... والسادسة : واختلف العلماء في مسّ المصحف على غير وضوء ، فالجمهور على المنع . (۲۲۶/۹ ، سورة الواقعة ، تحت قوله : لا يمسه إلا المطهرون) (فتاوی محمودیہ:۳/۵۴۲، کراچی)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله =

میوزک کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت

مسئلہ (۳۱): میوزک حرام ہے[1]، اور قرآن کریم کے مقدس الفاظ کو اس کے ساتھ پڑھنا قرآن کا استخفاف اور توہین ہے، اس لیے میوزک کے ساتھ تلاتِ قرآن ہرگز جائز نہیں ہے۔[2]

=ﷺ : " لا یمسّ القرآن إلا طاهر " . (۲۳۲/۶ ، سورة الواقعة ، الآیة/۷۹)

ما في " الفتاوی الهندیة " : رجل أراد أن یقرأ القرآن فینبغي أن یکون علی أحسن أحواله یلبس صالح ثیابه ویتعمم ویستقبل القبلة ، لأن تعظیم القرآن والفقه واجب ، کذا في فتاوی قاضي خان . (۳۱۶/۵ ، کتاب الکراهیة ، الباب الرابع في الصلوٰة والقراءة)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یا أیها الذین آمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً ، عسی ربکم أن یکفر عنکم سیاتکم ویدخلکم جنت تجری من تحتها الأنهار﴾ . [سورة التحریم : ۸]

وقوله تعالی : ﴿واستغفروا ربکم ثم توبوا إلیه ، إن ربي رحیم ودود﴾ . (سورة هود : ۹۰)

ما في " صحیح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها عن النبي ﷺ قال : " فإن العبد إذا اعترف ثم تاب ، تاب الله علیه " . (ص/۵۷۳ ، کتاب المغازي ، باب حدیث الإفک ، رقم الحدیث : ۴۱۴۱ ، الصحیح لمسلم : ۵۴/۹ ، کتاب التوبة ، حدیث الإفک ، بیروت)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ومن الناس من یشتري لهو الحدیث لیضلّ عن سبیل الله﴾ . (سورة لقمان : ۶)

ما في " روح المعانی " : ذکر الآلوسي في روح المعاني عن البیهقی أنه روي في شعبه عن أبي الصهباء قال : سألت عبد الله بن مسعود عن قوله تعالی : ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث﴾ . قال : " هو والله الغناء " . وأیضًا عن ابن عباس أنه قال : " لهو الحدیث هو الغناء وأشباهه " . (۱۰۲/۱۲) (فتاویٰ محمودیہ:۳/ ۵۴۸،۵۴۹، کراچی)

ما في " روح المعاني " : في السنن عن ابن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " الغناء=

سید افضل یا قرآن پاک؟

مسئلہ (۳۲): بعض اہلِ زمانہ کا خیال ہے کہ وہ بی بی فاطمہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے قرآن پاک سے افضل ہیں، اس لیے قرآن کریم میں بیان کردہ احکامِ شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں، ایسا خیال اور دعویٰ کرنا انتہائی درجہ کی جہالت ہے، یا غایت درجہ نفس پرستی ہے، کیوں کہ خود حضرت فاطمہ، ان کے شوہر، بلکہ خود حضور ﷺ زندگی بھر عبادات اور ریاضات کرتے رہے، مگر احکامِ شرعیہ کو معفو (معاف) نہیں سمجھا[1]، تو کیا سیدوں کو ۱۴ر صدیوں کے بعد اِس انعام سے نوازا گیا کہ وہ شریعت کے مکلّف نہیں، فیا لَلْعَجَب! نیز جس قرآن کریم سے احکامِ شرعیہ وابستہ ہیں وہ کلام نفسی ہے، جو خالص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اور مخلوقات میں سے کوئی شئ خالق اور اس کی صفات سے افضل تو کیا- ہم پلہ بھی نہیں۔[2]

= ینبت النفاق في القلب كما ینبت الماء البقل ". (۱۰۲/۱۲)

(۲) ما في " الفتاوی البزازیة علی هامش الفتاوی الهندیة " : قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر لاستخفافه وأدب القرآن أن لا یقرأ فی مثل هذه المجالس ، والمجلس الذي فیه الغناء والرقص لا یقرأ فیه القرآن كما لا یقرأ فی البیع والكنائس لأنه مجمع الشیطان .

(۳۳۸/۶ ، الفتاوی الهندیة : ۲۶۷/۲ ، البحر الرائق : ۲۰۵/۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكریم " : ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا لیعبدون﴾ . (الذاریات: ۵۶)

ما في " القرآن الكریم " : ﴿وأمر أهلک بالصلوٰة واصطبر علیها﴾ . (سورة طه : ۱۳۲)

ما في " القرآن الكریم " : ﴿واعبد ربک حتی یأتیک الیقین﴾ . (سورة الحجر: ۹۹)

ما في " شمائل النبي للإمام الترمذي " : عن المغیرة بن شعبة قال : " صلی رسول الله =

تفسیر بالرائے

مسئلہ (۳۳): تفسیر بالرائے جو اصولِ عربیہ کے خلاف ہو جائز نہیں ہے، کیوں کہ جو شخص ائمہ تفاسیر کی متعین کردہ شرائط اور اصولِ عربیہ کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی رائے سے تفسیر کرتا ہے، اس کے لیے بڑی سخت وعید وارد ہوئی ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات کہے اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنا لے۔''(۱)

=ﷺ حتی انتفخت قدماه ، فقيل له : أتتكلف هذا وقد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر؟ قال : أفلا أكون عبداً شكوراً '' . (ص/۱۷، ۱۸)(فتاویٰ محمودیہ:۳/۵۷۷،۵۷۸، کراچی)

(۲) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿ليس كمثله شيء﴾ . (سورة الشوریٰ : ۱۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿وإن منهم لفريقاً يلوٗن السنتهم بالكتٰب لتحسبوه من الكتٰب﴾ . (آل عمران : ۷۸)

ما في '' التفسير المظهري '' : قال الضحاک : عن ابن عباس رضي الله عنهما : إن الآية نزلت في اليهود والنصاری جميعًا ، وذلک انهم حرقوا التوراة والإنجيل والحقوا بكتاب الله ما ليس منه . (۱/۸۱)

ما في '' جامع الترمذي '' : قال رسول الله ﷺ : '' من قال في القرآن برأيه فليتبوّأ مقعده من النار '' . (۴/۴۵ ، كتاب تفسير القرآن)

ما في '' مرقاة المفاتيح '': (من قال) أي من تكلم في (القرآن) أي في معناه أو قراء ته (برأيه) أي من تلقاء نفسه من غير تتبع أقوال الأئمة من أهل اللغة العربية المطابقة للقواعد الشرعية ، بل بحسب ما يقتضيه عقله وهو مما يتوقف على النقل بأنه لا مجال للعمل فيه كأسباب النزول والناسخ والمنسوخ ، وما يتعلق بالقصص والأحكام ، أو بحسب ما يقتضيه ظاهر النقل .... ولذا قال البيهقي : المراد رأيٌ غلّب من غير دليل قام عليه (فليتبوّأ مقعده=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= من النار) قيل : يخشى عليه من الكفر . (١/٤٤٥ ، كتاب العلم)

ما في " الإتقان " : ومنهم من قال : يجوز تفسيره لمن كان جامعاً للعلوم التي يحتاج المفسر إليها ، وهي خمسة عشر علماً : أحدها ؛ اللغة ، الثاني ؛ النحو ، الثالث ؛ التصرف ، الرابع ؛ الاشتقاق ، الخامس والسادس والسابع ؛ المعاني ، والبيان والبديع ، العاشر ؛ أصول الفقه، الحادي عشر ؛ أسباب النزول والقصص ، الثاني عشر ؛ الناسخ والمنسوخ ، والثالث عشر ؛ الفقه ، الرابع عشر ؛ الأحاديث المبينة لتفسير المجمل والمبهم ، الخامس عشر ؛ علم المواهبة ، قال : فهذه العلوم التي هي كالآلة للمفسر لا يكون مفسرًا إلا بتحصيلها ، فمن فسر بدونها كان مفسرًا بالرأي المنهي عنه .

(٢/٣٥٩ ، النوع الثاني والسبعون في معرفة شروط المفسر وآدابه)

ما في " شرح الطيبي " : فمن لم يجتمع هذه الشرائط وخاض في بيان كتاب الله بالظن والتخمين فبالحري أن يكون قوله مهجوراً ، وسعيه مثبوراً ، وحسبه من الزاجر أنه مخطى عند الإصابة . (١/٤٢٩ ، كتاب العلم ، كذا في روح المعاني : ١/٦١ ، خطبة المفسر)

(فتاوی رحیمیہ:۳/۲۲-۲۷،دارالاشاعت کراچی)

(خیرالفتاوی:۱/۲۴۳،۲۴۴،مکتبہ امدادیہ پاکستان،جدید مسائل کاحل:ص/۵۷)

غیر مسلم، انگریز وغیرہ کو دینی تعلیم دینا

مسئلہ (۳۴): بہ نیتِ تبلیغ وہدایت غیر مسلم؛ انگریز وغیرہ کو دینی تعلیم یا قرآن کریم وغیرہ سکھا سکتے ہیں، البتہ وہ قرآن کریم کو اس وقت تک نہیں چھو سکتا جب تک کہ غسل کرکے پاک صاف نہ ہو جائے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " روح المعانی " : ﴿یآیها الرسول بلّغ مآ اُنزِل إلیک من ربک﴾ . " بلغ " أوصل الخلق " ما أنزل إلیک " أی جمیع ما أنزل کائنا ما کان . (۱۲۶/۴ ، سورة المائدة : ۶۸)

ما في " تکملة فتح الملهم " : وقال الإمام محمد رحمه الله فی السیر الکبیر : " وإذا قال الحربی أو الذمی للمسلم : علمني القرآن فلا بأس بأن یعلمه ویفقهه فی الدین لعل الله یقلب قلبه " . وقال السرخسي في شرحه : " ألا تری أن النبي ﷺ کان یقرأ القرآن علی المشرکین ، وبه أمر ، قال الله تعالی : ﴿بلّغ مآ انزل الیک من ربک﴾ [سورة المائدة ، آیة :۶۷] وفي حدیث عثمان رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال : " خیر الناس من تعلّم القرآن وعلّمه " ، ولم یفصل بین تعلیم المسلمین وتعلیم الکفار ، وإذا کان یندب إلی تعلیم غیر المخاطبین رجاء أن یعملوا به إذا خوطبوا ، فلأن یندب إلی تعلیم المخاطبین رجاء أن یهتدوا به ویعملوا ، کان أولی " . والحاصل مما سبق أن وقوع المصحف بأیدي الکفار إنما یمنع منه إذا خیف منهم إهانته ، أما إذا لم یکن مثل هذا الخوف فلا بأس بذلک ، لا سیّما لتعلیم القرآن وتبلیغه . ولله سبحانه أعلم .

(۳۲۱/۹ ، کتاب الإمارة ، باب النهي أن یسافر بالمصحف إلی أرض الکفار إذا خیف وقوعه بأیدیهم ، مسألة تعلیم الکافر القرآن ، دار المؤید/ دار احیاء التراث)

ما في " حلبي کبیر " : ولا بأس بتعلیم الکافر القرآن أو الفقه رجاء أن یهتدي لکن لا یمس المصحف ما لم یغتسل . (ص/۴۹۷ ، تتمات فیما یکره من القرآن في الصلاة وما لا یکره وفي القراء ة خارج الصلاة وفي سجدة التلاوة ، الدر المختار مع الشامیة : ۱۶/۲ ، و ۳۳/۱، کتاب الطهارة) (فتاویٰ محمودیہ:۳/۵۷۵،۵۷۶،کراچی)

کتاب الطھارۃ

☆......طہارت کے مسائل......☆

آپریشن کے ذریعہ ولادت پر نکلنے والا خون

مسئلہ (۳۵): اگر آپریشن کے ذریعہ بچے کی ولادت ہو، اور خون شرمگاہ سے نکلے، تو وہ نفاس کا خون مانا جائے گا، اور اس عورت پر نفساء کے احکام جاری ہوں گے، لیکن اگر وہ خون شرمگاہ سے نہیں بلکہ آپریشن کی جگہ سے نکلے، تو وہ نفاس کا نہیں بلکہ زخم کا خون شمار ہوگا، اور اس عورت پر مستحاضہ کے احکام جاری ہوں گے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (والنفاس لغة) : ولادة المرأة ، وشرعاً : (دم) ... (ويخرج) من رحم ، فلو ولدته من سرّتها إن سال الدم من الرحم فنفساء ، وإلا فذات جرح وإن ثبت له أحكام الولد . الدر المختار . قال الشامي : قوله : (من سرتها) عبارة البحر : من قبل سرتها ، بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها اهـ . قوله : (فنفساء) لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة . بحر . قوله : (وإلا) أي بأن سال الدم من السرة .

(۱/۴۳۰ ، كتاب الطهارة ، مطلب في حكم وطي المستحاضة ومن بذكره نجاسة ، دار الكتاب ديوبند ،و: ۱/۴۹۶ ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " البحر الرائق " : والنفاس دم يعقب الولادة ، وقولهم : النفاس هو دم الخارج عقيب الولادة ...... وأراد المصنف بالدم الدم الخارج عقب الولادة من الفرج ، فإنها لو ولدت من قبل سرتها بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء ..... إذا سال الدم من الأسفل فإنها تصير نفساء ، ولو ولدت من السرة ، لأنه وجد خروج الدم من الرحم عقب الولادة . (۱/۳۷۸)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : المرأة إذا خرج ولدها ميتا من قبل سرتها ، بأن ظهر قرحة=

انجکشن یا دوا کے ذریعہ حیض کو بند کرنا

مسئلہ (۳۶): انجکشن یا دوا کے ذریعہ حیض کو بند کرنا جائز ہے، بشرطیکہ کسی نقصان کا اندیشہ نہ ہو، اور اگر حیض بند کرنے میں نقصان کا اندیشہ ہوتو جائز نہیں ہے، کیوں کہ انسان کے لیے اپنے نفس کی حفاظت لازم ہے [1]، البتہ انجکشن یا دوا کی وجہ سے ایام معتاد میں حیض نہ آئے، تو حیض کے احکام جاری نہیں ہوں گے، بلکہ طہر کے احکام ہی باقی رہیں گے۔ [2]

=عند سرتها ثم انشقت وخرج منها ، وكذا إن سال الدم من قبل سرتها ، لا تكون نفساء بل مستحاضة ، لأن النفاس إسم لدم يخرج من الرحم عقيب الولد ، وإن سال الدم من الأسفل صارت نفساء لوجود دم النفاس . (۱/۵٦ ، الفصل الخامس في النفاس والحيض)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : ثم ينبغي أن يزاد في التعريف فيقال : عقيب الولادة من الفرج ، فإنها لو ولدت من قبل سرتها بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء . (۱/۱۸۸) (فتاوی حقانیہ:۲/۵٦۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو ولدت من قبل سرتها بأن كان ببطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون صاحبة جرح سائل لا نفساء ، هكذا في الظهيرية والتبيين ، إلا إذا خرج من الفرج دم عقيب خروج الولد من السرة فإنه حينئذ يكون نفاساً ، هكذا في التبيين . (۱/۳۷ ، الفصل الثاني في النفاس ، هكذا في الفتاوى التاتارخانية : ۱/۲۴۰ ، نوع آخر في النفاس)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كتاب الفقه على المذاهب الأربعة " : إذا استعملت دواء ينقطع به الحيض في غير وقته المعتاد ، فإنه يعتبر طهراً ، وتنقضي به العدة ، على أنه لا يجوز للمرأة أن تمنع حيضها ، أو تستعجل انزاله إذا كان ذلک يضرّ صحتها ، لأن المحافظة على الصحّة واجبة .

(۱/۱۱٦ ، تعريف الحيض ، دار احياء التراث العربي)=

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل سے وجوبِ غسل

مسئلہ (۳۷): وجوبِ غسل کا سبب، نفسِ خروجِ منی یا ادخالِ منی نہیں بلکہ اصل علت اس میں لذت اور تسکینِ قلب ہے، جو شہوت کے ذریعے حاصل ہوتی ہے [۱]، لہٰذا اگر کسی عورت کے رحم میں مادۂ منویہ بذریعہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی داخل کیا جائے، تو اس میں لذت اور تسکین کی علت مفقود ہوتی ہے، اس لیے غسل واجب نہیں ہوگا، اور اس کی مثال عورت کا اپنی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے کی ہوگی، جو موجبِ غسل نہیں، البتہ اگر ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے عمل کے وقت عورت کو شہوت [۲] یا انزال ہو جائے تو غسل واجب ہوگا۔ [۳]

=ما في " الموسوعة الفقهية " : صرح الحنابلة بأنه يجوز للمرأة شرب دواء مباح لقطع الحيض إن أُمِنَ الضررُ ، وكرهه مالك مخافة أن تدخل على نفسها ضرراً بذلك في جسمها ، ثم ان المرأة متى شربت دواء وارتفع حيضها فإنه يحكم لها طهارة . (۱۸/۳۲۷)

ما في " فتاوى المرأة المسلمة " : ان هذه المواد التي تتعاطاها المرأة لتأخير دورة الحيض مباحة لا شيء فيها إلا أن تكون مضرة ، فإن لم تكن مضرة فهي مباحة كما نص عليه أهل العلم كشيخ الإسلام ابن تيمية وابن قدامة وفتاوى اللجنة الدائمة . (ص/۷۴)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : أما إذا أحست بنزوله ولم يظهر إلى حرف المخرج فليس له حكم الحيض حتى لو منعت ظهوره بالشد والاحتشاء . (۱۸/۲۹۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : خروج الدم إلى فرج الخارج ولو بسقوط الكرسف فما دام بعض الكرسف حائلا بين الدم والفرج الخارج لا يكون حيضاً . (۱/۳٦ ، الباب السادس ، الفصل الأول)

ما في " رد المحتار " : لا يثبت الحيض إلا بالبروز لا بالاحساس به خلافا لمحمد ، فلو أحست به فوضعت الكرسف في الفرج الداخل ومنعته من الخروج فهي طاهرة .

(۲/۴۴۱ ، قبيل باب الانجاس)=

....

....

والحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " بدائع الصنائع " : إن قضاء الشهوة بإنزال المني استمتاع بنعمة يظهر أثرها في جميع البدن ، وهو اللذة، فأمر بغسل جميع البدن شكراً لهذه النعمة .

(۱/۱۴۲، كتاب الطهارة ، صفة الغسل)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا عند إدخال اصبح ونحوه كذكر غير آدمي وذكر خنثى وميت وصبي لا يشتهي ، وما يصنع من نحو خشب في الدبر أو القبل على المختار .

(۱/۲۷۳ ، كتاب الطهارة ، مطلب في تحرير الصاع والمد والرطل)

(۲) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : عشرة أشياء لا يغتسل منها : إدخال أصبع ونحوه كشبه ذكر مصنوع من نحو جلد في أحد السبيلين على المختار لقصور الشهوة، وحكى العلامة أن المختار فيه الوجوب إذا قصدت الاستمتاع ، لأن الشهوة فيهن غالبة ، فيقام السبب مقام المسبب . (ص/۱۰۱ ، كتاب الطهارة)

ما في " رد المحتار " : رجل أدخل أصبعه في دبره وهو صائم اختلف في وجوب الغسل والقضاء ، والمختار أنه لا يوجب الغسل ولا القضاء ، لأن الاصبع ليس آلة للجماع فصار بمنزلة الخشبة ذكره في الصوم ، وقيد بالدبر لأن المختار وجوب الغسل في القبل إذا قصدت الاستمتاع ، لأن الشهوة فيهن غالبة فيقام السبب مقام المسبب دون الدبر لعدمها .

(۱/۲۷۳ ، كتاب الطهارة ، كذا في منحة الخالق على البحر الرائق :۱/۱۱۱ ، كتاب الطهارة ، الموسوعة الفقهية : ۳۱/۲۰۳ ، الغسل)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن كنتم جنبًا فاطّهّروا﴾ . (سورة المائدة : ٦)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر : الجنابة إسم شرعي يفيد لزوم اجتناب الصلاة وقراء ة القرآن ومس المصحف ودخول المسجد إلا بعد الاغتسال ، وذلك إنما يكون بالانزال على وجه الدفق والشهوة أو الإيلاج في أحد السبيلين من الإنسان .

(۲/۴۵۷ ، باب الغسل من الجنابة)

المونیم اوراسٹیل کے برتن کی پاکی کا طریقہ

مسئلہ (۳۸): المونیم اوراسٹیل کے برتن پر اگر نجاستِ مرئیہ لگ جائے، تو عین نجاست کے دور کرنے سے وہ برتن پاک ہو جائے گا، اور اگر نجاست غیر مرئیہ لگ جائے، تو تین مرتبہ دھونے اور ہر بار دھو کر اتنی دیر چھوڑنے سے کہ قطرات کا ٹپکنا بند ہو جائے، پاک ہو جائے گا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبتثليث جفاف أي انقطاع تقاطر في غيره أي غير منعصر مما يتشرب النجاسة ..... أو جرى عليه الماء طهر مطلقاً بلا شرط عصر وتجفيف وتكرار غمس ، هو المختار . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (مما يتشرب النجاسة) أن المتنجس إما أن لا يتشرب فيه أجزاء النجاسة أصلا كالأواني المتخذة من الحجر والنحاس والخزف العتيق أو يتشرب فيه قليلاً كالبدن والخف والنعل أو يتشرب كثيراً ، ففي الأول طهارته بزوال عين النجاسة المرئية أو بالعدد على ما مر ، وفي الثاني كذلک ، لأن الماء يستخرج ذلک القليل فيحكم غيرها بتثليثهما ، وإن كان مما لا ينعصر كالحصير المتخذة من البردى ونحوه إن علم أنه لم يتشرب فيه بل أصاب ظاهره يطهر بإزالة العين أو بالغسل ثلاثاً بلا عصر . (۱/ ۴۶۹)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أما إن كان محل النجاسة مما لا يتشرب شيئاً أصلا من النجاسة كالأواني الخزفية والمعدنية أو مما يتشرب شيئاً قليلاً من النجاسة كالجسد والخف والنعل فطهارته بزوال عين النجاسة . (۱/ ۳۳۵) (فتاویٰ محمودیہ: ۵/ ۲۷۸، کراچی)

روئی اورفوم کے گدوں کی پاکی کا طریقہ

مسئلہ (۳۹): ایسی چیز جس کو نچوڑنا ناممکن ہومثلاً روئی اورفوم کے گدے، تو ان کی پاکی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر نجاست، نجاستِ مرئیہ ہے، تو عینِ ناپاکی کے زائل ہونے سے یہ پاک ہوجائیں گے، اور اگر نجاست، نجاستِ غیر مرئیہ ہے، تو ان کی طہارت دھونے والے کے غلبۂ ظن پر مبنی ہے، اگر وہ غلبۂ ظن کا ادراک نہیں کرسکتا، تو انہیں تین مرتبہ دھوئے، ہر مرتبہ دھونے کے بعد چھوڑے رکھے یہاں تک کہ پانی کے قطرات ٹپکنا بند ہوجائیں، تب یہ پاک ہوجائیں گے، علاوہ ازیں کسی بڑے حوض یا جاری پانی میں ڈبوکر کچھ وقت گزر جانے کے بعد نکال لینے پر بھی پاک سمجھے جائیں گے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : ویطهر محل غیرها أي غیر مرئیة بغلبة ظن غاسل لو مکلفا وإلا فمستعمل طهارة محلها بلا عدد ، به یفتی ، وقدر ذلک الموسوس بغسل وعصر ثلاثاً أو سبعاً فیما ینعصر مبالغا بحیث لا یقطر طهر بالنسبة إلیه دون ذلک الغیر ، ولو لم یبالغ لرقته هل یطهر ؟ الأظهر نعم للضرورة ، وقدر تثلیث جفاف أي انقطاع تقاطر في غیره أي غیر منعصر مما یتشرب النجاسة وإلا فبقلبها کما مر ، وهذا کله إذا غسل في اجانة ، أما لو غسل في غدیر أو صبّ علیه ماء کثیر أو جری علیه الماء طهر مطلقا بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس . هو المختار . (۱/۴۶۸ . ۴۷۱ ، مطلب في حکم الوشم)

ما في " رد المحتار " : وإن کان مما لا ینعصر کالحصیر المتخذ من البردی ونحوه إن علم أنه لم یتشرب فیه بل أصاب ظاهره یطهر بإزالة العین أو بالغسل ثلاثاً بلا عصر . (۱/۴۶۹)

ما في " الفتاوی الهندیة " : الخف الخراساني الذي صرمه موشی بالغزل بحیث صار ظاهره کله عزلا فأصابت النجاسة تحتها فإنه یغسل ثلاثا ویجفف کل مرة ، وقال بعضهم : یغسل مرة ویترک حتی ینقطع التقاطر ثم یغسل ثانیاً وثالثاً کذلک ، وهذا أصح ، والأول أحوط.=

مکان میں محبوس شخص کا تیمّم کرنا

مسئلہ (۴۰): اگر کوئی شخص مکان میں موجود ہو اور دوسرا شخص مکان میں غلطی سے قفل لگا کر چلا جائے، اور وہ کب آئے گا اس کا کوئی پتہ نہیں، اور نماز کا وقت بھی گذرتا جارہا ہے، اور مکان میں پانی بھی موجود نہیں ہے، نیز اس شخص نے حتی المقدور کوشش بھی کی کہ کسی کو آواز دے کر پانی منگوالے، لیکن کوئی شخص ملا نہیں، تو اب ایسے شخص کے لیے تیمّم کی اجازت ہوگی۔ (۱)

سخت سرد ممالک میں بجائے وضو کے تیمّم

مسئلہ (۴۱): اگر کوئی شخص ایسے سرد ملک میں ہو جہاں سخت سردی پڑ رہی ہو، گرم پانی بھی میسر نہ ہو، اور غسل یا وضو کی وجہ سے جان جانے، یا کسی عضو کے تلف ہونے کا قوی اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں اس کے لیے تیمّم کرنا جائز ہے۔ (۲)

=(۱/۴۳، الباب السابع فی النجاسة وأحكامه، هكذا في بدائع الصنائع : ۱/۲۵۰، البحر الرائق : ۱/۲۱۴) (فتاوی حقانیہ:۲/۵۷۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التفسير المنير " : ﴿فلم تجدوا ماءً فتيمّموا صعيداً طيّباً﴾، ويلزم التيمّم كل مكلف لزمته الصلاة إذا عدم الماء ودخل وقت الصلاة . (۳/۹۵)

ما في " بذل المجهود " :(فقال) أي رسول الله ﷺ : (الصعيد الطيب وضوء المسلم) أي طهوره ما لم يجد الماء (ولو إلى عشرين سنين) أي ولو لم يجد الماء . (۲/۵۱۹)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يتيمم العاجز الذي لا قدرة له على استعمال الماء ولا يعيد كالمكره، والمحبوس. (۱۴/۲۵۹، رد المحتار : ۱/۳۹۵، باب التيمم)

(مجمع الأنهر : ۱/۶۰، كتاب الطهارة، القواعد الفقهية :ص/۱۹۳)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾ . (سورة الحج : ۷۸)
ما في " التفسير المظهري " : وقال مقاتل : يعني الرخص عند الضرورات كقصر الصلاة في السفر والتيمم والافطار في السفر والمرض . (۲۶۸/۶)
ما في " سنن أبي داود " : عن عمرو بن العاص قال : " احتلمت في ليلة باردة في غزوة ذات السُلاسِل فأشفقتُ ان اغتسلَ فأهلِکَ ، فتيمَّمْتُ ثم صليت بأصحابي الصبح ، فذكروا ذلک لرسول الله ﷺ، فقال : يا عمرو! صليت بأصحابک وأنت جنب ؟ فأخبرته بالذي منعني من الاغتسال ، وقلت : إني سمعت الله يقول : ﴿ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيما﴾ فضحک رسول الله ﷺ ولم يقل شيئاً " . (ص/۴۸ ، كتاب الطهارة ، باب إذا خاف الجنب البرد يتيمم ، قديمي)
ما في " بذل المجهود " : (اغتسل فأهلک) من شدة البرد ..... وقد اختلف العلماء في هذه المسألة ..... وأجازه أبو حنيفة في الحضر . (۵۲۸/۲ ، ۵۲۹)
ما في " رد المحتار " : (ومن عجز) مبتدأ خبره تيمم (عن استعمال الماء) ..... (أو لمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن .... (أو برد) يهلک الجنب أو يمرضه ولو في المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفئه قوله : (يهلک الجنب) قيد بالجنب لأن المحدث لا يجوز له التيمم للبرد في الصحيح ..... وكأنه لعدم تحقق ذلک في الوضوء عادة .... نعم مفاد التعليل لعدم تحقق الضرر في الوضوء عادة انه لو تحقق جاز فيه أيضاً اتفاقاً ..... (ولا ما يدفئه) أي من ثوب يلبسه أو مكان يأويه . (۳۵۳/۱ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم)
ما في " البحر الرائق " : قوله : (أو برد) أي إن خاف الجنب أو المحدث إن اغتسل أو توضأ أن يقتله البرد أو يمرضه تيمم ، سواء كان خارج المصر أو فيه ..... ثم اعلم أن جوازه للجنب عند أبي حنيفة مشروط بأن لا يقدر على تسخين الماء ولا أجرة الحمام في المصر ولا يجد ثوباً يتدفأ فيه ولا مكاناً يأويه كما أفاده في البدائع وشرح الجامع الصغير لقاضي خان. (۲۴۷/۱ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم ، كذا في البدائع : ۱۷۱/۱ ، شرائط التيمم ، الموسوعة الفقهية : ۲۵۸/۱۴ ، خوف المرض من البرد)

(امداد الفتاوی:۱/ ۹۷،فتاوی محمودیہ:۵/ ۱۸۱،۱۸۲،کراچی،جدید مسائل کا حل:ص/۸۳،۸۴)

سنی پلاسٹ پر مسح

مسئلہ (۴۲): کسی شخص کے چہرے پر پھنسی یا زخم ہوجائے، اور اس پر مرہم کا پھایہ (سنی پلاسٹ) لگا ہوا ہو، تو اگر زخم کو پانی نقصان کرتا ہو، یا پھایہ ہٹانے میں تکلیف ہو، تو پھایہ ہٹائے بغیر اس پر مسح کرنے سے وضو ہوجائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه قال : انكسرت إحدى زندي ، فسألت النبي ﷺ فقال : " امسح على الجبائر " .

(۱/۳۴۹ ، رقم الحديث : ۱۰۸۲ ، باب المسح على العصائب والجبائر ، بيروت ، المعجم الكبير للطبراني : ۸/۱۳۱ ، رقم الحديث : ۷۵۹۷ ، دار احياء التراث العربي)

ما في " كنز الدقائق مع البحر الرائق " : والمسح على الجبيرة وخرقة القرحة كالغسل .

(۱/۳۲۰ ، كتاب الطهارة ، باب المسح على الخفين)

ما في " بدائع الصنائع " : ثم إذا مسح على الجبائر والخرق التي فوق الجراحة جاز .

(۱/۹۰ ، كتاب الطهارة ، المسح على الجبائر)

ما في " الهداية " : ويجوز المسح على الجبائر وإن شدّها على غير وضوء ، وإن سقطت الجبيرة عن غير برءٍ لا يبطل المسح ، لأن العذر قائم والمسح عليها كالغسل .

(۱/۴۵ ، كتاب الطهارة ، باب المسح على الخفين ، التنوير وشرحه مع الشامية : ۱/۴۰۵ ، كتاب الطهارة ، باب المسح على الخفين ، ديوبند ، ۱/۴۶۸، بيروت)

کتاب الصلوۃ

☆......نماز کے مسائل......☆

اذان کے وقت کتوں کا رونا

مسئلہ (۴۳): اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے[1]، بعض دفعہ بعض جانوروں کو نظر بھی آتا ہے، تو وہ اس سے گھبرا کر روتے اور آواز کرتے ہیں، اگر یہ گمان ہو کہ انہیں مارنے سے وہ خاموش ہو جائیں گے تو انہیں مارنا چاہیے، ورنہ نہیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن للنسائي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي ﷺ قال : " إذا نودي للصلاة أدبر الشيطان وله ضراط حتى لا يسمع التأذين ، فإذا قضي النداء أقبل حتى إذا ثُوّب بالصلاة أدبر ، حتى إذا قُضي التثويب أقبل ، حتى يخطر بين المرء ونفسه يقول : اذكر كذا ، اذكر كذا مما لم يكن يذكر حتى يظل المرء إن يدري كم صلى " .

(۱/۷۸ ، كتاب الأذان ، فضل التأذين ، الصحيح لمسلم: ۱/۱۶۷ ، كتاب الصلاة ، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه)

(۲) ما في " البحر الرائق " : وفي القنية : يؤذّن المؤذّن فتعوِى الكلاب فله ضربها إن ظنّ أنها تمتنع بضربه وإلا فلا . (۱/۲۷۲ ، باب الأذان ، دار المعرفة بيروت)

(فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۴۲،۴۴۳، کراچی)

دو نمازیں ایک وقت میں ادا کرنا

مسئلہ (۴۴): دو نمازیں ایک ہی وقت میں ادا کرنا صحیح نہیں ہے، احادیث میں جو دو نمازیں ایک ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے وہ ہمارے نزدیک جمعِ صوری پر محمول ہیں، کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے اولِ وقت میں ادا کیا جائے (۱)، کیوں کہ دو نمازوں کو ایک ہی وقت میں ادا کرنا اسی صورت میں ممکن ہوگا کہ ایک نماز کو اپنے وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے وقت سے پہلے ادا کیا جائے، یا پھر ایک نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرکے دوسری نماز کے وقت میں ادا کیا جائے، جب کہ پہلی صورت میں دوسری نماز ادا ہی نہیں ہوتی (۲)، اور دوسری صورت میں گناہِ کبیرہ لازم آتا ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتٰباً موقوتاً﴾ .

(سورة النساء : ۱۰۳)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " :﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتٰباً موقوتاً﴾ أي مكتوبا مفروضا محدودا بالأوقات لا يجوز إخراجها عنها ما أمكن ، فلا يجوز الجمع بين الصلوتين في وقت إلا إذا ثبت بالتواتر ولم يثبت إلا في الجمع بين الظهر والعصر بعرفة جمع التقديم وإلا في الجمع بين المغرب والعشاء بمزدلفة جمع التاخير للحجاج ، وأما الجمع بين الصلوتين في السفر أو للمرض فلم يثبت إلا بخبر الآحاد فلا يعمل به إلا بطريق الجمع صورة بأن يصلي صلاة في آخر وقتها والأخرى في أول وقتها كما ورد التصريح في بعض الآثار ، لأن قوله تعالى : ﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتٰباً موقوتاً﴾ . (۲/۲۴۷ ، ۲۴۸)

ما في " بدائع الصنائع " : قال أصحابنا : إنه لا يجوز الجمع بين فرضين في وقت أحدهما=

بند کواڑ یا پردے والی مسجد میں موجود امام کی اقتدا

مسئلہ (۴۵): اگر کسی مسجد کے اندرونی حصہ میں جماعت ہو رہی ہو اور سب پردے چھوٹے ہوئے ہیں، یا کواڑ بند ہیں، لیکن اس کے باوجود امام کے انتقالات کا صحیح علم ہوتا ہے، تو بغیر کواڑ کھولے اور بغیر پردے اٹھائے بھی، باہر والوں کی نماز درست ہو جائے گی، مگر بہتر یہ ہے کہ پردے اٹھا دیئے جائیں، یا کواڑ کھول دیئے جائیں۔ (۱)

= إلا بعرفة والمزدلفة ، فيجمع بين الظهر والعصر في وقت الظهر بعرفة وبين المغرب والعشاء في وقت العشاء بمزدلفة اتفق عليه رواة نسک رسول الله ﷺ أنه فعله ، ولا يجوز الجمع بعذر السفر والمطر . (۱/۳۲۷)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : ومنها الوقت : لأن الوقت كما هو سبب لوجوب الصلاة فهو شرط لأدائها ، قال الله تعالى: ﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتٰباً موقوتاً﴾ أي فرضاً مؤقتاً، حتى لا يجوز أداء الفرض قبل وقته إلا صلاة العصر يوم عرفة . (۱/۳۱۵)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : ولنا أن تاخير الصلوٰة عن وقتها من الكبائر ، فلا يباح بعذر السفر والمطر كسائر الكبائر ، والدليل على أنه من الكبائر ما روي عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله ﷺ قال: " من جمع بين الصلوتين في وقت واحد فقد أتى باباً من الكبائر " . (۱/۳۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والحائل لا يمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية ولو من باب مشبک لا يمنع الوصول في الأصح ، ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد وبيت في الأصح . قنية . ولا حكماً عند اتصال الصفوف . " الدر المختار" . قال ابن عابدين رحمه الله تعالى : قوله : (بسماع) أي من الإمام أو المكبر . التاتارخانية ..... ينبغي أن تكون الرؤية كالسماع لا فرق فيها بين أن يرى انتقالات الإمام أو أحد المقتدين . =

تعلیم کی خاطر ترکِ نماز

مسئلہ (۴۶): اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سب سے اول درجہ نماز کا ہے، قرآن وحدیث میں ایمان کے بعد جس درجہ نماز کی تاکید، اس کے فضائل، اجر وثواب کا ذکر، اور اس کے ترک پر سخت وعیدیں وارد ہیں، کسی اور امر کی بابت نہیں، سخت بیماری کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں، لہٰذا تعلیم خواہ کوئی بھی ہو، اُس کی خاطر نماز کا چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

=(۲/۳۴۴، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامة)

ما في " الفتاوی الهندية " : ويصح إن كان صغيراً لا يمنع أو كبيراً وله ثقب لا يمنع الوصول، وكذا إذا كان الثقب صغيراً يمنع الوصول إليه لكن لا يشتبه عليه حال الإمام سماعاً أو رؤية، هو الصحيح . (۱/۸۸، الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحة الإقتداء وما لا يمنع)

ما في " البحر الرائق " : وإن كان الباب مسدوداً أو الكوة صغيرة لا يمكن النفوذ منها أو مشبكة وإن كان لا يشتبه عليه حال الإمام برؤية أو سماع لا يمنع على ما اختاره شمس الأئمة الحلواني، قال في المحيط : وهو الصحيح، وكذا اختاره قاضيخان وغيره .

(۱/۶۳۴، كتاب الصلاة، باب الإمامة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وعلى هذا الإقتداء في المساكن المتصلة بالمسجد الحرام وأبوابها من خارجه صحيح إذا لم يشتبه حال الإمام لسماع أو رؤية . (۶/۲۴، اقتداء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿اتل ما أوحي إليک من الكتٰب وأقم الصلوٰة، إن الصلوٰة تنهى عن الفحشاء والمنكر، ولذكر الله أكبر، والله يعلم ما تصنعون﴾ . (العنكبوت : ۴۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿وأقم الصلوٰة﴾ الخطاب للنبي ﷺ وأمته وإقامة الصلوٰة أداؤها في أوقاتها لقراء تها وركوعها وسجودها وقعودها وتشهدها وجميع شروطها . (۱۳/۳۴۷)=

....

=ما في " التفسير المنير " : ﴿وأقم الصلوٰة﴾ أي وأدِّ أيها النبي ﷺ وكل مؤمن فريضة الصلوٰة ونافلتها تامة الأركان والشروط مع الخشوع والخضوع لله واستحضار خشية الله في جميع مراحلها فهي تشتمل بمواظبتها على شيئين ؛ ترک الفواحش والمنكرات ، وهي عماد الدين وصلة بين العبد وربه ، ودليل الإيمان واليقين وفرجة المكروب والمحزون وسبب لتطهير العبد من آثار الذنوب والمعاصي . (۱۰/۲۲۳)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : "بني الإسلام على خمس ؛ شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً عبده ورسوله ، وإقام الصلوٰة ، وإيتاء الزكوٰة ، والحج ، وصوم رمضان " متفق عليه .

(ص/۱۲ ، كتاب الإيمان ، الفصل الأول ، قديمي)

ما في " كنز العمال " : قال عليه الصلاة والسلام : " الصلوٰة عماد الدين " .

(۷/۱۱۵ ، رقم الحديث : ۱۸۸۸۵)

ما في " جامع الترمذي " : عن حريث بن قبيصة قال : قدمت المدينة فقلت : اللهم يسِّر لي جليسًا صالحًا قال : فجلستُ إلى أبي هريرة فقلت : إني سألت الله أن يرزقني جليسًا صالحًا فحدِّثني بحديث سمعته من رسول الله ﷺ لعل الله أن ينفعني به فقال : سمعتُ رسول الله ﷺ يقول : " إن أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من عمل صلاته ، فإن صلُحت فقد أفلح ونجح ، وإن فسدت فقد خاب وخسر ، فإن انتقص من فريضته شيء ، قال الرب تبارک وتعالى : " انظروا ! هل لعبدي من تطوع فيكمل بها ما انتقص من الفريضة ، ثم يكون سائر عمله على ذلک" .

(۱/۹۴ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء ان أول ما يحاسب به العبد يوم القيامة الصلاة)

ما في " سنن أبي داود " : عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال : كان بي الناصور فسألت النبي ﷺ فقال : "صلّ قائماً ، فإن لم تستطع فقاعداً ، فإن لم تستطع فعلى جنب " . (ص/۱۳۷)

ما في " مجمع الزوائد " : وعن معاذ بن جبل رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال لمعاذ بن جبل : " من ترک الصلوٰة متعمداً فقد برئت منه ذمة الله عز وجل " .

(۲/۱۳ ، رقم الحديث : ۱۶۳۵)

سجدہ میں پیشانی اور ناک کا زمین پر رکھنا

مسئلہ (۴۷): سجدہ میں پیشانی کا اکثر حصہ اور ناک زمین پر رکھنا واجب ہے، البتہ عذر کی وجہ سے کسی ایک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي حميد أن النبي ﷺ " كان إذا سجد أمكن أنفه وجبهته من الأرض ونحا يديه عن جنبيه ووضع كفيه حذو منكبيه " .

(۱ / ۶۱ ، باب ما جاء في السجود على الجبهة والأنف)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : ووضع أكثرها واجب (أي الجبهة) .... وكره اقتصاره في السجود على أحدهما ومنعا الاكتفاء بالأنف بلا عذر ، وإليه صح رجوعه وعليه الفتوى . (التنوير مع الدر). وفي الشامية : وقد استشكله المحقق في الفتح بأن القول بعدم الجواز على الأنف يلزم منه الزيادة على الكتاب بخبر الواحد ، يعني حديث : " أمرت أن أسجد على سبعة أعظم " . الحديث . وقال : الحق أن مقتضاه ومقتضى المواظبة الوجوب فلو حمل قوله على كراهة التحريم ، وقولهما على الوجوب الجمع لارتفع الخلاف ، وأقره في شرح المنية، وكذا في البحر ، وزاد أن الدليل يقتضي وجوب السجود على الأنف أيضاً كما هو ظاهر الكنز والمصنف .... وهذا الذي حط عليه كلام صاحب الحلية فقال بعد ما أطال في الاستدلال : فالأشبه وجوب وضعهما معاً . (۲/ ۱۸۰ ، مطلب في إطالة الركوع للجائي)

ما في " البحر الرائق " : فالسجود على الجبهة واجب اتفاقاً ، لأن مقتضى الحديث والمواظبة المروية في سنن الترمذي : " كان النبي ﷺ إذا سجد أمكن جبهته وأنفه بالأرض" . وقال : حديث حسن صحيح ، وهكذا في صحيح البخاري ، لكن هذا يقتضي وجوب السجود على الأنف كالجبهة ، لأن المواظبة المنقولة تعمها مع أن المنقول في البدائع والتحفة والاختيار عدم الكراهة بترك السجود على الأنف ، وظاهر ما في الكتاب يخالفه فإنه قال : وكره أي الاختصار على أحدهما ، سواء كان الجبهة أو الأنف ، وهي عند الإطلاق منصرفة إلى كراهة التحريم ، وهكذا في المفيد والمزيد . (۱/ ۵۵۵ ، صفة الصلاة)=

آدھی آستین والے قمیص میں نماز

مسئلہ (۴۸): اگر کسی عورت نے آدھی آستین والا قمیص پہنا ہو، تو اسے چاہیے کہ نماز کے وقت اُس قمیص کے اوپر ایسی کوئی چادر یا اوڑھنی اوڑھ لے، جس سے پورا بدن چھپ جائے، تاکہ نماز درست ہو جائے، اگر اس نے ایسا نہیں کیا، تو نماز درست نہیں ہوگی، کیوں کہ عورت کے لیے نماز میں؛ چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور قدموں کے علاوہ، پورے بدن کا چھپانا فرض ہے۔ [۱]

=ما في " حاشية الطحطاوي " : ويجب ضم الأنف أي ما صلب منه للجبهة في السجود للمواظبة عليه ، ولا تجوز الصلاة بالاقتصار على الأنف في السجود على الصحيح .
(ص/ ۲۴۹ ، فصل في بيان واجب الصلاة)

ما في " التصحيح والترجيح " : وسجد واعتمد بيده على الأرض ووضع وجهه بين كفيه وسجد على أنفه وجبهته ، فإن اقتصر على أحدهما جاز عند أبي حنيفة ، وقال أبويوسف ومحمد : لا يجوز الاقتصار على الأنف ، وقال في العون : روي عنه مثل قولهما ، وعليه الفتوى ، وقال في ملتقى البحار : وقد روى أسد عن أبي حنيفة أن الاقتصار على الأنف لا يجوز ، وهو المختار للفتوى ، واعتمده المحبوبي وصدر الشريعة . (ص/ ۱۶۱ ، ۱۶۲ ، في صفة الصلاة) (احسن الفتاوی:۳/۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وللحرة جميع بدنها ، حتى شعر النازل في الأصح ، خلا الوجه والكفين والقدمين . (۲/ ۷۱ ، الصلاة ، شروط الصلاة ، مطلب في ستر العورة)

ما في " كنز الدقائق مع البحر الرائق " : وبدن الحرة عورة إلا وجهها وكفيها وقدميها .
(۱/ ۴۶۸ ، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة)

ما في " البحر الرائق " :عن أم سلمة أنها سألت النبي ﷺ : أتصلي المرأة في درع وخمار وليس عليها إزار؟ فقال : " إذا كان الدرع سابغا يغطي ظهور قدميها " .=

کافر امام کی اقتدا میں پڑھی گئیں نمازوں کا اعادہ

مسئلہ (۴۹): اگر کسی امام نے ایک عرصہ تک نماز پڑھائی، لیکن بعد میں شواہد وقرائن سے معلوم ہوا کہ وہ کافر ہے، تو اس کی اقتدا میں پڑھی گئیں نمازوں کا اعادہ فرض ہے۔[1]

=(۱/۴۷۰، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ) (فتاوی محمودیہ:۱۹/۳۱۲، کراچی)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وإذا ظهرت حدث إمامه، وكذا كل مفسد في رأى مقتد بطلت فيلزم اعادتها . در مختار . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : إن العبرة برأى المقتدي، حتى لو علم من إمامه ما يعتقد أنه مانع والإمام خلافه أعاد .

(۲/۲۹۳، ۲۹۴، مطلب المواضع التي تفسد صلاة الإمام دون المؤتم)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : صلاة القوم بناء على صلاة الإمام، حتى فسدت صلاة القوم بفساد صلاة الإمام، وتنتقض بسهو الإمام، ولهذا لا تصح ممن هو ليس من أهل الإمامة للصلاة كالمرأة والجنب والكافر، والبناء على المعدوم باطل، وعلى الموجود صحيح .

(۱/۱۱۴، كتاب الطهارة، الفصل العاشر في حق المريض)

ما في " الفتاوى الهندية " : رجل أم قوماً شهراً ثم قال : كنت مجوسياً فإنه يجبر على الإسلام ولا يقبل قوله، وصلاتهم جائز، ويضرب ضرباً شديداً، وكذا لو قال : صليت بكم المدة على غير وضوئه وهو ماجن، لا يقبل قوله، وإن لم يكن كذلک، واحتمل انه قال على وجه التورع والاحتياط أعادوا صلاتهم، وكذا إذا بان أن الإمام كافر أو مجنون أو امرأة أو خنثى أو أمي أو صلى بغير احرام أو محدثاً أو جنباً . هكذا في التبيين .

(۱/۸۷، بيان من يصلح إماماً لغيره)

(احسن الفتاوی:۳/۲۷۹، باب الامامۃ والجماعۃ)

نماز سے خارج آدمی کا امام کو لقمہ دینا

مسئلہ (۵۰): اگر نماز سے خارج کسی آدمی کے لقمہ دینے پر امام صاحب لقمہ لے لیں، تو نماز باطل ہوجائے گی۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : فتحه على إمامه لا يفسد مطلقاً لفاتح ، وأخذ بكل حال ، إلا إذا سمعه المؤتم من غير مصلى ففتح به تفسد صلاة الكل . الدر المختار . قال الشامي: قلت : والذي ينبغي أن يقال : إن حصل التذكر بسبب الفتح تفسد مطلقاً ، أي سواء شرع في التلاوة قبل تمام الفتح أو بعده بوجود التعلم .

(۲/۳۲۹ ، كتاب الصلاة ، مطلب المواضع التي لا يجب فيها رد السلام)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو فتح على المصلي فهذا على وجهين : إما أن كان الفاتح هو المقتدي به أو غيره ، فإن كان غيره فسدت صلاة المصلي ، سواء كان الفاتح خارج الصلاة أو في صلاة أخرى غير صلاة المصلي .

(۱/۵۴۲ ، مفسدات الصلاة ، تبيين الحقائق : ۱/۳۹۳ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، الفتاوى الهندية : ۱/۹۹ ، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

ما في " حلبي كبير " : وإن فتح غير المصلي على المصلي فأخذ بفتحه تفسد صلاته ، لأنه تعلم وهو عمل كثير . (ص/۴۴۱ ، فصل فيما يفسد الصلاة)

تصویر دار مصلے پر نماز

مسئلہ (۵۱): منقش مصلیٰ جس پر بیت اللہ، مسجد نبوی ﷺ یا بیت المقدس وغیرہ کی تصویر ہو، اس پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے، اس لیے کہ وہ اصل نہیں، بلکہ محض ایک غیر ذی روح کی تصویر کے حکم میں ہے، اور غیر ذی روح کی تصویر پر نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ایسے مصلوں کو خریدا ہی نہ جائے، تاکہ اُن کا بننا بند ہو جائے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أو لغير ذي روح لا يكره لأنها لا تعبد . در مختار .
وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : قوله:(أو لغير ذي روح) لقول ابن عباس للسائل: "فإن كنت لا بدّ فاعلاً فاصنع الشجر وما لا نفسه له " . [صحيح البخاري : ۲۹۶/۱ ، صحيح مسلم : ۲۰۲/۲] قوله : (لأنها لا تعبد) أي هذه المذكورات " في التنوير " . وحينئذٍ فلا يحصل التشبه . (۳۶۱/۲ ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة أولى)
ما في " البحر الرائق " : وقولهم : ويكره التصاوير المراد بها التماثيل ، فالحاصل أن الصورة عام ، والتماثيل خاص، والمراد هنا خاص ، فإن غير ذي الروح لا يكره كالشجر .
(۴۸/۲ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)
ما في " حلبي كبير " : وأما صورة غير ذي الروح فلا خلاف في عدم كراهة الصلاة عليها إو إليها . (ص/۳۵۹)
ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ويكره أن يكون فوق رأسه أو خلفه أو بين يديه أو بحذائه صورة حيوان ، لأنه يشبه عبادتها .... إلا أن تكون صغيرة أو مقطوعة الرأس ، لأنها لا تعبد بلا رأس أو تكون لغير ذي روح كالشجر ، لأنها لا تعبد . (ص/۳۶۲)
ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يكره تمثال غير ذي الروح . كذا في النهاية .
(۱۰۷/۱ ، بيان فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها) (فتاوی محمودیہ:۶/۶۷۰،۶۷۴، کراچی)

بیمار کی نماز

مسئلہ (۵۲): بیمار آدمی کے لیے فرض نماز بیٹھ کر پڑھنا اس وقت جائز ہے، جب کہ وہ قیام پر قادر نہ ہو، مثلاً: کھڑا ہو تو گر جائے یا سر چکرائے، یا مرض کے بڑھ جانے یا شفا میں تاخیر ہونے کا اندیشہ ہو، یا کھڑے ہونے میں سخت تکلیف ہوتی ہو وغیرہ۔ لیکن اگر وہ تکبیرِ تحریمہ کہنے کے بقدر بھی قیام کرسکتا ہو، تو اسے چاہیے کہ کھڑا ہوکر تکبیرِ تحریمہ کہے، پھر بیٹھ کر یا ٹیک لگا کر نماز مکمل کرلے۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عمران بن حصين قال : كان بي الناصور فسألت النبي ﷺ فقال : "صلّ قائماً ، فإن لم تستطع فقاعداً ، فإن لم تستطع فعلى جنب " .

(ص/۱۳۷ ، باب في الصلاة القاعد ، جامع الترمذي : ۱/۸۵)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : من تعذر عليه القيام لمرض قبلها أو فيها أو خاف زيادته أو بطء برئه بقيامه أو دوران الرأس أو وجد لقيامه ألماً شديداً صلى قاعداً كيف شاء بركوع وسجود ، وإن قدر على بعض القيام ولو متكئاً على عصا أو حائط قام لزوم بقدر ما يقدر ولو قدر آية أو تكبيرة على المذهب ، لأن البعض معتبر بالكل . (۲/۴۹۳ ، باب صلاة المريض)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا عجز المريض عن القيام صلى قاعداً يركع ويسجد . كذا في الهداية . وأصح الأقاويل في تفسير العجز أن يلحقه بالقيام ضرر ، وعليه الفتوى . كذا في المعراج الدراية . وكذلك إذا خاف زيادة المرض أو أبطأ البرء بالقيام أو دوران الرأس . كذا في التبيين . أو يجد وجعاً لذلك ، فإن لحقه نوع مشقة لم يجز ترك ذلك القيام . كذا في الكافي . ولو كان قادراً على بعض القيام دون تمامه يؤمر بأن يقوم قدر ما يقدر حتى إذا كان قادرًا على أن يكبر قائماً ولا يقدر على القيام للقراءة ، أو كان قادراً على القيام لبعض القراءة دون تمامها يؤمر بأن يكبر قائماً ويقرأ قدر ما يقدر عليه ثم يقعد إذا عجز .

(۱/۱۳۶ ، صلاة المريض)=

بغیر داڑھی اور ٹوپی کے اذان واقامت

مسئلہ (۵۳): داڑھی رکھنا واجب ہے، آپ ﷺ نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے [۱]، اسی طرح آپ ﷺ سے ٹوپی کا ثبوت بھی ملتا ہے [۲]، اس لیے بغیر داڑھی وبغیر ٹوپی کے اذان واقامت کہنا خلافِ سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ [۳]

=ما في " حاشية الطحطاوي " : إذا تعذر على المريض كل القيام ، أو تعسر كل القيام بوجود ألم شديد أو خاف زيادة المرض أو بطأ به صلى قاعداً بركوع وسجود ، ويقعد كيف شاء أي كيف تيسر له بغير عذر من تربع أو غيره في الأصح ، وإلا قام بقدر ما يمكنه بلا زيادة مشقة . (ص/ ۴۳۰ ، ۴۳۱ ، باب صلاة المريض) (فتاوی رحیمیہ: ۵/ ۲۰، ۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : " احفوا الشوارب واعفوا اللحى " . (۱/ ۱۲۸ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة)

ما في " حاشية النووي على صحيح مسلم " : قال النووي : فحصل خمس روايات ، أعفوا ، وأوفوا ، وارخوا ، وارجوا ، ووفروا ، ومعناها كلها تركها على حالها ، هذا هو الظاهر من الحديث الذي يقتضيه ألفاظه ، وهو الذي قاله جماعة من أصحابنا وغيرهم من العلماء .

(۱/ ۱۲۸ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : يحرم على الرجل قطع لحيته . (۹/ ۴۹۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الفتاوى الهندية : ۵/ ۳۵۸ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع في الختان)

(۲) ما في " البحر الرائق " :(وكره إمامة العبد والأعرابي والفاسق والمبتدع) بيان للشيئين ؛ الصحة والكراهة ، أما الصحة فمبنية على وجود الأهلية للصلاة مع أداء الأركان وهما موجودان من غير نقص في الشرائط والأركان ، ومن السنة حديث " صلوا خلف كل بر وفاجر " . وفي صحيح البخاري أن ابن عمر كان يصلي خلف الحجّاج وكفى به فاسقاً .... وأما الكراهة فمبنية على قلة رغبة الناس في الاقتداء بهؤلاء ، فيؤدي إلى تقليل=

عالم یا بزرگ کو اگلی صف میں جگہ دینا

مسئلہ (۵۴): اہلِ علم کی تعظیم کے خاطر خود پیچھے ہٹ کر ان کو پہلی صف میں جگہ دینا بلا کراہت درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

= الجماعة المطلوب تكثيرها تكثيراً للأجر .... ولأن الفاسق لا يهتم لأمر دينه .

(۱/۶۱۰، باب الإمامة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويكره تنزيهاً إمامة عبد ..... وفاسق وأعمى .

(۲/۲۵۴، باب الإمامة) (فتاویٰ محمودیہ:۶/۱۲۸، و۱۹/۳۰۰-۳۰۲، کراچی)

(۳) ما في " مجمع الزوائد " : عن ابن عمر قال : " كان رسول الله ﷺ يلبس قلنسوة بيضاء " . (۵/۱۴۹، كتاب اللباس ، باب في القلنسوة ، رقم الحديث:۸۵۰۵)

ما في " سنن أبي داود " : عن ركانة قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " فرق ما بينا وبين المشركين العمائم على القلانس " . (ص/۵۶۳ ، كتاب اللباس ، باب في العمائم)

ما في " بذل المجهود " : ومراد الحديث : أن المشركين كانوا يعممون على رؤوسهم من غير أن يكون تحت العمامة قلنسوة ، ونحن نعمم على القلنسوة ، ولأبى الشيخ عن ابن عمر كان لرسول الله ﷺ ثلاث قلنسوة . (۱۲/۱۰۵ ، باب في العمائم)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال بعض العلماء : السنة أن يلبس القلنسوة والعمامة ..... وروي عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ ؛ " كان يلبس القلانس تحت العمائم ويلبس العمائم بغير القلانس " . (۸/۲۱۵ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، رقم الحديث:۴۳۴۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي حاشية الأشباه للحموي عن المضمرات عن النصاب : وإن سبق أحد إلى الصف الأول فدخل رجل أكبر منه سناً أو أهل علم ينبغى أن يتأخر ويقدمه تعظيماً له ، فهذا يفيد جواز الإيثار بالقرب بلا كراهة ، خلافا للشافعي ، ونقل العلامة البيري فروعاً تدل على عدم الكراهة ويدل عليه قوله تعالى : ﴿ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة﴾ . (۲/۲۶۷) (فتاویٰ رحیمیہ:۴/۱۴۶)

کتاب الجنائز

☆...... جنازے کے مسائل ......☆

زچہ وبچہ کا انتقال

مسئلہ (۵۵): ولادت کے وقت بچے کا کچھ حصہ نکلنے کے بعد اگر بچہ اور ماں دونوں کا انتقال ہو جائے، تو ماں، اور بچے کے ظاہری حصے کو غسل دے کر، کفن پہنا کر، نماز پڑھ کر، بچہ کو ماں کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے، اس لیے کہ بچہ جب تک ماں سے جدا نہیں ہوتا، ماں کا جز شمار کیا جاتا ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : والسنة أن يدفن الميت بجميع أجزائه.(۲/۲٦ ، كيفية الغسل)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لو كانت كتابية تحت مسلم ثم ماتت وفي بطنها ولد مسلم، اختلف الصحابة في الدفن فقال بعضهم : تدفن في مقابر المسلمين ترجيحاً لجانب الولد ، وقال بعضهم : تدفن في مقابر المشركين ، لأن الولد في حكم جزء منها ما دام في البطن .
(۱٦/۱۲۲)

ما في " المغني لإبن قدامة " :غسلت الأم وما ظهر من الولد ، وما بقي ففي حكم الباطن لا يحتاج إلى التيمم من أجله ، لأن الجميع كان في حكم الباطن فظهر البعض فتعلق به الحكم وما بقي فهو على ما كان عليه . (۲/۴۱۴ ، فصل ما يشق بطن الميت وينبش قبره لأجله)

ما في " الإنصاف للمرداوي " : فلو مات قبل خروجه ، وتعذر خروجه ، غسل ما خرج منه وأجزأ ، على الصحيح من المذهب . (۲/۳۹۰ ، إن ماتت حامل لم يشق بطنها الخ)

(فتاوی دار العلوم: ۵/ ۴٦۹، متفرقات جنائز)

اجنبیہ عورت کی لاش

مسئلہ (۵۶): کسی جگہ کپڑے میں لپٹی ہوئی کسی عورت کی لاش ملی اوراس پر مسلم یا غیر مسلم ہونے کی کوئی علامت موجود نہیں ہے، تو اگر لاش کے ملنے کی جگہ سے قریب والی بستی میں کل یا اکثر مسلمان بستے ہیں، تو لاش کو اسلامی طریقہ پر کفن دفن کیا جائے، اوراگر کل یا اکثر غیر مسلم آباد ہیں، تو نہلا کر، کفن پہنا کر غیر مسلموں کے قبرستان میں دفن کیا جائے، اوراگر قریب والی بستی کے لوگوں میں مسلموں اور غیر مسلموں کی تعداد برابر ہے، تو نہلا کر، کفن پہنا کر بغیر نماز جنازہ پڑھے کسی علیحدہ جگہ دفن کیا جائے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : لو لم يدرأ مسلم أم كافر ، ولا علامة فإن في دارنا غسل وصلى عليه، وإلا لا ، اختلط موتانا بكفار ولا علامة اعتبر الأكثر ، فإن استووا غسلوا .
(۸۸/۳ ، مطلب في الكفن)

ما في " البحر الرائق " : ومن لا يدري أمسلم أم كافر ، فإن كان في قرية أهل الإسلام فظاهر أنه مسلم فيغسل ويصلى عليه ، وإن كان في قرية من قرى أهل الشرک فالظاهر منهم فلا يصلى عليه ، إلا أن يكون عليه سيما المسلمين فحينئذ يغسل ويصلى عليه ..... فإذا استويا لم يصلى عليهم عندنا ، لأن الصلاة على الكفار منهي عنها ، ويجوز ترک الصلاة على بعض المسلمين . (۸۴/۲ ، ۸۵ ، باب الجنائز)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : وإن تعذر التمييز فإن كانت الغلبة للمسلمين صلّي عليهم وينوى بها المسلمين ، وإن كانت الغلبة للمشركين لم يصل عليهم ، لأن العبرة للغالب فيما تعذر الوصول إلى معرفته باليقين ، وإن استوى الفريقان لم يصل عليهم ، لأنه اجتمع عليهم ما يوجب الصلاة وما يوجب الترک ، لكنه ترجّحَ الترک ، لأن ترک الصلاة على المسلم=

....

=يباح بحال فإنه لا يصلى على الباغي وهو مسلم ، والصلاة على الكافر لا تباح بحال ، فكان الميل إلى ما يباح أولىٰ . (۱/۱۶۳، ۱۶۴)

ما في " المحيط البرهاني " : قلنا : كما ان الصلاة على الميت فرض ، وترك الصلاة على الكافرين فرض، فإذا تعارض الدليلان اعتبرنا الغالب ، وإن استوى لم يصلى عليهم عندنا ، ..... إنا نقول : استوى جانب الصلاة وجانب الترک فترجح جانب الترک ، لأن الصلاة على الكافر لا تجوز بحال ، وترک الصلاة على المسلم جائز في الجملة ، فإنه لا يصلى على الباغي عندنا . (۲/ ۳۳۱ ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز)

ما في" الفتاوى التاتارخانية " : ولو وجد ميت في دار الحرب لا يصلى عليه ، وإن احتمل أن يكون مسلماً ، لأن الغلبة في دار الحرب لكفار ، فإذا كانت الغلبة للمسلمين جعل من حيث الحكم كان الكل مسلمون فيصلى عليهم، لكن ينوون بالدعاء للمسلمين ، وإن كان الأكثر كفاراً لم يغسلوا ولم يصلى عليهم ، وإن استووا لم يصلى عليهم عندنا ..... ولم يبين في الكتاب في فصل الاستواء أنهم في أي موضع يدفنون؟ وقد اختلف المشائخ فيه ، بعضهم قالوا : يدفنون في مقابر المشركين ، وبعضهم قالوا : يتخذ لهم مقبرة على حدة ، وهو قول الشيخ الإمام أبي جعفر الهندواني . (۱/۱۸ ۲ ، نوع آخر من هذا الفصل في المتفرقات ، الجنائز)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو اجتمع الموتى المسلمون والكفار ينظر إن كان بالمسلمين علامة يمكن الفصل بها يفصل ، وإن لم يكن بهم علامة ينظران كان المسلمون أكثر غسلوا وكفنوا ودفنوا في مقابر المسلمين وصلى عليهم وينوي بالدعاء المسلمون ، وإن كان الكفار أكثر يغسلوا ولا يصلى عليهم ، كذا ذكر القدوري في شرحه مختصر الكرخي ، لأن الحكم للغالب ، وذكر القاضي في شرحه مختصر الطحاوي ، انه إن كانت الغلبة لموتى الكفار لا يصلى عليهم ، لكن يغسلون ويكفنون ويدفنون في مقابر المشركين ، ووجهه أن غسل المسلم واجب ، وغسل الكافر جائز في الجملة ، فيؤتى بالجنائز في الجملة لتحصيل الواجب ، وأما إذا كانوا سواء فلا يشكل انهم يغسلون لما ذكرنا أن فيه تحصيل الواجب مع الاتيان بالجائز في الجملة ، وهذا أولى من ترک الواجب رأساً . (۲/ ۳۱ ، شرائط وجوب الغسل ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۰۹ ، الفصل الثاني في غسل الميت)

مردہ اجنبیہ عورت سیلاب میں بہہ کرآئی

مسئلہ (۵۷): اگر کوئی مردہ عورت سیلاب میں بہہ کر آئی، اور اس پر مسلم یا غیر مسلم ہونے کوئی علامت نہ پائی جائے، تو اس کو مسنون طریقے کی رعایت کیے بغیر نہلا کر، کفن پہنا کر، کسی جگہ دفن کر دیا جائے، البتہ اگر کسی قرینہ سے مسلمان ہونے کا گمان ہو، تو مسنون طریقہ پر کفن دفن کیا جائے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لو لم يدر أمسلم أم كافر ولا علامة ، فإن في دارنا غسل وصلى عليه ، وإلا لا . (۸۸/۳ ، قبيل مطلب في الكفن)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو اجتمع الموتى المسلمون والكفار ينظر إن كان بالمسلمين علامة يمكن الفصل بها يفصل .... وإن لم يكن بهم علامة ينظر إن كان المسلمون أكثر غسلوا وكفنوا ودفنوا في مقابر المسلمين وصلى عليهم ، وينوي بالدعاء المسلمون ، وإن كان الكفار أكثر يغسلوا ولا يصلى عليهم ، كذا ذكر القدوري في شرحه مختصر الكرخي ، لأن الحكم للغالب ..... ووجهه أن غسل المسلم واجب ، وغسل الكافر جائز في الجملة فيؤتى بالجنائز في الجملة لتحصيل الواجب ، وأما إذا كانوا على السواء فلا يشكل انهم يغسلون لما ذكرنا أن فيه تحصيل الواجب مع الإتيان بالجائز في الجملة ، وهذا أولى من ترك الواجب رأساً ، وهل يصلى عليهم؟ قال بعضهم : لا يصلى عليهم ، لأن ترك الصلاة على المسلم أولى من الصلاة على الكافر ، لأن الصلاة على الكافر غير مشروعة أصلاً ، قال تعالى : ﴿ولا تصلّ على أحد منهم مات أبداً﴾ وترك الصلاة على المسلم مشروعة في الجملة كالبغاة وقطاع الطريق ، فكان الترك أولىٰ . (۳۱/۲ ، شرائط وجوب الغسل)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : وإن تعذر التمييز فإن كانت الغلبة للمسلمين صلى عليهم ، وينوى بها المسلمين، وإن كانت الغلبة للمشركين لم يصل عليهم ، لأن العبرة للغالب فيما تعذر الوصول إلى معرفته باليقين ، وإن استوى الفريقان لم يصل عليهم ، لأنه اجتمع عليهم=

....

....

....

....

....

= ما يوجب الصلاة وما يوجب الترک ، لكنه ترجح الترک ، لأن ترک الصلاة على المسلم يباح بحال فإنه لا يصلى على الباغي وهو مسلم ، والصلاة على الكافر لا تباح بحال ، فكان الميل إلى ما يباح أولىٰ .

(۱/۱۶۳ ، الفصل الثاني عشر في الجنائز وغسل الميت وغيره . الخ)

ما في " المحيط البرهاني " : قلنا : كما ان الصلاة على الميت فرض ، وترک الصلاة على الكافر فرض ، فإذا تعارض الدليلان اعتبرنا الغالب ، وإن استوى لم يصل عليهم عندنا ...... إنا نقول : استوى جانب الصلاة وجانب الترک فترجح جانب الترک ، لأن الصلاة على الكافر لا تجوز بحال ، وترک الصلاة على المسلم جائز في الجملة ، فإنه لا يصلى على الباغي عندنا . (۲/۱۳۳ ، الفصل الثاني والثلاثون في الجنائز)

ما في " الفتاوى الهندية " : موتى المسلمون إذا اختلفوا بموتى الكفار وقتلى المسلمين بقتلى الكفار إن كان للمسلمين علامة يعرفون بها يميز بينهم ، وعلامة المسلمين الختان والخضاب ولبس السواد ، فيصلى عليهم وإن لم تكن علامة ، إن كانت الغلبة للمشركين فإنه لا يصلى على الكل ، ولكن يغسلون ويكفنون ، ولكن لا وجه غسل موتى المسلمين وتكفينهم ويدفنون في مقابر المشركين ، وإن كانا سواء فلا يصلى عليهم اتفاقاً ، واختلف المشايخ في دفنهم قال بعضهم : في مقابر المشركين ، قال بعضهم : في مقابر المسلمين ، وقال بعضهم : يتخذ لهم مقبرة على حدة ، كذا في المضمرات .

(۱/۱۵۹ ، الفصل الثاني في غسل الميت ، الفتاوى التاتارخانية : ۲/۱۸/۱)

(فتاوی رحیمیہ: ۷/۳۴،فتاوی محمودیہ:۸/۵۳۲،کراچی)

حفاظتِ ناموس میں ماری گئی عورت

مسئلہ (۵۸): اگر کوئی عورت اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کردی جائے، تو وہ شہید شمار ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن سعيد بن زيد قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد ، ومن قتل دون دمه فهو شهيد ، ومن قتل دون أهله فهو شهيد " . (۲/ ۳۸۹ ، كتاب الديات ، باب فيمن قتل دون ماله)

ما في " شرح الطيبي " : وهذا إنما يكون إذا قصد المخالف من الكافر والمبتدع خذلانه في دينه أو توهينه فيه وهو يذب عنه . (۷/ ۱۱۴ ، كتاب الديات ، فيمن قتل دون ماله)

ما في " عارضة الأحوذي " : المؤمن المسلم بإسلامه محترم في ذاته كلها ديناً ودماً ومالاً لا يحل لأحد أن يتعدى عليها فيها ، فإذا أزيد شيء من ذلک منه جاز له الدفع ، أو وجب عليه فيه اختلاف بين العلماء بما يراد منه من دم أو مال أو دين أو أهل الصحيح جاز الدفع بوجوبه. (۳/ ۱۵۲ ، كتاب الديات ، فيمن قتل دون ماله)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أو عند حفظ دينه فهو شهيد ، وهذا إنما يتصور إذا قصد الخائف من الكافر ، أو المبتدع خذلانه في دينه أو توهينه وهو يذبّ عنه ..... ومن قتل دون أهله أي عند محافظة محارمه فهو شهيد .

(۷/ ۸۲ ، كتاب الديات ، باب ما لا يضمن ، رقم الحديث : ۳۵۲۹)

ما في " رد المحتار " : هو الشهيد . كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً بغير حق بجارحة ..... وكذا لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق ولو بغير آلة جارحة .

(۳/ ۱۴۷ ، كتاب الصلاة ، باب الشهيد)

تیجہ، دسواں اور چالیسواں

مسئلہ(۵۹): کسی کی وفات پر میت کے گھر والوں کا کچھ پڑھ کر، یا غرباء کو کھانا کھلا کر، یا کچھ صدقہ دے کر، ایصالِ ثواب اور میت کے لیے دعا واستغفار کرنا یقیناً درست ہے[1]، مگر ایصالِ ثواب کے لیے تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں وغیرہ سب ممنوع اور بدعت ہے، اور اس قسم کا کھانا کھانا مکروہ ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : الأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة ، أو صوماً ، أو صدقةً ، أو قراء ة قرآن ، أو ذكراً ، أو طوافاً ، أو حجاً ، أو عمرة ، أو غير ذلک عند أصحابنا للكتاب والسنة . (۳/۱۰۵ ، باب الحج عن الغير)

ما في " مراقي الفلاح " : فللإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره عند أهل السنة والجماعة ، صلاة ، أو صوماً ، أو حجاً ، أو صدقة ، أو قراء ة للقرآن ، أو الأذكار ، أو غير ذلک ، من أنواع البرّ ، ويصل ذلک إلى الميت وينفعه . (ص/۶۲۱ ، ۶۲۲ ، كتاب الجنائز)

(۲) ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثالث، وبعد الأسبوع والأعياد ، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم ، واتخاذ الدعوة بقراء ة القرآن وجمع الصلحاء ، والقراء ة للختم ، أو لقراء ة سورة الأنعام أو الإخلاص ، فالحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراء ة القرآن لأجل الأكل مكرم . (۴/۸۱ ، باب صلاة الجنازة)

ما في " رد المحتار " : ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت ، لأنه شرع في السرور لا في السرور ، وهي بدعة مستقبحة ، وروى الإمام أحمد ، وابن ماجة بإسناد صحيح ، عن جرير بن عبد الله قال : " كنا نعدّ الإجتماع إلى أهل البيت وصنعهم الطعام من النياحة " . (۳/۱۳۹۰ ، كتاب الصلاة ، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت ، كذا في حلبي كبير :ص/۶۰۹ ، فصل في الجنائز ، مسائل متفرقة ، رد المحتار : ۹/۶۶ ، كتاب الإجارة) (فتاوی محمودیہ:۳/۸۸،کراچی)

میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

مسئلہ (۶۰): شریعت کا حکم یہ ہے کہ آدمی جس جگہ وفات پائے اسے وہیں دفن کردیا جائے، اگرچہ اس نے کسی اور بستی میں دفن کردینے کی وصیت کی ہو، کیوں کہ اس طرح کی وصیت باطل ہے، نیز میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہِ تحریمی ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اگر کہیں کسی فقیہ نے اس کی اجازت دی بھی ہو، تو وہ ایک دو میل کی قید کے ساتھ مقید ہے، اس لیے جس جگہ آدمی کا انتقال ہوجائے، اسے وہیں دفن کردینا چاہیے، بعض لوگ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے جواز کو ثابت کرنے کے لیے حضرت یعقوب ویوسف علیہما السلام کے مصر سے شام منتقل کیے جانے کے واقعہ سے استدلال کرتے ہیں، ان کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں کہ یہ شریعتِ سابقہ کا واقعہ ہے، اور شریعتِ سابقہ کی حجیت کے لیے یہ شرط ہے کہ ہماری شریعت میں اُس کے خلاف حکم موجود نہ ہو، حالانکہ زیرِ بحث مسئلے میں شریعتِ اسلامی کا حکم یہ ہے کہ میت کو جلد از جلد دفن کیا جائے، جمع عظیم کے انتظار کے لیے نماز جنازہ میں تاخیر نہ کی جائے، یہاں تک کہ اوقاتِ مکروہہ میں بھی نمازِ جنازہ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا، اور ظاہر ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں اس حکم کی خلاف ورزی ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أوصىٰ بأن يصلي عليه فلان أو يحمل بعد موته الى بلد آخر ...... فهي باطلة . الدر المختار . (۱۰/ ۲۹۷ ، كتاب الوصايا)

ما في " رد المحتار " : قوله : (ولابأس بنقله قبل دفنه) قيل مطلقاً ، وقيل إلى ما دون =

شہید کی قسمیں

مسئلہ(۶۱): شہید کی دو قسمیں ہیں: شہید دنیوی، شہید اخروی۔ شہید دنیوی کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہیں دیا جاتا، اور نہ اس کے پہنے ہوئے کپڑے اتارے جاتے ہیں، بلکہ بغیر غسل کے اس کے خون آلود کپڑوں سمیت کفن برابر کرکے نمازِ جنازہ کے بعد دفن کردیا جاتا ہے۔ شہادت کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، وہ کافروں کے ہاتھوں سے مارا جائے، یا میدان جنگ میں مرا ہوا پایا جائے، اور اس کے بدن پر قتل کے نشانات ہوں، یا ڈاکوؤں، چوروں نے اس کو قتل کردیا ہو، یا وہ اپنی مدافعت کرتے ہوئے مارا جائے، یا کسی مسلمان نے اس کو آلۂ جارحہ کے ساتھ ظلماً قتل کردیا ہو، اور قاتل

=مدة السفر ، وقيده محمد بقدر ميل أو ميلين ، لأن مقابر البلد ربما بلغت هذه المسافة فيكره فيما زاد . قال في النهر عن عقد الفرائد : وهو الظاهر اهـ . ... وأما نقل يعقوب ويوسف عليهما السلام من مصر إلى الشام ليكونا مع آبائهما الكرام فهو شرع من قبلنا ولم يتوفر فيه شروط كونه شرعاً لنا . اهـ . (۳/۱۴۶، ۱۴۷، كتاب الجنائز ، باب صلاة الجنازة ، مطلب في دفن الميت ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : (ويستحب الدفن فی) مقبرة (محل مات به أو قتل) لما روي عن عائشة رضی الله عنها أنها قالت حين زارت قبر أخيها عبد الرحمن وكان مات بالشام وحمل منها : " لو كان الأمر فيک إلي ما نقلتک ، ولدفنتک حيث مت" . (فإن نقل قبل الدفن قدر ميل أو ميلين) ونحو ذلک (لا بأس به) لأن المسافة إلى المقابر قد تبلغ هذا المقدار (وكره نقله لأكثر منه) أي أكثر من الميلين . كذا فی الظهيرية . مراقي الفلاح . وفي حاشية الطحطاوي : قوله : (بيان أن النقل من بلد إلى بلد مكروه) أی تحريماً لأن قدر الميلين فيه ضرورة ، ولا ضرورة فی النقل إلى بلد آخر . (ص/۶۱۳، ۶۱۴، كتاب الصلاة ، فصل فی حملها ودفنها ، مكتبه شيخ الهند ديوبند) (فتاویٰ محمودیہ: ۹/۱۲۴-۱۳۱، احسن الفتاویٰ: ۴/۲۱۸-۲۲۱، حاشیہ نور الانوار: ص/۹، قوت الاخیار شرح نور الانوار: ۱/۵۱)

پر دیت واجب نہ ہو، یا وہ شخص مندرجہ بالا صورتوں میں موقع پر ہلاک ہوگیا، اور اسے کچھ کھانے پینے، علاج ومعالجہ، سونے، یا وصیت کرنے کی مہلت نہ ملی ہو، یا ہوش وحواس کی حالت میں اس پر ایک نماز کا وقت نہ گذرا ہو، اور اس پر پہلے سے غسل واجب نہ ہو، تو ایسے شخص کو شہید دنیوی کہہ سکتے ہیں، اور اگر کوئی مسلمان قتل ہوجائے اور مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا، اور دنیوی احکام کے اعتبار سے وہ شہید نہیں کہلائے گا، البتہ آخرت میں اس کا شمار شہداء میں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " رد المحتار " : هو كل مكلف مسلم طاهر قتل ظلماً بجارحة ، ولم يجب بنفس القتل مال ، ولم يرتث ، وكذا لو قتله باغ أو حربي أو قاطع طريق ، أو بغير آلة جارحة ، أو وجد جريحاً ميتاً في معركتهم ، فينزع عنه ما لا يصلح للكفن ، ويزاد وينقص ليتم كفنه ، ويصلى عليه بلا غسل، ويدفن بدمه وثيابه ، ويغسل بحد أو قصاص أو جرح ، وارتث بأن أكل أو شرب أو نام أو تداوى أو آوىٰ خيمة ، أو مضى عليه وقت الصلاة ، وهو يعقل ، أو نقل من المعركة لا لخوف وطئ الخيل ، أو أوصى بأمور الدنيا ، وإن بأمور الآخرة لا ، عند محمد، وهو الأصح ، أو باع أو اشترى أو تكلم بكلام كثير بعد انقضاء الحرب ولو فيها أي في الحرب لا . (۳/۱۴۷ – ۱۵۳ ، الاختيار لتعليل المختار : ۱/۱۴۵ – ۱۴۷ ، باب الشهيد)

ما في " كنز الدقائق مع البحر الرائق " : هو من قتله أهل الحرب والبغي أو قطاع الطريق ، أو وجد في معركة وبه أثر، أو قتله مسلم ظلماً ، ولم تجب به دية ، فيكفن ويصلى عليه بلا غسل، ويدفن بدمه وثيابه إلا ما ليس من الكفن، ويزاد وينقص ويغسل إن قتل جنباً أو صبياً أو ارتث بأن أكل أو شرب أو نام أو تداوى ، أو مضى وقت صلاة وهو يعقل ، أو نقل من المعركة حياً ، أو أوصى أو قتل ولم يعلم أنه قتل بحديدة ظلماً ، أو قتل بحد أو قصاص لا لبغي وقطع طريق . (۲/۳۴۳ – ۳۴۹ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الشهيد)

(جامع الفتاویٰ:۹/۵۳۴)

أحكام المساجد والمدارس

☆......مساجد کے احکام......☆

عیدگاہ میں جماعتِ ثانیہ

مسئلہ (۶۲): عیدگاہ میں جماعتِ ثانیہ کرنا درست نہیں ہے، اس لیے جن حضرات کی عید کی نماز چھوٹ جائے، وہ دوسری جگہ چلے جائیں جہاں جماعت مل سکتی ہو، یا پھر ایسی مسجد میں جماعت کرلیں جہاں عید کی نماز نہ ہوئی ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولو أمكنه الذهاب إلى إمام آخر فعل ، لأنها تؤدي بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقًا . (۵۵/۳ ، باب العيدين ، مطلب أمر الخليفة لا يبقى بعد موته)

ما في " البحر الرائق " : فإذا فاتت مع إمام وأمكنه أن يذهب إلى إمام آخر فإنه يذهب إليه لأنه يجوز تعدادها في مصر واحد في موضعين وأكثر اتفاقاً . (۲۸۳/۲ ، باب العيدين)

ما في " النهر الفائق " : ولو قدر بعد الفوات مع الإمام على ادراكها مع غيره فعله للاتفاق على جواز تعددها . (۲۷۰/۱ ، صلاة العيدين ، حاشية الطحطاوي :ص/۵۳۵)

ما في " المحيط البرهاني " : وتجوز إقامة صلاة العيدين في موضعين نص على هذا في الأصل . (۲۱۶/۲) (فتاویٰ رحیمیہ:۱۶۹/۶،فتاویٰ عثمانی:۵۵۱/۱)

راستے کو مسجد میں شامل کرنا

مسئلہ (۶۳): حضراتِ فقہاء رحمہم اللہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ بوقتِ ضرورت راستہ کو بھی مسجد میں شامل کر سکتے ہیں، بشرطیکہ کسی راہ گذر کو تکلیف نہ ہو، اسی بنیاد پر ایسا پلاٹ جو مسلمانوں ہی کے مفاد کے لیے ہو باتفاقِ رائے مسجد میں شامل کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے۔[۲]

---

(۲) ما في " رد المحتار " : (وجعل شيء) أي جعل الباني شيئاً (من الطريق مسجداً) لضيقة ولم يضر بالمارين (جاز) لأنهما للمسلمين . " الدر المختار" . في الشامي : قلت : إن المصنف قد تابع صاحب الدور مع أنه في جامع الفصولين نقل أو لا جعل شيئاً من الحد طريقاً ومن الطريق مسجداً جاز ، ثم رمز لكتاب آخر لو جعل الطريق مسجداً لأجل المسجد طريقاً لأنه لا تجوز الصلاة في الطريق فجاز جعله مسجداً ، ولا يجوز المرور في المسجد فلم يجز جعله طريقاً . (۶/۴۴۹ ، ۴۵۰ ، مطلب في جعل شيء من المسجد طريقاً)

ما في " فتاوى قاضي خان " : قال الفقيه أبوجعفر رحمه الله : إن كان لا يضر ذلک بأهل الطريق جاز طريق العامة هي واسع فبنى فيه أهل المحلة مسجدا للعامة ، ولا يضر ذلک بالطريق ، قالوا : لا بأس به ، هكذا روي عن أبي حنيفة ومحمد رحمهم الله تعالى ، لأن الطريق للمسلمين والمسجد لهم أيضاً .

(۴/۲۹۸ ، كتاب الوقف ، باب الرجل يجعل داره مسجداً أو خاناً أو سقاية أو مشربة)

ما في " مجمع الأنهر " : ولو ضاق المسجد وبجنبه طريق العامة يوسع منه (ضاق) أي على المصلين (منه) أي من الطريق إذا لم يضر بأصحاب الطريق . (۲/۵۹۵)

(جدید مسائل کا حل: ص/۱۰۱، احسن الفتاوی: ۶/۴۴۴، فتاوی محمودیہ: ۱۴/۵۱۳، کراچی)

سنگِ مرمر پر آیاتِ قرآنی کندہ کرانا

مسئلہ (۶۴): مساجد میں سنگِ مرمر پر آیاتِ قرآنی کندہ کرانے کو فقہاء کرام نے بے ادبی کے احتمال کی وجہ سے مکروہ لکھا ہے، لیکن اگر کندہ ہوکر لگ گئے ہوں، تو اب اس کا اکھاڑنا بے ادبی ہے، لہٰذا اب اُسے اُس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وليس بمستحسن كتابة القرآن على المحاريب والجدران لما يخاف من سقوط الكتابة وأن توطأ ، وفي جمع النسفي : مصلى أو بساط فيه أسماء الله تعالى يكره بسطه واستعماله في شيء .

(۱۰۹/۱ ، كتاب الصلاة ، الباب السابع ، فصل كره غلق باب المسجد)

ما في " رد المحتار " : أقول : في فتح القدير : وتكره كتابة القرآن وأسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران وما يفرش . والله تعالیٰ أعلم .

(۲۸۹/۱ ، كتاب الطهارة ، قبيل باب المياه)

ما في " فتاوى قاضي خان " : ولو كتب القرآن على الحيطان والجدران بعضهم قالوا : يرجى أن يجوز ذلك ، وبعضهم كرهوا ذلك مخافة السقوط تحت أقدام الناس .

(۳۷۸/۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في التسبيح ، المكتبة الحقانية ، الفتاوى الهندية : ۳۲۳/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة)

مسجد کی دیواروں پر نقش ونگار

مسئلہ (٦٥): مسجد میں قبلہ کی سمت والی دیوار کے علاوہ نقش ونگار کرنا اگر اپنے مال سے ہو تو جائز ہے، اور اگر مالِ وقف سے ہو تو جائز نہیں، خواہ داخلی حصہ میں ہو یا خارجی حصہ میں۔ (۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المنتقى في شرح الملتقى مع مجمع الأنهر " : (ويجوز نقشه بالجص وماء الذهب) إذا تبرّع به إنسان سوى جدار القبلة . وأما المتولي فلا يفعل من مال الوقف إلا ما يرجع إلى إحكام البناء، حتى لو جعل البياض فوق السواد للنقاء ضمن .

(۱/ ۱۹۰ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب الوتر والنوافل)

ما في " الهداية " : ولا بأس بأن ينقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب ..... وهذا إذا فعل من مال نفسه ، أما المتولي فيفعل من مال الوقف ما يرجع إلى إحكام البناء دون ما يرجع إلى النقش ، حتى لو فعل يضمن والله أعلم بالصواب . (۱/ ۸۰ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، دار أرقم بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۰۹ ، كتاب الصلوٰة ، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة)

ما في " البحر الرائق " : ومحل الاختلاف في غير نقش المحراب ، أما نقشه فهو مكروه لأنه يلهي المصلي ، كما في فتح القدير . (٢/ ٦٥ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة الخ ، رد المحتار : ٢/ ٣٧٣ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة ، مطلب كلمة لا بأس دليل . الخ ، كذا في حلبي كبير : ص/ ٦١٥ ، ٦١٦ ، كتاب الصلوٰة ، أحكام المساجد)

(فتاوی محمودیہ: ۱۵/ ۲۵٦، کراچی)

مسجد میں قبلہ کی سمت والی دیوار پر کیلنڈر

مسئلہ (٦٦): مسجد میں قبلہ کی سمت والی دیوار پر کیلنڈر، تقویم، یا کسی دینی پروگرام کا کوئی اشتہار وغیرہ لگانا مکروہ ہے۔ (۱)

مسجد میں ٹیپ ریکارڈر سے قرآن کریم سننا

مسئلہ (٦٧): ٹیپ ریکارڈر سے قرآن کریم کا سننا خواہ مسجد کے باہر ہو یا اندر، فی نفسہٖ درست ہے، لیکن اس سے مسجد میں شور وغل ہوگا (۲)، اس کی بجلی استعمال ہوگی (۳)، اور دیگر لوگ اسے بنیاد بنا کر غلط قسم کی چیزیں بھی سننے سنانے کا جواز نکالیں گے، اس لیے اس کی اجازت نہیں ہے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولا بأس بنقشه خلا محرابه فإنه يكره ، لأنه يلهي المصلي ، ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصا في جدار القبلة . " الدر المختار " . قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : وكره بعض مشايخنا النقش على المحراب وحائط القبلة ، لأنه يشغل قلب المصلي .(۲/۳۷۳ ، كتاب الصلاة ، مطلب كلمة لا بأس دليل على أن المستحب غيره)

ما في " البحر الرائق " : ومحل الاختلاف في غير نقش المحراب ، أما نقشه فهو مكروه لأنه يلهي المصلي ، كما في فتح القدير . (۲/۶۵ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها)

ما في " الفتاوى الهندية " : وكره بعض مشايخنا النقوش على المحراب وحائط القبلة ، لأن ذلک يشغل قلب المصلي . (۳۱۹/۵ ، الباب الخامس في آداب المسجد الخ)

ما في " حلبي كبير " : ومحل الكراهة التكلف بدقائق النقوش ونحوه خصوصا في جدار القبلة ، لأنه يلهي قلب المصلي . (ص/۶۱۶ ، فصل في أحكام المسجد ، وكذا في فتح القدير : ۴۳۴/۱ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها ، فصل ويكره =

....

=استقبال القبلة) (فتاوی محمودیہ:۱۵/ ۲۲۹،کراچی)

والحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأن المسٰجد لله فلا تدعوا مع الله أحداً﴾ . (الجن : ۵۳)

ما في " تفسير المظهري " : ونهى عن تناشد الأشعار في المسجد وعن البيع ولا شراء فيه وأن يتحلق الناس يوم الجمعة قبل الصلاة في المسجد . (۱۰/ ۵۳)

ما في " السنن لإبن ماجة " : عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال : " جنّبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشرائكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم وإقامة حدودكم وسلّ سيوفكم ، واتخذوا على أبوابها المطاهر وجمّروها في الجمع " .(ص/ ۵۴،کتاب المساجد)

ما في " شروح ابن ماجة " : قال السندي : قوله : (جنّبوا) من التجنيب أي بعدوا هذه الأشياء عن المساجد إذ الكل لا تليق بالمساجد .

(۱/ ۳۴۳ ، كتاب المساجد والجماعات ، باب ما يكره في المساجد)

ما في " رد المحتار " : ويكره ...... رفع صوت بذكر . الدر المختار . قوله : (ورفع صوت بذكر) أقول : اضطراب كلام صاحب " البزازية " في ذلک ، فتارة قال : إنه حرام ، وتارة قال : إنه جائز ...... والجمع بينهما بأن ذلک يختلف باختلاف الأشخاص والأحوال .

(۲/ ۳۷۶ ، كتاب الصلاة ، مطلب في رفع الصوت بالذكر)

(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو وقف على دهن السراج للمسجد لا يجوز وضعه جميع الليل بل بقدر حاجة المصلين ويجوز إلى ثلث الليل أونصفه إذا احتيج إليه للصلاة فيه .

(۲/ ۴۵۹ ، الباب الحادي عشر في المسجد ، الفصل الأول فيما يصير به المسجد ، البحر الرائق : ۵/ ۴۲۰ ، كتاب الوقف ، فصل في أحكام المساجد)

(۴) ما في " المقاصد الشرعية " : مفاده أن الذرائع تعدّ وسائل إلى المقاصد ، وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة ، أي أن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً .

(ص/ ۴۶)

مدارس ومساجد کا رجسٹریشن کرانا

مسئلہ (٦٨): دورِ حاضر میں مدارس ومساجد کو رجسٹرڈ کرانا جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے، کیوں کہ اس کے ذریعہ بہت سے پیدا ہونے والے تنازعات کا فیصلہ بآسانی ہوجاتا ہے، اور اوقاف کی حفاظت بھی ہوتی ہے، جس کے ہم مکلّف ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين آمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه﴾. (سورة التوبة : ۲۸۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال سعيد بن جبير : ﴿وأشهدوا إذا تبايعتم﴾ ، يعني وأشهدوا على حقوقكم إذا كان فيها أجل أو لم يكن فيها أجل ، فاشهد على حقك على كل حال . (۱/۵۸۴)

ما في " التفسير المنير" : (فاكتبوه) ندبا استيثاقا للدين ودفعاً للنزاع ..... وفي أحكام التعامل بالدين المؤجل والتجارة الحاضرة غاية الحكمة والمصلحة والعدل ..... وحفظ حقه من الضياع ، ثم أكد الله النهي عن الإباء بالأمر بالكتابة بالحق ، لكون الوثيقة متعلقة بحفظ الحقوق .... إذ لا بأس من عدم الكتابة في التجارة الحاضرة أو التعامل يدا بيد ، فيطلب الاشهادعلى التبايع ، لأن اليد الظاهرة التي تجوز الشيء قد لا تكون محقه ، فيحدث النزاع والخلاف ، فكان الاشهاد أحوط ..... ومن جملة ذلک ما حذركم منه من الضرار ، وهو سبحانه يعلمكم ما فيه صلاح دنياكم وحفظ أموالكم ..... فإنما يشرعه عن علم دقيق شامل بما يدرأ المفاسد ويجلب المصالح ، وشرعه كله حكمة وعدل .

(۲/۱٦ – ۲۵ ، تفسير الآية/۲۸۲)

ما في " البحر المحيط " : (فاكتبوه) أمر تعالى بكتابة لأن ذلک أوثق وآمن من النسيان ، وأبعد من الجحود ، وظاهر الأمر الوجوب .... وقال الجمهور : هو أمر ندب يحفظ به المال ، وتزال به الريبة ، وفي ذلک حث على الاعتراف وحفظه ، فإن الكتاب خليفة اللسان، واللسان خليفة القلب . (۲/۵۵۴)=

تحفظِ مسجد کی خاطر بیمہ

مسئلہ (٦٩): اگر مسجد کے تحفظ کی کوئی صورت نہ ہو، تو مجبوراً بیمہ کرانا درست ہے[1]، مگر اس سے حاصل ہونے والی سودی رقم مسجد میں صرف نہ کی جائے۔[2]

=ما في " التفسيرات الأحمدية " : وإنما أمرنا بها ، لأن ذلک أوثق وآمن من النسيان وأبعد من الجحود . (ص/۱۳۴)

ما في " رد المحتار " : قوله : (غير مسجل) معنى قولهم : مسجلا أي محكوماً بلزومه بأن صار اللزوم حادثة وقع التنازع فيها ، فحكم القاضي باللزوم بوجهه الشرعي "رملي " وسمى مسجلا ، لأن المحكوم به يكتب في سجل القاضي .... إن كان للوقف كتاب في ديوان القضاة المسمى في عرفنا السجلّ وهو في أيديهم اتبع ما فيه استحساناً إذا تنازع أهله فيه . (۶/۴۶۹ . ۴۸۶ ، كتاب الوقف ، مطلب في حكم الوقف القديم المجهولة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والوثيقة ما يحكم به الأمر ..... في التوثيق منفعة من أوجه : أحدها : صيانة الأموال وقد أمرنا بصيانتها ونهينا عن إضاعتها ، والثاني : قطع المنازعة فإن الوثيقة تصير حكما بين المتعاملين ويرجعان إليها عند المنازعة فتكون سبباً لتسكين الفتنة ولا يجحد أحدهما حق صاحبه مخالفة أن تخرج الوثيقة وتشهد الشهود عليه بذلک فينفضح أمره بين الناس ..... والرابع : رفع الارتياب فقد يشتبه على المتعاملين إذا تطاول الزمان مقدار البدل ومقدار الأجل ، فإذا رجعا إلى الوثيقة لا يبقى لواحد منهما ريبة ..... توثيق التصرفات أمر مشروع لاحتياج الناس إليه في معاملاتهم خشية جحدا لحقوق أو ضياعها ، والأصل في مشروعية التوثيق ما ورد من نصوص ففي مسائل الدين جاء قوله تعالى : ﴿يآ يها الذين اٰمنوا إذا تداينتم بدين إلى أجل مسمى فاكتبوه﴾ [سورة البقرة : ۲۸۳] .
(۱۴/۳۴ ، ۱۳۵ ، توثيق)(جدید مسائل کا حل:ص/۱۰۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الضرورات تبيح المحظورات ، ومن ثم جاز أكل الميتة عند المخمصة . (۱/۳۰۷ ، قواعد الفقه :ص/۸۹)=

جامع مسجد کو تبدیل کرنا

مسئلہ (۷۰): جو جگہ ایک دفعہ مسجد ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ مسجد ہی رہتی ہے، اس لیے اگر کسی جگہ کے لوگ کسی مسجد کو منہدم کرنا چاہیں، تو شرعاً یہ درست نہیں ہے [1]، ہاں! البتہ اگر قدیم جامع مسجد مصلیوں کے لیے ناکافی ہو رہی ہو، یا کوئی اور مصلحت ہو، تو دوسری مسجد کو جامع مسجد قرار دینا اور اس میں جمعہ وغیرہ ادا کرنا درست ہے۔ [2]

=ما في " شرح المجلة " : الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامةً أو خاصةً . (ص/۳۳ ، المادة: ۳۲ ، قواعد الفقة :ص/۱۰۸ ، رقم قاعدة :۷۵ ، الأشباه والنظائر : ۱/۳۳۶)

(۲) ما في " رد المحتار " : قال تاج الشريعة : أما لو أنفق في ذلک مالاً خبيثاً ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره ، لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب فيكره تلويث بيته بما لا يقبله . شرنبلالي . (۲/۴۳۱ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب كلمة لا بأس دليل على المستحب غيره ، لأن الباس الشدة ، دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاوی محمودیہ:۱۵/۲۹۰، کراچی، فتاوی رحیمیہ:۹/۱۲۳، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثاني أبداً إلى قيام الساعة . وبه يفتى . " الحاوي القدسي " .

(۶/۴۲۹ ، كتاب الوقف ، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره)

(۲) ما في " تفسير الكشاف " : عن عطاء لما فتح الله الأمصار على يد عمر رضي الله تعالى عنه أمر المسلمين أن يبنوا المساجد وأن لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضار أحدهما صاحبه. (۲/۳۰۰ ، سورة التوبة ، ط: دار الإيمان سهارنفور)

مسجد کی آمدنی یا چندہ کی رقم پر سود

مسئلہ (۷۱): سودی رقم چوں کہ حرام ہے[۱]، اس لیے اگر کسی مسجد کی آمدنی یا چندہ کی رقم ضرورۃً بینک میں رکھی گئی ہو، اور اس پر سود ملا ہو، تو اس کو مسجد کے کاموں میں خرچ نہ کیا جائے، کیوں کہ یہ تقدُّسِ مسجد کے خلاف ہے، بلکہ یہ رقم بلانیتِ ثواب کسی غریب وفقیر کو صدقہ کردیں۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأحل الله البیع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه﴾ . (سورة التوبة :۱۰۸)

ما في " روح المعاني " : ویستفاد من الآیة أیضًا علی ما قیل النهي عن الصلاة فی مساجد بنیت مباهاة أو ریاء و سمعة أو لغرض سوی ابتغاء وجه الله تعالی ، وألحق بذلک کل مسجد بني بمال غیر طیب . (۳۱/۷ ، سورة التوبة :الآیة/۱۰۸)

ما في " صحیح البخاري " : عن أبي هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من تصدّق بعدل تمرة من کسب طیّب ولا یقبل الله إلا الطیب ، فإن الله یتقبّلها بیمینه ثم یربیها لصاحبه کما یربّی أحدکم فلوّه ، حتی تکون مثلَ الجبل " .

(۱۸۹/۱ ، کتاب الزکاة ، باب الصدقة من کسب طیب ، قدیمي)

ما في " مرقاة المفاتیح " : لو سقف المسجد بحرام حرم الجلوس تحته ، لأنه انتفاع بالحرام. (۴۱۷/۲)

ما في " رد المحتار " : قال تاج الشریعة : أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالاً سببه الخبیث والطیب فیکره ، لأن الله تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب ، فیکره تلویث بیته بما لا یقبله . شرنبلالیة . (۳۷۳/۲)

ما في " البحر الرائق " : وعلی هذا لو مات رجل وکسبه من ثمن الباذق والظلم أو أخذ الرشوة تعود الورثة ولا یأخذون منه شیئاً ، وهو الأولیٰ لهم ویردونه علی أربابه إن عرفوهم،=

ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا

مسئلہ (۷۲): مسجد کے سامان کے بارے میں فقہاء کرام یہ فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی مسجد ویران نہ ہو، اس کا سامان دوسری میں مسجد لے جانا درست نہیں ہے، اس لیے اگر پرانی مسجد کا سامان نئی مسجد میں لے جایا گیا، تو اس کو واپس لوٹانا ضروری ہے۔[۱]

حرم شریف کے گلاس کمرہ پر لانا

مسئلہ (۷۳): حرم شریف میں زمزم پینے کے لیے پلاسٹک کے جو گلاس رکھے جاتے ہیں، وہ گلاس حرم کے لیے وقف ہوتے ہیں، اس لیے ان کو اپنے ذاتی کام کے لیے اپنے کمرے پر لانا جائز نہیں ہے[۲]، کیوں کہ واقف اس پر راضی نہیں ہے۔[۳]

= وإلا يتصدقوا به ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذّر الرد . (۸/۳۶۹)

ما في " شرح السير الكبير " : وما حصل بسبب خبيث فالسبيل رده .

(۴/۱۷۶ ، بحوالہ فتاوی رحیمیہ: ۹/۱۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (عند الإمام والثانى) فلا يعود ميراثاً ، ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر سواء كانوا يصلون فيه أو لا ، وهو الفتوى . (۶/۴۲۹ ، كتاب الوقف ، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره) (فتاویٰ دار العلوم: ۱۴/۶۴، فتاویٰ محمودیہ: ۱۵/۴۵، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " فتاوى قاضي خان " : متولي المسجد ليس له أن يحمل سراج المسجد إلى =

نائب امام تنخواہ کا حقدار ہوگا؟

مسئلہ (۷۴): کسی مسجد کے امام کو کہیں جانے کی ضرورت پیش آئی، تو وہ اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے، کیوں کہ امامت اور تدریس میں نائب بنانا جائز ہے، مگر اجرت کا مستحق اصل امام اور اصل مدرس ہوگا، البتہ اصل نے نائب کے لیے کوئی اجرت مقرر کی ہو، تو وہ نائب اس کا مستحق ہوگا، اور اگر اجرت مقرر نہیں کی ہے تو وہ اَجرِ مثل، یعنی عامۃً اس طرح کی منفعت کی جو اجرت ہوتی ہے کا مستحق ہوگا۔ (۱)

=بيته . (۳۹۸/۴ ، كتاب الوقف)

ما في " البحر الرائق " : الأصح عدم جواز أخذ الجمد إلى بيته لأن الجمد لتبريد ماء السقاية لا للأخذ . (۴۲۷/۵ ، كتاب الوقف)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : شرط الواقف كنص الشارع – أي فى المفهوم والدلالة . در مختار . (۵۰۷/۵ ، كتاب الوقف ، مطلب استأجر داراً فيها أشجار)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۴/ ۶۲۴، کراچی، نظام الفتاویٰ: ۴/ ۲۳۸)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال في البحر : وحاصل ما فى القنية : أن النائب لا يستحق شيئاً من الوقف ، لأن الاستحقاق بالقرير ولم يوجد ، ويستحق الأصيل الكل إن عمل أكثر السنة ، وسكت عما يعينه الأصيل للنائب كل شهر فى مقابلة عمله ، والظاهر أنه يستحق لأنها إجارة، وقد وفي العمل بناء على قول المتأخرين المفتى به من جواز الاستيجار على الإمامة والتدريس وتعليم القرآن . (۴۹۴/۶ ، مطلب مهم في الاستنابة في الوظائف ، دار الكتاب ديوبند ، البحر الرائق : ۳۸۵/۵، ۳۸۶ ، كتاب الوقف) (احسن الفتاویٰ: ۷/ ۲۸۵)

کتاب الزکوة وصدقة الفطر

☆......زکوۃ اور صدقۂ فطر کے مسائل......☆

درآمد وبرآمد کرنے والی تجارتی کمپنیوں کے شیئرز پر زکوۃ

مسئله (۷۵): وہ تجارتی کمپنیاں جو ساز وسامان خرید کر آگے فروخت کرتی ہیں، اور درآمد وبرآمد کا کاروبار (Buisiness of Import& Export) کرتی ہیں، اسی طرح ملکی مصنوعات (Product`s) کی خرید وفروخت کی کمپنیاں، اور خام مال کے ذریعہ مصنوعات پیدا کرکے فروخت کرنے والی کمپنیاں وغیرہ؛ ان کے شیئرز پر زکوٰۃ واجب ہوگی، کیوں کہ وہ تجارتی کاروبار کرتی ہیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : الزكاة واجبة فى عروض التجارة كائنة ما كانت إذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب . كذا في الهداية .

(۱/۱۷۹ ، كتاب الزكاة ، الفصل الثاني في العروض)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (وفي عروض تجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب) معطوف على قوله أول الباب " في مائتي درهم " أى يجب ربع العشر في عروض التجارة إذا بلغت نصاباً من أحدهما . (۳۹۸/۲ ، كتاب الزكاة ، باب زكاة المال)

ما في " الموسوعة الفقهية " : جمهور الفقهاء على أن المفتى به هو وجوب الزكاة في عروض التجارة ، واستدلوا بقوله تعالى : ﴿يا يها الذين آمنوا انفقوا من طيبات ما كسبتم﴾ . وبحديث سمرة : كان النبي ﷺ يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع .

(۲۶۹/۲۳، زكاة)

صاحبِ نصاب شیئر ہولڈر کے سرمایہ سے زکوۃ

مسئلہ (۷۶): ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک خلطۃ الشیوع (مشترکہ ملکیت) شخصِ قانونی کے درجہ میں ہے، چنانچہ اگر کئی افراد کی مشترکہ ملکیت میں قابلِ زکوۃ بقدرِ نصاب مال ہو، تو مجموعی طور پر اس مال میں زکوۃ واجب ہوگی، البتہ امام مالک اور امام احمد بن حنبل خلطۃ الشیوع کا اعتبار صرف مویشیوں (چرنے والے جانوروں) میں کرتے ہیں، جب کہ امام شافعی تمام قابلِ زکوۃ اموال میں معتبر مانتے ہیں، یعنی فقہ شافعی کے مطابق ہر کمپنی پر بحیثیتِ کمپنی زکوۃ واجب ہوگی، اور احناف خلطۃ الشیوع (مشترکہ ملکیت) کو شخصِ قانونی نہیں مانتے، لہٰذا ان کے نزدیک کمپنی پر بہ حیثیتِ شخصِ قانونی زکوۃ واجب نہیں ہوگی، بلکہ جو شیئر ہولڈر بھی انفرادی طور پر صاحبِ نصاب بن جائے اس پر زکوۃ لازم ہوگی، یہی مسلک برصغیر کے علماء کرام اور موجودہ دور کے بہت سے علماء عرب کا ہے، البتہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ زکوۃ اگر چہ شیئر ہولڈر پر واجب ہوتی ہے، لیکن اگر کسی کمپنی کے کیفیت نامہ (Prospectus) یا اس کے سالانہ عمومی اجلاس (A.G.M.) میں، یا اس ملک کے قانون میں یہ بات طے کی گئی ہو کہ کمپنی صاحبِ نصاب شیئر ہولڈر کے سرمایہ سے ہر سال زکوۃ نکال دے گی، تو کمپنی شیئر ہولڈرز کی طرف سے زکوۃ ادا کرسکتی ہے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يزكي رب المال (المالك) رأس المال وحصته من الربح ، ويزكي العامل حصته من الربح ، .... قال أبوحنيفة : يزكي كل واحد من المالك والعامل بحسب حظه أو نصيبه كل سنة ، ولا يؤخر إلى المفاصلة ، أي التصفية . =

فلاحی اداروں اور تنظیموں کی حیثیت

مسئلہ (۷۷): جو تنظیمیں اور فلاحی ادارے زکوۃ کی رقم جمع کرتے ہیں، وہ اس رقم کے مالک نہیں ہوتے، بلکہ زکوۃ دہندگان کے وکیل ہوتے ہیں، لہٰذا اگر وہ صحیح مصرف میں خرچ کریں گے، تو زکوۃ دہندگان کی زکوۃ ادا ہوگی، ورنہ نہیں۔ (۱)

=(۱۸۷۸/۳، کتاب الزکاة، سادسا : زکاة شرکة المضاربة)

ما في " رد المحتار " : (ولا تجب) الزکاة عندنا (في نصاب) مشترک (من سائمة) ومال تجارة (وإن صحت الخلطة فیه) . قوله : (في نصاب مشترک) المراد أن یکون بلوغه النصاب بسبب الاشتراک وضم أحد المالین إلی الآخر بحیث لا یبلغ مال کل منهما بانفراده نصاباً . (۲۱۶/۳ ، کتاب الزکاة ، باب زکوٰة المال)

ما في " فقه النوازل للشیخ محمد بن حسین الجیزاني " : تجب زکاة الأسهم علی أصحابها ، وتخرجها إدارة الشرکة نیابة عنهم إذا نص في نظامها الأساسي علی ذلک ، أو صدر به قرار من الجمعیة العمومیة ، أو قانون الدولة یلزم الشرکات بإخراج الزکاة ، أو حصل تفویض من صاحب الأسهم لإخراج إدارة الشرکة زکاة أسهمه . (۲۰۲/۲ ، المکتبة دارابن الجوزی)

(تجارتی کمپنیوں کا لائحۂ عمل شریعت کے دائرہ میں: ص/۷۲،۷۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿إنما الصدقٰت للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیها والمؤلّفة قلوبهم .... وفي سبیل الله وابن السبیل﴾ . (سورة التوبة : ۶۰)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : فإن الصدقة تقتضي تملیکاً وقال : إذ شرط الصدقة وقوع الملک للمتصدق علیه . (۱۶۱/۳)

ما في " سنن أبي داود " : قوله علیه السلام : " إن الصدقة لا تحل لغني ولا لذي مرة سوی " . (ص/ ۲۳۱ ، کتاب الزکاة)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : ولا یخرج عن العهدة بالعزل ، بل بالأداء للفقراء ...... فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکاة ولو مات کانت میراثاً عنه . =

دواخانہ کی تعمیر میں زکوٰۃ یا سودی رقم

مسئلہ (۷۸): دواخانہ کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا درست نہیں، اگر استعمال کی جائے تو لوگوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[1]، اسی طرح سودی رقم بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر للہ رقم نہ ملتی ہو، اور تعمیری کام رُکا ہوا ہو، تو اِس صورت میں رفاہِ عام (دواخانہ کی عمارت جس کو مسلم وغیر مسلم سب استعمال کریں گے) میں سودی رقم لگانے کی گنجائش ہے[2]، زکوۃ کی رقم استعمال نہیں کر سکتے۔

=(۱۷۶/۳، کتاب الزکاۃ، مطلب في زکاۃ ثمن المبیع وفاء)

ما في " الفتاوی الولوالجیة ": ولا یجوز الحج والعتق وبناء المسجد من زکاۃ ماله لأنهم ماموررون بالإتیان للفقیر، وهو عبارۃ عن التملیک من الفقیر ولم یوجد. (۱۸۰/۱، الفصل الثاني)

ما في " البحر الرائق ": وأشار المصنف إلی أنه لا یخرج بعزل ما وجب عن العهدۃ بل لا بد من الأداء إلی الفقیر. (۳۶۹/۲، کتاب الزکاۃ)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامیة ": ویشترط أن یکون الصرف (تملیکاً) لا إباحة کما مر (لا) یصرف (إلی بناء) نحو (مسجد و) ..... قوله: (نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل ما لاتملیک فیه.

(۲۶۳/۳، باب المصرف، کتاب الزکوٰۃ، الفتاوی الهندیة: ۱۸۸/۱، باب المصرف، تبیین الحقائق: ۲۲۰/۲، باب المصرف، البحر الرائق: ۴۲۰/۲)

(۲) ما في " بدائع الصنائع ": وعلی هذا یخرج صرف الزکاۃ إلی وجوه البر من بناء المساجد والرباطات والسقایات، وإصلاح القناطر، وتکفین الموتی ودفنهم أنه لایجوز، لأنه لم یوجد التملیک أصلاً. (۱۴۲/۲، کتاب الزکوٰۃ، فصل فی رکن الزکوٰۃ)

ما في " فتاوی معاصرۃ للدکتور یوسف القرضاوي ": الرابع: أن یصرف فی مصارف الخیر، أی للفقراء والمساکین والیتامیٰ وابن السبیل، وللمؤسسات الخیریة الإسلامیة =

صدقۂ فطر کا وجوب

مسئلہ (۷۹): صدقۂ فطر، عید الفطر کے دن صبح صادق طلوع ہونے کے وقت واجب ہوتا ہے، لہٰذا جو شخص فجر کا وقت آنے سے قبل فوت ہوگیا، یا فقیر ہوگیا، اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں۔(۱)

=الدعوية والإجتماعية، وهذا هو الوجه المتعين . (۲/۱۱۴)

ما في " فقه النوازل " : الفائدة الربوية من الكسب الخبيث وعلى المسلمين استيفاء ها والتخلص منها يصرفها في مصالح المسلمين العامة . (۳/۱۵۲، وثيقة : ۱۵)

(فتاوی رحیمیہ: ۹/۲۷۹، کفایت المفتی: ۸/۶۸)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ووقت الوجوب بعد طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر ، فمن مات قبل ذلك لم تجب عليه الصدقة .... لو افتقر الغني قبله لم تجب ، كذا في المحيط السرخسي . (۱/۱۹۲ ، الباب الثاني في صدقة الفطر)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ووقت وجوبها من حين يطلع الفجر الثاني من يوم الفطر ، حتى إذا مات قبل ذلك أو أبق العبد أو كان معسراً فلا وجوب .

(۲/۱۳۷، كتاب الصوم ، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : قال الحنفية : يجب الفطرة بطلوع الفجر من يوم عيد الفطر، فمن مات قبل ذلك أي طلوع الفجر لم تجب فطرته . (۳/۲۰۴۱)

ما في " مجمع الأنهر " : وتجب الفطرة بطلوع أي بعد طلوع فجر يوم الفطر أي وجوب الفطرة يتعلق بطلوع الفجر الثاني من يوم الفطر ، فمن مات قبله .... لا تجب .

(۱/۳۳۷، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر)

صدقۂ فطر کی پیشگی ادائیگی

مسئلہ (۸۰): صدقۂ فطر کی پیشگی ادائیگی مطلقاً جائز ہے، یا رمضان مبارک کے شروع ہوجانے کے بعد؟ اس سلسلے میں اختلاف ہے، اور مطلقاً جواز کا قول راجح ہے[۱]، اگر کوئی شخص عید کے دن بھی صدقۂ فطر ادا نہ کرسکا، تو وہ ساقط نہ ہوگا، بلکہ اس کے ذمہ میں باقی رہے گا۔[۲]

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بذل المجهود " :قال في البدائع : ولو عجل الصدقة على يوم الفطر لم يذكر في ظاهر الرواية ، وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه يجوز التعجيل سنة وسنتين ، وعن خلف بن أيوب أنه يجوز تعجيلها إذا دخل رمضان ، ولا يجوز قبله ...... والصحيح أنه يجوز التعجيل مطلقاً ، وذكر السنة والسنتين في رواية الحسن ليس على التقدير ، بل هو بيان لاستكثار المدة أي يجوز وإن كثرت المدة . (۶/ ۴۳۴ ، كتاب الزكاة ، زكاة الفطر متى تؤدى)

ما في " رد المحتار " : لكن عامة المتون والشروح على صحة التقديم مطلقاً وصححه غير واحد ، ورجّحه في النهر ، ونقل عن الولوالجية أنه ظاهر الرواية ، قلت : فكان هو المذهب. (۳/ ۲۹۰ ، كتاب الزكاة ، في مقدار الفطرة)

ما في " البناية شرح الهداية " :ولا تفصيل بين مدة ومدة ، أي لا تفصيل في جواز تقديم صدقة الفطرة بين مدة ومدة، بل يجوز التقديم مطلقاً ، هو الصحيح .

(۳/ ۵۹۵ ، كتاب الزكاة ، صدقة الفطر وقت وجوب الفطرة ، خلاصة الفتاوى : ۱/ ۲۷۵ ، كتاب الصوم ، الفصل السابع في صدقة الفطر)

(الفقه الإسلامي وأدلته : ۳/ ۲۰۴۱ ، الفصل الثاني ، صدقة الفطر ، المبحث الثاني)

(۲) ما في " بذل المجهود " : وأما وقت أدائها فجمع العمر عند عامة أصحابنا ، ولا تسقط بالتأخير عن يوم الفطر . (۶/ ۴۳۲ ، كتاب الزكاة ، زكاة الفطر)

ما في " خلاصة الفتاوى " : ولا يسقط بتأخير الأداء وإن افتقر بخلاف الزكوٰة . =

اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر

مسئلہ (۸۱): مالدار آدمی کے لیے اپنی، اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے، اگر نابالغ اولاد مالدار ہو، تو ان کے مال میں سے ادا کرے، بالغ اولاد یا بیوی کی طرف سے، باپ یا شوہر پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب نہیں، البتہ اگر باپ یا شوہر بالغ اولاد یا بیوی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کردے، تو استحساناً ادا ہوجائے گا۔ (۱)

=(۱/۲۷۵ ، کتاب الصوم ، الفصل السابع)

ما في " البحر الرائق " : وأما التأخير فلأنها قربة مالية فلا تسقط بعد الوجوب إلا بالأداء كالزكاة ، حتى لو مات ولده الصغير أو مملوک يوم الفطر لا يسقط عنه ، أو افتقر بعد ذلک فکذلک . (۲/۴۴۵ ، کتاب الزکاة ، صدقة الفطر) (احسن الفتاوی:۴/۳۸۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : وتجب عن نفسه وطفله الفقير ، ولا يؤدي عن زوجته وعن أولاده الكبار ، وإن كانوا في عياله ، ولو أدی عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاهم استحساناً ، کذا في الهداية . (۱/۱۹۲.۱۹۳)

ما في " الهداية " : قال : يخرج ذلک عن نفسه ، ويخرج عن أولاده الصغار ومماليكه ، ولا يؤدي عن زوجته لقصور الولاية والمؤنة ، ولا عن أولاده الكبار ، وإن كانوا في عياله لإنعدام الولاية ، ولو أدی عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاهم استحساناً لثبوت الإذن عادة .

(۱/۲۰۸ ، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " :ويؤديها من وجبت عليه عن نفسه وأولاده الصغار ولا يؤدي عن زوجته ، ولا عن أولاده الكبار ، وإن كانوا في عياله ، لكن لو أدی عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاهم استحساناً . (۳/۲۰۳۸)

(کذا في تبيين الحقائق : ۲/۱۳۳ ، ۱۳۴ ، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر)=

اقرباء کی طرف سے صدقۂ فطر

مسئلہ (۸۲): جو خویش واقارب اپنے بیرون ملک رہائش پذیر رشتہ داروں کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرتے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ ان کی طرف سے عمدہ قسم کے نصف صاع، یعنی ایک کلو ۶۳۶ رگرام، احتیاطاً پونے دو کلو گیہوں یا اس کا آٹا، یا اُس کا ستو، یا ایک صاع، یعنی تین کلو ۲۷۲ رگرام، احتیاطًا ساڑھے تین کلو کشمش، کھجور، یا جَو سے صدقۂ فطر ادا کریں، یا بیرون ملک کی قیمت کے حساب سے مذکورہ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی قیمت ادا کریں[1]، اگر یہاں کی قیمت زیادہ ہے تو یہاں کے حساب سے ادا کریں، تاکہ غریبوں کا فائدہ ہو۔[2]

=ما في " الفتاوی التاتارخانیة " : إذا کان للصغیر مال فصدقة فطره عند أبي حنیفة وأبي یوسف تجب علی الصغیر . (۲/۱۴۱ ، کتاب الصوم ، الفصل الثالث عشر في صدقة الفطر)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وکذا یؤدي عن نفسه فکذلک یؤدي عن أولاده الصغار ... وإن کان للولد الصغیر مال أدی عنه أبوه من مال الصغیر في قول أبي حنیفة وأبي یوسف رحمهما الله تعالی ، ولیس علی الرجل أن یؤدي عن أولاده الکبار ، ولا یؤدي الزوج زکاة الفطر عن زوجته . (۳/۱۱۳ – ۱۱۶ ، کتاب الصوم ، باب صدقة الفطر)

والحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : نصف صاع من برّ أو دقیقه أو سویقه أو زبیب أو صاع تمر أو شعیر . (۳/۲۸۶ ، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر ، کذا في البحر الرائق : ۲/۴۴۳، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر ، کذا في تبیین الحقائق : ۲/۱۳۷ ، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر ، کذا في مجمع الأنهر : ۱/۳۳۷ ، کتاب الزکاة ، باب صدقة الفطر)

(۲) ما في " مجمع الأنهر " : وفي الظهیریة : إن الفتوی علی أن القیمة أفضل ، لکن لا خلاف بین النقلین في الحقیقة ، لأنهما نظراً لما هو أکثر نفعاً وأدفع للحاجة ، والله تعالی أعلم .=

صدقۂ فطر کا مصرف

مسئلہ (۸۳): صدقۂ فطر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے، یعنی جہاں جہاں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، اُن جگہوں میں صدقۂ فطر دینا بھی جائز ہے، اور جہاں جہاں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، اُن جگہوں میں صدقۂ فطر دینا بھی جائز نہیں ہے، البتہ غریب غیر مسلم لوگوں کو صدقۂ فطر دینا کراہت کے ساتھ جائز ہے، اور زکوٰۃ دینا بالکل ہی جائز نہیں۔ (۱)

=(۱/ ۳۳۹ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ودفع القيمة) أي الدراهم (أفضل من دفع العين على المذهب) المفتى به ، أي الدراهم ربما يشعر أنها المرادة بالقيمة مع أن القيمة تكون أيضاً من الفلوس والعروض .... العلة في أفضلية القيمة كونها أعون على دفع حاجة الفقير لاحتمال أنه يحتاج غير الحنطة مثلا من ثياب ونحوها .

(۳/ ۲۸۹ ، كتاب الزكاة ، مطلب في مقدار الفطرة)

ما في " بدائع الصنائع " : أن الناس إذا اختلفوا في صاع يقدرونه بالوزن ، فدل على أن المعتبر هو الوزن، وأما صفة الواجب فهو أن وجوب المنصوص عليه من حيث أنه مال متقوم على الإطلاق لا من حيث أنه عين فيجوز أن يعطى عن جميع ذلك القيمة دراهم أو دنانير أو فلوساً أو عروضاً أو ما شاء وهذا عندنا .

(۲/ ۲۰۵ ، كتاب الزكاة ، بيان جنس الواجب وقدره وصفته)

ما في " البحر الرائق " :ولم يتعرض المصنف لأفضلية العين أو القيمة ، فقيل بالأول ، وقيل بالثاني ، والفتوى عليه ، لأنه أدفع لحاجة الفقير ، كذا في الظهيرية .

(۲/ ۴۴۴ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر) (فتاوی رحیمیہ: ۷/ ۱۹۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الصدقٰت للفقراء والمسٰكين والعٰملين عليها =

....

....

....

....

=والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل ، فريضة من الله ، والله عليم حكيم﴾ . (سورة التوبة : ۱۰)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف) وفي كل حال (إلا في) جواز (الدفع إلى الذمي) . التنوير وشرحه . وفي الشامية : قوله : (إلا في جواز الدفع إلى الذمي) في الخانية جاز ويكره . (۳/ ۳۲۵ ، كتاب الزكاة ، باب صدقة الفطر ، بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : اتفق الفقهاء على أن مصرف زكاة الفطر هو مصارف الزكاة المفروضة ، لأن صدقة الفطر زكاة فكان مصرفها مصرف سائر الزكوٰة ، ولأنها صدقة ، فتدخل في عموم قوله تعالى : ﴿إنما الصدقٰت للفقراء والمسٰكين﴾ ولا يجوز دفعها إلى من لا يجوز دفع زكاة المال إليه ، ولا يجوز عند الجمهور دفعها إلى ذمي لأنها زكاة ، فلم يجز دفعها إلى غير المسلمين ، كزكاة المال ، ولا خلاف في أن زكاة المال لا يجوز دفعها إلى غير المسلمين .... وقال الحنفية : صدقة الفطر كالزكاة في المصارف وفي كل حال إلا في جواز الدفع إلى الذمي مع الكراهة . (۳/ ۲۰۴۸ ، الفصل الثاني صدقة الفطر)

ما في " تبيين الحقائق " : قال الإمام الحافظ الدين النسفي : (وصح غيرها) أي صح دفع غير الزكاة من الصدقات إلى الذمي كصدقة الفطر والكفارات . (۲/ ۱۲۰ ، باب المصرف)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزكاة إليهم بالإتفاق ويجوز صرف صدقة التطوع إليهم بالإتفاق ، واختلفوا في صدقة الفطر والنذور والكفارات ، قال أبوحنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى : يجوز إلا أن فقراء المسلمين أحب إلينا ، كذا في شرح الطحاوي . (۱/ ۱۸۸ ، كتاب الزكاة ، الباب السابع في المصارف ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۱۹۴ ، الباب الثامن في صدقة الفطر) (فتاوی محمودیہ: ۹/ ۶۱۸، کراچی)

قربانی کی کھال کی رقم کا مصرف

مسئلہ (۸۴): قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد ان کا حکم زکوٰۃ کی رقم کا ہے، جس کی تملیک ضروری ہے، اور مسجد، مدرسہ یا کنویں کی تعمیر میں تملیک نہیں پائی جاتی، اس لیے اس میں خرچ کرنا درست نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المغني والشرح الكبير " : روي عن ابن عمر أنه يبيع الجلد ويتصدق بثمنه .
(۱۱۲/۱۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : من باع جلد أضحية فلا أضحية له ، فإن باع نفذ البيع عند أبي حنيفة ومحمد رحمه الله تعالى ، ووجب عليه التصدق بثمنه ، لأن القربة ذهبت عنه ببيعه .
(۱۰۴/۵)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلک أو بدراهم تصدق بثمنه . (۳۹۸/۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب ، ولا بأس بأن يشتري به ما ينتفع بعينه مع بقائه استحساناً ، ولا يشترى به ما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک ، نحو اللحم والطعام ، ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله ، واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح ، حتى لا يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک ، ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز ، لأنه قربة كالتصدق . (۳۰۱/۵ ، كذا في البحر الرائق : ۳۲۷/۸)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وأيضاً فإن الصدقة تقتضي تمليكاً .... فلا يجوز أن يكون ذلک مجزياً من الصدقة ، إذ شرط الصدقة وقوع الملک للمتصدق عليه . (۱۶۱/۳)

ما في " رد المحتار " : قوله : (تمليكاً) فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليک ، ولو أطعمه عنده ناويا الزكاة لا تكفي ..... (نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد ، وكل ما لا تمليک فيه . (۲۶۳/۳)

(فتح القدير : ۲۷۲/۲ ، دار الكتب العلمية بيروت)

قربانی کی کھال کی رقم رفاہی کاموں میں

مسئلہ(۸۵): قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد ان کا حکم زکوٰۃ کی رقم کا ہے، جس کی تملیک ضروری ہے، اور بغیر تملیک کے رفاہی کاموں میں اس کا خرچ کرنا درست نہیں، لہٰذا قربانی کی کھالیں ایسے اداروں اور جماعتوں کو دینا چاہیے، جو شرعی اصولوں کے مطابق ان کو صحیح جگہ خرچ کرتے ہیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المغني والشرح الكبير " : روي عن ابن عمر أنه يبيع الجلد ويتصدق بثمنه . (۱۱/۱۱۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلک أو بدراهم تصدق بثمنه . (۹/۳۹۸)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب ، ولا بأس بأن يشتري به ما ينتفع بعينه مع بقائه استحساناً ، ولا يشتري به ما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک، نحو اللحم والطعام ، ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله ، واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح ، حتى لا يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک ، ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز ، لأنه قربة كالتصدق . (۵/۳۰۱ ، كذا في البحر الرائق : ۸/۳۲۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وإنما لم يحل البيع بما يستهلک ، لقوله عليه السلام : " من باع جلد أضحية فلا أضحية له " . فإن باع نفذ البيع عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ، ووجب عليه التصدق بثمنه . (۵/۱۰۴ ، أضحية)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الصدقٰت للفقراء والمسٰكين . الخ﴾ . (سورة التوبة : ۶۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : إن الصدقة تقتضي تمليكاً ، وقال : إذ شرط الصدقة وقوع الملک للمتصدق عليه . (۳/۱۶۱)

ما في " فتح القدير " : ولا يبنى بها (الزكاة) مسجد ، ولا يكفن بها ميت لإنعدام التمليک ، وهو الركن ، فإن الله تعالى سماها صدقة ، وحقيقة الصدقة تمليک المال . (۲/۲۷۲)

کتاب الصوم

☆......روزے کے مسائل......☆

رمضان المبارک کی اہمیت

مسئلہ (۸٦): رمضان المبارک بڑا بابرکت مہینہ ہے، آپ ﷺ رجب ہی سے رمضان تک بقا کی دعا فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ۲۹/شعبان کو رمضان کی آمد کی اطلاع فرمائی، اور اس کی اہمیت کو آشکارہ کیا، کہ رمضان کا ایک سیکنڈ بھی غفلت میں نہ گزرنے پائے، ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جب نصف شعبان گزر جائے تو پھر روزہ نہ رکھا جائے، تاکہ رمضان کے روزوں پر اثر نہ پڑے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن﴾ . (البقرة : ۱۸۵)

ما في " روح المعاني ": (شهر رمضان) من وجوب التعظيم المستفاد مما فيأثره على كل من أدركه ومدركه إما حاضر أو مسافر .. الخ . (۹۳/۲ ، ۹۴)

ما في " مجمع الزوائد " : عن أنس رضي الله تعالى عنه قال : كان النبي ﷺ إذا دخل رجب قال : "اللهم بارک لنا في رجب وشعبان وبلّغنا رمضان " .

(۲۵۵/۳ ، كتاب الزكوٰة ، باب في شهور البركة وفضل شهر رمضان)

ما في " مجمع الزوائد " : وعن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ ذات يوم : " إن أبواب السماء تفتح في أول ليلة من شهر رمضان ، فلا تغلق إلى آخر ليلة منه". (۲۵۸/۳ ، كتاب الزكاة ، باب في شهور البركة . الخ ، رقم الحديث : ۴۷۸۶)

ما في " كنز العمال " :قال رسول الله ﷺ : " يا أيها الناس قد أظلّكم شهرٌ عظيمٌ مبارک ، شهر فيه ليلة خير من ألف شهر ، جعل الله تعالى صيامه فريضة وقيام ليله تطوعًا ، من=

دن میں سفر کا ارادہ ہوتو روزہ رکھے یا نہیں؟

مسئلہ (۸۷): جو شخص صبح صادق سے پہلے مقیم ہو اور دن میں سفر کا پختہ ارادہ رکھتا ہو، تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا لازم ہے، اور اگر اولِ دن میں مسافر تھا، پھر بعد میں مقیم ہوا، تو اس روزے کو نہ رکھنے کی وجہ سے وہ گنہگار نہیں ہوگا، البتہ قضا لازم ہوگی۔ (۱)

= تقرّب فيه بخصلة من الخير كان كمن أدّى فريضةً فيما سواهُ ، ومن أدّى فريضةً فيه كان كمن أدّى سبعين فريضةً فيما سواهُ ، وهو شهر الصبر ، والصبرُ ثوابه الجنة .... وهو شهر أوله رحمة ، وأوسطه مغفرة ، وآخره عتق من النار " الحديث .

(۲۲۲/۸ ، كتاب الصوم ، قسم الأقوال ، رقم الحديث : ۲۳۷۰۹)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : "إذا انتصف شعبان فلا تصوموا " .

(ص/۳۱۹ ، كتاب الصيام ، باب في كراهية ذلک ، قديمي ، رقم الحديث : ۲۳۳۷)

ما في " بذل المجهود " : والنهي للتنزيه رحمة على الأمة أن يضعفوا عن حق القيام بصيام رمضان على وجه النشاط . (۴۷۱/۸ ، كتاب الصيام ، رقم الحديث : ۲۳۳۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۵)

ما في " التفسير المظهري " : قال البغوي رحمه الله تعالى : اختلف أهل العلم فيمن أدركه الشهر وهو مقيم ثم سافر، روي عن علي أنه قال : لا يجوز له الفطر ، وبه قال عبيدة السلماني لقوله تعالى : ﴿ فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ أي الشهر كله ، وذهب أكثر الصحابة والفقهاء إلى أنه إذا أنشأ السفر في شهر رمضان جاز له أن يفطر بعد ذلک اليوم ، قلت : وعليه انعقد الإجماع . (۲۲۰/۱)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : إذا طرأ عليه شهر رمضان وهو مقيم ثم سافر لم يفطر ،=

....

= لقوله تعالى : ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ .

(۱/۲۴۳ ، باب الغلام يبلغ والكفار يسلم في بعض رمضان)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : وأخرج سعيد بن منصور عن ابن عمر رضي الله عنهما فيقوله : ﴿فمن شهد منكم الشهر فليصمه﴾ قال : من أدركه رمضان في أهله ثم أراد السفر فليصم . (۱/۳۴۴)

ما في " رد المحتار " :(لما يجب على مقيم إتمام) صوم (يوم منه) أي رمضان (سافر فيه) أي في ذلك اليوم (و) لكن (لا كفارة عليه لو أفطر فيهما) ...... قوله : (كما يجب على مقيم الخ) ...... فلو سافر بعد الفجر لا يحل الفطر ، قال في " البحر " : وكذا لو نوى المسافر الصوم ليلاً وأصبح من غير أن ينتقض عزيمته قبل الفجر ثم أصبح صائماً لا يحل فطره في ذلك اليوم ، ولو أفطر لا كفارة عليه ، قوله : (فيهما) أي في مسئلة المسافر إذا أقام ، ومسئلة المقيم إذا سافر كما في " الكافي النسفي " .

(۳/ ۳۷۱ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض المبيحة لعدم الإفطار)

ما في " حاشية الطحطاوي " : يباح الفطر .... (للمسافر) الذي أنشأ السفر قبل طلوع الفجر إذ لا يباح له الفطر بإنشائه بعد ما أصبح صائماً . (ص/٦٨٦ ، كتاب الصوم)

ما في " الفتاوى الهندية " :(منها السفر) الذي يبيح الفطر وهو ليس بعذر في اليوم الذي أنشأ السفر فيه ، كذا في الغياثية ، فلو سافر نهاراً لا يباح له الفطر في ذلك اليوم ، وإن أفطر لا كفارة عليه . (۱/٢٠٦ ، كتاب الصيام ، الباب الخامس في الأعذار التي تبيح الإفطار)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أن يبدأ السفر قبل الفجر ، أو يطلع الفجر وهو مسافر ، وينوي الفطر ، فيجوز له الفطر إجماعاً ، كما قال ابن جزّیٰ ، لأنه متصف بالسفر عند وجود سبب الوجوب الثانية أن يبدأ السفر بعد الفجر، بأن يطلع الفجر وهو مقيم ببلده ، ثم يسافر بعد طلوع الفجر ، أو خلال النهار ، فإنه لا يحل له الفطر بإنشاء السفر بعد ما أصبح صائماً ، ويجب عليه إتمام ذلك اليوم ، وهذا مذهب الحنفية والمالكية ، وهو الصحيح من مذهب الشافعية . (۲۸/۴۸ ، صوم) (احسن الفتاوی:۴/۴۴۷)

روزے کی طاقت نہ ہوتو کیا کرے؟

مسئلہ (۸۸): اگر کسی شخص کو رمضان کے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو اور تندرستی کی امید بھی نہ ہو، تو وہ روزہ کا فدیہ دے سکتا ہے، ایک روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر (احتیاطاً پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت) ہے، یا ہر روزے کے بدلے ہر دن ایک مسکین کو دو وقت کھانا کھلا سکتا ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعلى الذين يطيقونه فديةٌ طعام مسكين﴾ . (البقرة : ۱۸۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : فاحتمل هذا اللفظ معاني ؛ منها ما بينه ابن عباس أنه أراد الذين كانوا يطيقونه ثم كبروا فعجزوا عن الصوم فعليهم الإطعام ، والمعنى الآخر أنهم يكلفونه على مشقة فيه وهم لا يطيقونه لصعوبته فعليهم الإطعام . (۱/۲۱۶)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : إذا وجب على الرجل القضاء بأن أفطر بعذر أو بغير عذر ولم يقض حتى عجز وصار شيخاً فانياً بحيث لا يرجى برؤه يجوز له الفدية ، وإنما يجوز له الفدية عن صوم هو أصل بنفسه وهو صوم رمضان عند وقوع اليأس عن القضاء . (۲/۱۱۷ ، كتاب الصوم ، الفصل السابع في الأسباب المبيحة للفطر ، بدائع الصنائع :۲/۲۵۲ ، كتاب الصوم، الأمور التي تبيح الفطر ، تبيين الحقائق : ۲/۱۹۸ ، ۱۹۹ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض ، الدر المختار مع الشامية : ۳/۳۶۵ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض)

ما في " الفتاوى الهندية " : فالشيخ الفاني الذي لا يقدر على الصيام يفطر ويطعم لكل يوم مسكيناً كما يطعم في الكفارة . كذا في الهداية .

(۱/۲۰۷ ، كتاب الصوم ، الأعذار التي تبيح الافطار)

(فتاوی محمودیہ: ۱۰/۱۷۲، کتاب الصوم، باب قضاء الصوم وکفارتہ وفدیتہٗ)

روزہ رکھنے سے قریب المرگ ہوجانا

مسئلہ (۸۹): اگر کوئی شخص روزہ رکھنے سے اس قدر بیمار ہوجاتا ہے کہ قریب المرگ ہوجاتا ہے اور روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہوتا، اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہتا ہے، تو ایسا شخص مریض کے حکم میں ہے [۱]، اور شریعت نے مریض کو رخصتِ افطار دی ہے [۲]، لہٰذا اگر وہ اس طرح کا مریض ہے کہ بعد میں قضا پر قادر نہیں ہوسکتا تو اس پر فدیہ لازم ہوگا [۳]، اور اگر فدیہ ادا کرنے کے بعد قضا پر قادر ہوجائے، تو فدیہ کا حکم باطل ہوجائے گا، اور فوت شدہ روزوں کی قضا لازم ہوگی۔ [۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق ": والصحيح الذي يخشى أن يمرض بالصوم فهو كالمريض ، ومراده بالخشية غلبة الظن كما أراد المصنف بالخوف إياها .

(۴۹۲/۲ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض)

ما في " رد المحتار " : قوله : وصحيح خاف المريض أي بغلبة الظن . (۳۶۰/۳ ، كتاب الصوم ، فصل في العوارض ، الفتاوى الهندية : ۲۰۷/۱ ، الباب الخامس في الأعذار التي الخ)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن كان مريضاً أو على سفر فعدّة من أيام أخر﴾ .

(سورة البقرة : ۱۸۵)

ما في " الفتاوى الهندية " : المريض إذا خاف على نفسه التلف أو ذهاب عضو يفطر بالإجماع ، وإن خاف زيادة العلة وامتداده فكذلک عندنا ، وعليه القضاء إذا أفطر .

(۲۰۷/۱ ، كتاب الصوم ، الباب الخامس في الأعذار)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ . (البقرة : ۱۸۴)

ما في " التفسير المنير " : وأجمع العلماء على أن الواجب على الشيخ الهرم الفدية ، =

کفارہ کی بجائے توبہ

مسئلہ (۹۰): رمضان کے ادا روزے کو جان بوجھ کر توڑ دینے سے قضا وکفارہ دونوں لازم ہوجاتے ہیں(۱)محض توبہ کرنا کافی نہیں ہوگا۔(۲)

=ومثله المريض الذي لا يرجىٰ برؤه . (۱/۵۰٦)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما وجوب الفداء ، فشرطه العجز عن القضاء وعجزاً لا ترجىٰ معه القدرة في جميع عمره . (۲/۲۷۵ ، كتاب الصوم ، كيفية القضاء)

ما في " رد المحتار " : (أو مريض خاف الزيادة) لمرضه (الفطر) وقضوا لزوماً (ما قدروا بلا فدية) ...... وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي وجوباً ، ما في القهستاني عن الكرماني : المريض إذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض .
(۳/۴۰۳ ، كتاب الصوم)

(۴) ما في" الفتاوى الهندية ": ولو قدر على الصيام بعد ما فدى بطل حكم الفداء الذي فداه ، حتى يجب عليه الصوم ، هكذا في النهاية . (۱/۲۰۷ ، كتاب الصوم ، الباب الخامس)

ما في " الهداية ": ولو قدر على الصوم يبطل حكم الفداء ، لأن شرط الخليفة استرار العجز .
(۱/۲۲۲ ، كتاب الصوم ، ما يوجب القضاء) (خیر الفتاوی:۴/۹۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نور الإيضاح ونجاة الأرواح " : باب ما يفسد به الصوم وتجب به الكفارة مع القضاء ؛ وهو اثنان وعشرون شيئًا : إذا فعل الصائم شيئًا منها طائعا متعمّدا غير مضطرّ لزمه القضاء والكفارة ، وهي : الجماع في أحد السبيلين على الفاعل والمفعول به . والأكل ، والشرب ... اهـ . (ص/۱۳۳ ، كتاب الصوم ، المكتبة العصرية صيدا ، بيروت)

(۲) ما في " البحر الرائق " : واعلم أن هذا الذنب أعني ذنب الافطار عمداً ، لا يرتفع بالتوبة بل لا بد من التكفير ، ولهذا قال في الهداية : وبإيجاب الاعتاق عرف أن التوبة غير مكفرة لهذه الجنابة وتبعه الشارحون . (۲/۴۸۵ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " حاشية الطحطاوي " : وذنب الافطار عمداً لا يرتفع بالتوبة ، بل لا بد من التكفير .=

ماہِ رمضان المبارک میں ہوٹل بند رکھنا

مسئلہ (۹۱): ماہِ رمضان المبارک کا احترام کرتے ہوئے دن میں کھانے پینے کی ہوٹل بند رکھنا ضروری ہے، کھانے پینے والا چاہے کوئی بھی ہو، یہ مبارک مہینہ شعائر اللہ میں سے ہے، اور شعائر اللہ کا احترام ہر ایک پر ضروری ہے، لہذا اگر کوئی شخص کھانے یا چائے کی ہوٹل دن میں کھلا رکھتا ہے، تو وہ ماہِ مبارک کی بے حرمتی اور تعاون علی الاثم کا مرتکب ہوگا، ہاں! شام کو افطاری سے کچھ دیر پہلے چونکہ لوگ افطار کی چیزیں خرید کر گھر لے جاتے ہیں، تو اس وقت میں ہوٹل کھلی رکھنے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (۱)

=''هدايه'' . فهو كجناية السرقة والزنا حيث لا يرتفعان بمجرد التوبة بل بالحد .

(ص/۲۶۴ ، ما يفسد الصوم وتجب به الخ)

ما في '' الهداية '' : ان الكفارة تعلقت بجناية الافطار في رمضان على وجه الكمال ، وقد تحققت ، وبايجاب الاعتاق تكفيراً عرف أن التوبة غير مكفرة لهذه الجناية .

(۱/۲۱۹ ، باب ما يوجب القضاء والكفارة ، فتح القدير : ۲/۳۴۴)

ما في '' تبيين الحقائق '' : وبإيجاب الاعتاق تكفيراً علم ان التوبة وحدها غير مكفرة لهذا الذنب . (۲/۱۸۰ ، ما يفسد الصوم وما لا يفسده) (فتاوی دار العلوم دیوبند:۶/۴۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا لا تحلّوا شعائر الله ولا الشهر الحرام ولا الهدي ولا القلّئد ولا آمّين البيت الحرام يبتغون فضلاً من ربهم ورضواناً﴾ . [سورة المائدة : ۲] وقوله تعالى : ﴿ومن يعظّم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب﴾ . (سورة الحج : ۳۲)

ما في '' فتح الباري '' : عن عبد الرحمن بن سلمة عن عمه أن أسلم أتت النبي ﷺ فقال : صمتم يومكم هذا؟ قالوا : لا ، قال : '' فأتموا بقية يومكم واقضوه '' . =

روزہ میں ڈکار

مسئلہ (۹۲): اگر رمضان المبارک میں کسی روزہ دار کو صبح صادق کے بعد ڈکاریں آتی ہوں، اوراس کے ساتھ پانی بھی آتا ہو، تو پانی کو تھوک دیا کرے، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے۔[1]

=(۱۸۲/۴ ، کتاب الصوم ، إذا نوی بالنہار صوماً)

ما في" بدائع الصنائع ": ولأن زمان رمضان وقت شریف فیجب تعظیم ہذا الوقت بالقدر الممکن ، فإذا عجز عن تعظیمہ بتحقیق الصوم فیہ یجب تعظیمہ بالتشبہ بالصائمین قضاءً لحقہ بالقدر الممکن إذا کان أہلاً للتشبہ ونفیاً لتعریض نفسہ للتہمة .

(۲۶۲/۲ ، کتاب الصوم ، حکم الصوم الموقت إذا فات عن وقتہ)

ما في " الموسوعة الفقہیة " : فکل ما کان من أعلام دین اللہ وطاعتہ تعالی فہو من شعائر اللہ فالصلوٰة والصوم والزکوٰة والحج .... من شعائر اللہ ، یجب علی المسلمین إقامة شعائر الإسلام الظاہرة ، وإظہارہا فرضاً کانت الشعیرة أم غیر فرض ..... لأن ترک شعائر اللہ یدل علی التہاون في طاعة اللہ وإتباع أوامرہ . (۹۷/۲۶ ، ۹۸ ، شعائر)

ما في " حاشیة الطحطاوي " : وقیل یستحب الإمساک بقیة الیوم علی من فسد صومہ ولو بعذر ..... لحرمة الوقت ، أي تشبہاً لقضاء حق الوقت .

(ص/۶۷۸ ، کتاب الصوم ، فصل یجب الإمساک)

ما في " رد المحتار " : ما کان سبباً لمحظور فہو محظور . (۲۲۳/۵ ، مکتبہ نعمانیہ)

ما في " بدائع الصنائع " : ما أدی إلی الحرام فہو حرام . (۶۶۸/۱ ، بیروت)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " تنویر الأبصار مع الدر المختار" : وإن ذرعہ القيء وخرج لا یفطر مطلقاً ، فإن عاد بلا صنعہ ولو ہو ملء الفم مع تذکر للصوم لا یفسد ، خلافاً للثاني ، وإن أعادہ أفطر إجماعاً إن ملأ الفم وإلا لا .... وہذا کلہ في قيء طعام أو ماء أو مرة أو دم .

(۳۵۱/۳ ، مطلب في الکفارة)=

بحالتِ روزہ لبوں پر سرخی لگانا

مسئلہ (۹۳): اگر کوئی عورت روزہ کی حالت میں اپنے لبوں پر ایسی سرخی لگائے، جو جلد تک پانی کے پہنچنے کو مانع ہو، تو یہ جائز نہیں (۱)، اور اگر مانع نہ ہو تو جائز ہے، لیکن اس کے منہ میں چلے جانے کا احتمال ہو، تو پھر مکروہ ہے۔ (۲)

=ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : والكل إما أن خرج أو عاد أو أعاده ، فإن ذرعه وخرج لا يفطر قلّ أو كثر لإطلاق ما رويناه ، وإن عاد بنفسه وهو ذاكر للصوم كان ملء الفم فسد صومه عند أبي يوسف رحمه الله تعالى ، لأنه خارج شرعاً حتى انتقضت به الطهارة وقد دخل ، وعند محمد لا يفسد ، وهو الصحيح ، لأنه لم توجد صورة الإفطار وهو الابتلاع ولا معناه إذ لا يتغذى به . (۲/۳۳۹ ، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : وإذا ذرعه القيء لم يفطر، وإن تقيأ فطر لما روي عن النبي ﷺ أنه قال : " من قاء فلا قضاء عليه ، ومن استقاء فعليه القضاء " . وهذا إذا لم يعد شيء . (۱/۲۱۹ ، الفصل الأول)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا قاء أو استقاء ملء الفم ، هكذا في النهر الفائق ، وهذا كله إذا كان القيء طعاماً أو ماء أو مرة ، فإن كان بلغما فغير مفسد للصوم عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى خلافاً لأبي يوسف رحمه الله تعالى إذا ملأ الفم ، وقوله : هذا أحسن من قولهما ، هكذا في فتح القدير . (۱/۲۰۴ ، الباب الرابع فيما يفسد وما لا يفسد)

ما في " البحر الرائق " : أو قاء وعاد لم يفطر ، وإنما ذكر العود ليفيد أن مجرد القيء بلا عود لا يفطر بالأولى ، وأطلقه فشمل ما إذا ملأ الفم أو لا ، وفيما إذا عاد وملأ الفم خلاف أبي يوسف ، والصحيح قول محمد لعدم وجود الصنع ولعدم وجود صورة الفطر وهو الإبتلاع ، وكذا معناه ، لأنه لا يتغذى به بل النفس تعافه . (۲/۴۷۹ ، باب ما يفسد الصوم الخ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : في فتاوى ما رواء النهر : إن بقي من موضع الوضوء قدر=

بحالتِ روزہ انیمہ کروانا

مسئلہ (۹۴): اگر کوئی شخص بحالتِ روزہ انیمہ کروائے، تو اس سے روزہ فاسد ہوجائے گا، اور اُس پراس روزے کی قضالازم ہوگی، کفارہ نہیں۔ (۱)

= رأس ابرة أو لزق بأصل ظفره طين يابس أو رطب لم يجز .

(۱/۴ ، كتاب الطهارة ، في الغسل)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : ويجب للمتوضي أن يسبغ الوضوء على جلد وبشرة من أعضائه ، ويزيل ما يمنع عن وصول الماء إليه إلا بعذر .... كذلک الطلاء التي تستعمل النساء ليس من الضرورات ، بل هو زينة محضة ، فيجب أن تقرضيه عند الوضوء لكي يصل الماء الجلد ، وإلا لا يصح الوضوء مع بقائه . (ص/۲۳ ، الطهارة طلاء الظفر)

(۲) ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا ذاق الصائم بلسانه شيئاً ولم يدخل حلقه لم يفطر ، ويكره له أن يعرض نفسه لشيء من هذا ، لأنه لا يأمن أن يدخل حلقه بعد ما أدخله فمه .

(۱۰۳/۳ ، كتاب الصوم)

ما في " البناية شرح الهداية " : ومن ذاق شيئاً بفمه لم يفطر لعدم الفطر صورة ومعنى (ويكره) أي للصائم (ذلک) أي ذوق الشيء بالفم (لما فيه) أي لما فيالذوق (من تعريض الصوم على الفساد) لأنه لا يؤمن أن يصل إلى جوفه .

(۲۷۵/۳ ، كتاب الصوم ، ومن ذاق شيئاً بفمه)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ذوق شيء ومضغه بلا عذر ، لما فيه من تعريض الصوم للفساد . (۱۶۹۰/۳ ، مكروهات الصوم) (احسن الفتاوی:۴۳۴/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وإذا أدخل إصبعه في دبره ، أكثر المشايخ على أنه لا يجب الغسل والقضاء، وإذا أدخل خشبة في دبره إن كان طرفها خارجاً لا يفسد صومه ، وإن لم يكن يفسد صومه ، وفي " الظهيرية " : إذ ا أدخل الرجل إصبعه في إسته أو المرأة في فرجها لا يفسد صومها ، وهو المختار ، إلا إذا كانت الإصبع مبتلة بالماء ، أو الدهن=

بحالت روزہ ٹیلی ویژن دیکھنا

مسئلہ (۹۵): عام حالات میں ٹیلی ویژن دیکھنا منع ہے، تو روزہ کی حالت میں اس ممانعت میں مزید سختی آئے گی، کیوں کہ ٹیلی ویژن میں جاندار کی تصویریں اور فحش مناظر بکثرت آتے ہیں، جن کا دیکھنا گناہ ہے [۱]، اور یہ روزے کے ثواب کو باطل کردیتا ہے۔[۲]

= فحينئذٍ يفسد . (۲/۴۰۳ ، كتاب الصوم)

ما في " رد المحتار " : (أو أدخل اصبعه اليابسة فيه) أي دبره أو فرجها ولو مبتلة فسد، لبقاء شيء من البلة في الداخل . (۳/۳۲۹ ، كتاب الصوم ، مطلب يكره السهر إذا خاف فوت الصبح)

ما في " البحر الرائق " : ولو أدخل خشبة أو نحوها وطرف منها بيده لم يفسد صومه ، قال في البدائع : وهذه يدل على أن استقرار الداخل في الجوف شرط لفساد الصوم ، وكذا لو أدخل في استه أو أدخلت المرأة في فرجها، هو المختار ، إلا إذا كانت الاصبع مبتلة بالماء أو الدهن فحينئذ يفسد لوصول الماء أو الدهن . (۲/۴۸۷ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، كذا في الفتاوى الهندية : ۱/۲۰۴، كتاب الصوم)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : لا يفسد صومه لو أدخل ميزان الحرارة في دبره بشرط أن يكون جافاً ، لأن قسما منه يبقى في الخارج ، وكذلک إذا أدخل إصبعه الجافة في دبره أو أدخلتها في فرجها ، ويفسد الصوم إذا كانت الإصبع مبتلة لبقاء البلة في الداخل .

(۱/۴۱۱ ، كتاب الصيام ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ما يفسد الصوم نوعان : نوع يوجب القضاء فقط ، ونوع يوجب القضاء والكفارة ، أولاً ما يفسد الصوم ويوجب القضاء فقط دون الكفارة ؛ وهو سبعة وخمسون شيئاً تقريباً .... ويلحق به ما إذا أدخل اصبعه مبلولة بماء أو دهن في دبره . (۳/۱۷۰۵ ، ۱۷۰۸ ، الباب الثالث : الصيام والاعتكاف ، المبحث السابع ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

الحجة على ما قلنا :=

....

....

....

=(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عباس ، عن أبي طلحة رضي الله تعالى عنهم قال : قال النبي ﷺ : " لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير " .

(ص/۱۰۷۲ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير ، رقم الحديث : ۵۹۴۹ ، بيروت)

ما في " تكملة فتح الملهم " : أما التلفزيون والفيديو ، فلا شك في حرمة استعمالهما بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة ، من الخلاعة والمجون ، والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات ، وما إلى ذلك من أسباب الفسوق . (۱۴۲/۱۰ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ، دار احياء التراث العربي)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفيه " مجتبىٰ " النظر إلى ملاء ة الأجنبية بشهوة حرام .

(۴۵۳/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمس)

ما في " بدائع الصنائع " : الوسيلة إلى الحرام حرام ، أصله الخلوة .

(۴۸۸/۶ ، كتاب الاستحسان ، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) ما في" صحيح البخاري " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " من لم يدع قول الزور والعمل به، فليس لله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه " .

(ص/۳۳۵ ، كتاب الصوم ، باب من لم يدع . الخ ، رقم الحديث : ۱۹۰۳ ، بيروت)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال : " إذا كان أحدكم صائماً فلا يرفث ولا يجهل ، فإن امرؤٌ قاتَله أوشاتَمه فليقل : إني صائمٌ " . (۳۲۳/۱ ، الغيبة للصائم)

ما في " بذل المجهود " : وقال الطيبي : الزور الكذب والبهتان ، أي من لم يترك القول الباطل من قول الكفر ، وشهادة الزور ، والإفتراء ، والغيبة ، والبهتان ، والقذف والسب ، والشتم ، واللعن ، وأمثالها مما يجب على الإنسان اجتنابها ، ويحرم عليه إرتكابها .

(۵۰۵/۸ ، كتاب الصيام ، الغيبة للصائم)

(آپ کے مسائل اوران کا حل :۳۲۲/۳،قدیمی)

ہاتھ اور پیر کا آپریشن

مسئلہ(۹۶): ہاتھ اور پیر کے آپریشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیوں کہ اس آپریشن میں پیٹ یا دماغ میں کوئی چیز نہیں پہنچتی ہے۔[1] اور پیٹ یا دماغ کے آپریشن میں، اگر پیٹ یا دماغ تک کوئی چیز پہنچتی ہے، تو اس سے روزہ فاسد ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كشف الخفاء " : قوله ﷺ : " الفطر مما دخل وليس مما خرج " . رواه أبو يعلى عن عائشة رضي الله عنها . (۲/۸۰، رقم الحديث : ۱۸۲۸ ، حرف الفاء)

ما في " رد المحتار " : والمفطر إنما هو الداخل من المنافذ .

(۳/۳۲۷ ، كتاب الصوم ، مطلب يكره السهر إذا خاف فوت الصبح)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : (ولو اكتحل لم يفطر) لأنه ليس بين العين والدماغ منفذ ، والدمع يترشح كالعرق والداخل من المسام لا ينفافي كما لو اغتسل بالماء البارد .

(۲/۳۳۴ ، كتاب الصوم ، باب ما يوجب القضاء . الخ)

(۲) ما في " رد المحتار " : الفساد والبطلان .... (أو أدخل عوداً) ونحوه (في مقعده وطرفه خارج) وإن غيبه فسد ، وكذا لو ابتلع خشبة أو خيطاً ولو فيه لقمة مرطوبة إلا أن ينفصل منها شيء ، ومفاده أن استقرار الداخل في الجوف شرط للفساد . " بدائع" . قوله : (وإن غيبه) أي غيب الطرفين أو العود بحيث لم يبق منه شيء في الخارج ..... (مفاده) ..... وهو أن ما دخل في الجوف إن غاب فيه فسد .

(۳/۳۲۹ ، كتاب الصوم ، مطلب يكره السهر إذا خاف فوت الصبح)

ما في" النهر الفائق " : أو داوى جائفة أو آمة بدواء ، ووصل الدواء إلى جوفه ، أو دماغه أفطر (أو داوى جائفة) أي : جارحة في بطنه (أو آمة) بالمدّ ، وهي الجراحة في الرأس .

(۲/۲۳ ، كتاب الصوم ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، كذا في مجمع الأنهر: ۱/۳۵٦، كتاب الصوم ، باب موجب الفساد)

انجکشن سے دم حیض بند کرنا اور روزہ رکھنا

مسئلہ (۹۷): اگر کسی خاتون نے انجکشن کے ذریعہ حیض کا خون بند کروادیا، تو وہ عورت پاک ہے، اس پر نماز روزہ فرض ہے، اس لئے کہ حیض نام ہے اس خون کا جو ایسی بالغہ کے رحم سے خارج ہو، جس کو نہ کوئی بیماری ہو، نہ حمل ہو، اور نہ ہی وہ آئسہ ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما خروجه فهو أن ينتقل من باطن الفرج إلى ظاهره ، إذ لا يثبت الحيض والنفاس والاستحاضة إلا به ، في ظاهر الرواية ..... وجه ظاهر الرواية ماروي أنّ امرأة قالت لعائشة رضي الله عنها : " إنّ فلانة تدعو بالمصباح ليلاً فتنظرُ إليها ، فقالت عائشة رضي الله عنها : كنّا في عهد رسول الله ﷺ لا نتكلّف لذلک إلا بالمَسِّ " . والمسّ لا يكون إلا بعد الخروج والبروز . (۱/۲۸۸ ، كتاب الطهارة ، فصل في أحكام الحيض والنفاس)

ما في " شرح الوقاية " : فالحيض هو دم ينفضه رحم امرأة بالغة .... لا داء بها ولم تبلغ الاياس ، فالذي لا يكون من الرحم ليس بحيض . (۱/۱۰۸ ، باب الحيض)

ما في " رد المحتار " : وركنه : بروز الدم من الرحم . در مختار . وفي الشامية : قوله : (بروز الدم) أي ظهوره منه إلى خارج الفرج الداخل ، فلو نزل إلى الفرج الداخل فليس بحيض ، ..... به يفتى ..... فبالبروز تترک الصلاة . (۱/۴۱۲ ، باب الحيض)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يثبت حكم كل منها إلا بخروج الدم وظهوره ، وهذا هو الظاهر مذهب أصحابنا ...... وعليه الفتوى ، هكذا في المحيط ...... إذا رأت المرأة الدم تترک الصلاة من أول ما رأت ، قال الفقيه : وبه نأخذ ، كذا في التاتارخانية ناقلاً عن النوازل ، وهو الصحيح ،كذا في التبيين . (۱/۳۸ ، الباب السادس ، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : يجب أن يعلم بأن حكم الحيض والنفاس والاستحاضة لا يثبت إلا بخروج الدم وظهوره ، وهذا هو ظاهر مذهب أصحابنا رحمهم الله ..... =

افطاری کے وقت سائرن بجانا

مسئلہ (۹۸): اگر افطاری کا وقت آسانی سے معلوم نہ ہوتا ہو، تو اطلاع کے طور پر، مسجد سے ہٹ کر کسی اور جگہ گھنٹہ اور سائرن بجانا یا گولہ چھوڑنا جائز ہے[۱]، مسجد کے چھت پر یہ چیزیں نہیں ہونی چاہیے، کیوں کہ یہ احترام مسجد کے خلاف ہے۔[۲]

=والفتوى على ظاهر الرواية ..... فإن وضعته في الفرج الداخل وابتل الجانب الداخل منه دون الجانب الخارج لا يكون ذلک حيضاً . (۱/۲۴۷ ، نوع آخر في بيان أنه متى يثبت حكم الحيض والاستحاضة والنفاس) (جدید مسائل کا حل:ص/۸۴،۸۵،فتاوی حقانیہ:۲/۵۶۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : يتسحر بقول عدل وكذا بضرب الطبول ، واختلف في الديک ، وأما الإفطار فلا يجوز بقول الواحد بل بالمشي ، وظاهر الجواب أنه لا بأس به إذا كان عدلا كما في الزاهدي ...... وبالأولى سماع الطبل أو المدفع الحادث في زماننا لإحتمال كونه لغيره ، ولأن الغالب كون الضارب غير عدل ، فلا بد حينئذ من التحري فيجوز ..... وقد يقال أن المدفع في زماننا يفسد غلبة الظن وإن كان ضاربه فاسقا ، لأن العادة أن الموقت يذهب إلى دار الحكم آخر النهار ، فيعين له وقت ضربه ويعينه أيضاً للوزير وغيره ، وإذا ضربه يكون ذلک بمراقبة الوزير وأعوانه للوقت المعين ، فيغلب على الظن بهذه القرائن عدم الخطأ وعدم قصد الإفساد . (۳/ ۳۴۱ ، ۳۴۲ ، مطلب في جواز الإفطار بالتحري)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإن أراد أن يتسحر بصوت الطبل السحري فإن كثر ذلک الصوت من كل جانب ، وفي جميع أطراف البلدة فلا بأس به ، وإن كان يسمع صوتاً واحداً ان ظاهر مذهب أصحابنا رحمهم الله تعالى في ظاهر الرواية أنه يجوز الإفطار بالتحري ، كذا في المحيط . (۱/ ۱۹۵ ، كتاب الصوم ، الباب الأول في تعريفه وتقسيمه الخ)

(۲) ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : وتصان المساجد أيضاً عن البيع والشراء وجميع الأشغال ، لقوله ﷺ للرجل الذي دعا إلى الجمل الأحمر : " لا وجدت إنما بنيت المساجد لما بنيت له " . وهذا يدل على أن الأصل أن لا يعمل في المسجد غير =

ہوائی جہاز میں افطار

مسئلہ (۹۹): اگر ہوائی جہاز سمتِ مشرق میں جانے کی وجہ سے دن بہت چھوٹا ہوگیا، تو جب بھی غروب آفتاب ہوجائے روزہ افطار کرلے [۱]، اس لیے کہ روزہ نام ہے وقت مخصوص (صبح صادق سے غروب آفتاب) میں کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کا [۲]، اور اگر ہوائی جہاز سمتِ مغرب میں جارہا ہو اور اس کی وجہ سے دن بہت بڑا ہوگیا، تو اگر سورج ۲۴ر گھنٹہ کے اندر اندر غروب ہوجاتا ہے، تو غروب پر افطار کرے [۳]، اگر دن اتنا طویل ہوگیا کہ ۲۴ر گھنٹہ میں سورج غروب نہیں ہورہا ہے، تو ۲۴ر گھنٹہ کے مکمل ہونے سے اتنی دیر پہلے جس میں کچھ کھا پی لینے کی گنجائش ہو، روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے [۴]، ہوائی جہاز میں افطار کرنے والوں کے لیے ہوائی جہاز سے غروبِ آفتاب کا اعتبار ہوگا۔[۵]

=الصلوات والأذكار وقراءة القرآن . (۱۲/ ۲۶۹ ، سورة النور : ۱۱۳)

ما في " السنن لإبن ماجة " : عن واثلة بن الأسقع أن النبي ﷺ قال: " جنّبوا مساجدكم صبيانكم ومجانينكم وشرائكم وبيعكم وخصوماتكم ورفع أصواتكم وإقامة حدودكم وسلّ سيوفكم " . الحديث . (ص/۵۴ ، باب ما يكره في المساجد)

ما في " الفتاوى الهندية " : ذكر الفقيه رحمه الله تعالى في التنبيه حرمة المسجد خمسة عشر : .... السادس أن لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر الله .

(۵/ ۳۲۱ ، كتاب الكراهية) (فتاوی محمودیہ: ۱۰/ ۲۰۸، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ثم أتموا الصيام إلى الليل﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۷)=

....

=ما في " التفسير المنير " : (ثم أتموا الصيام) من الفجر إلى (الليل) أي غروب الشمس والإتمام ؛ الأداء وجه التمام . (۱/۵۱۴)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : (ثم أتموا الصيام إلى الليل) فيه تصريح بأن الصوم غاية هي الليل ، فعند اقبال الليل من المشرق وادبار النهار من المغرب يفطر الصائم ، ويحل له الأكل والشرب وغيرهما . (۱/۱۵۳)

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿يا أيها الذين اٰمنوا كتب عليكم الصيام﴾ . (البقرة : ۱۸۳)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : والصوم في الشرع : الإمساك عن المفطرات مع اقتران النية به من طلوع الفجر إلى غروب الشمس . (۲/۲۷۳)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما ركنه فالإمساك في الأكل والشرب والجماع ، لأن الله أباح الأكل والشرب والجماع في ليال رمضان ، لقوله تعالى : ﴿أحل لكم ليلة الصيام الرفث إلى نسائكم﴾ . (۲/۲۳۷ ، كتاب الصوم ، أركانه)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن سهل قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يَزالُ الناسُ بِخيرٍ مَا عَجَّلُوا الفِطْرَ " . (ص/۳۴۴ ، كتاب الصوم ، باب تعجيل الإفطار ، رقم الحديث : ۱۹۵۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (ما عجلوا الفطر) أي ما داموا على هذه السنة ، وليس تقديمه على الصلاة للخبر الصحيح به . (۴/۲۱۴ ، كتاب الصوم ، باب في مسائل متفرقة)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : قوله : (وتعجيل الفطر) ويستحب الإفطار قبل الصلاة ، وفي البحر : التعجيل المستحب قبل اشتباک النجوم .

(ص/۶۸۳ ، كتاب الصوم ، قبيل فصل في العوارض)

(۴) ما في " رد المحتار " : قوله : (حديث الدجال) ..... قال الرملي في شرح المنهاج : ويجري ذلک فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة اهـ . قال في " إمداد الفتاح " : قلت : وكذلک يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة ...... وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص .... تتمة : لم أر من تعرض عندنا لحكم صومهم فيما إذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس أو بعده بزمان لا يقدر فيه الصائم على أكل ما يقيم بنيته ، ولا يمكن أن يقال بوجوب موالاة الصوم عليهم ،=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

= لأنه يؤدي إلى الهلاک ، فإن قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير ، وهل يقدر لهم بأقرب البلاد إليهم كما قاله الشافعية هنا أيضاً ، أم يقدر لهم بما يسع الأكل والشرب ، أم يجب عليهم القضاء فقط دون الأداء كل محتمل . فليتأمل . ولا يمكن القول هنا بعدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب ، وفي الصوم قد وجد السبب وهو شهود جزء من الشهر وطلوع فجر كل يوم ، هذا ما ظهر لي والله تعالى أعلم .

(۲۲/۲ ، کتاب الصلاة ، قبیل مطلب في طلوع الشمس من مغربها وفيه)

(۵) ما في " رد المحتار " : ويستحب السجود وتأخيره وتعجيل الفطر لحديث . " در مختار" . وفي الشامية : (وتعجيل الفطر) أي إلا في يوم غيم ، ولا يفطر ما لم يغلب على ظنه غروب الشمس وإن أذن المؤذن . " بحر" . عن " البزازية " ....تنبيه : قال في الفيض : ومن كان على مكان مرتفع كمنارة اسكندرية لا يفطر ما لم تغرب الشمس عنده ، ولأهل البلدة الفطر إن غربت عندهم قبله .

(۳۵۷/۳ ، کتاب الصوم ، مطلب في حديث التوسعة على العيال على الاكتحال الخ)

ما في " حاشية الطحطاوي " : (هو إمساک نهاراً) النهار ضد الليل من الفجر الصادق إلى الغروب ، قوله : (إلى الغروب) هو أول زمان بعد غيبوبة تمام جرم الشمس بحيث الظلة في جهة المشرق . (۶۳۱ ، کتاب الصوم) (احسن الفتاوی:۷۰/۴)

ماہِ شوال کے چھ روزوں میں قضا رمضان کی نیت

مسئلہ(۱۰۰): رمضان کے روزے فرض ہیں، اور شوال کے چھ روزے نفل ہیں، احادیث میں ان روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے [۱]، اگر کوئی شخص شوال کے نفل روزوں میں رمضان کے قضا روزوں کی نیت کرتا ہے، تو اس صورت میں رمضان کے قضا روزے ادا ہوں گے، نہ کہ نفل [۲]، بہتر یہ ہے کہ رمضان کے قضا روزے علیحدہ رکھے جائیں، تاکہ شوال کے چھ نفل روزوں کی فضیلت حاصل ہو سکے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه أنه حدثه أن رسول الله ﷺ قال : "من صام رمضان ثم أتبعه ستاً من شوال كان كصيام الدهر " .

(۱/۳۶۹ ، كتاب الصوم ، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال اتباعا لرمضان)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : صوم ستة أيام من شوال ، ولو متفرقة ، ولكن تتابعها أفضل أو نذراً أو غير ذلك ، فمن صامها بعد أن صام رمضان ، فكأنها صام الدهر فرضاً ، لما روى أبو أيوب : " من صام رمضان ثم أتبعه ستاً من شوال ، فذلك صيام الدهر " . وروى ثوبان : صيام شهر بعشرة أشهر ، وصيام ستة أيام بشهرين فذلك سنة ، يعني أن الحسنة بعشر أمثالها ، الشهر بعشرة أشهر ، والستة بستين ، فذلك سنة كاملة .

(۳/۱۶۴۱ ، الباب الصيام والاعتكاف ، النوع الرابع ، صوم التطوع أو الصوم المندوب)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا نوى قضاء بعض رمضان والتطوع يقع عن رمضان في قول أبي يوسف رحمه الله تعالى ، وهو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، كذا في الذخيرة . (۱/۱۹۷ ، كتاب الصوم ، الباب الأول في تعريفه وتقسيمه وسببه ووقته وشرطه)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : ولو كان عليه قضاء يوم فصام يوماً ونوى به قضاء رمضان وصوم التطوع أجزاه عن رمضان عند أبي يوسف ، وقال محمد : لا يجزي ويكون تطوعاً .

(۲/۹۹ ، كتاب الصوم ، الفصل الثالث في النية)

کتاب الحج

☆......حج کے مسائل......☆

شرکت کی رقم سے حج

مسئلہ (۱۰۱): اگرکوئی شخص مشترک کاروبار میں سے بلااجازت پیسہ لے کر حج کرے، تو دوسرے شریک کے لیے اپنے حصہ کا مطالبہ کرنا درست ہے[۱]، کیوں کہ شرکتِ ملک کی صورت میں ہرفریق دوسرے کے حصہ میں تصرف کرنے میں اجنبی ہے، ہاں! اگراس کی اجازت سے حج کیا ہو، تو فریقِ ثانی کی طرف سے تبرع ہونے کی وجہ سے اُسے مطالبہ کا حق حاصل نہ ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : وكل منهما أجنبي في الامتناع عن تصرف مضر في نصيب الآخر لعدم تضمنها الوكالة . (۲/۵۴۳ ، كتاب الشركة)

ما في " الخانية على هامش الهندية " : ولا يجوز لأحدهما التصرف في نصيب شريكه إلا بإذن الشريک . (۳/۶۱۲ ، كتاب الشركة)

ما في " شرح المجلة " : كل من الشركاء في شركة الملک أجنبي في حصة سائرهم فليس أحدهم وكيلاً عن الآخر ، ولا يجوز له من ثم أن يتصرف في حصة شريكه بدون إذنه .

(ص/۶۰۱ ، المادة : ۱۰۷۵)

ما في " البحر الرائق " : وكل واحد من الشريكين ممنوع من التصرف في نصيب صاحبه لغير الشريک إلا بإذنه لعدم تضمنها الوكالة .

(۵/۲۸۰ ، كتاب الشركة ، تبيين الحقائق : ۴/۲۳۴ ، كتاب الشركة)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن زيد بن أسلم عن أبيه قال : سمعت عمر رضي الله عنه=

بحالت احرام ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا استعمال

مسئلہ (۱۰۲): اگر منجن یا ٹوتھ پیسٹ میں لونگ، کافور، الائچی، یا خوشبودار چیزیں ڈالی گئی ہوں، اور وہ پکی ہوئی نہ ہوں، اور مقدار کے اعتبار سے خوشبودار چیز مغلوب ہو، تو ایسے منجن یا ٹوتھ پیسٹ کا استعمال احرام کی حالت میں مکروہ ہوگا، مگر صدقہ واجب نہ ہوگا، اور اگر خوشبودار چیز غالب ہو، تو دم واجب ہوگا۔ (۱)

=یقول : حملت علی فرس في سبیل اللہ فأضاعه الذي کان عندہ ، فأردت أن اشتریه وظننت أنه یبیعه برخص ، فسألت النبي ﷺ فقال : " لا تشتر ولا تعد في صدقتک ، وإن اعطاکه بدرهم ، فإن العائد في صدقته کالعائد في قیئه " .

(ص/۲۶۹ ، کتاب الزکاة ، هل یشتري صدقته ، رقم الحدیث : ۱۴۹۰)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : اتفق الفقهاء بالصدقة الثواب ، وقد حصل .... ویستوي أن تکون الصدقة علی غني أو فقیر في أن لا رجوع فیها . (۲۶/۳۴۳ ، صدقة ، الرجوع في الصدقة) (جامع الفتاوی:۶/ ۱۹۸، جدید مسائل کا حل:ص/ ۲۴۶، ۲۴۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : قال أبو عاصم : أخبرنا ابن جریج : أخبرني عطاء : أن صفوان بن یعلی أخبرہ : أن یعلی قال لعمر رضي اللہ عنه : " أرني النبي ﷺ حین یوحی إلیه ، قال : فبینما النبي ﷺ بالجَعْرَانَةِ ، ومعه نفر من أصحابه ، جاءہ رجل فقال : یا رسول اللہ ﷺ ! کیف تری في رجل أحرم بعمرة ، وهو متضمّخ بطیب ؟ فسکت النبي ﷺ ساعة فجاءہ الوحي ، فأشار عمر رضي اللہ عنه إلی یعلی ، فجاء یعلی ، وعلی رسول اللہ ﷺ ثوبٌ قد أظلّ به ، فأدخل رأسه ، فإذا رسول اللہ ﷺ محمرّ الوجه ، وهو یغِطّ ، ثم سُرّي عنه ، فقال : " أین الذي سأل عن العمرة ؟ فأتي برجل فقال : " اغسل الطیب الذي بک ثلاث مرات ، وأنزع عنک الجبة ، واصنع في عمرتک کما تصنع في حجّتک " . الحدیث . (ص/۲۷۶ کتاب الحج ، باب غسل الخَلوق ثلاث مرّات من الثیاب ، رقم الحدیث : ۱۵۳۶) =

....

....

=ما في" فتح الباري " : قال الإسماعيلي: ليس في حديث الباب أن الخلوق كان على الثوب كما في الترجمة ، وإنما فيه أن الرجل كان متضمخا ، وقوله له : " اغسل الطيب الذي بك " . يوضح أن الطيب لم يكن في ثوبه ، وإنما كان على بدنه ، ولو كان على الجبة لكان في نزعها كناية من جهة الإحرام .

(۳/۴۹۸ ، كتاب الحج ، باب غسل الخلوق ثلاث مرات من الثياب)

ما في " فيض الباري " : واعلم أن الخلوق إسم لنوع من الطيب ، يجعل فيه الزعفران والزعفران مباح أكلا ومحرم تطيباً لأجل اللون ...... وإنما محذور احرامه أن يتطيب بعد الإحرام .... (وهو متضمخ بطيب) وهو محمول على طيب الإحرام .

(۳/۱۸۰ ، كتاب الحج ، باب غسل الخلوق ثلاث مرات من الثياب)

ما في " رد المحتار " : (فلو أكله) أو استعطه . الدر المختار . قوله : (فلو أكله) أي دهن الزيت أو الخل .... قوله : (أو استعطه) أي استنشقه بأنفه ، ...... اعلم أن خلط الطيب بغيره على وجوه ، لأنه اما أن يخلط بطعام مطبوخ أو لا ، ففي الأول لا حكم للطيب ، سواء كان غالباً أو مغلوباً ، وفي الثاني الحكم للغلبة إن غلب الطيب وجب الدم ، وإن لم يظهر رائحته كما في الفتح ، وإلا فلا شيء عليه ، غير أنه إذا وجدت معه الرائحة كره .

(۳/۵۱۰ ، باب الجنايات)

ما في " بدائع الصنائع " : وإن استعمل في مأكول أو شقاق رجل لا يعطى له حكم الطيب كالشحم ، ولو كان الطيب في طعام طبخ وتغير فلا شيء على المحرم في أكله ، سواء كان يوجد رائحته أو لا ..... وإن كان لم يطبخ يكره إذا كان ريحه بوجه منه ولا شيء عليه لأن الطعام غالب عليه ، فكان الطيب معموراً مستهلكاً فيه .

(۲/۴۱۷ ، كتاب الحج ، ما يرجع إلى الطيب أو ما يجري مجرى ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۴۰ ، الباب الثاني في الجنايات ، الفصل الأول فيما يجب بالتطيب الخ)

(فتاوی رحیمیہ: ۸/۱۰۴، ۱۰۵، جدید مسائل کا حل: ص/۱۲۶، ۱۲۷)

عورت کی طرف سے دوسرے کا رمی کرنا

مسئلہ(۱۰۳): ہجوم کی وجہ سے، عورت کی طرف سے نائب بن کر، کسی دوسرے شخص کا رمی کرنا جائز نہیں، ایام حج میں رات کے وقت جمرات کی رمی کرنے میں دقت نہیں ہوتی ہے، اس لیے بلا عذر شرعی اس کو ترک کرنا صحیح نہیں، عورت کو رات میں رمی کرنا افضل ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ووقته من الفجر إلى الفجر ، ويسنّ من طلوع ذكاء لزوالها ، ويباح لغروبها ، ويكره للفجر . الدر المختار . قوله : (ووقته) أي وقت جوازه أداء من الفجر : أي فجر النحر إلى فجر اليوم الثاني ، قال في " البحر " : حتى لو أخره حتى طلع الفجر في اليوم الثاني لزمه دم عنده خلافاً لهما ، ولو رمى قبل طلوع فجر النحر لم يصح اتفاقاً ..... قوله : (ويكره للفجر) أي من الغروب إلى الفجر ، وكذا يكره قبل طلوع الشمس . " بحر " . وهذا عدم العذر ، فلا إساء ة برمي الضعفة قبل الشمس ولا برمي الرعاة ليلاً ، كما في " الفتح " . (۳/۴۷۳ ، كتاب الحج ، مطلب في رمي جمرة العقبة)

ما في " منحة الخالق على البحر الرائق " : فإن أخر الرمي فيهما إلى الليل فرمى قبل طلوع الفجر جاز ، ولا شيء عليه ، لأن الليل وقت الرمي في أيام الرمي .... والمكروه في اليوم الأول ما بين طلوع الفجر إلى طلوع الشمس ، وكذا في اليوم الرابع عند أبي حنيفة ، وما بين هذه الأيام كلها من الليالي الثلاث . (۲/۶۱۰ ، بدائع الصنائع : ۲/۳۲۴)

(فتاوی رحیمیہ:۸/ ۸۵،فتاوی حقانیہ:۴/ ۲۶۳)

جمرہ کے قریب گری ہوئی کنکری سے رمی

مسئلہ (۱۰۴): جس کنکری سے رمی کی گئی، اور وہ جمرہ کے قریب گری ہوئی ہو، تو اُسے اٹھا کر اس سے رمی کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ وہ مردود ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا حج قبول ہوتا ہے اس کی کنکری اٹھالی جاتی ہے، اور جس کا حج قبول نہیں ہوتا ہے اس کی کنکریاں پڑی رہ جاتی ہیں، نیز یہ کراہت محض کنکریوں کے سلسلے میں ہے، لہٰذا اگر اس بھیڑ میں کسی شخص کی کوئی ذاتی چیز جمرہ کے قریب گر جائے، تو اس کا اٹھالینا درست ہے، کیوں کہ اس کا حکم کنکری کا حکم نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المستدرک للحاکم علی الصحیحین " : عن أبي سعید الخدري رضي الله عنه قال : قلنا : یا رسول الله ﷺ ! هذه الأحجار التي نرمي بها تحمل فنحسب أنها تنقحر ؟ قال : " إنه ما یقبل منها یرفع ، ولو لا ذلک لرأیتها مثل الجبال " . (۱/۶۷۶ ، کتاب المناسک)

ما في " رد المحتار " : ویکره أخذها (الحصاة) من عند الجمرة ، لأنها مردود لحدیث : "من قبلت حجته رفعت جمرته " . الدر المختار . وفي الشامیة : وما هي إلا کراهة تنزیه . "فتح " . أشار إلی أنه یجوز أخذه من أي موضع سواه .

(۳/۶۷۳ ، کتاب الحج ، مطلب في رمي جمرة العقبة)

ما في " البحر الرائق " : ولم یبین الموضع المأخوذ منه الحصا ، لأنه یجوز أخذه من أي موضع شاء فلیأخذها ، من مزدلفة أو من قارعة الطریق ، ویکره من عند الجمرة تنزیهاً ، لأنه حصی من لم یقبل حجه ، فإنه من قبل حجه رفع حصاه ، کما ورد في الحدیث .

(۲/۶۰۳ ، کتاب الحج ، باب الإحرام)

ما في " البنایة " : ویأخذ الحصاة من أي موضع شاء ، إلا من عند الجمرة ، فإن ذلک یکره ، لأن ما عندها من الحصیٰ مردود ، هکذا جاء في الأثر فیتشاء م به . (۴/۱۳۳ ، کتاب الحج ، کیفیة الرمي ، کذا في فتح القدیر : ۲/۴۹۹ ، کتاب الحج ، باب الإحرام)

شوہر یا باپ کا اپنی بیوی یا بیٹی کے بال کاٹنا

مسئلہ (۱۰۵): احرام کھولنے کے لیے شوہر اپنی بیوی کے اور باپ اپنی بیٹی کے بال کاٹ سکتا ہے، عورتیں یہ کام خود بھی کرسکتی ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : أباح الفقهاء نظر الرجل إلى موضع الزينة من المحرم لقوله تعالى : ﴿ولا يبدين زينتهنّ إلا لبعولتهنّ أو آبائهن أو آباء بعولتهنّ﴾ ... أما حدود الزينة التي يحل النظر إليها ولمسها فقد ذهب الفقهاء إلى حرمة النظر إلى ما بين السرّة والركبة للمحارم ، وما عدا ذلک اختلفوا فيه على أقوال ، وذهب الحنفية إلى أنه يجوز للرجل أن ينظر من محرمه إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد ، إن أمن شهوته وشهوتها أيضاً .
(۳۶/۲۰۲ ، محرم النظر إلى المحرم)

ما في " الموسوعة الفقه " : ذهب الفقهاء إلى أن ما يجوز النظر إليه من المحرم يجوز مسه ، إذا أمنت الشهوة ، لما روي : " أن رسول الله ﷺ كان إذا قدم من سفر قبّل ابنته فاطمة رضي الله تعالى عنها " . (۳۶/۳۰۴ ، محرم ، مسّ ذوات المحارم)

ما في" الفتاوى الهندية " : ولا بأس للرجل أن ينظر من أمه وابنته البالغة وأخته ، وكل ذي رحم محرم منه كالجدات والأولاد ، وأولاد الأولاد ، والعمّات والخالات إلى شعرها وصدرها وذوائبها وثديها وعضدها .... وما حلّ النظر إليه حل مسّه .
(۵/۳۲۸ ، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه وما يحل مسّه وما لا يحل)

وما في " الفتاوى الهندية " : أما النظر إلى زوجته ومملوكته فهو حلال من قرنها إلى قدمها .
(۵/۳۲۸ ، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر إليه وما يحل مسّه الخ)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ينظر الرجل .... من محرمه) هي ما لا يحل له نكاحها أبدًا ، بنسب أو سبب ولو بزنا (إلى الرأس والوجه والصدر والساق والعضد) .
(۹/۴۴۷ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵/۳۸۳، جدید)

حج میں ٹور والوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا

مسئلہ (۱۰۶): موسمِ حج میں ٹور والے کھانے پینے اور رہائش کے اُس معیار میں اگر کوتاہی ولاپرواہی کرتے ہیں، جس کا انہوں نے پیسہ وصول کیا ہے، تو اچھے انداز میں اُن سے حق طلب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے[1]، البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر نہ کوئی فحش بات جائز ہے، اور نہ کسی قسم کا نزاع وتکرار زیبا ہے، بلکہ اپنا زیادہ تر وقت نیک کاموں میں لگانا چاہیے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح الباري " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ أنه أخذ سناً فجاء صاحبه يتقاضاه ؛ فقالوا له ، فقال : " إن لصاحب الحق مقالاً " ، ثم قضاه أفضل من سنه وقال : " أفضلكم أحسنكم قضاءً " . (۲۷۹/۵ ، كتاب الهبة ، باب من أهدي له هدية وعنده جلساؤه فهو أحق ، رقم : ۲۶۰۹ ، دار السلام الرياض)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن فرض فيهنّ الحجّ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحجّ﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۶)

ما في " التفسير المنير " : وعن كل ما يؤدى إلى التنازع والتباغض والاختلاف كالجدال ، والمراد الخصام والتنافر بالألقاب . (۱۹۶/۲)

ما في " جامع الترمذي " : " سباب المؤمن فسوق وقتاله كفر " . (۱۹/۲)

(امداد الحجاج: ۱/ ۱۹۵)

کتاب الأضحية

☆......قربانی کے مسائل......☆

کانجی ہاؤس سے خریدے گئے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۰۷): جو جانور کانجی ہاؤس میں داخل کردیا گیا ہو، اس پر سرکار کو استیلاء ملک حاصل ہوجاتی ہے، تو سرکار سے خریدنا گویا اصل مالک سے خریدنا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص ایسے جانور کی قربانی کرتا ہے، تو اس کی قربانی درست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وإن غلبوا (أهل الحرب) على أموالنا وأحرزوها بدارهم ملكوها . (۱۹۸/٦ ، كتاب الجهاد ، مطلب يلحق بدار الحرب المفازة والبحر الملح ، كذا في البحر الرائق : ۱٦۱/٥ ، كتاب السير ، باب استيلاء الكفار ، فتح القدير : ٣/٦ ، كتاب السير ، باب استيلاء الكفار ، مجمع الأنهر : ۴۴۳/۲ ، كتاب السير والجهاد ، باب في بيان أحكام استيلاء الكفار ، تبيين الحقائق : ۱۲۳/۴ ، كتاب السير ، باب استيلاء الكفار ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ٥٦٨/٣ ، كتاب السير ، فصل في استيلاء أهل الحرب على أموال المسلمين)

(امداد الفتاوی:۵۴۱/۳، کتاب الذبائح والاضحیۃ، فتاوی محمودیہ:۳۴/۱۶، کتاب البیوع، باب البیع الصحیح)

کتاب النکاح

☆......نکاح کے مسائل......☆

نکاح گھر پر یا مسجد میں؟

مسئلہ (۱۰۸): گھر پر تقریبِ نکاح کا منعقد کرنا جائز ہے،لیکن مستحب یہ ہے کہ نکاح مسجد میں کیا جائے، کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے، اور آج کل شادی کے رسم ورواج اتنے زیادہ بڑھ گئے ہیں کہ جن کو انجام دینے میں اکثر مستورات کی نمازیں فوت ہو جاتی ہیں، نیز نکاح میں اس قدر فضول خرچی بڑھ گئی کہ بسا اوقات آدمی اس میں مقروض ہو جاتا ہے۔

اسی طرح تبلیغی اجتماعات میں عقد نکاح کیا جائے تو یہ بھی بہتر ہے، کیوں کہ اجتماعات عموماً مساجد میں ہوتے ہیں، اور جہاں مسجد میں گنجائش نہیں ہوتی ہے، وہاں اجتماع گاہ میں دو تین دن تک اذان واقامت کے ساتھ پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے، اس لیے اس جگہ نکاح کرنا مسجد میں نکاح کرنے کے مانند ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " العرف الشذي شرح الترمذي " :عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : "أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدّفوف " . (۳۵۸/۲)

ما في " رد المحتار " : (ويندب إعلانه) أي إظهاره ، والضمير راجع إلى النكاح بمعنى العقد، لحديث الترمذي : " أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف " . (۵۷/۴)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : هذا ويستحب مباشرة عقد النكاح في المسجد ، لأنه عبادة ، وكونه في يوم الجمعة ، وفي الترمذي : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت:=

کورٹ میرج

مسئلہ (۱۰۹): عدالت میں دو آزاد عاقل، بالغ، مسلمان گواہوں کی موجودگی میں اگر نکاح کرلیا جائے، تو یہ نکاح درست ہے، اور مرد وعورت ایک دوسرے کے لیے حلال ہیں، البتہ اس طرح چھپ چھپا کر کورٹ میرج نہ کرتے ہوئے علانیہ مستحب طریقہ پر نکاح کرنا چاہیے۔[1]

= قال رسول الله ﷺ :" أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف". (۱۸۱/۳ ، كتاب النكاح)

ما في " البحر الرائق " :وأشار المصنف بكونه سنة أو واجباً إلى استحباب مباشرة عقد النكاح في المسجد لكونه عبادة ، وصرحوا باستحبابه يوم الجمعة .... وروى الترمذي عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليها بالدفوف ". (۱۴۳/۳ ، كتاب النكاح) (فتاوی رحیمیہ:۲۴۳/۸،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن الدار قطني " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل ". (۱۵۸/۳ ، كتاب النكاح ، رقم الحديث : ۲۲۶)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال : " البغايا اللاتي ينحكن أنفسهنّ بغير بينة ". (۱۸۴/۲ ، كتاب النكاح ، باب ما جاء لا نكاح إلا ببينة ، رقم الحديث : ۱۱۰۳)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرّين عاقلين بالغين مسلمين رجلين ، أو رجل وامرأتين . (۱۹۰/۳ ، كتاب النكاح)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معاً) على الأصح فاهمين أنه نكاح على المذهب . بحر . (مسلمين لنكاح مسلمة) . (۸۷/۴ –۹۲، كتاب النكاح ، البحر الرائق :۱۵۵/۳ ، كتاب النكاح ، مجمع الأنهر : ۴۷۲/۱ ، كتاب النكاح ، النهر الفائق :۱۸۱/۲ ، كتاب النكاح ، تبيين الحقائق : ۴۵۲/۲ ، كتاب النكاح)

ما في " بدائع الصنائع " : أما صفات الشاهد الذي ينعقد به النكاح ، وهي شرائط=

خفیہ نکاح

مسئلہ (۱۱۰): اگر کوئی شخص دو گواہوں کی موجودگی میں خفیہ طور پر اپنا نکاح کرلے، تو اس کا یہ نکاح صحیح ہوجائے گا[1]، لیکن بلا عذر خفیہ نکاح پڑھوانا خلافِ سنت واستحباب ہے، کیوں کہ نکاح کا اعلان اور اسے کھلے عام کرنا مسنون ومستحب ہے۔[2]

= تحمل الشهادة للنكاح، فمنها العقل ، ومنها البلوغ ، ومنها الحرية . (۲/۵۲۴ ، كتاب النكاح)

ما في " جامع الترمذي " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : "أعلنوا هذا النكاح ، واجعلوه في المساجد ، واضربوا عليه بالدفوف " .

(۲/۱۷۵ ، باب ما جاء في إعلان النكاح)

ما في " العرف الشذي " : ويستحب الإعلان عند الفقهاء . (۲/۳۵۷ ، في إعلان النكاح)

ما في " رد المحتار " : ويندب إعلانه ، وفي الشامية : أي إظهاره ، والضمير راجع إلى النكاح . (۶/۵۷ ، كتاب النكاح ، مطلب كثيراً ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : قوله : (وينعقد عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين أو محدودين) وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود ...... ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعًا : " لا نكاح إلا بشهود " فكان شرطاً . (۳/۱۵۵ ، كتاب النكاح ، بيروت)

(۲) ما في " البحر الرائق " : وأشار المصنف بكونه سنة أو واجبا إلى استحباب مباشرة عقد النكاح فى المسجد لكونه عبادة ، وصرحوا باستحبابه يوم الجمعة ..... وروى الترمذي عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " أعلنوا هذا النكاح واجعلوه فى المساجد واضربوا عليه بالدفوف " .... وفى المجتبىٰ : يستحب أن يكون النكاح ظاهراً وأن يكون قبله خطبة . (۳/۱۴۳، ۱۴۴ ، كتاب النكاح ، بيروت ، رد المحتار : ۴/۵۷، ۵۸)

(فتاوی رحیمیہ: ۸/۱۴۷)

اجتماعی شادیوں میں ایک خطبہ

مسئلہ (۱۱۱): آج کل بہت سی جگہوں پر اجتماعی شادیاں ہوتی ہیں، جس میں ایک ہی مرتبہ خطبۂ نکاح پڑھا جاتا ہے، شرعاً یہ درست ہے، کیوں کہ ایک ہی خطبہ سب کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔(۱)

بچپن کا ایجاب وقبول

مسئلہ (۱۱۲): اگر ناسمجھ بچے اور بچیاں نکاح کا ایجاب وقبول کرلیں، تو شرعاً اس کا اعتبار نہیں ہوگا، البتہ اگر وہ سمجھدار ہوں، تو اُن کا ایجاب وقبول معتبر ہوگا، اور نکاح کا نفاذ اولیاء کی اجازت پر موقوف ہوگا۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ویندب اعلانه وتقدیم خطبة وکونه فی مسجد یوم جمعة بعاقد رشید وشهود عدول . (۵۷/۴ ، کتاب النکاح ، مطلب کثیر ما یتساهل في إطلاق المستحب)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : خطبة النکاح : یستحب أن یخطب العاقد أو غیره من الحاضرین خطبة واحدة بین یدی العقد . (۱۸۹/۱۹)

(فتاوی محمودیہ:۱۰/ ۵۹۱، فتاوی دار العلوم: ۷/ ۱۴۸، خیر الفتاوی:۴/ ۵۸۸)

(۲) ما في " الفتاوی الهندیة " : (وأما شروطه) فمنها العقل والبلوغ والحریة في العاقد إلا أن الأول شرط الانعقاد فلا ینعقد نکاح المجنون والصبي الذي لا یعقل ، والأخیران شرطا النفاذ، فإن نکاح الصبي العاقل یتوقف نفاذه علی إجازة ولیه . هکذا في البدائع .

(۲۶۷/۱ ، کتاب النکاح ، الباب الأول في تفسیره شرعاً الخ)

ما في " النهر الفائق " : وشرطه العام الأهلیة والعقل والبلوغ .... لکن في النهایة من قول شرطه العام في تنفیذ کل تصرف دائر بین النفع والضرر إلی آخره یفید =

رجسٹر یا صداقت نامہ پر دستخط یا انگوٹھا

مسئلہ (۱۱۳): ایجاب وقبول کے بعد نکاح کے رجسٹر یا صداقت نامہ پر میاں بیوی کے دستخط کروانا یا انگوٹھا لگوانا شرعاً ضروری نہیں ہے، کیوں کہ نکاح دو گواہوں کی موجودگی میں عاقدین (مرد وعورت) کے ایجاب وقبول کا نام ہے [۱]،

تاہم آج کل کے حالات کے پیشِ نظر قانونی گرفت سے بچنے، اور دیگر مصالح میں بطورِ ثبوت اُس کی ضرورت کے پیش آنے کی بنا پر رجسٹر میں نکاح کا اِندراج اور میاں بیوی کے دستخط کروانا یا انگوٹھا لگوانا جائز و مستحسن ضرور ہے۔ [۲]

=أن هذا شرط النفاذ في العاقد نفسه ، ومن ثم توقف نكاح الصغير والصغيرة إذا عقدا لأنفسهما مميزين لا إن كانا غير مميزين . (۲/۱۷۵، كتاب النكاح ، دار الايمان سهارنفور ، بدائع الصنائع :۳/۳۲۵ ، كتاب النكاح ، فصل في شرائط النكاح ، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة :۴/۲۱ ، مبحث شروط النكاح) (کفایت المفتی :۵/ ۱۰۸،دارالاشاعت کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول يعبر بهما عن الماضي ..... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين . (۲/۳۰۵،۳۰۶ ، كتاب النكاح ، مكتبه شركت علميه پاكستان)

ما في " تنوير الأبصار مع الدر والرد " : وينعقد بإيجاب وقبول وضعاً للمضى ...... وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معا . (۴/۶۸-۹۱، كتاب النكاح)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما ، عن النبي ﷺ قال : " السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ، ما لم يؤمر بمعصية " .

(۲/۱۰۵۷ ، كتاب الأحكام)

ما في " فتح الباري " : إنما قيده (أي في ترجمة الباب) بالإمام ، وإن كان في أحاديث=

تحریری ایجاب وقبول

مسئلہ(۱۱۴): جب عاقدین (مرد وعورت) مجلسِ نکاح میں موجود ہوں، اور نطق (بولنے) پر قادر ہونے کے باوجود صرف تحریراً ایجاب وقبول کریں، تو یہ نکاح بالاتفاق منعقد نہیں ہوگا، البتہ اگر عاقدین میں سے کوئی غائب ہو، تو عندالاحناف تحریراً ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، بشرطیکہ خط میں موجود ایجابی تحریر دو گواہوں کو پڑھ کر سنادی جائے، اوراس کے بعد خود بھی ''قبول'' کے الفاظ کہے[1]، جب کہ یہ خط ایجاب کے مضمون پر مشتمل ہو، اوراگر خط توکیل کے مضمون پر مشتمل ہو، تو اس صورت میں دو گواہوں کے سامنے اتنا کہنا کافی ہے کہ میں نے اپنا نکاح فلاں سے کرادیا۔[2]

= الباب الأمر بالطاعة لكل أمير، ولو لم يكن إماماً ، لأن محل الأمر بطاعة الأمير أن يكون مؤمرًا من قبل الإمام . (۱۳/ ۱۵۱ ، رقم الحديث : ۷۱۴۴)

ما في " رد المحتار " : قال في المعراج : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة .

(۳/۵۳، باب العيدين ، مطلب تجب طاعة الإمام) (فتاوی محمودیہ: ۱۰/۲۰۱، کراچی، و۱۶/۱۵۲، میرٹھ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (فلا ينعقد) بقبول بالفعل كقبض مهر ، ولا بتعاط ، ولا بكتابة حاضر بل غائب بشرط اعلام الشهود بما فى الكتاب ما لم يكن بلفظ الأمر فيتولى الطرفين .

قوله : (ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد . " بحر " . والأظهر أن يقول : فقالت : قبلت ، إذ الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفى ولو فى الغيبة . تأمل . قوله : (بل غائب) الظاهر أن المراد به الغائب عن المجلس وإن كان حاضرًا فى البلد .

(۴/۶۳، كتاب النكاح ، مطلب التزوج بإرسال كتاب)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : أما عقد النكاح فلا ينعقد بالكتابة عند جمهور الفقهاء ، المالكية والشافعية ، والحنابلة ، سواء أكان العاقدان حاضرين أم غائبين ، ...... =

منگنی کے وقت ایجاب وقبول

مسئلہ (۱۱۵): اگر بوقتِ منگنی مرد وعورت دوگواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرلیں، تو نکاح درست ہوجائے گا۔ (۱)

=وفصل الحنفية في جواز عقد النكاح بالكتابة فقالوا : لا ينعقد بكتابة حاضر ، فلو كتب : تزوجتک، فكتبت : قبلت لم ينعقد ، .... أما كتابة غائب عن المجلس فينعقد بها النكاح بشروط وكيفية خاصة ، نقلها ابن عابدين عن الفتح فقال : ينعقد النكاح بالكتابة كما ينعقد بالخطاب وصورته ؛ أن يكتب إليها يخطبها ، فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود وقرأته عليهم ، وقالت : زوجت نفسي منه ، أو تقول : أن فلاناً كتب إليّ يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه ، أما لو لم تقل بحضرتهم سوى : زوجت نفسي من فلان لا ينعقد ، لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح . (۲۰۹/۳۰، عقد ، العقد بالكتابة أو الرسالة ، الفقه الإسلامي وأدلته: ۶۵۳۰/۹ ، كتاب النكاح ، رابعًا ؛ انعقاد الزواج بالكتابة والرسالة)

(فتاوی محمودیہ: ۶۷۹/۱۰، کراچی، فتاوی دار العلوم دیوبند: ۱۰۳/۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وينعقد بإيجاب وقبول ..... عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقاً أو محدودين أو أعمين أو ابني العاقدين متعلق بينعقد بيان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود . (۱۴۴/۳، ۱۵۵ ، كتاب النكاح)

ما في " الهداية " : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول .... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين ..... قال : اعلم أن الشهادة شرط فی باب النكاح . (۳۰۶/۲ ، كتاب النكاح ، الفتاوى الهندية : ۲۶۷/۱، كتاب النكاح)

باپ کی موجودگی میں دادایانانا کا نکاح کرادینا

مسئلہ (۱۱۶): باپ کی موجودگی میں دادایانانا اس کی اجازت کے بغیر لڑکی (پوتی/نواسی) کا نکاح کرادے، تو یہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا، یعنی اس کا ردّ یا نفاذ باپ کے اختیار میں ہوگا۔[۱]

اولیاء کا ایجاب وقبول

مسئلہ (۱۱۷): ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا: میں نے اپنی بیٹی تیرے بیٹے کو دی، جواباً دوسرے شخص نے کہا: میں نے اپنے بیٹے کے لیے قبول کرلیا، تو ان الفاظ سے نکاح منعقد ہوجائے گا[۲]، جب کہ لڑکا لڑکی نابالغ ہوں[۳]، اور اگر بالغ ہوں تو نکاح اُن کی اجازت پر موقوف رہے گا۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (الولي فی النکاح) ... (العصبة بنفسه) وهو من يتصل بالميت ... (بلا توسط أنثى) ... (على ترتيب الإرث والحجب) .... فلو زوّج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته ، ولو تحولت الولاية إليه لم يجز إلا بإجازته بعد التحول . (۴/۱۳۸-۱۴۴، كتاب النكاح ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر " : أي الأقرب لحصوله بولاية تامة نعم لو زوج الأبعد ، وقد حضر الأقرب توقف على إجازته ، ولذا لو تحول الولاية بعد النكاح إلى الأبعد لم يجز إلا بإجازته بعد التحول . (۱/۴۹۹ ، كتاب النكاح ، باب الأولياء والأكفاء ، بيروت)

(فتاوی محمودیہ:۱۱/۳۷۴،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في "التنوير وشرحه مع الشامية " : (وإنما يصح بلفظ تزويج ونكاح) لأنهما=

ولی سے جبراً نکاح کی اجازت

مسئلہ (۱۱۸): اگر کسی صغیر یا صغیرہ کا نکاح اس کے ولی سے جبراً اجازت لے کر کر دیا جائے، تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔(۱)

= صریح (وما) عداهما كناية هو كل لفظ (وضع لتمليک عين) كاملة فلا يصح بالشركة (في الحال) خرج الوصية غير المقيدة بالحال (كهبة وتمليک وصدقة) وعطية .

(۶۷/۴، كتاب النكاح ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " البحر الرائق " : قوله : إنما يصح بلفظ النكاح والتزويج وما وضع لتمليک العين فى الحال ...... فينعقد النكاح بلفظ الهبة والعطية والصدقة والملک والتمليک والجعل والبيع والشراء على ا لأصح .

(۱۵۱/۳ ، كتاب النكاح ، الفتاوى الهندية : ۲۷۰/۱، كتاب النكاح ، الباب الثاني)

(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : لولي الصغير والصغيرة أن ينكحهما وإن لم يرضا بذلک .

(۲۸۵/۱، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الأولياء ، الدر المختار مع الشامية :۱۲۷/۴، كتاب النكاح ، باب الولي)

(۴) ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكرًا كانت أو ثيبًا فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف على إجازتها ، فإن أجازته جاز ، وإن ردّته بطل . كذا في السّراج الوهاج .

(۲۸۷/۱ ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الأولياء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : فزوجها أولياؤهم وهم مكرهون جاز النكاح لما ذكرنا .

(۱۲۳/۱۰ ، كتاب الإكراه ، فصل فى حكم ما يقع عليه الإكراه)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : واعلم أن الإكراه جده جد وهزله جد ينفذ إن فعله المكره عليه مثل النكاح والطلاق والعتاق ، لأن الفائت بالإكراه الرضى ، والرضى ليس بشرط لصحة هذه التصرفات . (۲۱۱/۵) (فتاوی محمودیہ:۵۰۹/۱۱، کراچی)=

ولی اَبعد کے نکاح کرانے پر ولی اَقرب کا سکوت

مسئلہ (۱۱۹): اگر کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح ولیٔ ابعد کرائے، اور ولیٔ اقرب اس پر خاموشی اختیار کرے، تو جب تک ولی اقرب اجازت نہ دے، یا صراحۃً یا دلالۃً اس کی رضا مندی نہ پائی جائے، نکاح صحیح نہیں ہوگا، کیوں کہ بابِ وَلایت میں سکوت (خاموشی) اجازت نہیں ہے۔[1]

=ما في " البحر الرائق " : وفي المبسوط : وكل تصرف يصح مع الهزل كالطلاق والعتاق والنكاح يصح مع الإكراه . (۱۳۶/۸، رد المحتار: ۷۳/۴، كتاب النكاح ، مطلب هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحفة ؟ الفتاوى الهندية : ۴۵/۵ ، كتاب الإكراه ، الباب الثاني)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب توقف على إجازته . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (توقف على إجازته) تقدم أن البالغة لو زوجت نفسها غير كفء ، فللولي الاعتراض ما لم يرض صريحاً أو دلالةً كقبض المهر ونحوه ، فلم يجعلوا سكوته إجازة ، والظاهر أن سكوته هنا كذلک فلا يكون سكوته إجازة لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد ما لم يرض صريحاً أو دلالة . تأمل .

(۱۴۴/۴، كتاب النكاح ، مطلب : لا يصح تولية الصغير شيخا على خيرات ، ديوبند ، الدر المنتقى مع مجمع الأنهر : ۴۹۹/۱)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو زوجها الأبعد حال قيام الأقرب حتى توقف على إجازة الأقرب ، ثم غاب الأقرب وتحولت الولاية إلى الأبعد لا يجوز ذلک النكاح الذي باشره الأبعد إلا بإجازة منه .

(۲۸۵/۱ ، الفقه الإسلامي وأدلته: ۶۷۰۴/۹، كذا في بدائع الصنائع :۳۸۰/۳)

(امداد الاحکام:۳/ ۲۸۷، زکریا دیوبند)

نکاحِ فاسد و باطل میں فرق

مسئلہ (۱۲۰): نکاحِ فاسد اسے کہتے ہیں جس کی صحت کی کوئی شرط مفقود ہو، جیسے بغیر گواہوں کے نکاح کرنا، یا ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح کرنا، یا چوتھی کی عدت میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کرنا وغیرہ، یہ سب نکاح فاسد ہیں۔ اور بعض نے یہ تعریف کی کہ جس نکاح کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے وہ نکاحِ فاسد اور جو بالاجماع حرام ہے وہ نکاحِ باطل ہے، پس منکوحۂ غیر (دوسرے کی بیوی) یا معتدۂ غیر (دوسرے کی عدت گزار رہی عورت) سے باوجود علم کے نکاح کرنا باطل ہوگا، کیوں کہ وہ زنائے محض ہے۔ الغرض! دونوں کے مابین فرق صرف وجوبِ عدت اور عدمِ وجوبِ عدت کے لحاظ سے ہے، نکاحِ فاسد میں عدت واجب ہے، اور نکاحِ باطل میں عدت واجب نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (ويجب مهر المثل في نكاح فاسد) وهو الذى فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (فى نكاح فاسد) .... قوله : (كشهود) ومثله تزوج الأختين معاً ، ونكاح الأخت فى عدة الأخت .... نكح كافر مسلمة فولدت منه لا يثبت النسب منه ولا تجب العدة لأنه نكاح باطل . اهـ . ... نعم فى " البزازية " حكاية قولين فى أن نكاح المحارم باطل أو فاسد ، والظاهر أن المراد بالباطل ما وجوده كعدمه .... وذكر في " البحر " هناک عن " المجتبى " أن كل نكاح اختلف العلماء في جوازه كالنكاح بلا شهود فالدخول فيه موجب للعدة . أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ، لأنه لم يقل أحد بجوازه =

صیغۂ حال سے نکاح

مسئلہ (۱۲۱): اگر دولہا بوقتِ نکاح ''میں نے قبول کیا'' کہنے کے بجائے، ''مجھے قبول ہے'' کہے، یعنی صیغۂ حال استعمال کرے، تب بھی نکاح درست ہوجائے گا۔[۱]

'' قَبِلْتُ'' کے بجائے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہنا

مسئلہ (۱۲۲): اگر دولہا بوقتِ عقدِ نکاح بجائے '' قَبِلْتُ وَنَکَحْتُ'' کے صرف ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہے، تو اس سے بھی نکاح منعقد ہوگا، جب کہ نکاح کرنے کا ارادہ ہو، مگر بہتر یہ ہے کہ قبول کے لیے صریح الفاظ مثلاً: '' قَبِلْتُ ، نَکَحْتُ ، تَزَوَّجْتُ ''، وغیرہ استعمال کرے۔[۲]

=فلم ینعقد أصلاً . قال : فعلی ھذا یفرق بین فاسدہ وباطلہ فی العدۃ ، ..... والحاصل أنہ لا فرق بینھما في غیر العدۃ . (۴/ ۲۰۲، ۲۰۳ ، النکاح ، مطلب في النکاح الفاسد ، دیوبند ، بدائع الصنائع :۳/ ۲۱۵ ، فصل في النکاح الفاسد) (فتاوی محمودیہ:۱۱/ ۲۹-۳۱، کراچی، احسن الفتاوی:۵/ ۶۰-۶۴)

والحجۃ علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوی الھندیۃ '' : ینعقد بالإیجاب والقبول وضعاً للمضي أو وضع أحدھما للمضی والآخر بغیرہ مستقبلا کان کالأمر أو حالاً کالمضارع . (۱/ ۲۷۰، الباب الثاني)

ما في '' التنویر وشرحہ مع الشامیۃ '' : (وینعقد بإیجاب وقبول وضعاً للمضي) وینعقد أیضاً (بما) أي بلفظین (وضع أحدھما لہ) للمضي (والآخر للاستقبال) أو للحال . (۴/ ۶۰، البحر الرائق :۳/ ۱۴۷ ، کتاب النکاح ، فتح القدیر :۳/ ۱۹۱) (امداد الاحکام:۳/ ۲۳۰، قاموس الفقہ :۵/ ۲۲۶)

الحجۃ علی ما قلنا :

(۲) ما في '' الفتاوی الھندیۃ '' : امرأۃ قالت لرجل : زوجت نفسي منک ، فقال الرجل :=

نکاح میں گواہ

مسئلہ (۱۲۳): نکاح میں گواہوں کا ہونا شرط ہے، بغیر گواہوں کے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ (۱)

سنی کے نکاح میں شیعہ گواہ

مسئلہ (۱۲۴): سنی کے نکاح میں شیعہ گواہ نہیں بن سکتا۔ (۲)

= "بخداوند کاری پذیرفتم" يصح النكاح ، ولو لم يقل الرجل ذلک لكنه قال لها : شاباش ! إن لم يقل بطريق الطنز يصح النكاح . (۱/۲۷۲ ، كتاب النكاح ، الباب الثاني فيما ينعقد ، خلاصة الفتاوى : ۲/۳ ، كتاب النكاح) (احسن الفتاوی:۵/۳۶،۳۷)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : قوله : (عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ...) متعلق بـ " ينعقد " بيان للشرط الخاص به وهو الإشهاد فلم يصح بغير شهود لحديث الترمذي : " البغايا اللاتي ينكحن أنفسهن من غير بينة " . ولما رواه محمد بن الحسن مرفوعاً : " لا نكاح إلا بشهود " . فكان شرطاً . (۳/۱۵۵ ، كتاب النكاح ، بيروت)

ما في " منهاج المسلم لأبي بكر الجزائري " : المراد بالشاهدين : أن يحضر العقد اثنان فأكثر من الرجال العدول المسلمين لقوله تعالى : ﴿وأَشهدوا ذَوَى عدل منكم﴾ [الطلاق : ۲] . وقول الرسول ﷺ : " لا نكاح إلا بولي وشاهدَي عدل " . (ص/۳۳۹ ، الباب الخامس في المعاملات ، الفصل السادس في النكاح والطلاق الخ ، رد المحتار : ۴/۷۴ ، كتاب النكاح) (جامع الترمذي : ۱/۲۱۰ ، كتاب النكاح ، باب ما جاء في لا نكاح إلا ببينة) (فتاوی حقانیہ:۴/۲۹۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : الرافضي إذا كان يسبّ الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر ..... ويجب إكفار الروافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدنيا وبتناسخ=

چہرہ دکھائی کی رقم

مسئلہ (۱۲۵): ہمارے عرف ورَواج میں چہرہ دکھائی کے وقت لڑکی کو جو رقم دی جاتی ہے، وہ ہدیہ ہوتی ہے، لہٰذا اس کا لینا اور دینا دونوں شرعاً جائز ہیں۔ [1]

= الأرواح وبانتقال روح الإله إلى الأئمة وبقولهم في خروج إمام باطن وبتعطيلهم الأمر والنهي إلى أن يخرج الإمام الباطن وبقولهم أن جبريل عليه السلام غلط في الوحي إلى محمد ﷺ دون علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه ، وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام وأحكامهم أحكام المرتدين . كذا في الظهيرية .

(۲/۲۶۴، مطلب موجبات الكفر أنواع ، منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام)

ما في " البحر الرائق " : وشرط في الشهود أربعة ؛ الحرية والعقل ، والبلوغ والإسلام ، فلا ينعقد بحضرة العبيد والمجانين والصبيان والكفار في نكاح المسلمين لأنه لا ولاية لهؤلاء .

(۳/۱۵۸ ، كتاب النكاح ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " منهاج المسلم لأبي بكر الجزائري " : أن يكونا عدلين ، والعدالة تتحق باجتناب الكبائر وترك غالب الصغائر فالفاسق بالزنا أو شرب خمر أو بأكل ربا لا تصح شهادته لقوله تعالى : ﴿عدل منكم﴾ وقول الرسول ﷺ: " وشاهدي عدل " .

(ص/ ۳۴۰ ، المكتبة دار الغد الجديد)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الأصل أن يكون الشاهد مسلماً فلا تقبل شهادة الكفار سواء أكانت الشهادة على مسلم أم على غير مسلم ، لقوله تعالى : ﴿واَشهدوا ذوى عدل منكم﴾ . والكافر ليس بعدل ولس منا ، ولأنه أفسق الفساق ويكذب على الله تعالى فلا يؤمن منه الكذب على خلقه . (۲۶/۲۲۲) (کفایت المفتی:۵/۱۴۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الزوائد " : عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " تهادوا تحابوا " . (۴/۱۸۵ ، كتاب البيوع ، باب الهدية)

ما في " مجمع الزوائد " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من سألكم =

نکاح میں لڑکی کے نام میں غلطی

مسئلہ(۱۲۶): ایک شخص کی دو کنواری لڑکیاں تھیں؛ مثلاً زاہدہ اور خالدہ، اس نے زاہدہ کے نکاح میں بھول کر خالدہ کا نام لے لیا، اور شوہر نے اسے قبول بھی کرلیا، تو یہ نکاح خالدہ کے ساتھ ہی صحیح ہوگا، زاہدہ کے ساتھ نہیں، البتہ اگر زاہدہ مجلسِ نکاح میں موجود ہو، اور باپ اُس کی طرف اشارہ کر کے کہے: میں نے اپنی اِس بیٹی خالدہ کا نکاح تجھ سے کردیا (حالانکہ وہ زاہدہ ہے)، تو اس صورت میں زاہدہ کے ساتھ نکاح صحیح ہوگا، خالدہ کے ساتھ نہیں، کیوں کہ حِسّی اشارہ کے ساتھ تعریف، نام لے کر تعریف سے زیادہ قوی ہے۔[1]

=بالله فأعطوه، ومن استعاذكم بالله فأعيذوه ، ومن دعاكم فأجيبوه ، ومن أهدى إليكم كراعاً فاقبلوه " . (۴/۱۸۴ ، كتاب البيوع ، باب الهدية)

ما في " عقود رسم المفتي " : الثابت بالعرف كالثابت بالنص ..... (وفي) تصحيح العلامة قاسم : فإن قلت : قد يحكمون أقوالاً من غير ترجيح ، وقد يختلفون في التصحيح ، قلت : يعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغيرات "العرف " وأحوال الناس وما هو الأرفق بالناس ، وما ظهر عليه التعامل . (ص/۱۸۱ ، الفتوى في الوقائع لا بد له من ضرب اجتهاد ومعرفة أحوال الخ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : النكاح (ينعقد) ملتبساً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول من الآخر) . (۴/۵۹ ، ۶۰ ، كتاب النكاح)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكذا لو غلط في اسم ابنته إلا إذا كانت حاضرة وأشار إليها فيصح ؛ ولو له بنتان أراد تزويج الكبرى فغلط فسماها باسم الصغرى صح للصغرى . خانية . در مختار . وفي الشامية : قوله : (إلا إذا كانت حاضرة الخ) راجع إلى المسألتين : أي فإنها لو كانت مشارًا إليها وغلط في اسم أبيها أو اسمها لا يضرّ ، لأن تعريف الإشارة=

منکوحہ کے نام میں شوہر کو اشتباہ ہوگیا

مسئلہ (۱۲۷): ایک شخص کا نکاح پڑھایا جارہا تھا، نکاح کا وکیل کچھ ناک میں بولا کرتا تھا، جب اس نے منکوحہ کا نام لیا تو صاف سمجھ میں نہ آیا، دولہا اشتباہ میں پڑگیا کہ دو تین بہنوں میں سے اس وکیل نے کس کا نام لیا ہے، لیکن یہ سوچ کر کہ یہ شخص جس کا وکیل بن کر آیا مجھے وہی لڑکی قبول ہے، اس لیے نام کی لفظی تصحیح کیے بغیر ہی قبول کرلیا، تو ایسی صورت میں اگر شوہر کو پہلے سے ہی علم تھا کہ میرا نکاح فلاں لڑکی سے ہوگا، مگر عقدِ نکاح کے وقت وکیل کے ناک سے بولنے کی وجہ سے اسے منکوحہ کا نام صاف سمجھ میں نہ آیا، اوراس کو اشتباہ ہوا، البتہ گواہوں کو نام میں اشتباہ نہیں ہوا، اور نہ نکاح کے وکیل کو، تو نکاح درست ہوگا، کیوں کہ اس صورت میں جہالت نہیں ہے۔(۱)

= الحسية أقوى من التسمية ، لما في التسمية من الاشتراک لعارض فتلغو التسمية عندها . اهـ ... قوله : (ولو له بنتان الخ) أي بأن كان اسم الكبرىٰ مثلا عائشة والصغرىٰ فاطمة ، فقال : زوجتک بنتي الكبرىٰ فاطمة وقيل صح العقد عليها وإن كانت عائشة هي المرادة ، وهذا إذا لم يصفها بالكبرىٰ . (۷۹/۴، كتاب النكاح ، مطلب في عطف الخاص على العام ، ديوبند، و۹۷/۴، بيروت ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۳۲۴/۱ ، كتاب النكاح، الفصل الأول في الألفاظ التي ينعقد بها النكاح) (فتاوی محمودیہ:۳۹/۱۱، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قلت : وظاهره أنها لو جرت المقدمات على معينة وتميزت عند الشهود أيضًا يصح العقد ، وهي واقعة الفتوى ، لأن المقصود نفي الجهالة ، وذلک حاصل بتعينها عند العاقدين والشهود وإن لم يصرّح باسمها . اهـ . ...=

عاقلہ بالغہ لڑکی کا بادلِ نخواستہ ایجاب وقبول

مسئلہ (۱۲۸): اگر عاقلہ بالغہ لڑکی بادلِ نخواستہ ایجاب وقبول کرے، تو شرعاً اس کا نکاح منعقد ہوجائے گا۔(۱)

=... ثم قال في البحر: وإن كانت غائبة ولم يسمعوا كلامها بأن عقد لها وكيلها ، فإن كان الشهود يعرفونها كفى ذكر اسمها إذا علموا أنه أرادها ، وإن لم يعرفوها لا بد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدها ، وجوّز الخصاف النكاح مطلقاً ، حتى لو وكلته فقال بحضرتهما : زوجت نفسى من مؤكلتي أو من امرأة جعلت أمرها بيدي فإنه يصح عنده.

(۴/۶۶– ۶۷ ، كتاب النكاح ، مطلب الخصاف كبير فى العلم ، ديوبند)

ما في " البحر الرائق " : ولم يشترط المصنف الفهم قال فى التجنيس : ولو عقدا عقد النكاح بلفظ لا يفهمان كونه نكاحاً هل ينعقد ؟ اختلف المشايخ فيه ، قال بعضهم ينعقد لأن النكاح لا يشترط فيه القصد ، يعني بدليل صحته مع الهزل وظاهره ترجيحه ولم يشترط أيضاً تمييز الرجل من المرأة وقت العقد للاختلاف لما فى النوازل فى صغيرين قال أبو أحدهما زوجت بنتي هذه من ابنک هذا وقبل ثم ظهر الجارية غلاماً والغلام جاريةجاز ذلک . (۳/ ۱۵۰ ، فتاوى النوازل:ص/ ۱۶۲ ، الفتاوى الولوالجية : ۱/ ۳۱۸) (امدادالاحکام:۳/ ۲۳۰، ۲۳۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوٰة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ قال : " ثلاث جدهن جد وهزلهن جد : النكاح والطلاق والرجعة " . رواه الترمذي وأبوداود .

(۲/ ۲۸۴ ، باب الخلع والطلاق)

ما في " رد المحتار " : قوله : (ليتحقق رضاهما) أى ليصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا ، إذ حقيقة الرضا غير مشروطة فى النكاح لصحته مع الإكراه والهزل .... وأما ما ذكر من أن نكاح المكره صحيح إن كان هو الرجل ، وإن كان هو المرأة فهو فاسد فلم أر من ذكره وإن أوهم كلام القهستاني السابق ذلک ، بل عبارتهم مطلقة فى أن نكاح المكره صحيح كطلاقه وعتقه مما يصح مع الهزل ، ولفظ المكره شامل للرجل والمرأة فمن =

عاقلہ، بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر

مسئلہ (۱۲۹): عاقلہ، بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کر دینا صحیح نہیں ہے، صحتِ نکاح کے لیے اس کی رضامندی ضروری ہے۔[1]

=ادعی التخصیص فعلیه اثباته بالنقل الصريح .

(۸۶/۴ ، ۸۷ ، کتاب النکاح ، قبیل مطلب الخصاف کبیر)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وقال الحنفية : حقيقة الرضا ليس شرطاً لصحة النكاح ، فيصح الزواج ومثله الطلاق مع الإكراه والهزل ، لأن المستكره قاصد عقد الزواج ، لكنه غير راض بالحكم الذى يترتب عليه ، فهو مثل الهازل ، والهزل لا يمنع صحة الزواج ، لقول النبي ﷺ : " ثلاث جدهن جد، وهزلهن جد : النكاح ، والطلاق ، والرجعة " . لكن هذا القياس يصادم الثابت فى السنة . (۹/۶۵۶۷ ، کتاب النکاح ، الشرط الرابع)

ما في " رد المحتار " : (صح نكاحه وطلاقه وعتقه) لو بالقول لا بالفعل ..... والأصل عندنا أن كل ما يصح مع الهزل يصح مع الإكراه ، لأن ما يصح مع الهزل لا يحتمل الفسخ ، وكل ما لا يحتمل الفسخ لا يؤثر فيه الإكراه ...... والمذكور منها في عامة الكتب عشرة نظمها ابن الهمام بقوله :

يصح مع الإكراه عتق ورجعة	نكاح وإيلاء طلاق مفارق
وفيء ظهار واليمين ونذره	وعفو لقتل شاب منه مفارق

(۹/۱۶۴-۱۶۶ ، كتاب الإكراه ، دار الكتاب ديوبند)

(فتاوی دار العلوم: ۸/ ۸۸-۹۲، فتاوی حقانیہ: ۴/ ۲۹۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وإذا كان الرضا فى نكاح البالغة شرط الجواز فإذا زوجت بغير إذنها توقف التزويج على رضاها ، فإن رضيت جاز ، وإن ردّت بطل .

(۳/۳۵۹ ، كتاب النكاح ، فصل الذي يرجع إلى المولى عليه ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو=

نکاح کے وقت لڑکی راضی نہیں

مسئلہ (۱۳۰): اگر کوئی عاقلہ بالغہ لڑکی بوقتِ نکاح عدمِ رضامندی کو ظاہر کردے، تو شرعاً اس کا نکاح درست نہیں ہوگا، کیوں کہ اس کا یہ انکار معتبر ہے۔ (۱)

= سلطان بغير إذنها بكراً كانت أو ثيباً ، فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف على إجازتها ، فإن أجازته جاز وإن ردّته بطل . كذا في السراج الوهاج .

(۱/۲۸۷ ، كتاب النكاح ، الباب الرابع في الأولياء)

ما في " رد المحتار " : (ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لإنقطاع الولاية بالبلوغ (فإن استأذنها هو) أى الولي وهو السنة . در مختار . وفي الشامية : قوله : (وهو السنة) بأن يقول لها قبل النكاح : فلان يخطبک أو يذكرک فسكتت ، وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف على رضاها . بحر عن المحيط . (۴/۱۱۸، ۱۱۹ ، كتاب النكاح ، باب الولي، دار الكتاب ديوبند) (فتاوی محمودیہ: ۱۰/۶۴۲، ۶۵۵، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها بكراً أو كانت أو ثيباً فإن فعل ذلک فالنكاح موقوف على إجازتها فإن أجازته جاز وإن ردّته بطل . كذا فى السراج الوهاج .... بالغة زوجها أبوها فبلغها الخبر فقالت : لا أريد ، أو قالت : لا أريد فلاناً ، فالمختار أنه يكون رداً في الوجهين .

(۱/۲۸۷ ، كتاب النكاح ، باب الأولياء)

ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : استأمرها فقالت : لا أرضى أو لا أريده فتزوجت وسكتت صح النكاح ، وإن قالت : كنت قلت لا أريد لا يصح ، وإن بلغها خبر النكاح فقالت : لا أرضى ثم قالت : رضيت لا يصح لأن المنسوخ لا تلحقه الإجازة .

(۴/۱۲۵ ، كتاب النكاح ، التاسع)

کفاءت یعنی برابری کا اعتبار

مسئلہ (۱۳۱): کفاءت یعنی برابری کا اعتبار مرد کی جانب میں ہوتا ہے، عورت کی جانب میں نہیں، کیوں کہ شریف عورت اپنے سے کم تر کا فراش ہونے کو ناپسند کرتی ہے، برخلاف مرد کے؛ کہ اس کو اپنے سے کم تر عورت کو فراش بنانے میں ناگواری نہیں گذرتی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما بيان من تعتبر له الكفاء ة ، فالكفاء ة تعتبر للنساء لا للرجال ، على معنى أنه تعتبر الكفاء ة فى جانب الرجال للنساء ، ولا تعتبر فى جانب النساء للرجال ؛ لأن النصوص وردت بالاعتبار فى جانب الرجال خاصة . وكذا المعنى الذي شرعت له الكفاء ة يوجب اختصاص اعتبارها بجانبهم ؛ لأن المرأة هي التي تستنكف لا الرجل ؛ لأنها هى المستفرشة ، فأما الزوج فهو المستفرش فلا تلحقه الأنفة من قبلها .

(۵۸۲/۳، كتاب النكاح ، فصل فيمن تعتبر له الكفاء ة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : من كافأه إذا ساواه والمراد هنا مساواة مخصوصة أو كون المرأة أدنى (الكفاء ة معتبرة) فى ابتداء النكاح للزومه أو لصحة (من جانبه) أى الرجل لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشاً للدنيء ، ولذا لا تعتبر من جانبها لأن الزوج مستفرش فلا تغيظه دناء ة الفراش ، وهذا عند الكل في الصحيح .

(۱۴۸/۴، كتاب النكاح ، الباب الثاني باب الكفاء ة ، البحر الرائق :۲۲۵/۳ ، كتاب النكاح ، فصل في الكفاء ة)

(الفتاوى الهندية : ۲۹۰/۱ ، كتاب النكاح ، الباب الخامس في الإكفاء)

عاقلہ بالغہ کا نکاح غیر کفو کے ساتھ زبردستی کردینا

مسئلہ (۱۳۲): عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کفو یا غیر کفو کے ساتھ زبردستی کردینا درست نہیں ہے۔ [۱]

مغویہ کے ساتھ غیرِ کفو شخص کا نکاح

مسئلہ (۱۳۳): اگر غیرِ کفو شخص نے کسی لڑکی کو اِغوا کرکے اس سے نکاح کرلیا، تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق نکاح صحیح نہیں ہوگا [۲]، البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس نکاح سے رضامند ہیں، یا اس کا کوئی ولی نہیں ہے، تو یہ نکاح صحیح ودرست ہوگا۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولا تجبر البالغة البكر على النكاح ، لإنقطاع الولاية بالبلوغ .

(۱۱۸/۴ ، كتاب النكاح ، باب الولي)

ما في " الهداية " : ولا يجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح خلافاً للشافعي .

(۳۱۴/۳ ، البحر الرائق : ۱۹۲/۳ ، باب الأولياء والأكفاء)

(فتاوی محمودیہ: ۵۵۴/۱۱، کراچی، کتاب الفتاوی: ۳۶۷/۴، ۳۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويفتى في غير الكفؤ (بعدم الجواز أصلاً) وهو المختار للفتوى لفساد الزمان . (در مختار) . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد فلا يفيد الرضا بعده ، وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً . (۱۱۶/۴ ، كتاب النكاح ، باب الولي)

ما في " الفتاوى الهندية " : وروى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أن النكاح لا ينعقد، وبه أخذ كثير من مشايخنا رحمهم الله تعالى . كذا في المحيط . والمختار في زماننا=

دو پٹہ اڑھانے سے نکاح نہیں ہوتا

مسئلہ (۱۳۴): آج کل یہ رواج ہے کہ جب لڑکی پسند آجاتی ہے، تو لڑکے والے اس کے سر پر دوپٹہ اڑھا دیتے ہیں (جس کو ''ہری بیل'' یا ''رسم'' کہتے ہیں)، اور یہ سمجھتے ہیں کہ نکاح ہوگیا، جب کہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ محض دوپٹہ اڑھانے سے نکاح نہیں ہوتا، بلکہ نکاح کے لیے ایجاب وقبول کا ہونا ضروری ہے، اور دو گواہوں کا ہونا شرط ہے۔ (۱)

= للفتویٰ رواية الحسن .

(۱/۲۹۲، کتاب النکاح ، باب الاكفاء ، البحر الرائق:۳/۱۹۴، باب الأولياء والأكفاء)

(۳) ما في '' الفتاویٰ الهندية '' : وإذا زوجت نفسها من غير كفو ورضى به أحد الأولياء ، لم يكن لهذا الولي ولا لمن مثله أو دونه حق الفسخ . (۱/۲۹۳، الباب الخامس باب الأولياء والأكفاء ، البحر الرائق :۳/۱۹۴ ، باب الأولياء والأكفاء)

ما في '' رد المحتار '' : وأما إذا لم يكن لها ولي فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً .

(۴/۱۱۶، باب الولي ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۹۲، الباب الخامس في الأكفاء ، البحر الرائق:۳/۱۹۴ ، باب الأولياء والأكفاء ، بيروت) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۶۱۶،۶۱۷،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' التنوير مع الدر والرد '' : وينعقد بإيجاب وقبول وضعاً للمضي .... وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً . (۴/۶۸-۹۱، كتاب النكاح ، بيروت)

ما في '' الهداية '' : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي ..... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين .

(۲/۳۰۵، ۳۰۶، كتاب النكاح)

ما في '' تبيين الحقائق '' : قال رحمه الله تعالى : (وينعقد بإيجاب وقبول وضعاً للمضي أو أحدهما) أي ينعقد النكاح بالإيجاب والقبول بلفظين وضعاً للماضي ، أو وضع أحدهما =

محرمات اور غیر محرمات

مسئلہ (۱۳۵): اُصول؛ یعنی ماں، نانی، دادی وغیرہ۔

فروع؛ یعنی بیٹی، پوتی، نواسی وغیرہ۔

اصل قریب کی فروع؛ یعنی بہن، بھانجی، وغیرہ۔

اصل بعید کی صلبی اولاد؛ یعنی خالہ، پھوپھی۔

رضاعی ماں اور اس کی اولاد۔ رضاعی بہن اور اس کی اولاد۔

رضاعی ماں کے اصول؛ یعنی نانی، دادی وغیرہ۔

بیوی کی ماں، نانی، دادی۔

مدخولہ بیوی کی بیٹی، پوتی، نواسی۔

باپ دادا کی بیوی۔

مزنیہ کی ماں، بیٹی وغیرہ یعنی اصول وفروع۔

بیٹے، پوتے، نواسے کی بیوی۔

مشرکہ کافرہ۔

مذکورہ بالا عورتیں تو ہمیشہ کے لیے حرام ہیں، اور کچھ عورتیں ایسی بھی ہیں جو خاص محدود حالات میں حرام ہیں، وہ حالات نہ رہیں، تو ان کی حرمت بھی نہ رہے گی، جیسے:

=للماضي والآخر للمستقبل ، لأن النكاح عقد فينعقد بهما كسائر العقود .

(۴۴۸/۲ ، كتاب النكاح)

ما في " خلاصة الفتاوى " : وفيها الفاظ النكاح ، وفى الأجناس كل لفظة في الأمة تفيد ملك رقبتها ينعقد النكاح بتلك اللفظة ، وجملته أنه ينعقد النكاح بقوله : تزوجت وأنكحت وملكت . (۲/۲، كتاب النكاح ، الفصل الأول في جواز النكاح والإجازة)

بیوی کی خالہ، پھوپھی، بہن اس وقت تک حرام ہیں، جب تک بیوی نکاح میں ہے، اگر وہ مرجائے یا اس کو طلاق ہوجائے اور عدت گذر جائے، تو ان کی حرمت نہ رہے گی۔

اور اگر کسی کے نکاح میں چار بیویاں ہوں تو پانچویں سے نکاح درست نہیں، لیکن اگر کوئی ایک مرجائے یا اس کو طلاق ہوجائے اور اس کی عدت گذر جائے، تو پانچویں سے نکاح حرام نہ ہوگا۔

ان کے علاوہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم وبنٰتكم واخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت وأُمّهٰتكم الّٰتى ارضعنكم وأخوٰتكم من الرضاعة وأُمّهٰت نسآئكم وربآئبكم الّٰتى فى حجوركم من نسآئكم الّٰتى دخلتم بهنّ فإن لم تكونوا دخلتم بهنّ فلا جناح عليكم وحلآئل ابنآئكم الذين من أصلابكم وأن تجمعوا بين الأختيين إلا ما قد سلف . إن الله كان غفورًا رحيمًا . والمحصنٰت من النسآء إلا ما ملكت أيمانكم كتٰب الله عليكم ، وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم﴾ . (سورة النسآء :۲۳، ۲۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : أسباب التحريم أنواع ؛ قرابة ، مصاهرة ، رضاع ، جمع ، ملك ، شرك ، إدخال أمة على حرة . فهي سبعة ذكرها المصنف بهذا الترتيب ، وبقي التطليق ثلاثاً ، وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة ذكرهما في الرجعة ، حرم على المتزوج ذكرًا كان أو أنثى نكاح أصله وفروعه علا أو نزل ، وبنت أخيه وأخته وبنتها ولو من زنى وعمته وخالته فهذه السبعة مذكورة في آية : ﴿حرمت عليكم أمهٰتكم﴾ . [النسآء :۲۳] . ويدخل عمة جده وجدته .

(۹۹/۳-۱۰۳ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۷۳)

(فتاوی محمودیہ: ۱۱/ ۲۹۹، کراچی)

علاتی اوراخیافی بھائی بہن کا رشتہ

مسئلہ (۱۳۶): اگر کوئی عورت مرد بن جائے اور اس سے کوئی اولاد بھی ہو، اور مرد بننے کے بعد بھی کوئی اولاد پیدا ہوئی ہو، تو ان دونوں کے درمیان رشتۂ ازدواج قائم نہیں ہوسکتا ہے، بلکہ حرام ہے، اگر چہ اس کی پیدائش پر اس کی صفت جداگانہ تھی، پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان ازدواج کا تعلق درست نہیں ہے، جس طرح عینی بھائی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح علاتی اوراخیافی بھائی بہن سے بھی حرام ہے، ہر ایک کی تولید کے وقت مولود منہ کی جو صفت تھی اسی کے اعتبار سے رشتہ بھی قائم کیا جائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرمت عليكم أمّهٰتكم وبنٰتكم وأخوٰتكم﴾ . (النساء : ۲۳)

ما في " التفسير المنير" : النوع الثالث : من المحرمات ، الأخوات ، ويدخل فيه الأخوات من الأب والأم معاً ، والأخوات من الأب فقط ، والأخوات من الأم فقط . (۴/۲۵)

ما في " صفوة التفاسير " : (وأخوٰتكم) أي شقيقة كانت أو لأب أو لأم .

(۱/۲۴۶ ، التفسير المنير : ۲/۲۴۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس : " حرُم من النسب سبع ، ومن الصِّهر سبع ، ثم قرأ : ﴿حرمت عليكم أمهٰتكم﴾ الآية . [سورة النساء : ۲۳] الحديث " .

(ص/ ۹۴۱ ، كتاب النكاح ، باب ما يحل من النساء وما يحرم ، رقم الحديث : ۵۱۰۵)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : عن ابن عباس في آخر الحديث : ثم قرأ : حرمت عليكم أمهٰتكم حتى بلغ ، وبنات الأخ وبنات الأخت ، ثم قال : هذا النسب .

(۹/۱۹۳ ، كتاب النكاح ، رقم الباب : ۲۴)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (عن ابن عباس قال : حرم) بتشديد الراء مجهول ، أي جعل حراماً (من النسب سبع) أي نسوة هنّ الأم والبنت والأخت والعمة والخالة وبنت الأخ وبنت=

سوتیلی ماں کے شوہرِ سابق کی لڑکی سے نکاح

مسئلہ (۱۳۷): سوتیلی ماں کے شوہرِ سابق کی لڑکی سے نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، نکاح جائز ہے۔ [۱]

= الأخت . (۳۱۱/۱/۶ ، کتاب النکاح ، باب المحرمات ، رقم الحدیث : ۳۱۸۱)

ما في " بدائع الصنائع " : وتحرم علیه أخواته وعماته وخالاته بالنص ، وهو قوله عز وجل : ﴿وأخوٰتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم﴾ سواء کنّ لأب وأم ، أو لأب أو لأم لإطلاق إسم الأخت .

(۵۳۰/۲ ، کتاب النکاح ، المحرمات بالقرابة)

ما في" البحر الرائق " : قوله : (وأخته وبنتها وبنت أخیه وعمته وخالته) للنص الصریح ، ودخل فیه الأخوات المتفرقات . (۱۶۴/۳ ، کتاب النکاح ، فصل في المحرمات)

ما في" تبیین الحقائق " : قال رحمه الله : (وأخته وبنتها) لأن حرمتهنّ منصوص علیها في هذه الآیة ، ویدخل في النص الأخوات المتفرقات . (۴۶۰/۲ ، کذا في مجمع الأنهر : ۴۷۶/۱ ، کتاب النکاح ، باب المحرمات) (فتاوی محمودیہ:۱۱/ ۳۴۸، ۳۴۹، کراچی، جدید مسائل کا حل: ص/۳۲۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وأما بنت زوجة أبیه أو ابنه فحلال . در مختار . وفي الشامیة : قوله : (و أما بنت زوجة أبیه أو ابنه فحلال) وکذا بنت ابنها . " بحر " . قال الخیر الرملي : ولا تحرم بنت زوج الأم ، ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها .

(۸۴/۴ ، ۸۵ ، کتاب النکاح ، فصل في المحرمات)

ما في " البحر الرائق " : قال الرملي : قالوا : لا یحرم علی المرء زوجة من تبناه لأنه لیس بابن له ، ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه . (۱۶۷/۳ ، کتاب النکاح ، فصل في المحرمات)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ﴿ولا تنکحوا ما نکح اٰبآؤکم من النسآء إلا ما قد سلف انه کان فاحشة ومقتا وساء سبیلا﴾ .... والمحرم بهذه الآیة هو زوجة الأب فقط ، أما بنتها أو امها فلا تحرم علی الإبن ، فیجوز أن یتزوج الرجل امرأة ، ویتزوج ابنه بنتها أو امها .

(۶۶۲۷/۹ ، الفصل الثالث المحرمات من النساء أو الانکحة المحرمة)(خیر الفتاوی:۴/ ۳۳۲)

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح

مسئلہ (۱۳۸): سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے، کیوں کہ محرمات میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أمّهٰتكم وبنٰتكم واخوتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت وأمّهٰتكم الّتى ارضعنكم وأخوتكم من الرضاعة وأمّهٰت نسآئكم وربآئبكم الّتى فى حجوركم من نسآئكم الّتى دخلتم بهنّ فإن لم تكونوا دخلتم بهنّ فلا جناح عليكم وحلآئل ابنآئكم الذين من أصلابكم وأن تجمعوا بين الأختيين إلا ما قد سلف . إن الله كان غفورًا رحيمًا . والمحصنٰت من النسآء إلا ما ملكت أيمانكم كتٰب الله عليكم ، وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم﴾ . (سورة النسآء :۲۳، ۲۴)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : وحرم على المتزوج ذكراً كان أو انثىٰ لنكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبنتها وعمته وخالته) ..... وبنت زوجته الموطوءة وأم زوجته وإن لم توطأ وزوجة أصله وفرعه مطلقاً ولو بعيدًا دخل بها أو لا . (۸۲/۴ ، كتاب النكاح ، فصل فى المحرمات ، الهداية :۳۰۷/۲ ، كتاب النكاح ، فصل في بيان المحرمات، الفتاوى الهندية: ۲۷۳/۱، كتاب النكاح ، الباب الثالث فى بيان المحرمات، بدائع الصنائع : ۵۲۹/۲ ، كتاب النكاح ، محرمات بالقرابة محرمات بالمصاهرة)

(امداد الاحکام: ۲۴۷/۳)

ساس کی سوتیلی ماں سے نکاح

مسئلہ (۱۳۹): ساس کی سوتیلی ماں محرمات میں داخل نہیں ہے[1]، اس لیے اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے، اپنی بیوی اور اس کی سوتیلی نانی (ساس کی سوتیلی ماں) کے درمیان ایسا رشتہ نہیں، جو موجبِ حرمت ہو، چنانچہ اگر سوتیلی نانی کو مرد فرض کیا جائے، تو اس کے اور اپنی بیوی کے درمیان کوئی رشتہ نہیں، البتہ اگر اپنی بیوی کو مرد فرض کیا جائے، تو سوتیلی نانی نانا کی مدخولہ ہونے کی وجہ سے حرام ہوگی، مگر اس قسم کا یک طرفہ رشتہ، حرمت کو ثابت نہیں کرتا ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأحل لكم ما روآء ذٰلكم﴾ . (سورة النسآء : ۲۴)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : ﴿وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم﴾ . أي ما وراء ما حرمه الله تعالى ...... ويجوز الجمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل ، أو بين امرأة وزوجة كانت لأبيها ، وهما واحد ، لأنه لا رحم بينهما فلم يوجد الجمع بين ذواتي رحم .

(۳/۴۳۷ ، كتاب النكاح)

ما في " الفتاوى الهندية " : وكذا يجوز بين امرأة وبنت زوجها فإن المرأة لو فرضت ذكر حلت له تلك البنت بخلاف العكس . (۱/۲۷۷، القسم الرابع ، المحرمات بالجمع)

ما في " مجمع الأنهر " : بخلاف الجمع بين امرأة وبنت زوجها فإنه يجوز لأنه لو فرضت المرأة ذكراً جاز له أن يتزوج بنت الزوج لأنها بنت رجل أجنبي . (۱/۴۸۰، كتاب النكاح ، باب المحرمات ، المبسوط للسرخسي :۴/۲۳۵ ، قبيل باب النكاح الصغير والصغيرة)

(امداد الاحکام:۳/۲۵۰)

سوتیلی بہنوں کوایک نکاح میں جمع کرنا

مسئلہ (۱۴۰): دوسوتیلی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا نص قطعی سے حرام ہے، اور آیت تینوں قسموں کی بہن (حقیقی، علاتی اوراخیافی) کوشامل ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حُرّمت عليكم اُمّهٰتكم .... وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف﴾ . (سورة النسآء :۲۳)

ما في " روح المعاني " : والأخوات ينتظمن الأخوات من الجهات الثلاث وكذا الباقيات لأن الإسم يشمل الكل ويدخل في العمات والخالات أولاد الأجداد والجدات وإن علوا وكذا عمة جده وخالته وعمة جدته وخالاتها لأب وأم أو لأب أو لأم وذلک كله بالإجماع . (۳۹۳/۳)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿وان تجمعوا بين الأختين﴾ . قال أبو بكر : قد اقتضى ذلک تحريم الجمع بين الاختين فی سائر الوجوه لعموم اللفظ . (۱۶۳/۲)

ما في " بدائع الصنائع " : واخواتكم وعماتكم وخالاتكم سواء كن لاب وأم أو لأب أو لأم لإطلاق اسم الاخت والعمة والخالة ويحرم عليه أبيه وخالته لأب وأم أو لأب أو لأم ، وعمة أمه وخالته لأب وأم أو لأب أو لأم بالإجماع . (۵۳۰/۲ ، البحر الرائق :۱۶۳/۳)

(معارف القرآن شفیعی:۳۶۱/۲،امدادالاحکام:۲۴۵/۳،۲۴۶)

سَوکن کے لڑکے کا دوسری سَوکن کی نواسی کی لڑکی سے نکاح

مسئلہ (۱۴۱): ایک سوکن کے لڑکے کے لیے دوسری سوکن کی نواسی کی لڑکی (جو سوتیلی بہن کی نواسی ہوئی) سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

دادی یا نانی کا دودھ پینے والے لڑکے کا نکاح پھوپھی، چچا، خالہ و ماموں کی اولاد سے

مسئلہ (۱۴۲): اگر کسی لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا، تو وہ اپنی کسی پھوپھی کی لڑکی، کسی چچا کی لڑکی، اور جس نے اپنی نانی کا دودھ پیا، وہ اپنی کسی خالہ کی لڑکی اور کسی ماموں کی لڑکی سے شادی نہیں کرسکتا، کیوں کہ تمام پھوپھیاں، تمام چچا، تمام خالائیں اور تمام ماموں اس کے رضاعی بھائی بہن ہوگئے، اور رضاعی بھائی بہن کے بیٹوں اور بیٹیوں کا آپس میں نکاح حرام ہے، کیوں کہ حدیث میں ہے کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں، جو ولادت (نسب) سے حرام ہوجاتے ہیں، اور نسب میں بھائی بہن کی بیٹیوں سے نکاح حرام ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿حرّمت علیکم اُمّھٰتکم وبنٰتکم واَخوٰتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت﴾ . (سورة النسآء :۲۳)

ما في " التفسیر المظھري " : ﴿وبنٰت الأخ وبنٰت الأخت﴾ ، یعني فروع الأخ والأخت بناتھما وبنات أبنائھما وبنات بناتھما وإن سفلن سواء کان الأخ والأخت لأبوین أو لأحدھما.

(۲۶۵/۲، ۲۶۶، سورة النسآء :۲۳ ، الفتاوی الھندیة : ۲۷۳/۱، کتاب النکاح ، الباب الثالث في بیان المحرمات)=

رضاعی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح

مسئلہ (۱۴۳): رضاعی بھانجی یا بھتیجی سے نکاح کرنا شرعاً حرام ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم وبنٰتكم وأَخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت﴾ . (سورة النسآء :۲۳)

ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضى الله تعالى عنها زوج النبى ﷺ ، أن النبى ﷺ قال : " يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة " .

(۱/ ۲۸۰، كتاب النكاح ، باب ما يحرم من الرضاعة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : أسباب التحريم أنواع : قرابة مصاهرة ، رضاع .... (حرم) على المتزوج .... نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبنتها) ولو من زنا .... وحرم (الكل) مما مرَّ تحريمه نسبًا ومصاهرة (رضاعًا) إلا ما استثني في بابه . (۴/ ۸۱ – ۸۵ ، فصل في المحرمات ، ديوبند) (کفایت المفتی :۵/ ۱۶۸،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم وبنٰتكم وأَخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت﴾ . (سورة النسآء :۲۳)

ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضى الله تعالى عنها زوج النبي ﷺ ، أن النبي ﷺ قال : "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة " . (۱/ ۲۸۰، كتاب النكاح ، باب ما يحرم من الرضاعة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : أسباب التحريم أنواع : قرابة مصاهرة ، رضاع .... (حرم) على المتزوج .... نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل (وبنت أخيه وأخته وبنتها) ولو من زنا .... وحرم (الكل) مما مرَّ تحريمه نسبًا ومصاهرة (رضاعًا) إلا ما استثني فى بابه .

(۴/ ۸۱ – ۸۵ ، فصل في المحرمات ، ديوبند)

(کفایت المفتی :۵/ ۱۶۹،کراچی)

مزنیہ کی لڑکی کے ساتھ زانی کے لڑکے کا نکاح

مسئلہ (۱۴۴): مزنیہ کی لڑکی کے ساتھ زانی کے لڑکے کا نکاح درست ہے، کیوں کہ زانی کے اصول وفروع کے لیے مزنیہ کے اصول وفروع حلال ہیں۔ (۱)

---

(۱) ما في " رد المحتار " : وأما التحريم على آباء الزاني وأولاده فلاعتبار الجزئية ، ولا جزئية بينها وبين العم والخال . اهـ ....

.... قال في " البحر " : أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع : حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسبًا ورضاعًا ، وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسبًا ورضاعًا كما في الوطي الحلال ، ويحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزنى بها وفروعها . اهـ .

(۸۲/۴ – ۸۶ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، ديوبند ، البحر الرائق :۱۷۹/۳ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " كتاب الفقه على المذاهب الأربعة " : ...... وله أن يتزوج أختها ، وتحل أصولها وفروعها لأصول الزانلا وفروعه ، فيجوز لابنه أن يتزوج بنتها .

(۶۵/۴ ، مبحث فيما تثبت به حرمة المصاهرة ، دار احياء التراث العربي)

(خیر الفتاویٰ:۳۹۴،۳۹۳/۴)

زنا کا نکاح پر اثر

مسئلہ (۱۴۵): اگر شادی شدہ مرد کسی عورت سے زنا کرے، یا شادی شدہ عورت کسی مرد کے ساتھ زنا میں مبتلا ہو، تو ان کے اس فعلِ زنا سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، نکاح علیٰ حالہ باقی رہے گا، [۱] البتہ زانی اور زانیہ دونوں گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے، جس پر انہیں توبہ واستغفار کرنا لازم ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة . در مختار . وفي الشامية : قوله : (لا يجب على الزوج تطليق الفاجرة) ولا عليها تسريح الفاجر إلا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا . اهـ . مجتبى . والفجور يعم الزنا وغيره ، وقد قال ﷺ لمن زوجته لا تردّ يد لامس ، وقد قال : إني أحبها " استمتع بها " .

(۵۲۴/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، ديوبند)

ما في " الفتاوى الهندية " : له امرأة فاسقة لا تنزجر بالزجر لا يجب تطليقها . كذا في القنية .

(۳۷۲/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثلاثون في المتفرقات)

ما في " رد المحتار " : قال فى " البحر " : لو تزوج بامرأة الغير عالمًا بذلك ودخل بها لا تجب العدة عليها حتى لا يحرم على الزوج وطؤها . وبه يفتىٰ . لأنه زنى ، والمزنى بها لا تحرم على زوجها . (۱۰۹/۴ ، كتاب النكاح ، مطلب فيما لو زوج المولى أمته ، ديوبند)

(فتاوی محمودیہ: ۵۴۷/۱۰، ۵۴۸، ۵۵۰-۵۵۱، ۵۵۱، کراچی، خیر الفتاوی: ۲۹۹/۴، ۳۰۰)

سنی اور شیعہ کا نکاح

مسئلہ (۱۴۶): وہ شیعہ مرد یا عورت، جن کا عقیدہ یہ ہو کہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ تعالیٰ کا حُلُول [۱] ہوا تھا، یا وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی آخر الزماں مان کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی کا اعتقاد رکھتے ہوں، یا قرآن شریف کو مُحَرَّف مانتے ہوں، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتے ہوں، یا شیخین (حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو کافر گردانتے ہوں، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سبّ وشتم (گالی/ بدزبانی) کو حلال سمجھتے ہوں، تو وہ کافر ہیں۔ اُن سے سنی مرد وعورت کا نکاح درست نہیں ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فيروز اللغات " : ایک چیز کا دوسری چیز میں اس طرح داخل ہونا کہ دونوں میں تمیز نہ ہو سکے۔ (ص/ ۵۷۵)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : الرافضي إذا كان سب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله فهو كافر وإن كان يفضل عليا كرم الله وجهه على أبى بكر رضى الله تعالى عنه لا يكون كافرًا إلا أنه مبتدع ، ولو قذف عائشة رضى الله تعالى عنها بالزنا كفر بالله ...... من أنكر إمامة أبي بكر الصديق فهو كافر .

(۲/ ۲٦۴، مطلب موجبات الكفر أنواع منها ما يتعلق بالأنبياء عليهم السلام)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : أن لا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلمًا ، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة لقوله تعالى : ﴿ولا تنكحوا المشركٰت حتى يؤمنّ﴾ .

(۳/ ۴۵۸ ، كتاب النكاح ، فصل في نكاح المشركة)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : اسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة ، فلا يجوز=

قادیانی سے نکاح

مسئلہ (۱۴۷): اگر کسی سنی لڑکی کا نکاح کسی قادیانی لڑکے سے ہوا، تو یہ نکاح نکاحِ فاسد ہے، اور نکاحِ فاسد میں اس وقت تک مہرِ مثل لازم نہیں ہوتا جب تک کہ دخول نہ ہو، اور اس صورت میں مہرِ مثل کا وجوب وطی (جماع) کے سبب ہے، نہ کہ عقد کے سبب۔ [۱]

= إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى : ﴿ولا تنكحوا المشركٰت حتى يؤمنّ﴾ . ولأن في النكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر ، لأن الزوج يدعوها إلى دينه ، والنساء في العادات يتعبن الرجال فيما يؤثروا من الأفعال ، ويقلّدونهم في الدين .

(۴۶۵/۳ ، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة ، دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاوی رحیمیہ: ۸/ ۱۸۷، ۱۸۸، فتاوی محمودیہ: ۱۱/ ۴۵۷-۴۵۸، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (يجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطء) في القبل (لا بغيره) كالخلوة لحرمة وطئها ولم يزد مهر المثل على المسمى .

(۲۰۲/۴، كتاب النكاح ، مطلب في النكاح الفاسد)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فساد النكاح صرح الحنفية والشافعية بأنه لا تصح التسمية في النكاح الفاسد حتى لا يلزم المسمى لأن ذلک ليس بنكاح ، إلا أنه إذا وجد الدخول يجب مهر المثل لكن بالوطء لا بالعقد .

(۱۸۸/۳۹ ، البحر الرائق : ۲۹۴/۳ ، كتاب النكاح ، باب المهر)

(کفایت المفتی: ۵/ ۱۹۳، کراچی)

کافرہ عورت کو جبراً مسلمان بنا کر اس سے نکاح

مسئلہ (۱۴۸): کسی بھی غیر مسلم کافرہ، مشرکہ، عیسائیہ، یہودیہ عورت کو اسلام لانے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے [۱]، البتہ اگر وہ مجبور ہوکر اسلام قبول کرلے، تو اس کا اسلام معتبر ہوگا [۲]، اور اس کے ساتھ نکاح کرنا درست ہوگا [۳]، لیکن اگر نکاح کے بعد قاضی کے سامنے یہ بات ثابت ہوجائے کہ یہ نکاح ناحق اِکراہ کے ذریعہ کیا گیا ہے، تو قاضی اس نکاح کو فسخ کرسکتا ہے، اس لیے کہ ناحق اِکراہ ظلم ہے [۴]، اور رفعِ ظلم قاضی کے فرائض میں داخل ہے۔ [۵]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿لَآ اِکْرَاهَ فِي الدِّینِ﴾ . (سورة البقرة : ۲۵۶)

(۲) ما في " فتاوی قاضي خان " : وإذا اجبر الکافر علی الإسلام فأسلم صح إسلامه .

(۴۱۶/۴ ، کتاب الإکراہ)

(۳) ما في " رد المحتار " : وأما ما ذکر من أن نکاح المکره صحیح إن کان هو الرجل ، وإن کان المرأة فهو فاسد ، فلم أر من ذکره وإن أوهم کلام القهستاني السابق ذلک بل عبارتهم مطلقة فی أن نکاح المکره صحیح کطلاقه وعتقه مما یصح مع الهزل ولفظ المکره شامل للرجل والمرأة ، فمن ادعی التخصیص فعلیه إثباته بالنقل الصریح . (۸۷/۴ ، کتاب النکاح)

ما في " فتاوی قاضي خان " : إذا اکره علی النکاح فتزوج صح نکاحه عندنا .

(۴۱۶/۴ ، کتاب الإکراہ)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهیة " : الإکراه بغیر حق هو الإکراه ظلمًا ، أو الإکراه المحرم ، لتحریم وسیلته ، أو لتحریم المطلوب به . (۱۰۴/۶ ، کتاب الإکراہ)

(۵) ما في " المبسوط للسرخسي " : وهذا لأن فی القضاء بالحق إظهار العدل وبالعدل قامت السّمٰوٰات والأرض ورفع الظلم وهو ما یدعو إلیه عقل کل عاقل وإنصاف المظلوم =

بیوی کی لڑکی سے شوہر کے بھائی کا نکاح

مسئلہ (۱۴۹): کسی خاتون کا نکاحِ ثانی کسی شخص سے ہو، اور اس کی شوہرِ سابق سے پیدا شدہ بیٹی کا نکاح اِس شخص کے بھائی سے ہو، تو شرعاً یہ درست ہے۔ [۱]

دو بہنوں کی شادی دو بھائیوں سے

مسئلہ (۱۵۰): دو بہنوں کی شادی ایک گھر میں دو بھائیوں سے ہونے پر بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایک بہن ضرور مر جائیگی، یا ایک بھائی ضرور مر جائے گا، گھر آباد نہیں ہو سکے گا، گھر میں بیماریوں کا سلسلہ چلتا رہے گا، کمائی سے برکت اٹھ جائیگی، اور گھر میں ہمیشہ جھگڑا چلتا رہے گا وغیرہ، یہ سب باتیں شرعاً بے بنیاد، بے اصل اور غلط ہیں، لہٰذا اس طرح کے اعتقاد سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے [۲]، کیوں کہ نفع ونقصان

=من الظالم واتصال الحق إلى المستحق وأمر بالمعروف ونهي عن المنكر ولأجله بعث الأنبياء والرسل صلوات الله عليهم وبه اشتغل الخلفاء الراشدون رضوان الله تعالى عليهم .
(۱۶/ ۶۷، كتاب أدب القاضي ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم وبنٰتكم واَخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت﴾ الخ . ﴿واُحلّ لكم ما ورآء ذلكم﴾ . (سورة النسآء :۲۳، ۲۴)
ما في " رد المحتار " : قال الخير الرملي : ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها . (۴/۱۰۵ ، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات)
ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : فلذا جاز التزويج بأم زوجة الإبن وبنتها ، وجاز للإبن التزوج بأم زوجة الأب وبنتها . (۳/۱۹۹ ، كتاب النكاح ، فى بيان المحرمات ، دار الكتب العلمية بيروت ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۷۷) (فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۲۸۰، کراچی)=

پہنچانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے [۱]، نیز موت کا ایک وقت مقرر ہے، خواہ ایک گھر میں شادی ہو، یا علیحدہ علیحدہ گھروں میں، یا بالکل شادی ہی نہ ہو، موت اپنے وقت پر آئے گی، نہ مؤخر ہوگی نہ مقدم [۲]، البتہ دو بہنوں کا دو بھائیوں کے ساتھ نکاح کرنا حالات ومصالح کے اعتبار سے نامناسب ہو، تو وہ دوسری بات ہے، لیکن مذکورہ خوف، غلط اور بے اصل ہے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه ، عن رسول الله ﷺ قال : " الطيرة شرک ، قاله ثلاثاً ، وما منا إلا ولكن الله يذهبه بالتوكل " .

(ص/۵۴۶ ، کتاب الكهانة والتطير ، الرقم :۳۹۱۰ ، جامع الترمذي : الرقم :۱۶۱۴ ، مشكوة المصابيح: ص/۳۹۲ ، باب الفال والطيرة ، الفصل الثاني)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا عدوى ولا هامة ولا طيرة ، وأحب الفال الصالح " . (۲/۲۳۱ ، الطيرة والفال يكون فيه الشؤم)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : قال العلامة النووي رحمه الله : وفي حديث آخر الطيرة شرک أي اعتقاد انها تنفع أو تضر إذا عملوا بمقتضاها معتقدين تاثيرها فهو شرک لأنهم جعلوا لها أثرًا في الفعل والإيجاد . (۲/۲۳۱ ، الطيرة والفال يكون فيه الشؤم)

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن يمسَسْک اللّٰه بضرّ فلا كاشف لہٓ إلا هو وإن يّردک بخير فلا رآدّ لفضله﴾ . (سورة يونس : ۱۰۷)

ما في " التفسير الكبير " : قال ابن عباس : ﴿إن يمسَسْک اللّٰه بضرّ فلا كاشف له إلا هو﴾ يعني بمرض وفقر فلا دافع له إلا هو .... فقوله : (وإن يّردک بخير ...) يدل على أن المقصود هو الإنسان وسائر الخيرات مخلوقة لأجله ، فهذه الدقيقة لا تستفاد إلا من هذا التركيب . (۶/۳۱۰ ، لاهور)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لكل اُمّة اَجل إذا جآء اَجلهم فلا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون﴾ . (سورة يونس : ۴۹) (فتاویٰ محمودیہ:۱/۲۳۵، کراچی)=

رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح

مسئلہ (۱۵۱): زید وعمرو نے کسی دائی کا دودھ پیا، تو وہ دونوں آپس میں رضاعی بھائی ہوگئے، مگر زید، عمرو کی حقیقی بہن (جس نے اس دائی کا دودھ نہ پیا ہو) سے نکاح کرسکتا ہے، کیوں کہ ان دونوں میں رشتۂ رضاعت نہیں ہے، بشرطیکہ اور کوئی مانعِ شرعی موجود نہ ہو۔ (۱)

=ما في " التفسير الكبير " : المسئلة الرابعة : قوله : ﴿إذا جآء أجلهم فلا يستأخرون﴾ يدل على أن أحدًا لا يموت إلا بانقضاء أجله . (۲۶۲/۶ ، سورة يونس: ۴۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ويجوز أن يتزوج الرجل بأخت أخيه من الرضاع ، لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب . (۳۵۱/۲ ، كتاب الرضاع)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (وتحل أخت أخيه رضاعًا) يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعًا أخت نسبًا وبهما، وهو ظاهر . (۴۱۰/۴ ، كتاب النكاح ، باب الرضاع ، بيروت)

ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله : وتحل أخت أخيه رضاعًا ونسبًا مثاله في النسب أن يكون له أخ من أب له أخت من أمه جاز له أن يتزوج بها ومثاله في الرضاع ظاهر .

(۶۳۷/۲، كتاب الرضاع)

(کفایت المفتی: ۱۶۰/۵، کراچی)

چچا کا اپنے بھتیجے کی بیوہ سے یا بھتیجے کا اپنے چچا کی بیوہ سے نکاح

مسئلہ (۱۵۲): چچا اپنے بھتیجے کی بیوہ سے، یا بھتیجہ اپنے چچا کی بیوہ سے عدت گذر جانے کے بعد نکاح کرسکتا ہے، کیوں کہ ان کا شمار محرمات میں نہیں ہے[1]، بشرطیکہ کوئی اور مانعِ شرعی موجود نہ ہو۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم أمّهٰتكم وبنٰتكم واخوٰتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت وأمّهٰتكم الّتى ارضعنكم وأخوٰتكم من الرضاعة وأمّهٰت نسآئكم وربآئبكم الّتي في حجوركم من نسآئكم الّتى دخلتم بهنّ فإن لم تكونوا دخلتم بهنّ فلا جناح عليكم وحلآئل ابنآئكم الذين من أصلابكم وأن تجمعوا بين الأختيين إلا ما قد سلف . إن الله كان غفورًا رحيمًا . والمحصنٰت من النسآء إلا ما ملكت أيمٰنكم كتٰب اللّٰه عليكم ، وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم﴾ . (سورة النسآء :۲۳،۲۴)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : وحرم على المتزوج ذكرًا كان أو انثىٰ نكاح (أصله وفرعه) علا أو نزل (وبنت أخيه واخته وبنتها) ولو من زنا (وعمته وخالته) ..... (وبنت زوجته الموطوء ة وأم زوجته) وجداتها مطلقًا بمجرد العقد الصحيح مطلقًا (وإن لم توطأ) الزوجة ..... (وزوجة أصله وفرعه مطلقًا) ولو بعيدًا (دخل بها أو لا) ..... والكل رضاعًا إلا ما استثنى فى بابه . (۸۲/۴ ، فصل فى المحرمات ، الهداية :۳۰۷/۲ ، الفتاوى الهندية : ۲۷۳/۱ ، بدائع الصنائع : ۵۲۹/۲) (امدادالاحکام:۲۴۲/۳-۲۴۴)

جیل میں بند شخص کی بیوی کا دوسرے شخص سے نکاح

مسئلہ (۱۵۳): کسی بھی عورت کا اس کے شوہر کے زندہ ہوتے ہوئے، (خواہ شوہر اول مقید ہو یا کہیں دور پردیس میں رہتا ہو) اس سے طلاق لیے اور عدت گذارے بغیر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا باطل ہے، اگر کسی عورت نے نکاح کر بھی لیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ، لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً .

(۲۰۳/۴، كتاب النكاح ، مطلب في النكاح الفاسد)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : أن لا تكون منكوحة الغير لقوله تعالى : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ . معطوفًا على قوله عزّ وجل : ﴿حرّمت عليكم أُمّهٰتكم﴾ . إلى قوله : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ . وهن ذوات الأزواج ، وسواء كان زوجها مسلما أو كافرًا إلا مسبية التي هی ذات زوج سبيت وحدها ، لأن قوله تعالى : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ عام فی جميع ذوات الأزواج ، ثم استثنى تعالى منها المملوكات بقوله تعالى : ﴿إلا ما ملكت أيمانكم﴾ . والمراد منها المسبيات اللاتی سبين وهن ذوات الأزواج ، ليكون المستثنى من جنس المستثنى منه ، فيقتضی حرمة نكاح كل ذات زوج إلا التی سبيت . (۴۵۱/۳)

ما في " منهاج المسلم للجزائری " : المحصنة : أی المتزوجة حتى تطلق أو تؤيم وتنقضي عدتها ، لقوله تعالى فی سياق بيان المحرمات : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ . [النسآء : ۲۴].

(ص/۳۵۱ ، المحرمات تحريمًا مؤقتًا . الخ)

(امداد الاحکام: ۳/ ۲۵۵-۲۵۷)

چچا یا خالو کی نواسی سے نکاح

مسئلہ (۱۵۴): چچا یا خالو کی نواسی سے نکاح کرنا جائز ہے، اس لیے کہ جب چچا کی لڑکی اور خالو کی لڑکی سے نکاح جائز ہے، تو ان کی نواسی سے نکاح بدرجہ اَولیٰ جائز ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿حرمت عليكم﴾ إلى قوله : ﴿وأخوتكم وعمّتكم وخٰلتكم﴾ . [سورة النساء :۲۳] . وخص تعالى العمات والخالات بالتحريم دون أولادهنّ ولا خلاف في جواز نكاح بنت العمة وبنت الخالة . (۱۵۶/۲ ، باب ما يحرم من النساء)

ما في " بدائع الصنائع " : ثم أخبر سبحانه وتعالى أنه أحل ما ورآء ذلک بقوله : ﴿أحل لكم ما ورآء ذلكم﴾ . (سورة النسآء :۲۴] . وبنات الأعمام والعمات والأخوال والخالات لم يذكرن في المحرمات ، فكن مما ورآء ذلک ، فكن محللات .

(۴۱۱/۳ ، كتا النكاح ، فصل في المحرمات بالقربة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وأما بنات الأعمام والأخوال وبنات العمات والخالات وفروعهن فيجوز التزوج بهن لعدم ذكرن في المحرمات لقوله تعالى : ﴿وأحل لكم ما ورآء ذلكم﴾ . ولقوله تعالى : ﴿يآيها النبي إنا أحللنا لک أزواجک اللاتي اٰتيت أُجورهنّ﴾ . إلى قوله تعالى : ﴿وبنٰت عمّک وبنٰت عمّتک وبنٰت خٰلک وبنٰت خٰلٰتک اللاتی هاجرن معک﴾ ، وما أحله الله للرسول ﷺ يحل لأمته ما لم يقم دليل على أن الحل خاص بالرسول ﷺ ، ولا يوجد دليل على الخصوص فشمل الحكم المؤمنين جميعًا .

(۲۱۲/۳۶ ، محرمات النكاح)

(کفایت المفتی: ۴۱/۵، کراچی)

بیٹے کی سالی سے نکاح

مسئلہ (۱۵۵): اپنے بیٹے کی سالی سے نکاح کرنا جائز ہے، کیوں کہ یہ محرمات میں سے نہیں ہے۔ (۱)

بیوی کے انتقال کے فوراً بعد سالی سے نکاح

مسئلہ (۱۵۶): اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے انتقال کے بعد فوراً سالی سے نکاح کرنا چاہے، تو کرسکتا ہے، کیوں کہ سالی سے نکاح کی ممانعت جمع بین الاختین (دو بہنوں کو بیک وقت ایک نکاح میں جمع کرنے) کے ممنوع ہونے کی وجہ سے تھی، اور اب یہ ممانعت باقی نہیں رہی، اس لیے نکاح جائز ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿حرّمت عليكم اُمّهٰتكم وبنٰتكم واخوتكم وعمّٰتكم وخٰلٰتكم وبنٰت الاخ وبنٰت الأخت واُمّهٰتكم الّتى ارضعنكم وأخوتكم من الرضاعة واُمّهٰت نسآئكم وربآئبكم الّتى فى حجوركم من نسآئكم الّتى دخلتم بهنّ فإن لم تكونوا دخلتم بهنّ فلا جناح عليكم وحلآئل ابنآئكم الذين من أصلابكم وأن تجمعوا بين الأختيين إلا ما قد سلف . إن الله كان غفورًا رحيمًا . والمحصنٰت من النسآء إلا ما ملكت أيمانكم كتٰب اللّٰه عليكم، وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم﴾ . (سورة النسآء :۲۳، ۲۴)

ما في " رد المحتار " : (حرم) على المتزوج ذكرًا كان أو أنثىٰ نكاح (أصله وفروعه) علا أو نزل وبنت أخيه وأخته وبنتها ولو من زنى وعمته وخالته ..... فهذه السبعة مذكورة في آية المذكورة . (۸۲/۴ ، فصل فى المحرمات ، الفتاوى الهندية : ۲۷۳/۱، الباب الثالث في بيان المحرمات ، البحر الرائق :۱۶۴/۳ ، فصل في المحرمات) (امدادالاحکام:۳/۲۴۹)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف﴾ . (النساء :۲۳)=

حالت نفاس میں نکاح

مسئلہ (۱۵۷): حالت نفاس میں نکاح صحیح ہے، کیوں کہ ممنوعاتِ نفاس میں نفسِ نکاح کی ممانعت نہیں ہے [۱]، جیسے البحر الرائق، تبیین الحقائق اور دیگر کتبِ فقہ میں بیان کیا گیا ہے، البتہ صحبت (ہمبستری) ناجائز ہے، جیسے کہ حیض کی حالت میں ناجائز ہے۔ [۲]

=ما في " مجمع الأنهر " : أما لو ماتت المرأة فتزوج بأختها بعد يوم جاز .

(۱/۴۷۸ ، كتاب النكاح ، باب المحرمات ، رد المحتار: ۴/۹۳، فصل في المحرمات)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : إذا زال المانع عاد الأصل .

(ص/۱۱۲ ، قاعده : ۱۹)

(فتاوی محمودیہ: ۱۱/۴۲۷، کراچی، امداد الاحکام: ۳/۲۵۰)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله تعالى : يمنع صلاة وصومًا ودخول مسجد والطواف ، وقربان ما تحت الإزار وقرأة القرآن ، ومسه إلا بغلافه ، ومنع الحديث المس .

(۱/۱۶۱ ، ۱۶۵ ، الفتاوى الهندية : ۱/۳۷ ، باب الحيض ، البحر الرائق : ۱/۳۴۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ويسئلونک عن المحيض قل هو أذىً فاعتزلوا النسآء في المحيض ولا تقربوهنّ حتى يطهرن﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۲)

ما في " الهداية " : ولا يأتيها زوجها ، لقوله تعالى : ﴿ولا تقربوهنّ حتى يطهرن﴾ .

(۱/۶۴، كتاب الطهارة ، باب الحيض والاستحاضة)

ما في " رد المحتار " : وحكمه كالحيض في كل شيء إلا في سبعة ذكرتها في الخزائن .

(۱/۴۳۱ ، باب الحيض ، مطلب في حكم وطء المستحاضة)

(فتاوی محمودیہ: ۱۰/۵۴۸، ۵۴۹، کراچی)

بارات کے تاخیر سے آنے پر کسی دوسرے لڑکے سے نکاح

مسئلہ (۱۵۸): اگر کوئی شخص لڑکے کی بارات دیر میں آنے کی وجہ سے، اپنی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے لڑکے سے دو گواہوں کی موجودگی میں کرادے، تو شرعاً یہ نکاح درست ہوگا[۱]، البتہ اس کا یہ فعل دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي .... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين . (۲/۳۰۵، ۳۰۶)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما ركن النكاح فهو الإيجاب والقبول وذلک بألفاظ مخصوصة أو ما يقوم مقام اللفظ . (۲/۴۸۵ ، المختصر القدوري :ص/۵۰۲ ، کتاب النکاح ، رد المحتار :۴/۶۹، کتاب النکاح)

(الفتاوى الهندية : ۱/۲۷۰، الباب الثاني فيما ينعقد النكاح وما لا ينعقد)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوآ اَوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " آية المنافق ثلاث : إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا أؤتمن خان " . (ص/۱۷)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (وإذا وعد أخلف) أى جعل الوعد خلافاً بأن لم يف بوعده ، ووجه المغايرة بين هذه وما قبلها ان الاخلاف قد يكون بالفعل .

(۱/۲۱۱ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)

باب المهر

☆......مہر کے مسائل......☆

مہر کی قسمیں

مسئلہ (۱۵۹): شریعتِ مقدسہ میں مہر کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) **مہر مسمیٰ**: وہ مہر ہے جو زوجین یا ان کے وکلاء نکاح کرتے وقت باہمی رضامندی سے مقرر کرتے ہیں۔

(۲) **مہر مثل**: وہ مہر ہے جو عورت کے خاندان کی دیگر عورتوں مثلاً؛ سگی بہنوں، پھوپھیوں اور چچازاد بہنوں کے مہر کے برابر ہوتا ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : المهر عند الفقهاء نوعان : مهر مسمى ومهر المثل : أما المهر المسمى : فهو ما سمى فى العقد أو بعده بالتراضى ، بأن اتفق عليه صراحة فى العقد ، أو فرض للزوجة بعده بالتراضى ، وأما مهر المثل : فقد حدده الحنفية بأنه مهر امراة تماثل الزوجة وقت العقد من جهة أبيها لا أمها إن لم تكن من قوم أبيها كأختها وعمتها وبنت عمها ، فى بلدها وعصرها . (۹/۶۷۷۴ ، رابعاً: انواع المهر وحالات وجوب كل نوع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : المهر الواجب نوعان : المهر المسمى : وهو العوض فى عقد النكاح والمسمى بعده لمن لم يسم لها فى العقد ، مهر المثل : وهو القدر الذى يرغب به فى أمثال الزوجة . (۳۹/۱۵۳ ، مهر) (فتاوی حقانیہ:۴/۳۶۸)

مہر ادا نہ کرنے کی نیت سے نکاح اور نسب کا ثبوت

مسئلہ (۱۶۰): اگر کوئی شخص مجلسِ نکاح میں مہر کو ذکر کرے اور ادا کرنے کی نیت نہ ہو، تب بھی نکاح صحیح ہوگا، اور اس پر اس مہر کی ادائیگی لازم ہوگی(۱)، نیز جب نکاحِ فاسد میں اولاد کا نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے، تو اِس نکاحِ صحیح میں بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگا(۲)، اور پیدا شدہ اولاد کو ولد الحرام کہنا جائز نہیں ہوگا۔(۳)

لڑکے کو مہر بتائے بغیر نکاح

مسئلہ (۱۶۱): آج کل بہت سے اولیاء لڑکے کا نکاح کراتے ہیں، لیکن لڑکے کو یہ نہیں بتاتے کہ تمہاری بیوی کا مہر کتنا ہے، اور خود ہی اپنی طرف سے مہر ادا بھی کر دیتے ہیں، اس صورت میں نکاح شرعاً درست ہو جائے گا۔(۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : (ثم الأصل) فی التسمية أنها إذا صحت وتقررت يجب المسمی ثم ينظر إن كان المسمی عشرة فصاعدًا فليس لها إلا ذلک ، وإن كان دون العشرة يكمل عشرة عند أصحابنا الثلاثة . (۱/۳۰۳ ، کتاب النکاح ، الباب السابع فی المهر)

(۲) ما في " المحيط البرهاني في الفقه النعماني " : ذكر فی " فتاوی أبی الليث " : رجل تزوج امرأة نكاحًا فاسدًا وجاء ت بولد أتی بستة أشهر ثبت النسب ، فالنكاح الفاسد بعد الدخول في حق النسب بمنزلة النكاح الصحيح . (۳/۲۴۸، کتاب النکاح ، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحكامه ، احياء التراث العربي) (امداد الاحکام:۳/۳۶۵)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الذين جآء وا بالإفک عصبة منكم .... لكل امرئ منهم ما اكتسب من الإثم ، والذي تولّی كبره منهم له عذاب عظيم﴾ . (سورة النور: ۱۱)=

مہر مؤجل اور مہر معجّل میں فرق

مسئلہ (۱۶۲): مہر معجّل سے مراد، مہر کی کل یا بعض وہ مقدار ہے جس کا فی الفور ادا کرنا لازم ہے۔ اور مہر مؤجل سے مراد، مہر کی کل یا بعض وہ مقدار ہے جس کی ادائیگی فوری لازم نہ ہو، بلکہ اس کے لیے کوئی میعاد مقرر کردی گئی ہو۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

=(۴) ما في " البحر الرائق " : قوله : (وصح ضمان الولي المهر) لأنه من أهل الالتزام ..... وفى الاستحسان لا رجوع له لأن الآباء يتحملون المهور عن أبنائهم عادة ولا يطمعون فى الرجوع ، والثابت بالعرف كالثابت بالنص ..... والحاصل أن عدم الرجوع مخصوص بالأب . (۳/۳۰۵، ۳۰۶ ، كتاب النكاح ، باب المهر)

ما في " رد المحتار " : (وكذا الصبي كفء بغنى أبيه) أو أمه أو جده . نهر عن المحيط . (بالنسبة إلى المهر) يعني المعجل كما مر (لا) بالنسبة إلى (النفقة) لأن العادة أن الآباء يتحملون عن الأبناء المهر لا النفقة . ذخيرة . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : ومقتضٰى تخصيصه بالصبي أن الكبير ليس كذلک ، ووجهه أن الصغير غنيّ بغنى أبيه في باب الزكاة ، بخلاف الكبير ، لكن إذا كان المناط جريان العادة بتحمل الأب لا يظهر الفرق بينهما ولا بين المهر والنفقة فيهما حيث تعورف ذلک . والله تعالى أعلم .

(۴/۲۲۰، كتاب النكاح ، باب الكفاء ة ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وإن بينوا قدر التعجيل يعجل ذلک ...... لا خلاف لأحد أن تأجيل المهر إلى غاية معلومة نحو شهرًا وسنة صحيح .

(۱۱/۳۱۸ ، كتاب النكاح ، التنوير مع الدر والرد : ۴/۲۱۶)

(کفایت المفتی: ۵/۱۲۴،۱۲۵، کراچی، فتاوی دار العلوم: ۸/۲۴۹)

نکاح میں مقدارِ مہر کا تعیُّن

مسئلہ (۱۶۳): نکاح میں مقدارِ مہر کا تعیُّن ضروری نہیں ہے، بغیر تعیُّن کے بھی نکاح صحیح ہوجائے گا [۱]، اور اس صورت میں مہرِ مثل واجب ہوگا۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ويصح النكاح وإن لم يسم فيه مهرًا ، لأن النكاح عقد انضمام وازدواج لغة فيتم بالزوجين . (۱/۳۲۳)

ما في " حاشية الهداية " : ثم المهر هذا كلام على سبيل التنزل أى إن اسلمنا أن لا يصح بدون المهر لكن لا حاجة إلى ذكره لأن الشارع عيّن وكفى كفاية . (۱/۳۲۳)

ما في " العناية " : لا خلاف فی أحد فی صحة النكاح بلا تسمية المهر، قال الله عز وجل : ﴿فانكحوا﴾ . والنكاح لغة لا ينبئ إلا عن الانضمام والازدواج فيتم بالمتناكحين ، فلو شرطنا التسمية فيه زدنا على النص . (۲/۲۸۲، باب المهر، فتح القدير لإبن الهمام : ۳/۳۰۴ ، تبيين الحقائق : ۲/۵۳۳ ، باب المهر)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : فإن تزوجها ولم يسم لها مهرًا أو تزوجها على أن لا مهر لها فلها مهر مثلها إن دخل بها أو مات عنها ، وكذا إذا ماتت هي . (۲/۱۲۹)

ما في " النهر الفائق " : (وإن لم يسمه) تسمية صحيحة أو سكت عنه (لو نفاه فلها مهر مثلها إن وطی) ولو حكما (أو مات عنها) أو ماتت .

(۲/۲۳۱، باب المهر، رد المحتار : ۴/۱۷۷ ، باب المهر)

(فتاوی دار العلوم : ۷/۶۳)

یک مُشت مہر کی ادائیگی

مسئلہ (۱۶۴): مہر یک مُشت ادا کرنا بہتر ہے، لیکن اگر یک مُشت مہر کی ادائیگی مشکل ہو، تو اسے قسط وار بھی ادا کیا جا سکتا ہے، باہمی مشورہ کے ذریعے قسطیں مقرر کرلی جائیں کہ کل قسطیں اتنی ہوں گی، اور ہر قسط میں اتنی مقدار دی جائے گی، نیز وقت کی تعیین بھی کرلی جائے تو بہتر ہے، تاکہ جھگڑے فساد سے بچ جائیں، اسی طرح اگر عقدِ نکاح کے وقت تمام مہر یا بعض مہر کا مؤجل یا معجّل دینا طے ہوا ہو، تو اس کے موافق عمل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (لأخذ ما بين تعجيله) من المهر كله أو بعضه (أو) أخذ (قدر ما يعجل لمثلها عرفاً) . به يفتى . لأن المعروف (ان لم يؤجل) أو يعجل (كله) فكما شرط لأن الصريح يفوق الدلالة . (۴/۲۹۰، كتاب النكاح ، باب المهر)

ما في " الفتاوى الهندية " : وان بينوا قدر المعجل يعجل ذلک وإن لم يبينوا شيئًا ينظر إلى المرأة وإلى المهر المذكور في العقد أنه كم يكون المعجل لمثل هذه المرأة من مثل هذا المهر فيجعل ذلک معجلاً ولا يقدر بالربح ولا بالخمس ، وإنما ينظر إلى المتعارف وإن شرطوا فى العقد تعجيل كل المهر يجعل الكل معجلاً ويترک العرف . كذا في فتاوى قاضي خان . (۱/۳۱۸ ، كتاب النكاح ، الفصل الحادي عشر في منع المرأة)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا كان المهر مؤجلاً أجلاً معلومًا فحل الأجل ليس لها أن تمنع نفسها لتستوفى في المهر في أصل أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى .... ولو كان بعضه عاجلاً وبعضه آجلاً فاستوفت العاجل ، وكذلک لو أجلته بعد العقد مدة معلومة ليس لها أن تحبس نفسها . (۱/۳۱۸ ، كتاب النكاح ، الباب السابع فى المهر ، الفصل الحادى عشر ، الموسوعة الفقهية : ۳۹/۱۶۶ ، مهر) (فتاوی حقانیہ:۴/۳۷۱،امداد الاحکام:۳/۳۶۲،۳۶۳)

نا قابلِ جماع عورت مہر کی حق دار ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ (۱۶۵): عورت کا، مہرِ کامل کی حق دار ہونے کے لیے کم از کم اس کے ساتھ خلوتِ صحیحہ کا پایا جانا ضروری ہے [۱]، اور عورت کا جماع کے قابل نہ ہونا یہ خلوتِ صحیحہ کے لیے مانع ہے [۲]، لہٰذا اگر کوئی عورت قابلِ جماع نہ ہو، اور میاں بیوی کے مابین فُرقت واقع ہوجائے، تو اگر مہر، مہرِ مسمّٰی ہو، تو وہ نصفِ مہر کی حق دار ہوگی [۳]، اور اگر مہر، مہرِ مسمّٰی نہ ہو، تو وہ متعہ (قمیص، اوڑھنی اور چادر) کی حق دار ہوگی [۴]، یعنی ایک ایسا مکمل لباس جسے پہن کر دیندار عورت اپنے گھر سے باہر نکلتی ہے۔ [۵]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : فقال [البسيط] :

وخـــلوة الزوج مثـــل الوطء   في صور وغيره وبهذا العقد تحصيل

تكميل مهر وأعداد كذانسب   إنفاق سكنى ومنع الأخت مقبــول .

(۲۵۸/۴ ، كتاب النكاح ، مطلب فى أحكام الخلوة)

(الفتاوى الهندية : ۱/۳۰۳ ، كتاب النكاح ، الباب السابع)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : والخلوة الفاسدة أن لا يتمكن من الوطء حقيقةً كالمريض المدنف الذي لا يتمكن من الوطء ..... أما المرض والمراد به ما يمنع الجماع . (۱/۳۰۴)

(۳) ما في " رد المحتار " : ان المهر يجب بنفس العقد والدخول أو الموت مؤكد له ، والطلاق قبلهما منصف له . (۱۹۱/۴ ، كتاب النكاح ، مطلب في أحكام الخلوة ، ديوبند ، بدائع الصنائع : ۵۹۳/۲ ، كتاب النكاح ، ما يسقط به نصف المهر)

(۴) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتجب متعة لمفوضة وهي من زوجت بلا مهر طلّقت قبل الوطء وهي درع وخمار وملحفة لا تزيد على نصفه . (۱۷۸/۴ ، كتاب النكاح=

مہر معاف کردینے کے بعد دوبارہ اُس کا مطالبہ

مسئلہ (۱۶۶): عورت اگر اپنا مہر معاف کردے، تو اسے دوبارہ مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا، کیوں کہ اس نے خود اپنے حق کو ساقط کردیا[1]، اور قاعدۂ فقہیہ ہے کہ ''ساقط لوٹتا نہیں ہے۔''[2]

= باب المهر ، الفتاوى الهندية : ۱/۳۰۴ ، كتاب النكاح ، الباب السابع)

(۵) ما في " رد المحتار " : وأدنى ما تكتسي به المرأة وتستر به عند الخروج ثلاثة أثواب . اهـ . قلت : ومقتضى هذا مع ما مرّ عن فخر الإسلام من أن هذا في ديارهم الخ ، أن يعتبر عرف كل بلدة لأهلها فيها تكتسي به المرأة عند الخروج . تأمل . (۴/۲۴۴، باب المهر)

(امداد الفتاویٰ: ۳/۳۵۴، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة : الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين ، سواء كان مسمى أو مهر المثل حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق . كذا في البدائع .

(۱/۳۰۴ ، الفصل الثاني فيما يتأكد به المهر والمتعة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وصحّ حطّها) لكله أو بعضه (عنه) قبل أو لا ، ويرتد بالرد كما في البحر . " در مختار ". (۴/۲۴۸ ، كتاب النكاح ، باب المهر)

ما في " الهداية " : وإن حطت عنه من مهرها صح الحط لأن المهر حقها ، والحط يلاقيه حالة البقاء . (۲/۳۲۵ ، كتاب النكاح ، باب المهر)

(۲) ما في " قواعد الفقه " : الساقط لا يعود . (ص/۸۳ ، قاعدة : ۱۴۴)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۲/۶۱-۷۰، کفایت المفتی: ۵/۱۱۱، ۱۱۲)

مہر معاف کرنے پر ولی کو حقِ اعتراض

مسئلہ (۱۶۷): عورت اپنے مہر کی خود مالکہ ہے، وہ اس کو جس طرح چاہے استعمال کرسکتی ہے، چاہے شوہر کو معاف کرے یا کسی کو ہدیہ دیدے، باپ یا کسی رشتہ دار کو اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوگا۔[۱]

مہر کے علاوہ رقم کا مطالبہ

مسئلہ (۱۶۸): نکاح کے موقع پر لڑکی یا لڑکے والوں کی طرف سے مہر کے علاوہ کسی چیز کا مطالبہ کرنا، اوراس کا لینا دینا رشوت ہے[۲]، اور رشوت شریعتِ اسلامیہ میں حرام ہے، لہٰذا اس رقم کو جس سے لیا ہے اس کو واپس کرنا لازم ہے۔[۳]

---

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق دخل بها زوجها أو لم يدخل ، وليس لأحد من أوليائها أب ولا غيره الاعتراض عليها . كذا في شرح الطحاوي .
(۱/ ۳۱۶ ، كتاب النكاح ، الفصل العاشر في هبة المهر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وللمرأة : سواء أكانت بكرًا أم ثيبًا ولاية التصرف فى مهرها بكل التصرفات الجائزة لها شرعًا ، ما دامت كاملة الأهلية كما هو الشان في تصرف كل مالك فى ملكه ، فلها أن تشترى به ، وتبيعه ، وتهبه لأجنبى أو لزوجها ، وليس لأحد حق الاعتراض على تصرفها ، كما ليس لأحد أن يجبرها على ترك شيء من مهرها لزوجها أو لغيره ، ولو كان أباها أو أمها ، لأن المالك لا يجبر على ترك شيء من ملكه ، ولا على اعطائه لغيره ويورث عنها مهرها بوصفه من سائر أموالها مع مراعاة أن يكون من ضمن ورثتها، وهذا عند جمهور الفقهاء . (۳۹/۱۹۵ ، ۱۹۶) (فتاوی حقانیہ:۴/۳۶۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : (أخذ أهل المرأة شيئًا عند التسليم فللزوج أن يستردّه) لأنه =

مہر میں نقد روپیوں کی بجائے کپڑے یا زیورات

مسئلہ (۱۶۹): اگر کوئی شخص مہر کی ادائیگی میں نقد روپیوں پیسوں کی بجائے کپڑے یا زیورات وغیرہ دیتا ہے، تو اس سے بھی مہر ادا ہو جائے گا[1]، بشرطیکہ یہ کپڑے اور زیورات وغیرہ مقرر کردہ مہر کی مالیت کے برابر ہوں۔[2]

=رشوة . در مختار . وفي الشامية : قوله : (عند التسليم) أى بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئًا ، وكذا لو أبى أن يزوجها فللزوج الاسترداد قائمًا أو هالكًا لأنه رشوة . بزازيه.(۴/۲۲۷ ، كتاب النكاح ، مطلب أنفق على معتدة الغير، الفتاوى الهندية : ۱/۳۲۷ ، كتاب النكاح ، الباب السابع في المهر ، الفصل السادس عشر، البحر الرائق :۳/۳۲۵ ، كتاب النكاح ، باب المهر) (فتاوی رحیمیہ:۸/۲۳۳،۲۳۴،کراچی،کفایت المفتی:۵/۱۰۹،کراچی)

(۳) ما في " رد المحتار " : وفي " القنية " : الرشوة يجب ردّها ولا تملك .

(۸/۳۳ ، كتاب القضاء ، مطلب فى الكلام على الرشوة والهدية)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأحل لكم ما ورآء ذٰلكم أن تبتغوا بأموالكم﴾ .

(سورة النساء : ۲۴)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : المهر هو كل مال متقوم معلوم مقدور على تسليمه ، فيصح كون المهر ذهبًا أو فضًا ، مضروبة أو سبيكة ، أي نقدًا أو حليًا ونحوه ، دينًا أو عينًا ، ويصح كونه فلوسًا أوأوراقًا نقدية ، مكيلا أو موزونًا ، حيوانًا أو عقارًا ، أو عروضًا تجارية كالثياب وغيرها . (۹/۶۷۶۸، الفصل السادس ، آثار الزواج ، المبحث الأول ، ثالثًا : شروط المهر أو ما يصلح أن يكون مهراً وما لا يصلح)

(الفتاوى التاتارخانية : ۲/۳۲۷ ، الفصل السابع عشر في المهر)

(۲) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن الشعبي ، عن علي رضي الله عنه : " لا مهر أقلَّ من عشرة دراهم " . (۷/۲۴۰ ، باب ما يجوز أن يكون مهرًا ، مجلس دائرة المعارف النظامية=

تجدید نکاح میں مہر جدید

مسئلہ (۱۷۰): کسی شخص کو نکاحِ جدید کی ضرورت پڑ جائے، اور اس نے نکاحِ اول کا مہر ابھی تک ادا نہ کیا ہو، تو نکاحِ جدید کے بعد دوسرا مہر بھی اسے ادا کرنا ہوگا، کیوں کہ مہر عقدِ نکاح کا حکم ہے، لہٰذا جب بھی عقدِ نکاح پایا جائیگا، اس کا حکم بھی ثابت ہوگا، یعنی ہر مرتبہ ایک مہر لازم ہوگا۔ (۱)

=الكائنة في الهند ببلدة حيدر آباد في الهند)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن الشعبي عن علي رضى الله عنه : " لا مهر أقل من عشرة دراهم " . (۷/۲۴۰ ، باب ما يجوز أن يكون مهرًا ، ۱۴۱۶۲ ، بيروت)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي المهر حقوق ثلاثة : حق الشرع ؛ وهو أن لا يكون أقل من عشرة . (۲/۳۲۹ ، الفصل السابع عشر في المهر ، الفتاوى الهندية : ۱/۳۰۲ ، الفصل الأول ، الباب السابع) (فتاوی دار العلوم: ۸/ ۲۴۷، مہر کے بدلے میں مکان دیا تو کیا حکم ہے؟)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : هو حكم العقد .... ثم المهر واجب شرعًا إبانة لشرف المحل . (۲/۲۴۹، باب المهر)

ما في " رد المحتار " : لما فرغ من بيان ركن النكاح وشرطه شرع فى بيان حكمه وهو المهر، فإن مهر المثل يجب بالعقد فكان حكمًا . كذا فى الغياثية . واعترضه فى " السعدية " بأن المسمى من أحكامه أيضًا ، وأجاب فى النهر بأنه إنما خص مهر المثل لأن حكم الشيء هو أثره الثابت به والواجب بالعقد إنما هو مهر المثل ، ولذا قالوا : انه الموجب الأصلي فى باب النكاح ، وأما المسمى فإنما هو قام مقامه للتراضى به . (۴/۱۶۸، باب المهر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : المهر واجب فى كل نكاح لقوله تعالى : ﴿وأحل لكم ما ورآء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم﴾ . (۳۹/۱۵۱ ، مهر) (فتاوی دار العلوم دیوبند: ۸/۲۸۲)

ما في " ترتيب اللآلي في سلك الامالي " : الشيء إذا ثبت ثبت بجميع لوازمه . (۲/۷۷۸)

باب الولیمۃ

ولیمہ کی شرعی حیثیت

مسئلہ (۱۷۱): ولیمہ بالاتفاق مسنون ہے، اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ولیمہ کیا ہے۔ (۱)

دعوتِ ولیمہ میں امتیازی سلوک

مسئلہ (۱۷۲): ولیمہ کی دعوت میں اپنے اعزہ واَقارب اور دوست واحباب کو عمدہ اور بڑھیا کھانا کھلانا، اور عام مہمانوں کو ایک الگ قسم کا معمولی کھانا کھلانا، یہ کرم ومروت کے خلاف ہے، بالخصوص ایک مقام پر ایک دوسرے کے مقابلے میں ایسا فرق کرنا، تو بہت ہی نازیبا حرکت ہے (۲)، البتہ اگر علیحدہ دسترخوان پر بیٹھا کر اس طرح کا امتیاز برتا جائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں (۳)، اور اگر دیگر مہمانوں کی تحقیر وتذلیل کی نیت سے ایسا کیا جائے، تو یہ حرام ہے۔ (۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " مشکوة المصابیح " : عن صفیة بنت شیبة قالت : " أولم النبي ﷺ علی بعض نسائه بمدین من شعیر ". (ص/۲۷۸)

ما في " مشکوة المصابیح " : وعن أنس قال : " إن رسول الله ﷺ أعتق صفیة وتزوجها وجعل عتقها صداقها وأولم علیها بحیس " . (ص/۲۷۸)

وفیه أیضًا : وعنه قال : أولم رسول الله ﷺ حین بنی بزینب بنت جحش فاشبع الناس خبزًا ولحمًا " . (ص/۲۷۸) (خیر الفتاویٰ:۴/۶۰۴)

ما في " الفتاوی الهندیة " : ولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظیمة . (۱/ ۲۷۹)=

متفرقاتِ نکاح

بالغ ہونے پر اولاد کا نکاح کردیا جائے

مسئلہ (۱۷۳): حدیث پاک میں وارد ہے کہ جب اولاد بالغ ہوجائیں، اور والدین ان کا نکاح نہ کریں، تو اس صورت میں اگر اولاد کسی غلطی کی مرتکب ہوجائیں، تو والدین اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے [۱]، ہاں! اگر رشتہ ہی نہ ملتا ہو، تو پھر والدین پر کوئی گناہ نہیں۔ [۲]

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما المؤمنون إخوة﴾ . (سورة الحجرات : ۱۰)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليُكرم ضيفه " . (ص/۳۶۸ ، باب الضيافة)

(۳) ما في " فتح الباري " : قال ابن بطال : وإذا ميز الداعي بين الأغنياء والفقراء فأطعم كلا على حدة لم يكن به بأس . (۹/۱۷۵ ، كتاب النكاح ، من ترك الدعوة)

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " المسلم أخو المسلم ؛ لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره ، التقوىٰ هٰهُنا ، ويشير إلى صدره ثلٰث مرارٍ ، بحسب امرءٍ من الشر أن يحقر أخاه المسلم ، كل المسلم على المسلم حرام ؛ دمه وماله وعرضه " . رواه مسلم . (ص/۴۲۲ ، باب الشفقة والرحمة على الخلق)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبى سعيد وابن عباس قالا : قال رسول الله ﷺ : "من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه ، فإذا بلغ فليزوّجه ، فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثمًا فإنما إثمه على أبيه " . (ص/۲۷۱، باب الولي)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن عمر بن الخطاب وأنس بن مالك عن رسول الله ﷺ قال: " في التوراة مكتوب : من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنة ولم يزوجها فأصابت إثمًا=

ساس کی خدمت

مسئلہ (۱۷۴): آج کے عرف ورَواج میں ساس کی خدمت کرنا بہو کے لیے لازم سمجھا جاتا ہے، اگر بہو ساس کی خدمت نہیں کرتی ہے، تو اسے لعن طعن بھی کیا جاتا ہے، جب کہ بہو پر ساس کی خدمت کرنا لازم نہیں ہے، ہاں! اگر بہو اپنی خوشی سے شوہر کے والدین کی خدمت کرتی ہے، تو یہ بہت اچھی بات ہے، بہو کے لیے موجبِ سعادت ہے، اور یہ حسنِ اخلاق بھی ہے [1]، لیکن خدمت نہ کرنے پر لعن طعن کرنا درست نہیں ہے۔ [2]

= فاثم ذلک علیه ". رواهما البیهقي في شعب الإیمان . (ص/ ۱۷ ۲)

ما في " شرح الطیبي " : قوله : " فأصاب إثمًا " أي ما اثم به من الفواحش ، وقوله : " فإنما إثمه علی أبیه " . أی جزاء الإثم علیه حقیقة ، ودل هذا الحصر علی أن لا إثم علی الولد مبالغة ، لأنه لم یتسبب لما یتفادی ولده من إصابة الإثم . (۶/ ۲۷۶، کتاب النکاح)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿لا یکلّف اللّٰه نفسًا إلا وُسعها﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۶)

ما في " بدائع الصنائع " : العاجز عن الفعل لا یکلّف به . (۱/ ۲۸۴، فصل في أرکان الصلاة)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضي اللّٰه تعالی عنها قالت : سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول: " إن المؤمن لیدرک بحسن خلقه درجة الصائم القائم " .

(ص/ ۶۶۱، باب في حسن الخلق)

وفیه أیضًا : عن أبی الدرداء رضي اللّٰه تعالی عنه ، عن النبي ﷺ قال : " ما من شيء أثقل في المیزان من حسن الخلق " . (ص/ ۶۶۱، باب في حسن الخلق)

(۲) ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : ترک الإحسان لا یکون إساء ة .

(ص/ ۱۴۴، القاعدة :۸۷)=

جہیز کی نمائش

مسئلہ (۱۷۵): والدین کا اپنی لڑکی کو دیئے جانے والے جہیز کی نمائش کرنا جاہلانہ رسم ہے، جو محض نام ونمود اور ریا کاری ہے، لہٰذا اس سے اجتناب ضروری ہے۔[1]

=(کفایت المفتی: ۵/ ۲۲۹، ۲۳۰، کراچی، فتاوی بینات: ۳/ ۳۴۲، ۳۴۳، کتاب الفتاوی: ۴/ ۴۰۹، ۴۱۰، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۵/ ۱۷۵، قدیم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : ان من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصر على بدعة أو منكر . (۳/ ۲٦)

ما في " السعاية " : الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة ، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع . (۲/ ۲٦۵ ، باب صفة الصلوٰة، قبيل فصل فى القراء ة)

ما في " مجموعة رسائل اللكنوي " : فكم من مباح يصير بالإلتزام من غير لزوم والتخصيص من غير محض مكروهاً . (۳/ ۳۴ ، سباحة الفكر في الجهر بالذكر)

ما في " فتاوى محموديه " : البدعات والرسوم الغير الثابتة التي يلتزمونها مثل العبادات باطلة، يجب ردها وقلعها ، سواء كانت متعلقة بالعبادات أم بالمعاملات والمعاشرات وغيرها . (۱۱/ ۲۰۲ ، كتاب النكاح ، باب ما يتعلق بالرسوم عند الزفاف)

جہیز میں دیئے گئے زیورات

مسئلہ (۱۷٦): ۱- دولہے کے ماں باپ نے اپنی بہو کو زیورات دیتے وقت ملکیت یا عاریت کی صراحت کردی، تو حکم اسی کے مطابق ہوگا، اور اگر اس کی صراحت نہیں کی تو شوہر کے خاندان کا رَواج معتبر ہوگا، اگر رَواج تملیک کا ہے تو وہ بہو کی ملکیت ہوں گے، اور اگر رَواج عاریت کا ہے تو وہ عاریت ہیں، دولہے کے ماں باپ کی ملک ہیں، اور اگر کوئی عرف ورَواج نہ ہو (نہ ملکیت کا اور نہ عاریت کا) تو اس صورت میں دولہے کے ماں باپ کی نیت اور قول کا اعتبار ہوگا۔[۱]

۲- شادی کے موقع پر دولہے کے رشتہ داروں نے ہونے والی بہو کو جو تحفے تحائف دیئے، اس میں عرفِ عام یہی ہے کہ وہ بہو کی ملک ہوتے ہیں، لہٰذا دولہے کے ماں باپ یا اس کے رشتہ داروں کو یہ حق نہیں ہے کہ بہو سے ان کی واپسی کا مطالبہ کرے۔[۲]

۳- وہ زیورات جو بہو کو خالصۃً تحفہ کے طور پر، یعنی تحفہ کی صراحت کے ساتھ دیئے گئے، شرعاً وہ بہو کی ملک ہیں، انہیں واپس نہیں لیا جاسکتا۔[۳]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : وإذا بعث الزوج إلی أهل زوجته أشياء عند زفافها منها ديباج فلما زنت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلک إذا بعث إليها علی جهة التمليک . كذا في فصول العمادية . جهز بنته وزوجها ثم زعم أن الذی دفعه إليها ماله وكان علی وجه العارية عندها ، وقالت : هو ملكي جهّزتنی أو قال الزوج ذلک بعد موتها فالقول=

جہیز پر قبضے سے پہلے لڑکی کا انتقال

مسئلہ (۱۷۷): اگر لڑکی بالغہ ہو اور باپ نے سامانِ جہیز خرید کر ابھی لڑکی کے قبضے میں نہیں دیا تھا، اور وہ اس سے پہلے ہی انتقال کر جائے، تو یہ سامانِ جہیز باپ کی ملک شمار ہوگا[۱]، اور اگر لڑکی صغیرہ ہو، تو یہ سامانِ جہیز لڑکی کی ملک شمار ہوگا۔[۲]

=قولهما دون الأب ، وحكى عن على السغدي أن القول قول الأب وذكر مثله السرخسى وأخذ به بعض المشايخ وقال فى الواقعات ان كان العرف ظاهرا بمثله فى الجهاز كما فى ديارنا فالقول قول الزوج وإن كان مشتركا فالقول قول الأب . كذا فى التبيين . قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى : وهذا التفصيل هو المختار للفتوى . كذا في النهر الفائق .

(۱/۳۲۷ ، كتاب النكاح ، الباب السابع فى المهر ، الفصل السادس عشر فى جهاز البنت ، تبيين الحقائق : ۲/۵۸۲ ، باب المهر ، النهر الفائق : ۲/۲۶۴ ، البحر الرائق : ۳/۳۲۵ ، باب المهر، الدر المختار مع الشامية : ۴/۲۲۹)

(۲) ما في " رد المحتار " : قلت : ومن ذلک ما يبعثه إليه قبل الزفاف فى الأعياد والمواسم من نحو ثياب وحلي وكذا ما يعطيها أو من دراهم أو دنانير صبيحة ليلة العرس ويسمى فى العرف صبحة فإن كل ذلک تعورف فى زماننا كونه هدية لا من المهر .

(۴/۲۲۶، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة)

(۳) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض. (۲/۴۰۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن عمر قال : قال النبي ﷺ : " لا يحل لرجل أن يعطى عطية ثم يرجع فيها إلا الولد فيما يعطى ولده ومثل الذى يعطى العطية ثم يرجع كمثل الكلب أكل حتى إذا شبع قاء ثم عاد فى قيئه " . (۲/۳۴ ، باب ما جاء فى كراهية الرجوع فى الهبة)

(فتاوی محمودیہ:۱۲/۱۲۶، ۱۲۷، کراچی، فتاوی رحیمیہ:۸/۲۳۵، ۲۳۶، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنقيح الفتاوى الحامدية " : سئل في رجل اشترى في حال صحته بنته الصغيرة=

''بَری'' کا مالک کون؟

مسئلہ (۱۷۸): بوقتِ نکاح دولہے والے ''بَری'' کے نام سے کچھ سامان مثلاً: کھوپرا، کھجور، مصری یا بادام وغیرہ دولہن کے گھر بھیجتے ہیں، وہ ہدیہ ہے، اور لڑکی اس کی مالک ہے۔[1]

= آواني ليجهزها بها ثم مات عن ورثته فهل يكون ذلک للبنت خاصة ؟ الجواب : نعم ! إذا جهز الأب ابنته ثم مات وبقية الورثة يطلبون القسم منها ، فإذا كان الأب اشترى لها في صغرها أو بعد ما كبرت وسلم إليها ذلک فی صحته فلا سبيل لورثته عليه ويكون للإبنة خاصة . (۱/ ۲٦ ، مسائل الجهاز ، طبع قندهار پاكستان ،بحوالہ کفایت المفتی: ۵/ ۱۳۹، مکتبہ دار الاشاعت کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ومن بعث إلى امرأته شيئًا فقالت : هو هدية ، وقال الزوج : هو من المهر ، فالقول قوله ، لأنه هو المملِّک ، فكان اعرف بجهة التمليک كيف ، وإن الظاهر أنه يسعى في اسقاط الواجب . قال : إلا في الطعام الذي يؤكل فإن القول قولها ، والمراد منه ما يكون مهياً للأكل لأنه يتعارف هدية .

(۱/ ۳۳۷ ، كتاب النكاح ، باب المهر ، البحر الرائق: ۳/ ۳۲۱ ، كتاب النكاح ، باب المهر، تبيين الحقائق :۳/ ۵۸۱ ،۵۸۲ ، باب المهر، فتح القدير لإبن الهمام :۳/ ۳۲۰ ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۳۲۷) (فتاوی محمودیہ:۱۲/ ۱۲۱)

بیوی کو جبراً لانا

مسئلہ (۱۷۹): شوہر اگر مہرِ معجّل ادا کر چکا ہے، تو عورت یا اس کے والدین کی رضامندی کے بغیر وہ اُسے اپنے گھر لاسکتا ہے، اور اگر مہرِ معجّل ادا نہیں کیا ہے، تو جب تک ادا نہ کردے، اس وقت تک عورت کو اختیار ہے کہ وہ آنے سے انکار کردے [1]،

اور اگر عرف یہ ہو کہ کل مہر، مہرِ مؤجل ہوتا ہے، جو موت یا طلاق ہی کے وقت مانگا جاتا ہے، جیسا کہ بکثرت اس کا وقوع ہے، تو پھر عورت کو شوہر کے گھر جانے سے انکار کا کوئی حق نہیں، مسافتِ قصر سے کم مسافت میں شوہر جہاں چاہے اس کو لے جاسکتا ہے، اور جبراً اپنے گھر پر بھی لاسکتا ہے۔ [2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : (ولها منعه من الوطء) ودواعیه . شرح مجمع . (والسفر بها ولو بعد وطء وخلوة رضیتهما) ..... (لأخذ ما بین تعجیله) من المهر کله أو بعضه (أو) أخذ (قدر ما یعجل لمثلها عرفًا) . به یفتی . لان المعروف کالمشروط . (إن لم یؤجل) أو یعجل (کله) . التنویر وشرحه . وفي الشامیة : قال الشامي رحمه الله : قوله : (والسفر) الأولی التعبیر بالإخراج کما عبر في الکنز لیعم الإخراج من بیتها کما قاله شارحوه .... قوله : (لأخذ ما بین تعجیله) علّة لقوله : " ولها منعه " أو غایة له ، واللام بمعنی إلی .... قوله : (أو أخذ قدر ما یعجل لمثلها عرفًا) أي إن لم یبین تعجیله أو تعجیل بعضه فلها المنع لأخذ ما یعجل لها منه عرفًا .

(۲۱۶/۴ ، کتاب النکاح ، مطلب في منع الزوجة نفسها لقبض المهر ، دیوبند)

(۲) ما في " رد المحتار " : (وفي الصیرفیة) الفتوی علی اعتبار عرف بلدهما من غیر اعتبار الثلث أو النصف ، (وفي الخانیة) : یعتبر التعارف لأن الثابت عرفًا کالثابت شرطًا .(۲۱۶/۴)

ما في " شرح عقود رسم المفتي " : والعرف في الشرع له اعتبار ☆ لذا علیه الحکم=

بیوی سے دوری کتنے عرصے تک؟

مسئلہ (۱۸۰): شوہر اپنی بیوی سے کتنے عرصہ تک دور رہ سکتا ہے؟ اس سلسلے میں سب کے لیے ایک ہی مدت متعین کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ صحت، قوت، شہوت اور صبر وتحمل کے اعتبار سے عورتوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، تاہم! چار ماہ سے زائد بیوی کی رضامندی واجازت کے بغیر اس سے جدا نہ رہے۔ (۱)

= قد یدار. (ص/۱۷۵)

ما في " الأصول والقواعد للفقه الإسلامي " : الثابت بالعرف كالثابت بالنصّ .

(ص/۱۵۴، القاعدة :۱۰۷)

(امداد الاحکام:۳/۳۸۰، کتاب النکاح، شوہر اپنی بیوی کو والدین کے گھر سے جبراً لا سکتا ہے)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها ، وهو أربعة أشهر يفيد أن المراد إيلاء الحرة، ويؤيد ذلک أن عمر رضي الله تعالى عنه سمع في الليل امرأة .... فسأل بنته حفصة : كم تصبر المرأة عن الرجل ؟ فقالت : أربعة أشهر ، فأمر أمراء الأجناد أن لا يتخلف المتزوج عن أهله أكثر منها .

(۳۸۴/۴، کتاب النکاح ، باب القسم ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لكن الكمال بن الهمام عقب على ذلک بقوله : لو أراد أن يدور سنة سنة ما يظن إطلاق ذلک له ، بل ينبغي أن لا يطلق له مقدار مدة الإيلاء ، وهو أربعة أشهر، وإذا كان وجوبه للتأنيس ودفع الوحشة ، وجب أن تعتبر المدة القريبة وأظن أكثر من جمعة مضارة إلا أن ترضيا به . (۱۹۵/۳۳ ، قسم بين الزوجات ، مدة القسم)

ما في " النهر الفائق " : ويجب أن لا يبلغ به مدة الإيلاء إلا برضاها . (۲۹۴/۲ ، کتاب النکاح ، باب القسم ، دار الإيمان سهارنفور ، البحر الرائق : ۳۸۲/۳ ، کتاب النکاح ، باب القسم ، فتح القدير : ۴۱۳/۳ ، کتاب النکاح) (فتاویٰ محمودیہ:۱۸/۵۷۴، کراچی)

دولہا دولہن کو کرسی پر بٹھانا

مسئلہ (۱۸۱): بہت سے مقامات پر یہ رَواج ہے کہ عقدِ نکاح کے وقت دولہا دولہن کو کرسیوں پر بٹھایا جاتا ہے، یہ مزاجِ شریعت اور اصولِ اسلامی کے بالکل خلاف اور غیروں کی تہذیب ہے، اور اسلام نے ہمیں غیروں کی تہذیب اختیار کرنے سے منع کیا ہے، لہٰذا اس سے احتراز لازم وضروری ہے۔[1]

سہرا باندھنا

مسئلہ (۱۸۲): آج کل لوگ دولہے کو سہرا باندھتے ہیں، حالانکہ یہ ہندوانہ رسم ہے، جس کی اتباع وتقلید سے ہمیں منع کیا گیا ہے، لہٰذا اس کا ترک واجب ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوآ إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ .

(سورة هود : ۱۱۳)

ما في " التفسير المظهري " : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، الركون المحبة والميل بالقلب، وقال أبوالعالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ، قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى ميل فإن الركون هو الميل اليسير كالتزين بزيهم وتعظيم ذكرهم . (۴/۲۰ ۴)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال قتادة : معناه لا تؤدوهم ولا تطيعوهم ، وقال ابن جريج : لا تميلوا إليهم ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم . (۹/۱۰۸)

ما في " صحيح البخاري " : " أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه " . (۲/۱۰۱۶)

ما في " فتح الباري " : قوله : (ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية) قيل : المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۱۲/۲۶۲، رقم : ۶۸۸۲)=

کتاب الطلاق

☆......طلاق کے مسائل......☆

طلاق خالص شوہر کا حق ہے

مسئلہ (۱۸۳): شرعاً طلاق کا وقوع یونین کونسل کو اطلاع دینے یا اس کی اجازت پر موقوف نہیں، بلکہ یہ خالص شوہر کا حق ہے (۱)، وہ جب بھی اپنی بیوی کو طلاق دیدے، طلاق واقع ہوگی، اور اسی تاریخ سے عدت بھی شروع ہوجائے گی (۲)، لہٰذا اگر طلاق دینے کی تاریخ سے عورت کو تین حیض آ گئے ہوں، تو وہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، اس کو نکاح سے روکنا شرعاً درست نہیں ہوگا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوآ إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ .

(سورة هود :۱۱۳)

ما في " صحيح البخاري " : " أبغض الناس إلى الله ثلاثة : ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه " . (۱۰۱۶/۲)

ما في " فتح الباري " : قوله : (ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية) قيل : المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها . (۲۶۲/۱۲، رقم :۶۸۸۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن ابن ماجة " :عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : أتى النبي ﷺ رجل فقال : يا رسول الله ! إن سيدي زوجني أمته ، وهو يريد أن يفرق بيني وبينها ، قال : فصعد النبي ﷺ المنبر فقال : " يا أيها الناس ! ما بال أحدكم يزوّج عبده أمته ثم يريد أن يفرق=

....

= بينهما ، إنما الطلاق لمن أخذ بالساق ''.

(۱/ ۱۵۱ ، باب طلاق العبد ، مکتبہ بلال دیوبند ، فتح القدير لإبن الهمام :۳/۴۷۶ ، كتاب الطلاق ، فصل ويقع طلاق كل زوج الخ ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في '' شروح ابن ماجة '' : قوله : (إنما الطلاق لمن أخذ بالساق) كناية عن الجماع أي إنما يملك الطلاق من يملك الجماع .... فليس للسيد جبر على عبده إذا أنكح أمته '' انجاح ''. (۱/۵۱۸ ، كتاب الطلاق ، باب طلاق العبد ، رقم الحديث : ۲۰۸۱)

(۲) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿والمطلّقٰت يتربّصن بأنفسهنّ ثلٰثة قروء﴾ . [سورة البقرة :۲۲۸] وقوله تعالى : ﴿وإذا طلّقتم النسآء فبلغن أجلهنّ فلا تعضلوهنّ أن ينكحن أزواجهنّ إذا تراضهوا بينهم بالمعروف﴾ . (سورة البقرة :۲۳۲)

ما في '' البحر الرائق '' : (ومبدأ العدة بعد الطلاق والموت) يعنى إبتداء عدة الطلاق من وقته وإبتداء عدة الوفاة من وقتها .... لأن سبب وجوبها الطلاق أو الوفاة فيعتبر إبتداء ها من وقت وجود السبب . كذا في الهداية . (۴/۲۴۳ ، باب العدة)

ما في '' الفتاوى الهندية '' : وإبتداء العدة فى الطلاق عقيب الطلاق وفى الوفاة عقيب الوفاة . كذا في الهداية . (۱/ ۵۳۱ ، الباب الثالث عشر فى العدة)

ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور .

(۵/۲۰۲ ، باب العدة ، الهداية : ۲/۴۲۵ ، باب العدة ، شرح الوقاية :۲/ ۱۵۰ ، باب العدة، عمدة الرعاية على شرح الوقاية : ۲/ ۱۵۰)

ما في '' الفتاوى الهندية '' : إذا طلّق الرجل امرأته طلاقاً بائناً أو رجعياً أو ثلاثاً أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق ، وهي حرة ممن تحيض ، فعدتها ثلاثة أقراء ، سواء كانت الحرة مسلمة أو كتابية . (۱/ ۵۲۶ ، كتاب الطلاق ، الباب الثالث عشر في العدة)

ما في '' تبيين الحقائق '' : قال رحمه الله : (عدة الحرة الطلاق أو الفسخ ثلاثة أقراء أي حيض) أي إذا طلقت الحرة، أو وقعت الفرقة بينهما بغير طلاق ، فعدتها ثلٰثة قروء ، إن كانت من ذوات الحيض ، لقوله تعالى : ﴿والملطلقٰت يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ . (۳/۲۴۸ ، باب العدة ، الدر المختار مع الشامية :۵/ ۱۴۴ ، ۱۴۵ ،كتاب الطلاق ، باب العدة)=

لفظ ''ڈائی ورس'' (Divorce) سے طلاق

مسئلہ (۱۸۴): اگر لفظ ''ڈائی ورس'' (Divorce) کسی علاقہ کی زبان میں طلاق ہی کے لیے مستعمل ہے، تو اگرچہ یہ لفظ عربی کا نہیں ہے، انگریزی کا ہے، مگر جب وہ طلاق ہی کے لیے مستعمل ہے، تو وہ صریح ہے، اور اس سے بلانیت طلاق واقع ہوجائے گی، ایک مرتبہ کہنے سے ایک طلاق رجعی، دو مرتبہ کہنے سے دو طلاق رجعی، اور تین مرتبہ کہنے سے تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی، اور عورت مغلظہ بائنہ ہوجائے گی، اور اگر یہ لفظ طلاق کے علاوہ کسی اور معنیٰ میں بھی مستعمل ہے، تو اس سے طلاق کے واقع ہونے کے لیے نیت کا ہونا ضروری ہے، طلاق کی نیت ہوگی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی، اور اگر تین طلاقوں کی نیت کرے گا، تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔

لفظ ''ڈائی ورس'' اصل میں کنایہ ہے، طلاق کے لیے موضوع نہیں ہے، لیکن اگر طلاق میں غلبۂ استعمال سے صریح کے حکم میں ہوجائے، تو نیت کا محتاج نہیں ہے، بلا نیت، طلاقِ بائن واقع ہوجائیگی، اگر بائن متعارف ہو، جس طرح لفظ ''فارغ خطی''

=(۳) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿فإذا بلغن أجلهنّ فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهنّ بالمعروف ، والله بما تعملون خبير﴾ . (سورة البقرة : ۲۳۴)

ما في '' أحكام القرآن لإبن العربي '' :﴿فإذا بلغن أجلهنّ﴾ يعنى انقضت العدة فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهنّ ، هذا خطاب للأولياء ، وبيان أن الحق فى التزويج لهن فيما فعلن في أنفسهن بالمعروف أي من جائز شرعاً يريد من اختيار أعيان الأزواج . (۱/۲۱۲)

(فتاوی مفتی محمود:۶/۷۹،۸۰)

میں متعارف ہے، ورنہ طلاقِ رجعی واقع ہوگی، جیسے لفظ ''چھوڑ دی'' میں رجعی متعارف ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (صريحة ما لم يستعمل إلا فيه) ولو بالفارسية . قوله : (ما لم يستعمل إلا فيه) فما لا يستعمل فيها إلا في الطلاق ، فهو صريح يقع بلا نية ، وما لا استعمل فيها استعمال الطلاق وغيره ، فحكمه حكم كنايات العربية في جميع الأحكام . " بحر " .... كناية عند الفقهاء (ما لم يوضع له) أي الطلاق (واحتمله وغيره) والكنايات (لا تطلق بها) قضاء (إلا بنية الحال) وهي حالة مذاكرة الطلاق أو الغضب .

(۲۱۸/۱ ، باب الصريح ، ۲۲۴/۱ ، باب الكنايات)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا قال الرجل لإمرأته : أنت طالق ولا يعلم معنى قوله : أنت طالق ، فإنه يقع الطلاق ، وإذا قال لإمرأته : أنت طالق ، ولا يعلم أن هذا القول طلاق ، طلقت في القضاء . (۳۵۳/۱ ، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه)

(**صريح**): ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : هو اللفظ الذي ظهر المراد منه وغلب استعماله عرفاً في الطلاق، كألفاظ المشتقة من كلمة (الطلاق) مثل : أنت طالق ومطلقة ، .... لأنه وإن كان في الأصل كناية ، فقد غلب استعماله بين الناس في الطلاق ، فصار من الألفاظ الصريحة فيه ، هذا مذهب الحنفية . (۶۸۹۷/۹)

(**كنايه**): وفيه أيضًا : هو كل لفظ يحتمل الطلاق وغيره ، ولم يتعارفه الناس في إرادة الطلاق مثل قول الرجل لزوجته : الحقي بأهلک ، إذهبي ، أخرجي ، أنت بائن ، اعتدّي ، ونحوها من الألفاظ التي لم توضع للطلاق ، وإنما يفهم الطلاق منها بالقرينة ، أو دلالة الحال ، وهي حالة مذاكرة الطلاق أو الغضب . (۶۸۹۹/۹)

(**صريح**): ما في " البناية شرح الهداية " : فالصريح قوله : أنت طالق ومطلقة وطلقتک ، فهذا يقع به الطلاق الرجعي ، لأن هذا الألفاظ تستعمل في الطلاق ، ولا تستعمل في غيره فكان صريحاً ، وانه يعقب الرجعة بالنص ، ولا يفتقر إلى النية ، لأنه صريح فيه لغلبة الاستعمال . (۳۳/۵ ، باب إيقاع الطلاق)=

ایک مجلس کی تین طلاق

مسئلہ (۱۸۵): ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں، وہ حضرات جو تین طلاق کو ایک ہی شمار کرتے ہیں، ان کا نظریہ سراسر غلط، گمراہ کن اور قرآن وحدیث، اجماعِ صحابہ، فقہاء، مشائخ اور ائمہ مسلمین، نیز سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد و منتخب تحقیقاتی کمیٹی کے متفقہ فیصلہ کے خلاف ہے۔

تین طلاق کا ثبوت قرآنِ کریم سے: ﴿الطّلاق مرّتٰن﴾ . ﴿فإن طلّقها فلا تحلُّ له من بعد حتّى تنكح زوجاً غيره﴾ .

مفسرینِ عظام اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ بے حساب وان گنت طلاقیں دیا کرتے تھے، اور کوئی یہ کرتا کہ طلاق دیتا اور جب عدت ختم ہونے کا وقت قریب آتا، تو ایذا رسانی کی نیت سے رجعت کرلیتا، پھر طلاق دیتا پھر رجعت کرتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آیتِ کریمہ: ﴿الطلاق مرّتان﴾ نازل فرمائی، "مرتان" یہاں " اثنتان " کے معنی میں ہے، اسی کو علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے نظمِ قرآن سے زیادہ مناسب اور سببِ نزول سے خوب چسپاں بتایا ہے، یعنی طلاقِ رجعی دو ہیں، اس کے بعد رجعت کا حق نہیں، نیز اس آیت کا مقصد

=(**کنایہ**): وفيه أيضًا : .... وهو الكنايات لا يقع بها الطلاق إلا بالنية أو بدلالة الحال ، لأنها غير موضوعة للطلاق ، بل تحتمله وغيره فلا بد من التعيين أو دلالته .

(۱۰۵/۵ ، باب الطلاق بلفظ الكناية)

ما في " قواعد الفقه " : الأصل للحالة من الدلالة كما للمقالة . (ص/۱۳ ، رقم الأصول : ۷)

(جامع الفتاویٰ: ۱۰/ ۱۶۹، ۱۷۰)

طلاقِ رجعی کی حد اور طلاقوں کی انتہائی تعداد بیان کرنا ہے، قطعِ نظر اس کے کہ یہ طلاق بلفظ واحد دی گئی ہو یا بالفاظِ مکررہ، ایک مجلس میں دی گئی ہو، یا مختلف مجلسوں میں، دو طلاقیں دی ہے تو دو ہی واقع ہوں گی، اسی طرح تین دی ہے تو تین ہی واقع ہوں گی۔ (۱)

تین طلاق کا ثبوت احادیث نبوی ﷺ سے: محمود بن لبید سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دیدی، تو آپ ﷺ غضبناک ہوئے اور ارشاد فرمایا: ''کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھلواڑ کیا جارہا ہے؟ حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں''، آپ ﷺ کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہو گئے، اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اسے قتل نہ کردوں؟ (۲)

حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک ساتھ دی جانے والی تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، اگر واقع نہ ہوتیں، تو آپ ﷺ غضبناک نہ ہوتے، اور فرمادیتے کوئی حرج نہیں، رجوع کرلو۔

حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ کو حضور ﷺ کے سامنے تین طلاقیں دیدی، اور آپ ﷺ نے ان کو نافذ کردیا، یعنی تین کو ایک نہیں قرار دیا۔ (۳)

عامر شعبی کہتے ہیں کہ میں نے فاطمہ بنت قیس سے کہا کہ آپ اپنی طلاق کا قصہ بیان کیجئے، تو انہوں نے کہا: میرے شوہر یمن گئے ہوئے تھے، انہوں نے وہیں سے مجھے تین طلاقیں دیدیں، اور آپ ﷺ نے ان تینوں طلاقوں کے واقع ہو جانے کا فتویٰ صادر فرمایا۔ (۴)

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار وفتاویٰ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا

شخص لایا جاتا، جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتی، تو آپ اس کو سزا دیتے، اور دونوں میں تفریق کر دیتے۔ (۵)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا فتویٰ: معاویہ ابن یحیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو ہزار طلاقیں دیدی ہے، تو آپ نے جواب دیا: تیری بیوی تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہوگئی۔ (۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر و فتویٰ: حضرت حبیب ابن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دیدی ہے، تو آپ نے فرمایا: تین طلاقوں سے عورت تجھ سے بائنہ ہوگئی۔ (۷)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر و فتویٰ: ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو سو (۱۰۰) طلاقیں دیدی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان میں سے تین معتبر ہیں، اور بقیہ ستانوے (۹۷) غیر معتبر۔ (۸)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فتویٰ: حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب کسی ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جاتا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہو، تو آپ جواب دیا کرتے: اگر ایک بار یا دو بار طلاق دی ہوتی تو رجعت کرسکتا تھا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اسی کا حکم دیا تھا، لیکن

اگر تین طلاقیں دی ہے، تو وہ حرام ہوگئی، جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے۔ (۹)

اجماع صحابہ، فقہاء، مشائخ اور ائمۂ مسلمین سے تین طلاق کا ثبوت:

علامہ شامی رحمہ اللہ طلاقِ بدعی کے الفاظ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک کلمہ میں دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی، اور یہ مذہب جمہور صحابہ، تابعین اور ان کے بعد تمام ائمۂ مسلمین کا ہے، اور یہی بات فتح القدیر اور دیگر کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے۔ (۱۰)

سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد و منتخب تحقیقاتی کمیٹی کا متفقہ فیصلہ:

"**مجلس هيئة كبار العلماء**" کے سامنے "**الطلاق الثلاث بلفظ واحد**" یعنی ایک لفظ سے تین طلاق کا مسئلہ پیش ہوا، اس مسئلے کے متعلق مجلس کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں ایک ساتھ دی جانے والی تین طلاقوں کے؛ تین واقع ہونے، یا صرف ایک واقع ہونے کے دلائل پیش کیے گئے، پھر ان کا تجزیہ و مناقشہ کیا گیا، مسلسل چھ ماہ انتہائی محنت اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں فیصلہ کر دیا کہ "ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں۔" (۱۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الطلاق مرّتٰن﴾ . (سورة البقرة : ۲۲۹)

ما في " روح المعاني " : عن عروة قال : كان الرجل إذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل أن تقضي عدتها كان ذلك له ، وإن طلقها ألف مرة ، فعمد رجل إلى امرأته فطلقها حتى إذا ما شارفت انقضاء عدتها ارتجعها ثم طلقها ، ثم قال : والله لا آويك إليّ ولا تخلينّ أبداً ، فأنزل الله تعالى الآية . (۲/۲۰۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : روي عن ابن عباس وغيره أنهم كانوا يطلقون =

....

=ما شاء وا من العدد ثم يراجعون ، فقصروا على الثلاث ونسخ به ما زاد ، ففي هذه الآية دلالة على حكم العدد المسنون من الطلاق . (۱/۴۵۹)

ما في " روح المعاني " : يدل على أن معنى (مرتان) اثنتان ...... ولعله أليق بالنظم ، ...... وأوفق بسبب النزول . (۲/۲۰۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿الطلاق مرتان﴾ منتظم لجميع الطلاق المسنون ، فلا يبقى شيء من مسنون الطلاق إلا وقد انطوى تحت هذا اللفظ ، فإذا ما خرج عنه فهو على خلاف السنة، فثبت بذلک أن من جمع اثنتين أو ثلاثاً في كلمة فهو مطلق لغير السنة . (۱/۴۵۹)

ما في " التفسير المظهري " :﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد﴾ لأن قوله تعالى : ﴿الطلاق﴾ على هذا التأويل يشتمل الطلقات الثلاث أيضاً ، وعلى كلا التأويلين يظهر أن جمع التطليقتين ، أو ثلاث تطليقات بلفظ واحد ، أو بألفاظ مختلفة في طهر واحد حرام بدعة مؤثم، خلافاً للشافعي ، فإنه يقول : لا بأس به ، لكنهم أجمعوا على أنه من قال لإمرأته : أنت طالق ثلاثاً ، يقع ثلاثاً بالإجماع . (۱/۳۳۴)

(۲) ما في " السنن للنسائي " : عن محمود بن لبيد قال : أخبر رسول الله ﷺ عن رجل طلق امرأته ثلاث تطليقات جميعاً ، فقام غضباناً ثم قال : " أيلعب بكتاب الله وأنا بين أظهركم " . حتى قام رجل وقال : يا رسول الله ! ألا أقتله؟ (۲/۸۲ ، كتاب الطلاق)

(۳) ما في " السنن لأبي داود " : عن ابن شهاب ، عن سهل بن سعد في هذا الخبر قال : "فطلقها ثلاث تطليقاتٍ عند رسول الله ﷺ فأنفذه رسول الله " . (ص/۳۰۶)

(۴) ما في" السنن لإبن ماجة " : عن عامر الشعبي قال : قلت لفاطمة بنت قيس : " حدثيني عن طلاقک ، قالت : طلقني زوجي ثلاثاً ، وهو خارج إلى اليمن ، فأجاز ذلک رسول الله ﷺ " . (ص/۱۴۵)

(۵) ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : عن أنس : " كان عمر إذا أتي برجل قد طلّق امرأته ثلاثاً في مجلس، أوجعه ضرباً وفرّق بينهما " . (۹/۵۱۹ ، من كره أن يطلق الرجل امرأته ثلاثاً)

(۶) ما في " هامش مصنف عبد الرزاق " : عن معاوية بن يحي قال : جاء رجل إلى عثمان بن عفان ، فقال : طلقت امرأتي ألفاً ، فقال : " بانت منک بثلاث " .(۶/۳۹۴ ، باب المطلق ثلاثا)=

....

=(۷) ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : عن حبيب ، عن رجل من أهل مكة قال : جاء رجل إلى علي فقال : إني طلقت امرأتي ألفاً ، قال : " الثلاث تحرمها عليک ، واقسم سائرهنّ بين أهلک " . (۹/۵۲۳)

(۸) ما في " المصنف لعبد الرزاق " : أن رجلاً قال لإبن عباس : رجل طلّق امرأته مأة ، فقال ابن عباس : " يأخذ من ذلک ثلاثاً ، ويدع سبعاً وتسعين " . (۶/۳۹۶ ، باب المطلق ثلاثاً)

(۹) ما في " صحيح البخاري " : عن نافع : كان ابن عمر إذا سئل عمن طلق ثلاثاً ، قال : " لو طلقت مرة أو مرتين ، فإن النبي ﷺ أمرني بهذا (المراجعة) ، فإن طلّقها ثلاثاً حرمت ، حتى تنكح زوجاً غيره " . (۲/۷۹۲ ، كتاب الطلاق)

(۱۰) ما في " رد المحتار " : (والبدعي ثلاث متفرقة) ، وكذا بكلمة واحدة بالأولى .... قال : إن الناس قد استعجلوا في أمر كان أناة ، فلو أمضيناه عليهم ، فأمضاه عليهم ، وذهب جمهور الصحابة والتابعين ، ومن بعدهم من أئمة المسلمين إلى أنه يقع ثلاث .

(۴/۴۲۰ ، كتاب الطلاق ، كذا في فتح القدير : ۳/۱۵۴، كتاب الطلاق)

ما في " بدائع الصنائع " : أما الألفاظ التي يقع بها طلاق البدعة فنحو أن يقول : أنت طالق طلاق الشيطان ، فإن نوى ثلاثاً فهو ثلاث....... أما حكم طلاق البدعة فهو أنه وقع عند عامة العلماء . (۳/۱۵۳ ، كتاب الطلاق ، حكم طلاق البدعة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : البدعي أن يطلّقها مرتين أو ثلاثاً في طهر واحد معاً أو متفرقاً .

(۲۹/۳۴)

وفيه أيضاً : اتفق جمهور الفقهاء على وقوع الطلاق البدعي ، مع اتفاقهم على وقوع الإثم فيه على المطلق لمخالفته السنة المتقدمة . (۲۹/۳۵ ، طلاق)

(۱۱) ما في " مجلة بحوث الإسلامية " : بعد الإطلاع على البحث المقدم من الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء، والمعدّ من قبل اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء في موضوع : " الطلاق الثلاث بلفظ واحد " وبعد دراسة المسألة وتداول الرأي واستعراض الأقوال التي قبلت فيها، ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثا . (بحوالہ خیر الفتاوی:۵/۶۴۹)

قوتِ تولید کے ختم ہونے پر فسخِ نکاح

مسئلہ (۱۸۶): اگر کسی شخص نے نس بندی کرالی، جس کی وجہ سے اس کی قوتِ تولید ختم ہوگئی، مگر وہ جماع پر قادر ہے، تو اس صورت میں عورت کو فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ''اگر مرد کا پانی (منی) نہ ہو، وہ جماع کرتا ہو مگر انزال نہ ہوتا ہو، تو عورت کو خصومت کا حق حاصل نہیں ہے۔''(۱)

فسخ نکاح کی ایک صورت

مسئلہ (۱۸۷): کسی خاتون کا شوہر بیرون ملک چلا جائے، ایک طویل عرصے تک اس کا کوئی پتہ نہ چلے کہ آیا وہ زندہ ہے یا مردہ، نہ خط سے، نہ کسی اور ذریعے سے، اور عورت کے گھر والے یہ سوچ کر کہ شوہر کا انتقال ہوگیا، اس عورت کا دوسری جگہ نکاح کردے، تو محض عورت، یا اس کے گھر والوں کے یہ سوچ لینے سے کہ: ''پہلا شوہر مر گیا ہوگا''، اُس شخص کی موت ثابت نہیں ہوگی، اور یہ عورت بدستور اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں ہی رہے گی، دوسرا نکاح ناجائز ہوگا، اس کے باوجود اگر دوسرا نکاح کردیا گیا، تو مرد وعورت دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کرلینی چاہیے۔

اگر عورت شوہرِ اول سے نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ عدالت میں اس بات کو ثابت کرے کہ اس کا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا، پھر گواہوں کے ذریعے سے شوہر کا مفقود الخبر اور لاپتہ ہونا ثابت کرے، بعد ازاں خود قاضی بھی اپنے

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الفتاوی الهندیة '': لو لم یکن له ماء ویجامع فلا ینزل لا یکون لها حق الخصومة.

(۱/ ۵۲۵) (فتاوی رحیمیہ: ۳۸۱/۸، فتاوی حقانیہ: ۵۳۲/۴)

ذرائع سے مفقود کی پوری تفتیش وتلاش کروائے، جب مایوسی ہوجائے،تو قاضی زوجۂ مفقود الخبر کو مزید چار سال تک انتظار کا حکم دے، اور یہ چار سال کی مدت قاضی کے یہاں مُرافعہ اوراس کی جستجو ویاس کے بعد شروع ہوگی، پھر جب چار سال کی مدت ختم ہوجائے اور اس کے اندر بھی مفقود الخبر کا پتہ نہ چلے،تو زوجۂ مفقود الخبر دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے مفقود الخبر کی موت کا حکم حاصل کرے،اور قاضی زوجۂ مفقود الخبر کے لیے یہ فیصلہ دے کہ اب اس کو چار ماہ دس دن عدتِ وفات گذار کر، دوسرے مرد سے نکاح کر لینے کا حق ہے،اور وہ اپنے نفس کی مجاز ہے۔یہ چار سال کی تاجیل اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اِس چار سال کی مدت کے اندراس کو برابر نفقہ ملتا رہے، ورنہ بلا تاجیل عورت کو مطالبۂ تطلیق کا حق ہے، لہٰذا قاضی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ عورت نے اپنے استغاثہ میں علیحدگی اور فسخ نکاح کے لیے عدمِ نفقہ کا ذکر کیا ہے یانہیں؟اگر عدمِ نفقہ کا ذکر کیا ہے تو اسی کے لحاظ سے فیصلہ کرنا چاہیے، یعنی تفریق کردینی چاہیے۔

نیز زوجۂ مفقود الخبر کے لیے چار سال انتظار کا حکم اُس صورت میں ہے جب کہ وہ اتنی مدت تک صبر وتحمل اور عفت سے گذار سکے،لیکن اگر صورتِ حال ایسی نہ ہو،اور عورت اپنے ابتلائے معصیت کا اندیشہ ظاہر کرے،تو قاضی ایک سال کے بعد تفریق کا فیصلہ کردیگا۔[1]

نوٹ:- زوجۂ مفقود الخبر سے متعلق یہ پورا مسئلہ ’’مسلکِ مالکیہ‘‘ کے اعتبار سے ہے، اس لیے اس میں اُس مسلک کی جو بھی شرطیں ہیں اُن سب کی پوری رعایت کی جائیگی، جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وانه يجوز العمل بما يخالف ما عمله على مذهبه مقلدا فيه غير إمامه مستجمعا شروطه " . (شامية : ١/ ١٨٩ ، مقدمة ، من موقع المكتبة الشاملة)
(کتاب الفسخ والتفریق:ص/۴۳-۵۱)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " اعلاء السنن " : قال الموفق في المغني : فإن غاب عن زوجته سنين فبلغتها وفاته فاعتدت ونكحت نكاحاً صحيحاً في الظاهر ودخل بها الثاني وأولدها أولادا ثم قدم الأول فسخ نكاح الثاني وردت إلى الأول ، وتعتد من الثاني . (١٣/ ٧٦)

ما في " رد المحتار " : (واختار الزيلعي تفويضه للإمام) قال في الفتح : فأي وقت رأي المصلحة حكم بموته .... ومقتضاه أنه يجتهد ويحكم القرائن الظاهر الدالة على موته ، وعلى هذا يبتني على ما في جامع الفتاوى حيث قال : وإذا فقد في المهلكة فموته غالب فيحكم به ، كما إذا فقد في وقت الملاقاة مع العدو أو مع قطاع الطريق ، أو سافر على المرض الغالب هلاكه ، أو كان سفره في البحر ، وما أشبه ذلک حكم بموته ، لأنه الغالب في هذه الاحتمالات وإن كان بين احتمالين موته ناشئ عن دليل لا احتمال حياته ، لأن هذا الاحتمال كاحتمال ما إذا بلغ المفقود مقدار ما لا يعيش على حسب ما اختلفوا في مقدار الفتاوى ، لكن لا يخفى أنه لا بد من مضى مدة طويلة ، حتى يغلب على الظن موته ، لا بمجرد فقده عند ملاقاة العدو أو سفر البحر ونحوه . (٦/ ٣٥٩)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي المختصر : بعد أربع سنين يفرق القاضي بينهما عنده ، وفي الكافي : إذ طلبت ذلک فحينئذ تعتد أربعة أشهر وعشرة أيام ، ثم تتزوج من شاء ت ، فإن عاد زوجها بعد مضي المدة فهو أحق بها .

(٣/ ٣٢٣ ، الموسوعة الفقهية : ٣٨/ ٢٧٩ ، كتاب المبسوط : ١١/ ٣٠)
(الحیلۃ الناجزۃ:ص/۱۱۴،کتاب الفتاوی:۵/۱۸۳،فتاوی محمودیہ:۱۳/۲۲۰،۲۲۱،کراچی)

شرعی کمیٹی سے فسخ نکاح

مسئلہ (۱۸۸): اگر کوئی عورت شوہر کی طرف سے عدم ادائیگیٔ حقوق کی بنا پر طلاق کا مطالبہ کرے، لیکن شوہر نہ طلاق دیتا ہو، نہ حقوق ادا کرتا ہو، اور یہ اندیشہ ہو کہ زوجین اللہ کے قائم کردہ حقوق کو پامال کریں گے، تو اس صورت میں وہ شوہر کو کچھ مال وغیرہ دے کر اُس سے خلع لے سکتی ہے [1]، اگر شوہر خلع کے لیے بھی راضی نہ ہو، تو وہ غیر اسلامی عدالت سے طلاق نہیں لے سکتی، کیوں کہ طلاق دینا صرف مرد کا حق ہے [2]، البتہ وہ دار القضا (اسلامی عدالت) یا شرعی کمیٹی میں اپنا مقدمہ داخل کر کے نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے، اگر دار القضا یا شرعی کمیٹی نکاح کو فسخ کردے، تو نکاح فسخ ہو جائے گا، اور اس کے بعد عورت عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ [3]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿فإن خفتم أن لا یقیما حدود الله ، فلا جناح علیهما فیما افتدت به﴾ . (سورۃ البقرۃ : ۲۳۹)

ما في " فتح القدیر للشوکاني " : (فلا جناح علیهما فیما افتدت به) أي لا جناح علی الرجل في الأخذ، وعلی المرأۃ في الإعطاء ، بأن تفتدي نفسها من ذلک النکاح ببذل شيء من المال یرضی به الزوج فیطلقها لأجله ، وهذا هو الخلع ، وقد ذهب الجمهور إلی جواز ذلک للزوج ، وأنه یحل له الأخذ مع ذلک الخلع ، وهو الذي صرح به القرآن . (۱/۱۹۵)

ما في " سنن أبي داود " : عن حبیبة بنت سهل الأنصاریة أنها کانت تحت ثابت بن قیس بن شماس، وأن رسول الله ﷺ خرج إلی الصبح فوجد حبیبة بنت سهل عند بابه في الغلس ، فقال رسول الله ﷺ : "من هذه ؟ قالت : أنا حبیبة بنت سهل ، قال : ما شانک ؟ قالت : لا أنا ولا ثابت بن قیس لزوجها ، فلما جاء ثابت بن قیس قال له رسول الله ﷺ : هذه حبیبة=

....

= بنت سهل فذكرت ما شاء الله أن تذكر، وقالت حبيبة : يا رسول الله ! كل ما أعطاني عندي ، فقال رسول الله ﷺ لثابت بن قيس : " خذ منها " . فأخذ منها ، وجلست في أهلها" . (ص/٣٠٣ ، كتاب الطلاق ، باب في الخلع ، قديمي)

ما في " بذل المجهود " :(......خذ منها) ما أعطيتها في المهر ، وخالعها ، (فأخذ) ثابت (منها) أي من حبيبة وفارقها ، (وجلست في أهلها) .

(٢٥٥/٨ ، كتاب الطلاق ، رقم الحديث : ٢٢٢٩)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (هو .... إزالة ملك النكاح .... المتوقعة على قبولها ... بلفظ الخلع ...... أو ما فيمعناه .... ولا بأس به عند الحاجة) للشقاق بعدم الوفاق (بما يصلح المهر) ... (و) حكمه أن (الواقع به) ولو بلا مال (وبالطلاق) الصريح (على مال طلاق بائن ..... وكره) تحريماً (أخذ شيء إن نشز، وإن نشزت لا) . التنوير وشرحه . (٥/٦٨ – ٧٤ ، كتاب الطلاق ، باب الخلع)

(٢) ما في " السنن لإبن ماجة " :عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : أتى النبي ﷺ رجل فقال : يا رسول الله ! إن سيدي زوجني أمته ، وهو يريد أن يفرق بيني وبينها ، قال : فصعد النبي ﷺ المنبر فقال : " يا أيها الناس ! ما بال أحدكم يزوّج عبده أمته ثم يريد أن يفرق بينهما ، إنما الطلاق لمن أخذ بالساق " . (١/١٥١ ، باب طلاق العبد ، مكتبه بلال ديوبند ، فتح القدير لإبن الهمام :٤٧٦/٣ ، كتاب الطلاق ، فصل ويقع طلاق كل زوج الخ)

ما في " شروح ابن ماجة " : قوله : (إنما الطلاق لمن أخذ بالساق) كناية عن الجماع أي إنما يملك الطلاق من يملك الجماع .... فليس للسيد جبر على عبده إذا أنكح أمته "انجاح" . (١/٨١٥ ، كتاب الطلاق ، باب طلاق العبد ، رقم الحديث : ٢٠٨١)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : (وإذا تزوج العبد امرأة) بإذن مولاه وطلقها (وقع طلاقه ، ولا يقع طلاق مولاه على امرأته) ، لأن ملك النكاح حق العبد ، فيكون الإسقاط إليه دون المولى ، قوله : (وإذا تزوج العبد ..... لأن ملك النكاح يثبت العبد) ..... فإذا التزم حتى ثبت له الملك كان إليه دفعه لا إلى غيره . (٤٧٦/٢ ، ويقع الطلاق كل زوج)

(٣) ما في " الموسوعة الفقهية " : والتفريق في اصطلاح الفقهاء : أنها العلاقة الزوجية=

غیر مسلم جج کا فسخ نکاح

مسئلہ (۱۸۹): ازرُوئے شرع فسخ نکاح کے لیے شرعی قاضی کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا اگر کوئی غیر مسلم جج فسخ نکاح کا فیصلہ کرے، تو وہ فیصلہ شرعاً غیر معتبر ہے، اس سے نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ (۱)

= بین الزوجین بحکم القاضي بناء علی طلب أحدهما لسبب کالشقاق والضرر وعدم الإنفاق ..... أو بدون طلب من أحد حفظاً لحق الشرع ، کما إذا ارتدّ أحد الزوجین ، وما یقع بتفریق القاضي طلاق بائن في أحوال ، وفسخ في أحوال أخری . (۶/۲۹ ، ۷ ، طلاق ، التفریق) (جدید مسائل کا حل: ص/ ۳۳۹، ۳۴۰، فتاوی رحیمیہ: ۸/ ۳۸۳، فتاوی محمودیہ: ۱۳/ ۱۶۷، ۱۶۸، کراچی)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : وأهله (القضاء) أهل الشهادة ، وحاصله ؛ أن شروط الشهادة من الإسلام والعقل والبلوغ والحریة .... إلی قوله : ...... ومقتضاه تقلید الکافر لا یصح . (۸/۲۳ – ۲۴ ، مطلب الحکم الفعلي)

ما في " الفتاوی الهندیة " : ولا تصح ولایة القاضي حتی یجتمع في المولی شرائط الشهادة ، من الإسلام والتکلیف والحریة وکونه غیر أعمی ولا محدوداً في قذف ولا أصم ولا أخرس .
(۳/۳۰۷ ، کتاب أدب القاضي ، الباب الأول في تفسیر معنی الأدب)

ما في " النهر الفائق " : (أهله) أي : القضاء (لأهل الشهادة) ..... وشرط أن یکون من أهل الشهادة ، لأن کلا منهما یستمد من أمر واحد هو شروط الشهادة من الإسلام والتکلیف والحریة . (۳/۵۹۹ ، کتاب القضاء)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (أهله أهل الشهادة) أي أهل القضاء .... وإنما المراد انهما یرجعان في شيء واحد ، وهو أن یکون حراً مسلماً بالغاً عاقلاً عدلاً ، وفي منحة الخالق : شروط القضاء تسع ، علیک بحفظها لتحرز سبقاً في طلابک للعلا ، بلوغ وإسلام وعقل ومنطق . (۶/۴۳۷ ، کتاب القضاء)

ما في " الحیلة الناجزة " : ''اگر کسی جگہ فیصلہ کرنے والا حاکم غیر معتبر ہے اس کے حکم سے (شرعاً) فسخ=

غیر اسلامی عدالت میں فسخ نکاح

مسئلہ (۱۹۰): مسلمانوں کے لیے جائز ہی نہیں کہ وہ اپنے معاملات غیر اسلامی عدالتوں میں لے جائیں، کیوں کہ غیر مسلم قاضی (جج) کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں قابل قبول نہیں[۱]، لیکن چوں کہ آج کل حالات ایسے ناگفتہ بہ ہیں کہ غیر مسلم ممالک میں بکثرت مسلمان آباد ہیں، اور انہیں اپنے نجی وذاتی مسائل غیر مسلم عدالتوں میں پیش کرنا، ناگزیر ہے، غیر مسلم ممالک میں عدالت کے ذریعہ "مسئلۂ طلاق" کے موضوع پر، "مجمع الفقہ الاسلامی الہند" نے اپنے انیسویں سمینار میں کمالِ بحث ومباحثہ کے بعد ہند وبیرونِ ہند کے ممتاز علماء وفقہاء کے اتفاق سے جو قراردادیں منظور کی وہ یہ ہیں:

۱- غیر مسلم ممالک کی عدالت کا جج اگر مسلمان ہو، اور وہ فیصلہ کرتے وقت شرعی ضوابط کو ملحوظ رکھتا ہو، تو اسے مسلم حاکم کے قائم مقام تسلیم کرتے ہوئے فسخ نکاح کے سلسلے میں اس کا فیصلہ معتبر ہوگا۔[۲]

۲- جن غیر مسلم ممالک میں حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے لیے شرعی اصولوں کے مطابق قضاء کا نظام قائم نہیں ہے، وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اربابِ حلّ وعقد کے مشورے سے دار القضاء، شرعی پنچایت یا ان جیسے ادارے

=وغیرہ نہیں ہوسکتا۔" "لأن الکافر لیس بأهل للقضاء علی المسلم ، کما هو مصرح في جمیع کتب الفقه"، "یعنی کافر مسلمان کے فیصلے کرنے کا مجاز نہیں ہے، جیسا کہ کتبِ فقہ میں وضاحت ہے۔"

(ص/۶۰، مسلمان مجسٹریٹ کا فیصلہ کرنا، مکتبہ رضي دیوبند، فتاوی رحیمیہ: ۸/ ۳۸۹)=

قائم کریں، اور اپنے نزاعات ومعاملات میں ان کی طرف رجوع کریں۔ (۳)

۳- طلاق چوں کہ ابغض المباحات ہے، اس لیے اسے اختیار کرنے سے پہلے پورے طور پر مصالحت اور نباہ کی صورت نکالنی چاہیے، اور حتی الامکان طلاق وخلع سے بچنے کی کوشش کی جانی چاہیے۔ (۴)

۴- غیر مسلم ممالک کی عدالت میں شوہر قانونی مجبوری کے تحت غیر مسلم جج کو درخواست دیتا ہے کہ میرا رشتۂ نکاح ختم کردیا جائے، اور جج تفریق کا فیصلہ کرتا ہے، تو جج کے فیصلۂ تفریق کو طلاقِ بائن مانا جائے گا، البتہ بہتر ہے کہ عدالت کے فیصلے کے بعد شوہر اپنی زبان سے بھی الفاظ کہہ دے۔ (۵)

۵- اگر غیر مسلم ممالک کی عدالت میں غیر مسلم جج کے سامنے عورت رشتۂ اِزدِواج کو ختم کرنے کے لیے درخواست دیتی ہے، اور غیر مسلم جج اس کی درخواست پر شوہر کی اجازت سے تفریق کا فیصلہ کرتا ہے تو معتبر ہے، ورنہ یہ تفریق شرعاً معتبر نہیں ہوگی، ایسی صورت میں عورت یا تو شوہر سے خلع حاصل کرے، یا دارالقضاء وشرعی پنچایت کے ذریعہ نکاح فسخ کرائے۔ (۶)

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿ولن یجعل اللّٰه للکٰفرین علی المؤمنین سبیلاً﴾ .

(سورة النساء : ۱۴۱)

ما في '' بدائع الصنائع '' : وأما بیان من یصلح للقضاء فنقول : الصلاحیة للقضاء لها شرائط : منها العقل ، ومنها البلوغ ، ومنها الإسلام . (۹/۸۵ ، کتاب أدب القاضی)

(۲) ما في '' رد المحتار '' : قوله : (ویشترط کونه مسلمًا . الخ) أي لأن الکافر لا یلي علی=

خاوند کا قادیانی ہو جانا

مسئلہ (۱۹۱): اگر نکاح کے بعد خاوند قادیانی ہو گیا، تو نکاح فسخ ہو جائیگا، اس لیے کہ قادیانی کے کافر ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔(۱)

=المسلم . (۲/۲۸۰، الصلوٰة ، باب الإمامة ، مطلب شروط الإمامة الكبرى ، بيروت)

(۳) ما في " رد المحتار " : وأما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد ، ويصير القاضي قاضيًا بتراضي المسلمين ، فيجب عليهم أن يلتمسوا واليًا مسلمًا منهم .(۸/۴۳ ، كتاب القضاء ، مطلب : أبو حنيفة دُعي إلى القضاء ثلاث مرّات فأبى ، بيروت)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكمًا من أهله وحكمًا من أهلها إن يريدآ إصلاحًا يُوفّق الله بينهما﴾ . (سورة النساء :۳۵)

(۵) (انیسواں فقہی سمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، تجویز نمبر:۴)

(۶) (انیسواں فقہی سمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا، تجویز نمبر:۵)

ما في " الهداية " : وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله ، فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به. (۲/۴۰۴ ، باب الخلع)

(الحیلۃ الناجزۃ:ص/۷۶، شرعی کمیٹی کی حیثیت واختیارات)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وارتداد أحدهما) أى الزوجين (فسخ) فلا ينقص عددًا (عاجل) بلا قضاء . تنوير وشرحه . (۴/۳۶۶ ، كتاب النكاح ، باب نكاح الكافر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ثم قال الحنفية : إذا ارتد أحد الزوجين المسلمين بانت منه امرأته مسلمة كانت أو كتابية ، دخل بها أو لم يدخل ، لأن الردّة تنافي النكاح ويكون ذلك فسخًا عاجلا لا طلاقاً ولا يتوقف على قضاء .(۲۲/۱۹۸، البحر الرائق :۳/۳۷۲ ، كتاب النكاح ، باب نكاح الكافر، بدائع الصنائع : ۳/۲۲۰، كتاب النكاح ، فصل في النكاح الفاسد ، الفتاوى الهندية : ۱/۳۳۹ ، فصل في النكاح الكافر) (فتاوی دار العلوم:۸/۳۷۰)

کافر شوہر کا حلالہ

مسئلہ (۱۹۲): کوئی مطلقہ ثلاثہ مرتد ہوجائے، اور ارتداد کے بعد کسی کافر سے باقاعدہ نکاح کرلے، اور کافر شوہر دخول کے بعد اسے طلاق دیدے، اور وہ عورت دوبارہ مسلمان ہوجائے، تو شوہرِ اول کے لیے حلال ہوجائے گی، اس لیے کہ حلالہ کی شرط ﴿حتی تنکح زوجًا غیره﴾ پائی گئی، اب دوبارہ حلالہ کی ضرورت نہیں، کافر شوہر کا حلالہ کافی ہے۔(۱)

---

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجًا غيره﴾ .
(سورة البقرة : ۲۳۰)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (حتى يطأها غيره ولو) الغير (مراهقًا) يجامع مثله ، وقدره شيخ الإسلام بعشر سنين أو خصيًا أو مجنونًا أو ذميًّا لذمية (بنكاح) نافذ خرج الفاسد والموقوف . در مختار . قوله : أو (ذميًّا لذمية) أى ولو كان التحليل لأجل زوجها المسلم كما فى البحر . (۴۲/۵ ، كتاب النكاح ، باب الرجعة)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا كانت النصرانية تحت مسلم طلّقها ثلاثاً فتزوجت نصرانيًا ودخل بها حلت للمسلم الذي طلّقها ثلاثا . (۴۷۳/۱، الطلاق ، فصل فيما تحل به المطلقة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أول شروط التحليل ، النكاح لقوله تعالى : ﴿حتى تنكح زوجًا غيره﴾ فقد نفى حل المرأة لمطلقها ثلاثاً ، وحد النفى إلى غاية التزوج بزوج آخر .... يشترط فى النكاح الثانى لكى تحل المرأة للأول : أن يكون صحيحاً ، ولا تحل للأول إذا كان النكاح فاسدًا حتى لو دخل بها ، لأن النكاح الفاسد ليس بنكاح حقيقة ، ومطلق النكاح ينصرف إلى ما هو نكاح حقيقة .... وأما الذمية فقد ذهب جمهور الفقهاء إلى أن وطء زوجها الذمى يحلها للأول ، لأن النصرانى زوج . (۲۵۵/۱۰،۲۵۶، تحليل)

فسخ نکاح میں حَکَم کا فیصلہ

مسئلہ (۱۹۳): شرعی حَکَم کا فیصلہ فسخ نکاح وغیرہ میں نافذ العمل ہوگا[۱]، اسی طرح مسلم سِوِل جج، مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی جانب سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہوں، اگر وہ مسلمان ہیں اور قانونِ شرع کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں، تو ان کا فیصلہ، شرعی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہوگا، یعنی اگر وہ نکاح کو فسخ کردیں، تو نکاح فسخ ہوجائے گا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ويصير القاضي قاضياً بتراضي المسلمين ، فيجب عليهم أن يلتمسوا والياً مسلماً منهم . اهـ . وعزاه مسكين في شرحه إلى الأصل .... وفي " الفتح " : وإذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الآن ، يجب على المسلمين أن يتفقوا على واحد منهم يجعلونه والياً فيولي قاضياً ، ويكون هو الذي يقضي بينهم . (۸/ ۴۱ ، ۴۲ ، كتاب القضاء ، مطلب أبو حنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى ، ومطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار ، ديوبند) (الحیلۃ الناجزۃ:ص/۶۰، فتاوی حقانیہ:۴/۵۹۰،۵۹۱، فتاوی دار العلوم:۸/ ۱۴۷)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (تولية الخصمين حاكمًا يحكم بينهما ، وركنه لفظه الدّالّ عليه مع قبول الآخر) ذلك (وشرطه من جهة المحكم) بالكسر (العقل لا الحرية والإسلام) ..... (و) شرطه (من جهة المحكم) بالفتح (صلاحيته للقضاء) .

(۸/ ۱۱۲ ، كتاب القضاء ، باب التحكيم ، دار الكتاب ديوبند)

(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويجوز تقلّد القضاء من السلطان العادل والجائر) ولو كافراً . ذكره مسكين وغيره . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (ولو كافراً) في التاتارخانية : الإسلام ليس بشرط فيه : أي في السلطان الذي يقلد .

(۸/ ۴۱ ، كتاب القضاء ، مطلب أبوحنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى ، ديوبند)

پہلی بیوی کی وجہ سے فسخِ نکاح کا مطالبہ

مسئلہ (۱۹۴): اگر کوئی شخص یہ بتائے بغیر کہ اس کی ایک بیوی پہلے سے موجود ہے، کسی عورت سے نکاح کرلے، تو اُس کا یہ نکاح صحیح ہے، اور دوسری بیوی کو یہ معلوم ہونے پر کہ اس شخص کی ایک بیوی پہلے سے موجود ہے، فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق حاصل نہیں ہوگا[1]، البتہ اگر نباہ ممکن نہ ہو، تو وہ طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے، اور شوہر طلاق نہ دے، تو خلع لے سکتی ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النسآء مثنٰى وثلٰث وربٰع﴾ .

(سورة النساء :۳)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وأما قوله تعالى : ﴿مثنى وثلٰث وربٰع﴾ . فإنه إباحة للثنتين إن شاء ، وللثلاث إن شاء ، وللرباع إن شاء على أنه مخير في أن يجمع في هذه الأعداد من شاء . (۶۹/۲، تزويج الصغار، سورة النساء)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا يحل لكم أن تأخذوا ممآ اٰتيتموهنّ شيئاً إلا أن يخافا ألا يقيما حدود الله ، فإن خفتم ألا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ .

(سورة البقرة : ۲۲۹)

ما في " فتح الباری " : عن ابن عباس أن امرأة ثابت بن قيس أتت النبي ﷺ فقالت : يا رسول الله ! ثابت بن قيس ما أعتب عليه في خلق ولا دين ، ولكني أكره الكفر في الإسلام ، فقال رسول الله ﷺ : " أتردين عليه حديقته ؟ " . قالت : نعم ، قال رسول الله ﷺ : " اقبل الحديقة وطلقها تطليقة " . (۳۵۲/۹ ، باب الخلع ، مكتبه شيخ الهند ديوبند)

ما في " الهداية " : وإذا تشاقّ الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به . (۴۰۴/۲ ، باب الخلع)

زنا سے ثبوتِ نسب

مسئلہ (۱۹۵): کسی شخص کے کسی عورت سے زنا کرنے پر وہ حاملہ ہوجائے، اور وہ اس معاملہ کو دبانے کے لیے اس سے شادی کرلے، اوراس بچے کے اپنے نطفے سے پیدا ہونے کا اقرار کرے، تو محض اُس کے اِس اقرار سے نسب ثابت نہیں ہوگا، بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ بچہ نکاح کے بعد کب پیدا ہوا؟ اگر نکاح سے چھ ماہ بعد، یا اُس سے زائد مدت میں بچہ پیدا ہوا، تو قضاءً نسب ثابت ہوجائے گا، اوراگر نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہوا، تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ [1]

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها :......... فتساوقا إلى رسول الله ﷺ فقال سعد : يا رسول الله ! ابن أخي ، كان عهد إليّ فيه ، فقال عبد بن زمعة : أخي وابن وليدة أبي ، وقال رسول الله ﷺ : " هو لک يا عبد بن زمعة ، الولد للفراش وللعاهر الحجر ، ثم قال لسودة بنت زمعة : احتجبي منه لما رأى من شبهه بعتبة ، فما رآها حتى لقي الله " .

(۴۹۰ ، كتاب الوصايا ، قول الموصى لوصيه)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو زنى بإمرأة فحملت ثم تزوجها فولدت إن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً ثبت نسبه ، وإن جاء ت به لأقل من ستة أشهر لم يثبت نسبه .

(۱/۵۴۰ ، كتاب الطلاق ، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب)

ما في " الهداية " : وإذا تزوج رجل إمرأة فجاء ت بولد لأقل من ستة أشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه ، لأن العلوق سابق على النكاح ، فلا يكون منه ، وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعدًا يثبت نسبه منه .... لأن الفراش قائم والمدة تامة . (۲/۴۳۲ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب ، العناية شرح الهداية : ۲/۲۱۰ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب ، الموسوعة الفقهية :۹/۱۵ ، ثبوت النسب ، النهر الفائق : ۲/۴۹۱ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب ، مجمع الأنهر : ۲/۱۵۸ ، كتاب الطلاق ، ثبوت النسب) (فتاوی حقانیہ:۴/۵۶۲)

منکوحۃ الغیر سے نکاح اور اس سے پیدا شدہ اولاد

مسئلہ(۱۹۶): منکوحۃ الغیر سے نکاح کرنا حرام ہے، اور یہ نکاح، نکاحِ باطل ہوگا[۱]، اگر کسی عورت کے غیر کی منکوحہ ہونے کا علم نہ ہو، اور کوئی مرد اس سے نکاح کرلے، تو اس نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب بالاتفاق اس مرد سے ثابت ہوگا، اور اگر کسی عورت کے غیر کی منکوحہ ہونے کا علم ہونے کے باوجود کوئی مرد اس سے نکاح کرلے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا، اور صاحبین اور جمہور علماء کے نزدیک ثابت نہیں ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : ألا تكون منكوحة الغير ، لقوله تعالى : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ . [سورة النساء :۲۴] معطوفاً على قوله عزّ وجلّ : ﴿حرّمت عليكم امهٰتكم﴾ . [النساء :۲۳] إلى قوله تعالى : ﴿والمحصنٰت من النسآء﴾ . وهنّ ذوات الأزواج سواء كان زوجها مسلماً أو كافراً . (۳/ ۴۵۱ ، كتاب النكاح ، فصل في شروط ألا تكون منكوحة الغير)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره ، وكذا في المعتدة . كذا في السراج الوهاج . (۱/ ۲۸۰، كتاب النكاح ، القسم السادس ، المحرمات التي .. الخ)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : ويتفقون كذلك على وجوب العدة وثبوت النسب في النكاح المجمع على فساده بالوطء كنكاح المعتدة وزوجة الغير والمحارم إذا كانت هناك شبهة تسقط الحد ، بأن كان لا يعلم بالحرمة ، ولأن الأصل عند الفقهاء أن كل نكاح يدرأ فيه الحد فالولد لاحق بالواطئ ، أما إذا لم تكن هناك شبهة تسقط الحد ، بأن كان عالماً بالحرمة فلا يلحق به الولد عند الجمهور ، وكذلك عند بعض مشايخ الحنفية ، لأنه حيث وجب الحد فلا يثبت النسب ، وعند أبي حنيفة وبعض الحنفية يثبت النسب لأن العقد شبهة ..... ومجمع الفتاوى أنه يثبت النسب عند أبي حنيفة خلافاً لهما . (۸/ ۱۲۳، ۱۲۴ ، بطلان، رد المحتار: ۵/ ۱۹۷ ، كتاب الطلاق ، باب العدة ، مطلب في النكاح الفاسد والباطل ، رد المحتار: ۶/ ۳۱ ، كتاب الحدود ، مطلب إذا استحل المحرم على وجه)

(کفایت المفتی: ۵/ ۲۵۸)

کتاب البیوع

☆......خرید وفروخت کے مسائل......☆

معاملات دین کا ایک اہم شعبہ ہے

مسئلہ (۱۹۷): معاملات دین کا ایک اہم شعبہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادات کا مکلّف بنایا ہے، اسی طرح معاملات میں بھی کچھ احکام کا مکلّف بنایا، تاکہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ لین دین کے وقت ان باتوں کا خیال رکھیں کہ کونسی چیزیں حلال ہیں، اور کون سی چیزیں حرام ہیں۔ شریعتِ اسلامی کے احکام جاننے سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت سے متعلق جو احکام ہیں وہ ایک چوتھائی ہیں، اور تین چوتھائی احکام معاملات اور معاشرت سے متعلق ہیں، سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے مت کھاؤ۔''(۱)

آیتِ مذکورہ معاملات کی تمام ناجائز صورتوں کو شامل ہے، سود، قمار، رشوت خوری، ملاوٹ اور دھوکہ وفریب، غرض اُن تمام ناجائز ذرائعِ آمدنی کو شامل ہے، جنہیں اللہ رب العزت نے ناجائز وحرام قرار دیا ہے (۲)، حرام سے بچنے اور حلال کو حاصل کرنے کے لیے قرآن وسنت میں مختلف عنوانات سے تاکیدیں کی گئی ہیں، ایک آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حلال کھانے کو انسان کے اعمال واخلاق میں بہت بڑا دخل ہے، اس کا کھانا پینا حلال نہیں، تو اس سے اچھے اخلاق واعمال کی توقع مشکل ہے، ارشادِ ربانی ہے کہ: ''حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو''۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اعمالِ صالحہ کا صدور اسی وقت ہوسکتا ہے، جب کہ انسان کا کھانا پینا حلال

ہو۔[۳] اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''بہت سے لوگ عبادت کرتے ہیں، اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتے ہیں، مگر ان کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، تو ان کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے''[۴]، ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اپنے اور اپنے متعلقین کی لازمی ضروریات کی تکمیل کے لیے حلال کمائی کی طلب وجستجو مستقل ودائمی فریضہ ہے''[۵]، اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''سچا اور امانت دار تاجر کل قیامت کے دن انبیاء اور شہداء کے ساتھ ہوگا''۔[۶]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿یا أیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)

(۲) ما في '' البحر المحیط '' : قال أبوحیان الغرناطي : والباطل هو کل طریق لم تبحه الشریعة ، فیدخل فیه السرقة ، والخیانة ، والغصب ، والقمار ، وعقود الربا . وقال السدي : هو أن یأکل بالربا والقمار والبخس والظلم ، وغیر ذلک مما لم یبح الله تعالی أکل المال فیه. (۳/۳۲۲)

(۳) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿یا أیها الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحًا﴾ .

(سورة المؤمنون : ۵۱)

(۴) ما في '' الصحیح لمسلم '' :وقال : '' أیها الناس ! إن الله طیب لا یقبل إلا طیباً ، وإن الله أمر المؤمنین بما أمره به المرسلین ، فقال : ﴿یا أیها الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحا، إني بما تعملون علیم﴾ . وقال : ﴿یا أیها الذین اٰمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقنکم﴾ . ثم ذکر الرجل یطیل السفر ، أشعث أغبر ، یمُدُّ یدیه إلی السماء ، یا رب ! یا رب ! ومطعمه حرام ، ومشربه حرام ، وملبسه حرام ، وغذي بالحرام ، فأنیٰ یستجاب لذلک '' . (۱/۳۲۶)

(۵) ما في '' مشکوة المصابیح '' : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : '' طلب کسب=

حقوق العباد کی اہمیت وفضیلت

مسئلہ (۱۹۸): شریعت میں حقوق العباد کی بڑی فضیلت آئی ہے، یہاں تک کہ کافروں کے ساتھ بھی امانتداری کا ثبوت دینے کا حکم دیا گیا[۱]، حقداروں کے حقوق کی پامالی، ان کے لیے مضرت کا سبب ہوتی ہے، اس لیے دوسروں کو ایذا پہنچانے پر ڈرایا دھمکایا گیا ہے[۲]، چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ کل قیامت کے روز ایک شخص؛ نماز، روزہ، زکوۃ وغیرہ عبادات اور نیکیاں لے کر آئے گا، لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، تو اہلِ حقوق آئیں گے اور اپنے حقوق کی پامالی پر اس کی نیکیاں لے جائیں گے[۳]، اس سے بڑھ کر اور کیا خسارہ ہوسکتا ہے۔

=الحلال فريضة بعد الفريضة " . رواه البيهقي في شعب الإيمان .

(ص/۲۴۲، باب الكسب وطلب الحلال)

ما في " هامش مشكوة المصابيح " : قوله : فريضة – أي على من احتاج إليه لنفسه أو لمن يلزم مؤنته والمراد بالحلال غير الحرام المتيقن ليشمل المشتبه لما مر في الحادث ثم ان التنزه عن المشتبه احتياط لا فرض . ثم هذه الفريضة لا يخاطب بها كل أحد بعينه لأن كثيرا من الناس يجب نفقته على غيره . قوله : بعد الفريضة – كناية عن أن فرضية طلب كسب الحلال ليس في مرتبة فرضية الصلاة والصوم والحج وغيرها ، وقيل : معناه أنه فريضة متعاقبة يعاقب بعضها البعض لا غاية له أي مستمرة فرض دائمي إذ كسب الحلال أصل الورع وأساس التقوى . ۱۲ . (ص/۲۴۲)

ما في " كنز العمال " : قال عليه الصلاة والسلام : " طلب الحلال واجب على كل مسلم " . وفيه أيضًا : " طلب الحلال فريضة بعد الفريضة " . (۴/۴)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : وقال : " التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء " .

(۲۲۹/۱)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " القرآن الكريم " :﴿إن الله يأمركم أن تؤدّوا الأمٰنٰت إلٰى أهلها وإذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل﴾ . (سورة النساء : ٥٨)

ما في " تفسيرات أحمديه " : قوله تعالى : ﴿إن الله يأمركم أن تؤدّوا الأمٰنٰت إلٰى أهلها﴾ . نقل في بيان قصته أنه لما أغلق عثمان بن طلحة سادن الكعبة باب الكعبة يوم الفتح وأبى أن يدفع المفتاح ليدخل فيها رسول الله ﷺ وقال : لو علمت أنه رسول الله لم أمنعه ، فلوى علي يده وأخذ منه وفتح ، فدخل رسول الله ﷺ وصلى ركعتين ، فلما خرج سأله العباس أن يعطيه المفتاح ، فنزلت هذه الآية ، يعني : ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات﴾ إلى من أخذتم منه ، لا إلى غيره ، فأمر رسول الله ﷺ عليًا أن يردّ المفتاح إلى عثمان ، فأسلم عثمان ودعا رسول الله ﷺ أن سدانة الكعبة في أولاده أبداً . (ص/١٩١ ، النساء)

ما في " حاشية القونوي على تفسير البيضاوي " : (خطاب يعم المكلفين والأمانات) المكلفين من الرجال والنساء ، والأمانات أي يعم كلها أي يعم كل أمانة . (٧/١٠٢)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنٰت بغير ما اكتسبوا﴾ .

(سورة الأحزاب : ٥٨)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضاً بالأفعال والأقوال القبيحة ...... لأن أذاه في الجملة حرام . (١٤/٢٤٠)

ما في " الدر المنثور " : وأخرج ابن أبي حاتم ، عن مجاهد رضي الله تعالى عنه في الآية قال : " يلقى الجرب على أهل النار ، فيحكون حتى تبدو العظام ، فيقولون : ربنا بم أصابنا هذا ؟ فيقال : بأذاكم المسلمين " . (٥/٤١٣)

(٣) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة (رضي الله تعالى عنه) ، أن رسول الله ﷺ قال : "أتدرون من المفلس؟ " . قالوا : المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع ، فقال : " إن المفلس من أمتي من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة ، ويأتي قد شتم هذا ، وقذف هذا ، وأكل مال هذا ، وسفك دم هذا ، وضرب هذا ، فيُعطٰى هذا من حسناته ، وهذا من حسناته ، فإن فَنِيَتْ حسناته قبل أن يقضى ما عليه ، أخذ من خطاياهم فطرحت عليه ، ثم طرح في النار " .(٨/١٨٩ ، كتاب البر والصلة والآداب ، باب تحريم الظلم ، رقم الحديث : ٢٥٨١ ، بيروت ، ٢/٣٢٠ ، قديمي) (جدید مسائل کا حل: ص/٣١٦)

بیع اور وعدۂ بیع میں فرق

مسئلہ (۱۹۹): قطعی ایجاب وقبول کو ''بیع'' کہا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد متعاقدین میں سے کسی کو بھی اس بیع کے خلاف کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ اور وعدۂ بیع میں چوں کہ متعاقدین قطعی ایجاب وقبول نہیں کرتے، بلکہ دونوں اس بات پر محض اتفاق ومعاہدہ کرلیتے ہیں کہ مدتِ معینہ میں مشتری جب بھی چاہیگا، بائع اپنی چیز اس کے ہاتھ بیچ دے گا۔ اس وعدۂ بیع کو اخلاقی طور پر پورا کرنا لازم ہے، قانوناً اس وعدہ کو پورا کرنے پر جبر نہیں کیا جاسکتا، اگر بائع وعدہ خلافی کرتے ہوئے اپنی چیز شخصِ مذکور (جس سے وعدۂ بیع ہو چکا تھا) کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کردے، تو یہ بیع بھی صحیح ہوجائے گی، اگرچہ ایسا کرنا اخلاق ومروت کے خلاف ہے۔ محض وعدۂ بیع سے نہ بائع ثمن کا مستحق ہوتا ہے، اور نہ ہی مشتری مبیع کا مالک ہوتا ہے، لہٰذا مشتری وعدۂ بیع کے مکمل ہونے (قطعی ایجاب وقبول) سے پہلے مبیع کو، آگے کسی اور شخص کے ہاتھ فروخت نہیں کرسکتا، ورنہ یہ غیر مملوک کی بیع ہوگی، جو شرعاً منع ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويكون بقول أو فعل ، أما القول فالإيجاب والقبول) .... (وهما عبارة عن كل لفظين ينبئان عن معنى التملّک والتمليک ماضيين) ... (أو حالين) كمضارعين لم يقرنا بسوف والسين كأبيعک فيقول : أشتريه ، أو أحدهما ماض والآخر حال ، (و) لكن (لا يحتاج الأول إلى نية بخلاف الثاني) فإن نوى به الإيجاب للحال صحَّ على الأصحِّ وإلا لا . (۱۰/۷ ، ۱۷ ، ۱۸ ، كتاب البيوع)=

خریدنے کا وعدہ کرکے پورا نہ کرنا

مسئلہ (۲۰۰): اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے ایک متعین قیمت میں کوئی چیز خریدنے کا وعدہ کرے، اور وہ شخص اس چیز کو خریدنے والے کے بھروسے پر اپنے پاس رکھے رہا، بعد میں وہ آکر یوں کہے کہ میں اتنی قیمت میں نہیں خریدوں گا، مثلاً خالد حامد سے کہے کہ میں تجھ سے یہ گھڑی پانچ سو روپئے میں خریدوں گا، جب کہ اس گھڑی کی قیمت چار سو روپئے ہے، پھر کچھ ایام گزرنے کے بعد خالد خریدنے سے انکار کردے، جب کہ حامد اس گھڑی کو کسی اور کے ہاتھ بیچتا، تو اُسے چار سو روپئے مل جاتے، لیکن اس نے خالد کے بھروسے پر اُسے فروخت نہیں کیا، اب اس صورت میں حامد کو جو سو روپئے کا نقصان اٹھانا پڑا، وہ

=ما في " الفتاوى الهندية " : البيع ينعقد بالإيجاب والقبول إذا كانا بلفظي الماضي مثل أن يقول أحدهما : بعت ، والآخر : اشتريت ، لأن البيع انشاء تصرف ، والانشاء يعرف بالشرع، والموضوع للاخبار قد استعمل فيه ، فينعقد به ، ولا ينعقد بلفظين أحدهما لفظ المستقبل ...... وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ، ولا خيار لواحد منهما إلا من عيب أو عدم رؤية . (۱۸/۳ – ۲۰ ، كتاب البيوع)

ما في " عقد البيع لمصطفى أحمد الزرقاء " : الوعد المجرد بالبيع أو بغيره من العقود أو الأعمال ، كوعد الإنسان لمدين بأن يؤدي عنه دينه ، لم يقم له الفقهاء وزناً من الوجهة القضائية ، أي انه لا يلزم صاحبه بالوفاء إلا من الناحية الدينية الأخلاقية ، أما القضاء فلا يجبر على الوفاء بوعده ، والمراد من الوعد المجرد ما لا يشتمل على إيجاب وقبول قطعيين ، كما لو قال الإنسان لآخر : سأبيعك ، أو : أعدك بأن أبيعك المال الفلاني بكذا ، فهذا من قبيل الوعد المجرد ..... إن الوعد بالبيع هو اتفاق يتعهد فيه شخص ببيع شيء من شخص آخر عند ما يختار شراءه خلال مدة معينة . (۱۷۱ ، ۱۷۲ ، الفصل السابع في الوعد بالبيع)

خالد سے اس کا مطالبہ نہیں کرسکتا، کیوں کہ یہ عین کا نقصان نہیں بلکہ متوقع نفع کا نقصان ہے، جس کو شریعت نقصان نہیں گردانتی (۱)، البتہ اگر خالد شروع ہی سے اپنے اِس وعدے کو پورا نہ کرنے کی نیت رکھتا ہے، تو وہ اخروی اعتبار سے گنہگار ہے (۲)، اور اگر خریدنے کی نیت تھی مگر کسی مجبوری کی وجہ سے نہ خرید سکا، تو وہ معذور ہے، جس میں گناہ بھی لازم نہیں ہوگا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في" الموسوعة الفقهية " : الضرر إسم من الضر ، وقد أطلق على كل نقص يدخل الأعيان ، والضر بفتح الضاد ، لغة ضد النفع وهو النقصان . (۲۸/۱۷۹ ، تحت الضرر)

(۲) ما في" القرآن الكريم " :﴿يا أيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " فتح القدير للشوكاني " :والعقود العهود ..... وقيل : هي العقود التي يعقدونها بينهم من عقود المعاملات ... قال الزجاج : المعنى أوفوا بعقد الله عليكم وبعقدكم بعضكم على بعض . انتهى . (۱/۴۴۴)

ما في " التفسير المنير " : ﴿أوفوا بالعقود﴾ أي العهود التي عقدتموها بينكم وبين الله ، أو بينكم وبين الناس ، وهي التكاليف التي ألزمكم الله بها والتزمتموها ..... الأمر بالوفاء بالعقد التي يتعاقد بها الناس ، ووجوب الوفاء بالتكاليف الإسلامية ، فيلزم دفع أثمان المبيعات ... يدل على لزوم العقد وثبوته . (۳/۴۱۵ . ۴۱۹)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث : إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " .

(ص/۳۱ ، كتاب الإيمان ، باب علامة المنافق ، رقم الحديث : ۳۳)

ما في" فيض الباري " :وفي خلف الوعد عندنا قولان : الأول : أنه مكروه كراهة تحريم ، والثاني : كراهة تنزيه .... بل الأمر عندي أن يقسم على الأحوال ، فإن أراد الاخلاف عند الوعد كره تحريماً ، وإن أراد الانجاز ثم منعه مانع لا يكون مكروهاً . (۱/۱۹۹ ، كتاب =

انٹرنیٹ پر نمونہ دیکھ کر بیع

مسئلہ (۲۰۱): کوئی شخص انٹرنیٹ پر نمونہ (Model) دیکھ کر کسی چیز کو خریدے، پھر معقود علیہ (مبیع) کے وصف کو مفقود پائے، تو اُسے فسخِ عقد کا اختیار حاصل ہوگا۔(۱)

=الإيمان ، باب علامة المنافق)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " إذا وعد الرجل أخاه ، ومن نيته أن يفي له ، فلم يف ولم يجئ للميعاد ، فلا إثم عليه " .

(۴۵۰/۳ ، باب ما جاء في علامة المنافق ، رقم الحديث : ۲۶۳۳)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (فلم يف) أي بعذر ... ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي ، فعليه الإثم ، وفیٰ به أو لم يف ، فإنه من أخلاق المنافقين . (۱۰۳/۹ ، كتاب الآداب، باب الوعد ، رقم الحديث : ۴۸۸۱) (جدید مسائل کا حل:ص/۲۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : هل تكفي رؤية ما يعرض بالنموذج ، الأصل في هذا أن رؤية جميع المبيع غير مشروط لتعذّره ، فيكتفى برؤية ما يدل على العلم بالمقصود إذا كان المبيع مثليا أى مكيلاً أو موزوناً أو عدديا متقارباً ، فرؤية ما يعرف بالنموذج تكفي ، إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذٍ يكون له الخيار .

(۱۲۵/۳ ، ۱۲۶ ، كتاب البيوع ، خيار الشرط)

ما في " رد المحتار " : قال في " الفتح " : فإن دخل في البيع أشياء ، فإن كانت الآحاد لا تتفاوت كالمكيل والموزون ، وعلامته أن يعرض بالنموذج فيكتفي برؤية واحد منها في سقوط الخيار ، إلا إذا كان الباقي أردأ مما رأى فحينئذ يكون له الخيار : أي خيار العيب لا خيار الرؤية . ذكره في " الينابيع " .

(۱۱۱/۷ ، ۱۱۲ ، كتاب البيوع ، باب خيار الرؤية ، ديوبند ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۳۵۹۰/۵ ، خيار الرؤية ، المطلب الخامس ، شرائط ثبوت الخيار ، البيع بالنموذج)

بیع الحصاۃ (کنکر پھینک کر خرید وفروخت)

مسئلہ (۲۰۲): ''بیع الحصاۃ'' جسے ''بیع بالقاء الحجر'' بھی کہا جاتا ہے، اس کی تعریف یہ ہے کہ متعاقدین آپس میں کسی چیز کا بھاؤ لگا رہے ہوں کہ اچانک خریدار اس پر ایک پتھر رکھ دے، جس کے نتیجے میں یہ بیع لازم ہو جائے[1]، ائمۂ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس طرح کی بیع ناجائز ہے، احادیث میں بھی اس کی صریح ممانعت موجود ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : والملامسة وإلقاء الحجر ..... وهو أن يتراوض الرجلان على سلعة أي يتساوي فإذا لمسها المشترى أو نبذها إليه البائع أو وضع المشتري عليها حصاة لزم البيع رضي البائع أو لم يرض . (۱۲۵/٦ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : " نهى رسول الله ﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر " . (۲/۲، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : أن النبي ﷺ نهى عن بيع الغرر " . زاد عثمان : والحصاةِ . (۲٦۲/۳ ، باب في بيع الغرر ، رقم : ۳۳۷۸ ، دار الكتاب العربي بيروت ، مسند أحمد بن حنبل : ۳۷٦/۲ ، رقم : ۸۸۷۱ ، مسند أبي هريرة رضي الله عنه ، مؤسسة قرطبة القاهرة)

ما في " البحر الرائق " : والملامسة والقاء الحجر ومثلها المنابذة وهذه بيوع كانت في الجاهلية فنهى عنها . (۱۲۵/٦)

بیع صرف

مسئلہ (۲۰۳): "بیع صرف" یعنی ثمن کی بیع ثمن کے عوض کرنا[۱] جائز ہے، بیع صرف میں عوضین چوں کہ ثمن ہوتے ہیں، اس لیے اس میں مجلسِ عقد میں قبضہ کرنا ضروری ہے، اُدھار جائز نہیں، نیز جب عوضین متحد الجنس ہوں (یعنی دونوں کی جنس ایک ہو مثلاً؛ سونے کو سونے کے عوض، یا چاندی کو چاندی کے عوض بیچا جا رہا ہو)، تو تفاضل (کمی بیشی) درست نہیں ہے، اور اگر متحد الجنس نہ ہوں، مثلاً؛ سونے کو چاندی کے عوض، یا چاندی کو سونے کے عوض بیچا جا رہا ہو، تو تفاضل جائز ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كتاب التعريفات " : الصرف في الشريعة بيع الأثمان بعضها ببعض .(ص/۱۳۶)

ما في " البحر الرائق " : هو بيع بعض الأثمان ببعض كالذهب والفضة إذا بيع أحدهما بالآخر أى بيع ما من جنس الأثمان بعضها ببعض . (۷/ ۳۲۱ ، كتاب الصرف)

ما في " تنوير الأبصار مع الدر المختار " : بيع الثمن بالثمن . (۷/ ۴۰۲)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبى المنهال قال : سألت البراء بن عازب وزيد بن أرقم عن الصرف ، فكل واحد منهما يقول : هذا خير منى ، فكلاهما يقول : " نهى رسول الله ﷺ عن بيع الذهب بالورق دينا " . (۱/ ۲۹۱ ، باب بيع الورق بالذهب نسيئة)

ما في " الفقه الحنفى فى ثوبه الجديد " : شرع الصرف بالسنة النبوية الشريفة ، فقد ورد في مشروعيته عدد من الأحاديث الشريفة ، منها : حدثنا عبد الله بن أبي بكرة قال : قال أبو بكرة رضى الله تعالى عنه : قال رسول الله ﷺ : " لا تبيعوا الذهب بالذهب إلا سواء بسواء، والفضة بالفضة إلا سواء بسواء ، وبيعوا الذهب بالفضة ، والفضة بالذهب كيف شئتم " . (۴/ ۳۱۷) (قاموس الفقہ: ۴/ ۲۲۴)

بیع المنابذۃ (مبیع پھینک کر خرید وفروخت)

مسئلہ (۲۰۴): ''بیع المنابذۃ'' کی تعریف علامہ شامی یوں فرماتے ہیں:

عاقدین میں سے ہر ایک اپنے کپڑے کو دوسرے کی طرف پھینکے، اور کوئی ایک دوسرے کے کپڑے کی طرف نہ دیکھے، صرف کپڑا پھینکنے سے ہی بیع ہو جائے۔ (۱)

علامہ مرغینانی فرماتے ہیں: بیع منابذہ یہ ہے کہ دو آدمی کسی سامان پر بولی لگا رہے ہوں، کہ اچانک بائع خریدار کی طرف وہ چیز پھینک دے، تو اس سے بیع لازم ہو جائے۔ (۲)

مذکورہ دونوں تعریفات باعتبار حقیقت ایک جیسی ہیں، کہ دونوں میں مبیع کے پھینکنے سے بیع لازم ہو رہی ہے، البتہ دونوں میں فرق اتنا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف میں عاقدین میں سے ہر ایک اپنی مبیع کو پھینکتا ہے، جب کہ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف کے مطابق صرف بائع اپنی مبیع کو پھینکتا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی رحمہ اللہ کی بیان کردہ تعریف زیادہ راجح ہے، کیوں کہ اس میں لفظ ''منابذہ'' کی رعایت زیادہ ہے۔ اس بیع کے عدمِ جواز پر علماء کا اتفاق ہے، (۳) کیوں کہ اس عقد میں جہالت کے اعتبار سے غرر پایا جاتا ہے، یعنی جس وقت عقد انجام دیا جا رہا ہوتا ہے، اس وقت کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ بعد میں کس چیز کی یا کس ثمن پر بیع واقع ہوگی۔ لہٰذا یہ عقد شرعاً ناجائز ہے۔

الحجة على ما قلنا : =

مجہول الصفت مبیع کی طرف اشارہ

مسئلہ (۲۰۵): جس مبیع کی صفت وکوالٹی بیان نہ کی جائے اسے ''مجہول الصفۃ مبیع'' کہا جاتا ہے۔ جمہور فقہائے احناف کی رائے یہ ہے کہ اگر مبیع کی طرف اشارہ کردیا جائے، تو پھر اس کی صفت بیان کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ایسی صورت میں بیچی جانے والی چیز کے اوصاف ذکر کیے بغیر بھی بیع درست ہے۔ [1]

=(۱) ما في " رد المحتار " : والمنابذة أن ينبذ كل واحد منها ثوبه إلى الآخر ولا ينظر كل واحد منهما إلى ثوب صاحبه على جعل النبذ بيعا . (۶۵/۵ ، کراچی ایچ ایم سعید)

ما في " التعريفات الفقهية " : المنابذة : وهي أن ينبذ كل واحد من العاقدين ثوبه مثلاً إلى الآخر ولم ينظر واحد منهما إلى ثوب صاحبه . (ص/۲۱۷)

(۲) ما في " الهداية " : هو أن يتراوض الرجلان على سلعة أي يتساومان فإذا نبذها إليه البائع لزم البيع . (الهداية مع الفتح :۵۵/۶)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة أنه قال : " نهى عن بيعتين المُلامسة والمُنابذة " . (۲/۲، كتاب البيوع ، باب إبطال بيع الملامسة والمنابذة ، قديمي)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن شهاب أخبرني عامر بن سعد أن أبا سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أخبره: " أن رسول الله ﷺ نهى عن المنابذة " .

(۱۸۷/۱ ، باب بيع الملامسة)

ما في " البحر الرائق " : قوله : والملامسة وإلقاء الحجر ومثلها المنابذة وهذه بيوع كانت في الجاهلية فنهي عنها . (۱۲۵/۶) (غرر کی صورتیں:ص/۱۷۲،۱۷۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : والأعواض المشار إليها لا يحتاج إلى معرفة مقدارها في جواز البيع ، لأن بالإشارة كفاية في التعريف وجهالة الوصف فيه لا تفضي إلى المنازعة .

(الهداية :۴/۳ ، كتاب البيوع ، الدر المختار مع الشامية :۳۶/۷ ، ۳۷)=

تخلیہ

مسئلہ (۲۰۶): تخلیہ کہتے ہیں بائع-مبیع اور مشتری کے درمیان سے ہر قسم کی رکاوٹ (حائل) کو ختم کردے، کہ مشتری کو اس پر تصرف کرنے کا پورا اختیار حاصل ہوجائے، جب یہ بات پائی جائے تو شرعاً یوں سمجھا جائے گا کہ بائع نے مبیع مشتری کے حوالہ کردی، اور خریدار نے مبیع پر قبضہ کرلیا۔[۱]

=ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وشرط لصحته معرفة قدر) مبيع وثمن (ووصف ثمن) . التنوير وشرحه . وفي الشامية : تنبيه : ظاهر كلامه كالكنز يعطى أن معرفة وصف المبيع غير شرط . (۳۶/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب ما يبطل الإيجاب سبعة ، ديوبند)

ما في " رد المحتار " : وللعلامة الشرنبلالي في رسالة سماها : " نفيس المتجر بشراء الدرر " حقق فيها أن المبيع المسمى جنسه ، لا حاجة فيه إلى بيان قدره ولا وصفه ، ولو غير مشار إليه أو إلى المنازعة ، لأن الجهالة المانعة من الصحة تنتفي بثبوت خيار الرؤية . (۳۷/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب ما يبطل الإيجاب سبعة ، ديوبند) (غرر کی صورتیں: ص/۲۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : أما تفسير التسليم والقبض فالتسليم والقبض عندنا هو التخلية والتخلي ، وهو أن يخلى البائع بين المبيع وبين المشترى برفع الحائل بينهما على وجه يتمكن المشتري من التصرف فيه فيجعل البائع مسلماً للمبيع والمشترى قابضاً له .

(۴۹۸/۴ ، كتاب البيوع ، تفسير التسليم والقبض ، ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وفي اصطلاح الفقهاء : تمكين الشخص من التصرف في الشيء دون مانع ، ففي البيع مثلاً إذا أذن البائع للمشترى فى قبض المبيع مع عدم وجود المانع حصلت التخلية ، ويعتبر المشتري قابضاً للمبيع مطلقاً . (۵۶/۱۱، تخلية ، الفقه الإسلامی وأدلته :۳۳۸۸/۵ ، معنى التسليم أو القبض ، قبيل ؛ المبحث الرابع ، البيع الباطل والفاسد ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد :۱۰۰/۴ ، كتاب البيوع ، هل التخلية قبض؟)

صحتِ تخلیہ کی شرطیں

مسئلہ (۲۰۷): صحت تخلیہ کی چند شرطیں ہیں:

(۱) بائع مشتری کو قبضہ کرنے کی اجازت دیدے، بایں طور کہ میں نے تیرے اور مبیع کے درمیان تخلیہ کردیا، تو اس پر قبضہ کرلے۔ [۱]

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ مبیع مشتری کے سامنے ہو، اس طور پر کہ بائع کے بغیر مشتری اس کو حاصل کرسکے، یہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک ہے، امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مبیع مشتری کے سامنے اس طرح ہو کہ تخلیہ صحیح ہوجائے، اگرچہ مبیع دور ہی ہو۔ [۲]

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ مبیع خالی ہو، یعنی دوسرے کے حق میں مشغول نہ ہو۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : الشرط الأول : الإذن بالقبض وذلك أن يقول البائع للمشتري : خليت بينك وبين المبيع ، ويقول المشترى : قبضت .

(ص/٦٧ ، البحث الأول ؛ التخلية)

(۲) وفيه أيضًا : الشرط الثاني : أن يكون المبيع بحضرة المشتري بحيث يصل إلى أخذه من غير مانع عند الصاحبين ، خلافاً لأبي حنيفة حيث تصح التخلية ولو كان المبيع بعيدًا .

(ص/٦٧ ، البحث الأول ؛ التخلية)

(۳) وفيه أيضًا : أن يكون المبيع مفوزًا غير مشغول بحق الغير .

(ص/٦٧ ، البحث الأول ؛ التخلية)

قبضۂ حقیقی وحکمی

مسئلہ (۲۰۸): **قبضۂ حقیقی**: یہ ہے کہ مبیع مشتری کے ہاتھ میں آجائے، یا مبیع تول کر یا ناپ کر کے الگ کردی جائے، یا مبیع قابض کی تحویل میں آجائے۔

قبضۂ حکمی: قبضۂ تقدیری ومعنوی کو کہتے ہیں، جس میں مشتری مبیع پر حساً قبضہ نہیں کرتا، محض مبیع اور مشتری کے درمیان تخلیہ کردیا جاتا ہے، جس کی بنا پر مبیع مشتری کے ضمان میں آجائے، مثلاً عقار (غیر منقولی چیزوں) میں بالاتفاق محض تخلیہ سے قبضۂ حکمی ہوجائے گا، اوراشیائے منقولہ میں بھی محض تخلیہ قبضۂ حکمی شمار ہوگا، بشرطیکہ مبیع کو الگ کردیا گیا ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : المراد بالقبض الحقيقي ؛ هو القبض الذي يدرك بالحس ، كما في حالة الأخذ باليد مناولةً ، أو الكيل أو الوزن في الطعام ، أو النقل والتحويل إلى حوزة القابض . (ص/۴۵ ، المطلب الأول ، القبض الحقيقي)

ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : والمراد بالقبض الحكمي ؛ هو القبض التقدير الذي لا يدرك بالحس كالتخلية ويدخل فيه جميع أنواع العقار والمنقولات ، كما تناولنا في القبض الحقيقى القبض في المنقول وفي العقار .... اتفق الفقهاء على أن قبض العقار يكون بالتخلية وعلى الإكتفاء به في غير المنقول كالدور والأراضي والأشجار والغرس .... واختلف الفقهاء في كيفية القبض الحكمي في المنقول كالحبوب والثمار والنحاس والرصاص ، هل يكفي فيه القبض الحكمي (التخلية) أم لا بد فيه من القبض الحقيقي ؟ ..... القول الثاني : ان التخلية كافية مع التمييز ولو لم يحصل تقدير أو نقل ، وهذا هو مذهب الحنفية وقول المالكية والحنابلة والشافعية ، جاء في حاشية ابن عابدين : وحاصله ان التخلية قبض حكما ولو مع القدر عليه بلا كلفة ، لكن ذلك يختلف بحسب حالة المبيع .

(ص/۵۳ – ۵۵ ، المبحث الثاني : أقسام القبض وكيفيته ، المطلب الثاني ؛ القبض الحكمي)

گھر کی چابی سونپ دینا تخلیہ ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲۰۹): بائع مشتری سے کہے کہ میں نے مبیع اور تیرے درمیان تخلیہ کردیا، جب کہ مبیع گھر کے اندر ہے، اور ابھی اسے تولا اور ناپا بھی نہیں گیا، مگر بائع نے مشتری کو گھر کی چابی سپرد کردی، تو اب مشتری کا مکمل قبضہ شمار ہوگا۔ (۱)

تخلیہ کے بعد مبیع تلف ہو جائے

مسئلہ (۲۱۰): دو شخصوں کے درمیان عقدِ بیع ہوا، بائع نے مبیع اور مشتری کے درمیان تخلیہ بھی کردیا، لیکن مبیع ابھی بائع ہی کی ملکیت میں تھی، اور مشتری کے ہاتھ سے وہ تلف ہوگئی، تو ایسی صورت میں مشتری ضامن ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : رجل باع مكيلاً في بيت مكايلة أو موزوناً موازنة وقال : خليت بينك وبينه ، ودفع إليه المفتاح ولم يكله ولم يزنه صار المشتري قابضاً .

(۳/۱٦ ، كتاب البيوع ، الباب الرابع ، الفصل الثاني)

ما في " بدائع الصنائع " : وإن باع مكايلة أو موازنةً في الكيل والموزون وخلى ، فلا خلاف في أن المبيع يخرج عن ضمان البائع ويدخل في ضمان المشتري ، حتى لو هلك بعد التخلية قبل الكيل والوزن يهلك على المشتري وكذا لا خلاف في أنه يجوز للمشتري بيعه والانتفاع به قبل الكيل والوزن . (۲۳۷/۷، كتاب البيوع ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۲۰۲/۴ ، كتاب البيوع ، أحكام التصرف في المبيع ، التقابض في الفقه الإسلامي : ص/۴٦)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : من المقرر شرعاً أن المبيع قبل قبضه في ضمان البائع ، وأن اتلاف المشترى له وهو في يد البائع يعتبر قبضاً ، فيلزمه الثمن ، لأنه لا يمكن إتلافه إلا بعد اثبات يده عليه ، وهو معنى القبض ، فيتقرر عليه الثمن .

(ص/٦٨، المبحث الثاني ، الإتلاف ، الموسوعة الفقهية : ۲۲٦/۱)

مبیع ہلاک ہوجائے

مسئلہ (۲۱۱): اگر مبیع پر مشتری کے قبضہ سے پہلے ہی وہ آفتِ سماویہ سے ہلاک ہوجائے، تو مشتری پر کوئی ضمان نہیں آئے گا۔[1]

مبیع عیب دار ہوجائے

مسئلہ (۲۱۲): ایجاب وقبول کے بعد مشتری کے قبضہ سے پہلے، مبیع بائع کے پاس عیب دار ہوجائے، تو مشتری کو مبیع نہ لینے کا مکمل اختیار حاصل ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : ذهب جمهور العلماء إلى أن البيع ينفسخ إذا تلف المبيع كله قبل القبض بآفة سماوية ، ولا شيء في ضمان المشتري لأنه لم يقبض المبيع أصلا . (ص/۶۸، المبحث الثاني ، الإتلاف ، بدائع الصنائع :۲۳۸/۵ ، حاشية الدسوقي: ۱۴۷/۳ ، مغني المحتاج : ۶۵/۲ ، كشاف القناع :۲۴۲/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " التقابض في الفقه الإسلامي " : العيب الذي يحدث في المبيع ، وهو في يد البائع بعد العقد وقبل القبض ، حكمه حكم العيب القديم الذي يوجب الرد .

(ص/۷۴ ، المبحث الثالث ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام : ۳۴۶/۱ ، المادة : ۳۴۰)

کرنسی نوٹوں کی حیثیت

مسئلہ (۲۱۳): ہمارے نزدیک کرنسی نوٹوں کی حیثیت ثمنِ خلقی کی طرح ہے، لہٰذا اس اعتبار سے کرنسی کی، کرنسی سے بیع کے دو اصول ہیں:

(۱) جب ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی سے کیا جائے تو نہ کمی وبیشی جائز ہے نہ ادھار، بلکہ برابر سرابر نقدا نقدی ضروری ہے۔ (۱)

(۲) دو ملک کی کرنسیاں دو مختلف اَجناس ہیں، اس لیے ان کے باہمی تبادلہ میں کسی خاص قیمت کی پابندی ضروری نہیں، گورنمنٹ یا بینک کے مقررہ نرخ سے کمی وبیشی کے ساتھ باہمی رضامندی سے خرید وفروخت ہوسکتی ہے، البتہ یہ بات ضروری ہے کہ دونوں طرف سے نقد لین دین ہو، اگر ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو، تو یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ بیعِ صرف ہے، جس میں دونوں طرف سے نقد معاملہ ضروری ہے۔ (۲)

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا دوسرا فقہی سیمینار جو ۸/تا ۱۱/دسمبر ۱۹۸۹ء، مطابق ۸/تا ۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ، میں منعقد ہوا تھا، اس کے عناوین میں سے ایک عنوان ''کرنسی نوٹوں کی شرعی حیثیت'' بھی تھا، اس سیمینار میں کرنسی نوٹوں کے متعلق جو تجاویز منظور ہوئی تھیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱- کرنسی نوٹ سند وحوالہ نہیں بلکہ ثمن ہے، اور اسلامی شریعت کی نظر میں کرنسی نوٹوں کی حیثیت زرِ اصطلاحی وقانونی کی ہے۔ (۳)

۲- عصر حاضر میں نوٹوں نے ذریعۂ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر زرِ خلقی (سونا چاندی) کی جگہ لے لی ہے، اور باہمی لین دین نوٹوں کے ذریعہ انجام پاتا ہے، اس لیے کرنسی

نوٹ بھی احکام میں ثمنِ حقیقی کے مشابہ ہے، لہٰذا ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی کے ساتھ کمی وبیشی کے ساتھ نہ تو نقد جائز ہے نہ ادھار۔ (٤)

٣- دو ملک کی کرنسیاں دو اجناس ہیں، اس لیے ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی سے کمی وبیشی کے ساتھ حسبِ رضاءِ فریقین جائز ہے۔ (٥)

٤- کرنسی نوٹوں پر زکوٰۃ لازم ہے۔ (٦)

٥- نوٹوں میں زکوٰۃ کا نصاب چاندی کے نصاب کی قیمت کے مساوی ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : وإذا اتحد جنس العملات ، كالذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، والريال السعودي مثلاً بالريال السعودي ، والمصري بالمصري ، وجب شيئان : التساوي في المقدار ، والتقابض في مجلس العقد ، فإن اختل الشرطان أو أحدهما كان رباً .
(ص/٢٨٦ ، حكم تجارة العملة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : إن المختار عندنا قول من يجعلها أثمانا اصطلاحية ، وحينئذٍ تجري عليها أحكام الفلوس النافقة سواء بسواء ، وقدمنا آنفاً أن مبادلة الفلوس بجنسها لا يجوز بالتفاضل عند محمد رحمه الله تعالى، وينبغي أن يفتى بهذا القول في هذا الزمان سداً لباب الربا ، وعليه فلا يجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة ، ويجوز إذا كانت متماثلة ، والمماثلة ههنا تكون بالقيمة . (١/٥٩٠ ، حكم أوراق النقدية)

(٢) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : وإن اختلف جنس العملات ، كأن باع ذهباً بالفضة ، أو ريالاً سعودياً بجنيه مصري مثلاً ، وجب شيء واحد ، وهو التقابض في مجلس العقد ، وجاز التفاضل ، لقوله ﷺ : " الذهب بالذهب ، والفضة بالفضة ، مثلاً بمثلٍ ، سواء بسواء ، يداً بيدٍ ، فإن اختلف هذه الأجناس فبيعوا كيف شئتم ، إذا كان يداً بيد " . الحديث .

(ص/٢٨٦ ، حكم تجارة العملة)=

....

ما في " الهداية " : وإذا عدم الوصفان ، الجنس والمعنى المضموم إليه ، حلّ التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرمة ، والأصل فيه الإباحة ، وإذا وجدا حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر ، حلّ التفاضل وحرم النسأ .

(١٠٤/٣ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

(٣) ما في " شرح كتاب السير الكبير " : " الثابت بالعرف كالثابت بالنص " .

(١٢٠/١ ، باب ما يجب من طاعة الوالى وما لايجب، قواعد الفقه : ٧٤)

ما في " قواعد الفقه " : " العادة محكمة " . (ص/٩٠) . وفيه أيضًا : " إنما تعتبر العادة إذا اطّردت أو غلبت " . [ص/٦٢] . " استعمال الناس حجة يجب العمل بها " . (ص/٥٧)

(٤) ما في " تكملة فتح الملهم " : وبالجملة صارت هذه الأوراق اليوم كالنقود ويطلق عليها اسم النقد، والعملة في العربية والانكليزية والأردية .

(٥١٩/١ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق المالية)

وما في " تكملة فتح الملهم " : إن المختار عندنا من يجعلها اثمانا اصطلاحية ، وحينئذ تجري عليها أحكام الفلوس النافقة سواء بسواء ، وقدمنا آنفا أن مبادلة الفلوس بجنسها لا يجوز بالتفاضل عند محمد رحمه الله ، وينبغي أن يفتى بهذا القول في هذا الزمان سداً لباب الربا ، وعليه فلا يجوز مبادلة الأوراق النقدية بجنسها متفاضلة ، ويجوز إذا كانت مماثلة ، والمماثلة ههنا أيضاً تكون بالقيمة لا بالعدد .

(٥٨٩/١ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الأوراق النقدية)

(٥) ما في " تكملة فتح الملهم " : وأما العملة الأجنبية من الأوراق فهي جنس آخر ، فيجوز مبادلتها ، فيجوز بيع ثلاث روبيات باكستانية بريال واحد سعودي .

(٥٨٩/١ ، كتاب المساقاة والمزارعة)

ما في" الهداية " : وإذا عدم الوصفان ، الجنس والمعنى المضموم إليه حلّ التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرمة ، والأصل فيه ..... وإذا وجدا ، حرم التفاضل والنسأ لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر ، حلّ التفاضل وحرم النسأ . (١٠٤/٣ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

(٦) ما في" شرح الفتح الرباني " : فالذي أراه حقاً وادين الله عليه ، ان حكم الورق المالي=

دمِ مسفوح کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۱۴): حلال جانوروں کا خون (دم مسفوح) جوذبح کے وقت نکلتا ہے، اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ (۱)

=كحكم النقدين في الزكاة سواء بسواء ، لأنه يتعامل به كالنقدين تماماً وإن مالكه يمكنه صرفه قضاء مصالحه به في أي وقت شاء ، فمن ملك النصاب من الورق المالي ومكث عنده حولاً كاملاً وجبت عليه زكاته . (۱/ ۲۵۱ ، آخر باب زكاة الذهب والفضة ، بحوالہ حاشیہ فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۲۴۸) (فتاوی رحیمیہ:۹/ ۲۰۷، اہم فقہی فیصلے:ص/۱۴)

ما في " رد المحتار " : وفي الشرنبلالي : الفلوس إن كانت اثماناً رائجة أو سلعاً للتجارة تجب الزكاة في قيمتها، وإلا فلا . (۳/ ۲۱۲ ، باب زكاة المال ، دارالكتاب ديوبند)

ما في " البحر الرائق " : إن الزكاة تجب في الغطارفة إذا كانت مائتين ، لأنها اليوم من دراهم الناس ، وإن لم تكن من دراهم الناس في الزمن الأول ، وإنما يعتبر في كل زمان عادة أهل ذلك الزمان . (۲/ ۳۹۷ ، كتاب الزكاة ، باب زكوٰة المال)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : بطل بيع ما ليس بمال كالدم المسفوح ، فجاز بيع كبد وطحال . (۷/ ۱۷۰ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " الهداية " : وإذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرماً فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم .... فنقول : البيع بالميتة والدم باطل ، وكذا لإنعدام ركن البيع ، وهو مبادلة المال بالمال ، فإن هذه الأشياء لا تعدّ مالاً عند أحد . (۳/ ۴۹ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " البحر الرائق " : لم يجز بيع الميتة والدم لإنعدام المالية التي هي ركن البيع فإنهما لا يعدّان مالاً عند أحد ، وهو من قسم الباطل . (۶/ ۱۱۵ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، كذا في فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۲/ ۱۳۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الباطل ، كذا في مجمع الأنهر : ۳/ ۷۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

(فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۷۸، ۷۹، کراچی)

آلاتِ موسیقی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۱۵): اسلام میں موسیقی ناجائز اور حرام ہے، اس لیے وہ آلات جو محض موسیقی کے لیے استعمال ہوتے ہوں، اور بغیر کسی تغییر وتبدیلی کے ان سے موسیقی کا ہی کام لیا جاتا ہو، ان آلات کے، آلاتِ معاصی ہونے کی وجہ سے ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی، کیوں کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى ، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص ": قوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى﴾ ليقتضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة الله تعالى ، وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/۳۸۱)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : عن عبد الرحمن بن عوف رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : " إنما نهيت عن صوتين فاجرين : صوت عند نغمة لهو ولعب ، ومزامير الشيطان، وصوت عند مصيبة خدش وجوه ، وشقّ جيوب ورنة الشيطان " . (۵/۳۰۹)

ما في " البحر الرائق " : وكره بيع السلاح من أهل الفتنة ، لأنه إعانة على المعاصي ، قيّد بالسلاح لأن بيع ما يتخذ منه السلاح كالحديد ونحوه لا يكره ، لأنه لا يصير سلاحاً إلا بالصنعة ، نظيره بيع المزامير يكره . (۵/۲۴۰ ، كتاب السير ، باب البغاة)

ما في " رد المحتار " : قلت : وأفاد كلامهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً ، وإلا فتنزيهاً . نهر . قوله : (تحريماً) وظاهر كلامهم أن الكراهة تحريمية لتعليلهم بالإعانة على المعصية ، وقوله : (لأنه إعانة على المعصية) لأنه يقاتل بعينه بخلاف ما لا يقاتل به إلا بصنعه تحدث فيه كالحديد ، ونظيره كراهة بيع المعازف ، لأن المعصية تقام بها عينها .

(۶/۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)=

شپمنٹ کے ذریعہ سامان کی منتقلی

مسئلہ (۲۱۶): شپمنٹ یعنی سامان کو جہاز کے ذریعہ امپورٹر کی طرف منتقل کرنے کے تین طریقے ہیں:

"C.I.F"(۳)"C.F"(۲)"F.O.B"(۱)

پہلے طریقے میں ''ایکسپورٹر'' کی صرف یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سامان جہاز پر روانہ کرادے، آگے اس کا کرایہ اور دوسرے مصارف خود ''امپورٹر'' ادا کرتا ہے۔ اس صورت میں ''شپنگ کمپنی'' امپورٹر کی ایجنٹ ہوتی ہے، لہٰذا جس وقت شپنگ کمپنی اس سامان کی ڈیلیوری (قبضہ) لے گی، تو اس کا قبضہ ''امپورٹر'' کا قبضہ سمجھا جائے گا، اور اس سامان کا ''رِسک'' (ضمان) اسی وقت امپورٹر (خریدار) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

اگر دوسرے طریقے یعنی C.F کے طریقے سے مال روانہ کیا تو اس صورت میں اس سامان کو بھیجنے کا کرایہ ''ایکسپورٹر'' (بائع) ادا کرتا ہے۔ اس صورت میں تاجروں کے درمیان تو موجودہ ''عرف'' یہ ہے کہ C.F کی صورت میں بھی ''شپنگ کمپنی'' کو امپورٹر (خریدار) ہی کا ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اور اس ''عرف'' میں شرعاً کوئی حرج نہیں، یعنی اس دوسرے طریقے میں بھی جب کہ کرایہ

=ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶) (فتاویٰ حقانیہ:۶/۴۶)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الإعانة على محظور محظور " . (۲/۶۴۴)

''ایکسپورٹر'' ادا کررہا ہے، ''شپنگ کمپنی'' ہی کو''امپورٹر'' کا ایجنٹ سمجھا جائے، لہٰذا جس وقت''ایکسپورٹر'' نے وہ سامان شپنگ کمپنی کے حوالہ کردیا، اسی وقت اس سامان کا ضمان (رِسک) ''امپورٹر'' (خریدار) کی طرف منتقل ہوجائے گا۔
اگر تیسرے طریقے کے ذریعہ ہو، تو چوں کہ تیسرا طریقہ بھی دوسرے طریقے کی طرح ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ اس میں ایکسپورٹر، امپورٹر کے لیے مال کا بیمہ کراتا ہے، اوراس بیمہ کا فائدہ بھی امپورٹر کو حاصل ہوتا ہے، ایکسپورٹر بیمہ کرانے اور مال جہاز پر چڑھانے کے بعد فارغ ہوجاتا ہے، لہٰذا اس کا حکم بھی دوسرے طریقے کی طرح ہوگا۔ گویا عرف عام کی وجہ سے FOB، CF، اور CIF تینوں طریقوں میں شپمنٹ کے بعد مال کا رِسک امپورٹر کی طرف شرعاً منتقل ہوجاتا ہے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الموسوعة الفقهية '' : ذهب جمهور الفقهاء إلی أن المبيع في البيع الصحيح في ضمان البائع ، حتی يقبضه المشتري . (۲۳۸/۲۸ ، الضمان في عقد البيع)

ما في'' البناية '' : فإن هلک المبيع في يده أي في يد الوكيل قبل حبسه هلک من مال المؤكل ، ولم يسقط الثمن ، لأن يده كيد المؤكل ، فإذا لم يحبس يصير قابضاً بيده أي حكماً ، والهلاک في يده كالهلاک في يد المؤكل ، فلا يبطل الرجوع ، ويقال : لأن المبيع أمانة في يد الوكيل ، لأنه قبضه للمؤكل . (۲۹۵/۸ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء)

ما في '' الموسوعة الفقهية '' : الوكيل أمين ، وذلک لأنه نائب عن المؤكل في اليد والتصرف ، فكانت يده كيده، والهلاک في يده كالهلاک في يد المالک .

(۲۵۰/۲۸ ، الضمان في عقد الوكالة)

ما في '' نتائج الأفكار '' : فإن هلک في يده أي في يد الوكيل قبل حبسه ، أي قبل حبس=

ایگریمنٹ ٹوسیل کا حقیقی سیل میں تبدیل ہوجانا

مسئلہ (۲۱۷): ایکسپورٹر کوئی بھی سامان ایکسپورٹ کرتا ہے، تو پہلے وہ امپورٹر کی طرف سے اس کا آرڈر لیتا ہے، لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ امپورٹر کی طرف سے آرڈر کے وقت، وہ سامان ایکسپورٹر کے پاس موجود نہیں ہوتا، تو اگر ایکسپورٹر آرڈر دینے والی پارٹی کے ساتھ ایگریمینٹ ٹوسیل (وعدۂ بیع) کرلے، تاکہ یہ ایگریمینٹ ٹوسیل حقیقی سیل (بیع) میں تبدیل ہوجائے، تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) جس وقت وہ مال تیار ہوکر ایکسپورٹر کے قبضہ میں آجائے، اس وقت وہ موبائل، فون، فیکس یا کسی اور ذریعہ سے ایک جدید آفر کریں، اور خریدار اس آفر کو قبول کرلے، اس وقت حقیقی بیع منعقد ہوجائے گی۔ [۱]

(۲) بعض اوقات ایجاب وقبول کے بغیر محض چیز لینے اور دینے سے بھی حقیقی بیع منعقد ہوجاتی ہے، جس کو ''بیع تعاطی'' کہا جاتا ہے، چونکہ پہلے سے خریدار کے

= الوكيل المبيع هلك من مال المؤكل ، ولم يسقط الثمن ، أي لم يسقط عن المؤكل ، هذا لفظ القدوري ، يعني أن هلاك المبيع في يد الوكيل قبل حبسه إياه لا يسقط الرجوع على المؤكل ، لأن يده أي يد الوكيل كيد المؤكل، فإذا لم يحبسه أي الوكيل يصير المؤكل قابضاً بيده أي بيد المؤكل ، فالهلاك في يد الوكيل كالهلاك في يد المؤكل ، فلا يسقط الرجوع . (۸/۴۲ ، الوكالة في البيع ، الجوهرة النيرة : ۱/۶۴۳ ، كتاب الوكالة)

ما في '' جمهرة القواعد الفقهية '' : '' قبض الوكيل يقوم مقام قبض مؤكله '' .

(۲/۸۰۳ ، حرف القاف) (اسلام اور جدید معاشی مسائل:۳/۲۰۴)=

ساتھ وعدۂ بیع کا معاملہ ہو چکا ہے، اور جب وہ سامان تیار ہوکر ایکسپورٹر کے قبضہ میں آ گیا، اس وقت اس نے خریدار یعنی امپورٹر کی طرف روانہ کردیا، تو جس وقت ایکسپورٹر وہ سامان شپنگ کمپنی کے حوالے کردے، تو یہ حوالہ کردینا بیع تعاطی کے طور پر ایجاب وقبول سمجھا جائے گا، اور بیع منعقد ہوجائے گی، اور بیع منعقد ہونے کے ساتھ ساتھ اس سامان پر خریدار کا قبضہ بھی ہوجائے گا، اس لیے کہ شپنگ کمپنی بحیثیت خریدار کے وکیل کے اس سامان پر قبضہ کرتی ہے، لہٰذا اس سامان کا ضمان (رسک) بھی خریدار (امپورٹر) کی طرف منتقل ہوجائے گا، اور حقیقی بیع منعقد ہوجائے گی۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " بدائع الصنائع " : أما ركن البيع فهو مبادلة شيء مرغوب بشيء مرغوب ، وذلک قد يكون بالفعل وقد يكون بالفعل ، أما القول فهو المسمى بالإيجاب والقبول في عرف الفقهاء .... أما بصيغة الماضي فهي أن يقول البائع : بعت، ويقول المشتري : اشتريت ، فيتم الركن ...... وكذا إذا قال البائع : خذ هذا الشيء بكذا، أو اعطيتكه بكذا ، أو هو لک بكذا ، أو بذلتكه بكذا ، وقال المشتري : قبلت أو أخذت أو رضيت أو هويت ونحو ذلک ، فإنه يتم الركن ، لأن كل واحد من هذه الألفاظ يؤدي معنى البيع، وهو المبادلة والعبرة للمعنى لا للصورة . (۳۱۸/۴)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : واصطلاحاً : التعاطي في البيع ، ويقال فيه أيضاً المعاطاة أن يأخذ المشتري المبيع ، ويدفع للبائع الثمن ، أو يدفع البائع للمبيع فيدفع له الآخر الثمن من غير تكلم ولا إشارة ...... اختلف الفقهاء في انعقاد البيع التعاطي ، فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة ، وفي قول الشافعية إلى جواز البيع بالتعاطي ..... وبيع المعاطاة صورتان : الأولى ؛ أن يتم التعاطي من غير تكلم ولا إشارة من أحد الطرفين ، وهو جائز عند الحنفية والمالكية والحنابلة ، ورجح النووي الجواز بخلاف المذهب . (۱۹۸/۱۲)

ما في " الهداية " : فإن هلک المبيع في يده قبل حبسه ، هلک من مال المؤكل ، ولم يسقط الثمن ، لأن يده كيد المؤكل . (۱۸۲/۲ ، كتاب الوكالة ، رد المحتار : ۱۱/۴ ، نعمانيه)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " فعل الوكيل كفعل المؤكل " . [۸۰۰/۲] . " قبض الوكيل يقوم مقامه قبض مؤكله " . (۸۰۳/۲) (اسلام اور جدید معاشی مسائل:۲۰۳/۳)

ایکسپورٹ فائنانسنگ کے طریقے

مسئلہ (۲۱۸): ایکسپورٹر فائنانسنگ کے دو طریقے رائج ہیں:

(۱) پری شپمنٹ فائنانسنگ۔ (۲) پوسٹ شپمنٹ فائنانسنگ۔

۱- پری شپمنٹ فائنانسنگ کا طریقہ یہ ہے کہ ایکسپورٹر پہلے آرڈر وصول کرتا ہے، جب کہ اس کے پاس مال سپلائی کرنے کے لیے رقم نہیں ہوتی، آرڈر کی وصولیابی کے بعد وہ پہلے رقم کے حصول کی فکر کرتا ہے، اب اگر ایکسپورٹر چاہے کہ وہ غیر سودی طریقے سے کسی بینک یا مالیاتی ادارے سے پیسے حاصل کرے، تو اس کا طریقہ بہت آسان ہے، وہ یہ ہے کہ اس فائنانسنگ کو مشارکہ کی بنیاد پر عمل میں لایا جائے، اس لیے کہ ایکسپورٹر کے پاس معین طور پر آرڈر موجود ہے، اور آرڈر میں عام طور پر اس سامان کی قیمت بھی متعین ہوتی ہے کہ اس قیمت پر اتنا سامان فراہم کیا جائے گا، اور اس قیمت کی بنیاد پر بینک میں ایل سی (L.C) کھلی ہوئی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس سامان کے فراہم کرنے پر اتنا نفع ملے گا، کاسٹ (خرچہ) بھی متعین ہوتا ہے، اس لیے کہ کاسٹ ہی کی بنیاد پر قیمت کا تعین کیا جاتا ہے، لہٰذا کاسٹ بھی تقریباً متعین ہے، قیمت بھی تقریباً متعین اور اس پر ملنے والا نفع بھی تقریباً متعین ہے، اب اگر کوئی بینک یا مالیاتی ادارہ اس خاص معاملہ (ٹرانزکشن) کی حد تک ایکسپورٹر کے ساتھ مشارکہ کرے، اور اس سے یہ کہے کہ ہم آپ کو سرمایہ فراہم کرتے ہیں، آپ آرڈر کے مطابق مال تیار کر کے امپورٹر کی طرف روانہ کردیں، اور امپورٹر کی طرف سے جو رقم آئے گی اور

جو نفع ہوگا، وہ اس تناسب کے ساتھ آپس میں تقسیم ہوگا، تو اس طرح بہت آسانی سے سود کے بغیر فائنانسنگ حاصل ہو جائے گی، البتہ مشارکہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ کچھ رقم ایکسپورٹر بھی لگائے، اور باقی رقم بینک یا مالیاتی ادارہ لگائے، لیکن اگر ایکسپورٹر اپنی طرف سے کوئی رقم نہ لگائے، بلکہ ساری رقم بینک یا مالیاتی ادارے کی ہو، تو اس صورت میں ''مضاربہ'' کا معاملہ کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ مضاربہ کے اندر ایک فریق کا سرمایہ ہوتا ہے، اور دوسرے فریق کا کام اور عمل ہوتا ہے، لیکن عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ ایکسپورٹر بھی اپنا کچھ نہ کچھ سرمایہ ضرور لگاتا ہے، اس لیے اس کو ''مشارکہ'' ہی کہا جائے گا، اور منافع کی شرح بھی باہمی رضامندی سے متعین کی جا سکتی ہے، بہر حال پری شپمنٹ فائنانسنگ میں بہت آسانی کے ساتھ ''مشارکہ'' کیا جا سکتا ہے۔ [1]

۲- دوسرا طریقہ پوسٹ شپمنٹ فائنانسنگ (بل ڈسکاؤنٹنگ) کا ہے، اس میں یہ ہوتا ہے کہ ایکسپورٹر آرڈر کا مال روانہ کر چکا ہے، اور بل اس کے پاس موجود ہے، لیکن اس بل کی رقم آنے میں کچھ مدت باقی ہے، اور ایکسپورٹر کو فوری طور پر پیسوں کی ضرورت ہے، چنانچہ وہ یہ بل لے کر بینک کے پاس جاتا ہے، اور اس سے کہتا ہے کہ اس بل کی رقم تم مجھے ابھی دیدو، امپورٹر سے اس بل کی رقم وقت آنے پر تم وصول کر لینا، چنانچہ بینک اس بل میں سے کچھ کٹوتی کر کے باقی رقم ایکسپورٹر کو دے دیتا ہے، جس کو بل ڈسکاؤنٹنگ کہا جاتا ہے، مثلاً: ایک لاکھ روپئے کا بل ہے تو اب بینک اس میں سے دس فیصد کٹوتی کر کے، ۹۰ ؍ ہزار روپئے ایکسپورٹر کو دیدیتا ہے، اور بعد میں امپورٹر سے بل کی پوری رقم ایک لاکھ

روپئے وصول کرلیتا ہے، پوسٹ شپمنٹ (بل ڈسکاؤنٹنگ) کا یہ طریقہ شریعت کے مطابق نہیں ہے، ناجائز ہے، اس لیے کہ اس میں سودی معاملہ پایا جارہا ہے، لہٰذا ایکسپورٹ فائنانسنگ کا یہ طریقہ ناجائز وحرام ہے۔[۲]

البتہ ''بل ڈسکاؤنٹنگ'' کے جواز کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ جس ''ایکسپورٹر'' کا ''پوسٹ شپمنٹ فائنانسنگ'' کرنے کا ارادہ ہو، وہ شپمنٹ اور سامان بھیجنے سے پہلے بینک کے ساتھ ''مشارکہ'' کرلے، جس کی تفصیل اوپر گزری۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ''ایکسپورٹر'' امپورٹر کو سامان بھیجنے سے پہلے وہ سامان بینک یا کسی مالیاتی ادارے کو ''ایل سی'' کی قیمت سے کم قیمت پر فروخت کردے، اور پھر بینک یا مالیاتی ادارہ ''امپورٹر'' کو ''ایل سی'' کی قیمت پر فروخت کردے، اور اس طرح دونوں قیمتوں کے درمیان جو فرق ہوگا، وہ بینک کا نفع ہوگا، مثلاً: ایل سی ایک لاکھ روپئے کھولی ہے، تو اب ''ایکسپورٹر'' بینک کو وہ سامان مثلاً؛ پچانوے ہزار روپئے میں فروخت کردے، اور بینک ''امپورٹر'' کو ایک لاکھ روپئے میں فروخت کرے، اور پانچ ہزار روپئے نفع کے بینک کو حاصل ہوجائیں گے، لیکن یہ دوسری صورت اسی وقت ممکن ہے جب کہ ابھی تک ''امپورٹر'' کے ساتھ ''حقیقی بیع'' نہیں ہوئی، بلکہ ابھی تک ''وعدۂ بیع'' (اگریمنٹ ٹوسیل) ہوا ہے، لہٰذا اگر ''امپورٹر'' کے ساتھ حقیقی بیع ہوچکی ہے، تو پھر یہ صورت اختیار کرنا ممکن نہیں۔ بہر حال اس طرح سے ایکسپورٹر کو اپنی لگائی ہوئی رقم فوراً وصول ہوجائے گی، اور اس کو مدت آنے کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ البتہ بینکوں میں ''بل

ڈسکاؤنٹ'' کرنے کا جو طریقہ اس وقت رائج ہے، وہ شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل:۳/ ۲۰۹، ۲۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : شركة ملك وهي أن يملك متعدد عيناً أو ديناً بإرث أو بيع أو غيرهما. (٦/٣٦٣)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فشركة الأموال عقد بين اثنين فأكثر على أن يتجروا في رأس مال لهم ، ويكون الربح بينهم بنسبة معلومة ، سواء علم مقدار رأس المال عند العقد أم لا ، لأنه يعلم عند الشراء ، وسواء شرطوا أن يشتركوا جميعاً في كل شراء وبيع ، أم شرطوا أن ينفرد كل واحد بصفقاته أم أطلقوا ، وليس حتماً أن يقع العقد بلفظ التجارة ، بل يكفي معناها كأن يقول الشريكان ، اشتركنا في مالنا هذا على أن نشتري ونبيع ونقسم الربح مناصفة .

(٢٦/٣٦)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ٢٧٥)

ما في " التفسير المنير " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ أي أن البيع لا يكون إلا لحاجة، وهو معاوضة لا غبن فيه، والربا محض استغلال لحاجة المضطر ، وليس له مقابل ولا عوض .... ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة واستحق الخلود في نار جهنم ، والمراد بالخلود هنا المكث الطويل ، إذا كان الفاعل مؤمنا ، وعبّر به تغليظاً لفعله ، ثم نبه الله تعالى على أضرار الربا وتبديد أثره ، فالربا يذهب الله بركته ولا ينميه ولا يزيده في الحقيقة والواقع وإن زاد المال بسببه في الظاهر فهو إلى ضياع وفناء . (٢/٩٦)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (٢/٢٧) (اسلام اور جدید معاشی مسائل:۳/ ۲۰۸، ۲۰۹)

ما في " فتح الملهم " : قوله : (وموكله) يعني الذي يؤدي الربا إلى غيره فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في كل من الآخذ والمعطي ، ثم أخذ الربا أشد من الإعطاء لما فيه من التمتع بالحرام ، ولهذا جاز اعطاءه عند الضرورة الشديدة . (٧/٥٧٤)

ما في " رد المحتار " : هو لغة : مطلق الزيادة ..... فضل مال بلا عوض في معاوضة مال بمال . (٧/٣٠١ ، البحر الرائق : ٧/٣١٠)

سیمنٹ کی تصویردار جالی

مسئلہ (۲۱۹): سیمنٹ کی جالی میں ذی روح کی تصویر بنا کر بیچنا جائز نہیں ہے، البتہ غیر ذی روح کی تصویر بنا کر بیچنے کی اجازت ہے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن سعید بن أبي الحسن قال : کنت عند ابن عباس إذ أتاه رجل فقال : یا عباس ! إني انسان ، إنما معیشتي من صنعة یدي ، وإني أصنع هذه التصاویر، فقال ابن عباس : لا أحدثک إلا ما سمعت رسول الله ﷺ یقول : " من صوّر صورة ، فإن الله معذّبه حتی ینفخ فیها الروح، ولیس بنافخ فیها أبداً " . فربا الرجل ربوة شدیدة واصفرّ وجهه ، فقال : ویحک ، إن أبیت إلا أن تصنع ، فعلیک بهذا الشجر ، وکل شيء لیس فیه روح " . (۱/۲۹۶ ، باب بیع التصاویر)

ما في " عمدة القاري شرح البخاري " : وفیه إباحة تصویر ما لا روح له کالشجر ونحوه ، هو قول جمهور الفقهاء وأهل الحدیث ، فإنهم استدلوا علی ذلک بقول ابن عباس : فعلیک بهذا الشجر ، الخ . (۱۲/۵۶ ، رقم الحدیث : ۲۲۵۶)

وما في " عمدة القاري شرح البخاري " : وفي " التوضیح " : قال أصحابنا وغیرهم : تصویر صورة الحیوان حرام أشد التحریم ، وهو من الکبائر ، وسواء صنعه لما یمتهن أو لغیرهم فحرام بکل حال ، لأن فیه مضاهاة لخلق الله ، وسواء کان في ثوب أو بساط أو دینار أو درهم أو فلس أو إناء أو حائط ، وأما ما لیس فیه صورة حیوان کالشجر ونحوه فلیس بحرام ، وسواء کان في هذا کله ما له ظل وما لا ظل له . (۲۲/۱۱۰ ، کتاب اللباس ، باب عذاب المصورین)

ما في " شرح مسلم للنووي " : قال أصحابنا وغیرهم من العلماء : تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم وهو من الکبائر ، لأنه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور في الأحادیث ، وسواء صنعه بما یمتهن أو بغیر، فصنعته حرام بکل حال ، لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالی ، وسواء ما کان في ثوب أو بساط أو درهم أو فلس أو دینار أو إناء أو حائط أو غیرها ، وأما تصویر صورة الشجر ورحال الإبل ، وغیر ذلک مما لیس فیه صورة حیوان،=

حق تصنیف کو خاص کرنا

مسئلہ (۲۲۰): تصنیف مصنف کی دن رات کی محنتوں کا نچوڑ ہوتی ہے، جس سے مصنف کچھ مادی نفع کا بھی امیدوار ہوتا ہے، اور حقِ تصنیف کو محفوظ نہ کرنے کی صورت میں مصنف کو ضرر لاحق ہوتا ہے، اس لیے دفعِ ضرر کے خاطر حق تصنیف کو خاص کرنا جائز ہے، اور اگر مصنف اپنے حق تصنیف کو بیچنا چاہے تو بیچ بھی سکتا ہے، کیوں کہ صحتِ بیع کے لیے مبیع کا قابلِ ادّخار ہونا ضروری ہے، اور احراز وتحفظ قانوناً رجسٹریشن کرانے سے ہوجاتا ہے۔[1]

=فليس بحرام ، هذا حكم نفس التصوير ، وأما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان فإن كان معلقاً على حائط أو ثوباً ملبوساً أو عمامة ونحو ذلك مما لا يعدّ ممتهنا فهو حرام .

(۲۱۰/۷ ، باب تصوير صورة الحيوان ، مرقاة المفاتيح : ۳۲۳/۸ ، رد المحتار : ۳۶۰/۲ ، كتاب الصلوٰة ، مطلب إذا تردد الحكم بين السنة والبدعة كان ترك السنة أولى ، البحر الرائق : ۴۸/۲ - ۴۹ ، فصل ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(احسن الفتاوی: ۴۱۷/۸-۴۳۹، رسالہ نذیر العریان عن عذاب صورۃ الحیوان)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أسمر بن مضرس قال : أتيت النبي ﷺ فبايعته فقال : "من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له " . وفي نسخة : " إلى ما لم يسبقه " .

(ص/۴۳۷ ، بذل المجهود : ۳۱۶/۱۰)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : وإن كان العلامة المناوي رحمه الله تعالى رجّح أن هذا الحديث واردٌ في سياق احياء الموات ، ولكنه نقل عن بعض العلماء أنه يشمل كل عين وبئر ومعدن ، ومن سبق لشيء منها فهي له ، ولا شكّ أن العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب . (ص/۱۲۳ ، حق الابتكار وحق الطباعة)=

....

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي الأشباه : لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة ، وعلى هذا لا يجوز الاعتياض عن والوظائف بالأوقاف ..... المذهب عدم اعتبار العرف الخاص ، لكن أفتى كثير باعتباره ، وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال . (در مختار) .
(۳۳/۷ ، ۳۴ ، ۳۵ ، كتاب البيوع ، مطلب في الاعتياض عن الوظائف والنزول عنها ، ومطلب في النزول عن الوظائف بمال ، ط : بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والمؤلف قد بذل جهداً كبيراً في اعداد مؤلفه ، فيكون أحق الناس به ، سواء فيما يمثل الجانب المادي ، وهو الفائدة المادية التي يستفيدها من علمه ، أو الجانب المعنوي وهو نسبة العمل إليه ، ويظل هذا الحق خالصاً دائماً له ، ثم لورثته لقول النبي ﷺ فيما رواه البخاري وغيره : " من ترك مالاً أو حقاً فلورثته " . (۲۸۶۱/۴)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : ومقتضى ذلك أن يجوز النزول عن حق الابتكار أو حق الطباعة لرجل آخر بعوض يأخذه النازل ، ولكن هذا إنما يتأتى في أصل حق الابتكار وحق الطباعة ، أما إذا قرن هذا الحق بالتسجيل الحكومي الذي يبذله المبتكر من أجله جهده وماله ووقته ، والذي يعطي هذا الحق مكانة قانونية تمثلها شهادة مكتوبة بيد المبتكر ، وفي دفاتر الحكومة ، وصارت تعتبر في عرف التجار ما لاً متقوماً ، فلا يبعد أن يصير هذا الحق المسجل ملحقاً بالأعيان والأموال بحكم هذا العرف السائر ، وقد أسلفنا أن للعرف مجالا في ادراج بعض الأشياء في حكم الأموال والأعيان ، لأن المالية كما حكينا عن ابن عابدين رحمه الله تعالى تثبت بتموّل الناس ، وإن هذا الحق بعد التسجيل يحرز أحد الأعيان ويدّخر لوقت الحاجة ادخار الأموال ، وليس في اعتبار هذا العرف مخالفة لأي نص شرع من الكتاب أو السنة ، وغايته أن يكون مخالفاً للقياس ، والقياس يترك للعرف ، ونظراً إلى هذه النواحي أفتى جمع من العلماء المعاصرين بجواز هذا الحق ، أذكر منهم علماء القارة الهندية مولانا الشيخ فتح محمد اللكنوي ، تلميذ الإمام عبد الحي اللكنوي ، والعلامة الشيخ المفتي محمد كفايت الله ، والعلامة الشيخ نظام الدين مفتي دار العلوم بديوبند ، وفضيلة الشيخ المفتي عبد الرحيم اللاجفوري . (ص/۱۲۳) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۱۸۶، نظام الفتاوی: ۱/ ۱۲۸، فتاوی رحیمیہ: ۹/ ۲۱۹، جدید فقہی مسائل: ۴/ ۱۷۸، فقہی مقالات: ۱/ ۲۲۴-۲۲۹)

کمیشن پر اسٹامپ پیپر بیچنا

مسئلہ (۲۲۱): لائسنس دار جو اسٹامپ خزانہ سے بیچنے کے لیے لاتے ہیں، ان کو ایک روپئے پر تین پیسے کمیشن کے طور پر ملتے ہیں، اور قانوناً ان کو ہدایت ہوتی ہے کہ وہ ایک روپیہ تین پیسے سے زائد میں اسٹامپ کو نہ بیچیں، لیکن وہ ایک روپیہ تین پیسے سے زائد میں اسٹامپ فروخت کرتے ہیں، جب کہ درحقیقت یہ بیع نہیں ہے، بلکہ معاملات طے کرنے کے لیے جو عملہ درکار ہے، اس عملہ کے مصارف اہلِ معاملات سے بایں صورت لیے جاتے ہیں کہ انہی کے نفع کے لیے اس عملہ کی ضرورت پڑتی ہے، اس لیے اس کے مصارف کا ذمہ دار انہیں کو بنانا چاہیے، اور لائسنس دار بھی مصارف پیشگی داخل کرکے اہل معاملہ سے وصول کرنے کی اجازت حاصل کرلیتا ہے، اوراس جلدی ادا کردینے کے صلے میں اس کو کمیشن ملتا ہے، پس یہ شخص عدالت کا وکیل ہے، مبیع کا ثمن لینے والا نہیں، اس لیے مؤکل (عدالت) کے خلاف کرکے زائد وصول کرنا حرام ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فابعثوا أحدكم بورقكم هذهٖ إلى المدينة﴾ . (الكهف : ۱۹)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : هذا يدل على صحة الوكالة ، وهو عقد نيابة أذن الله فيه للحاجة إليه ، وقيام المصلحة به ، إذ يعجز كل واحد عن تناول أموره لا بمؤنة من غيره .... ويصح أن يؤكل الحاكم من يحجز ، وينفذ سائر الأحكام عنه ، والخيانات لا يصح التوكيل فيها لهذه الآية من أنها باطل وظلم .

(۳/۱۲۳۰ ، أحكام القرآن للجصاص : ۳/۲۷۷ ، قبل باب الاستثناء في اليمين)=

گنا کھیت سے نکلنے سے قبل ہی بھاؤ تاؤ

مسئلہ (۲۲۲): کچھ علاقوں میں کولہو والے اس طرح کا معاملہ کرتے ہیں، مثلاً: اگر گنے کا بھاؤ دس روپئے کوئنٹل چل رہا ہے، تو وہ گیارہ بارہ روپئے کوئنٹل کے حساب سے پچاس یا سو کوئنٹل کا محض سودا کر لیتے ہیں، پھر چاہے گنے کبھی تک ڈالے جائیں، اور بھاؤ کچھ بھی ہو، اس میں کبھی تو بھاؤ چڑھ کر کولہو والوں کو فائدہ ہوتا ہے اور کبھی بھاؤ کم ہو کر کسانوں کو فائدہ ہوتا ہے، وہ لوگ ایسا کرنے کو بونڈ کہتے ہیں، تو یہ صورت بیع

=ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : " وكلني النبي ﷺ بحفظ زكاة رمضان " الحديث . (ص۴۰۳ ، كتاب الوكالة ، باب إذا وكل رجل رجلاً فترك الوكيل شيئًا ، رقم الحديث : ۲۳۱۱ ، بيروت)

ما في " فتح الباري " :قال المهلب : مفهوم الترجمة أن المؤكل إذا لم يجز ما فعله الوكيل مما لم يأذن له فيه ، فهو غير جائز . (۶۰۰/۴)

ما في " شرح ابن بطال " : ففهم من ذلک الحديث أن من وكل على حفظ شيء ، أو اؤتمن على مال ، فأعطى منه شيئاً لأحد انه لا يجوز . (۳۶۹/۶ ، كتاب الوكالة)

ما في " رد المحتار " : (التوكيل صحيح) بالكتاب والسنة (وهو إقامة الغير مقام نفسه) ترفهاً أو عجزًا (في تصرف جائز معلوم) . (۲۱۰/۸ . ۲۱۳ ، كتاب الوكالة)

ما في " الفتاوى الهندية " : أما معناها شرعاً : فهو إقامة الإنسان غيره مقام نفسه في تصرف معلوم ..... (وأما حكمها) فمنه قيام الوكيل مقام المؤكل فيما وكله به .

(۵۶۰/۳ . ۵۶۱ ، كتاب الوكالة ، الباب الأول في بيان معناها شرعاً وركناً)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الوكيل بالبيع لا يخلو إما أن يكون مطلقاً ، وإما أن يكون مقيداً، فإن كان مقيداً يراعى فيه القيد بالإجماع .

(۲۶/۵ ، كتاب الوكالة ، فصل أما بيان حكم التوكيل)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية ": " الوكيل قائم مقام مؤكله فيما وكله فيه " . (۹۸۸/۲)

(جدید مسائل کا حل:ص/۲۶۲،امداد الفتاوی:۱۱۳/۳)

نہیں ، بلکہ وعدۂ بیع ہے، اگر طرفین اس وعدہ کو پورا کریں تو بہتر ہے، پورا کرنا چاہیے[۱]، ہاں! اگر پہلے سے وعدہ پورا کرنے کا ارادہ تھا، لیکن کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کرسکا تو گنہگار نہ ہوگا[۲]، پھر جس وقت گنا تول کر مقررہ بھاؤ دیدیا جائیگا، بیع درست ہوجائے گی۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿يآيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " التفسير المنير " : ﴿أوفوا بالعقود﴾ أي العهود التي عقدتموها بينكم وبين الله ، أو بينكم وبين الناس ، وهي التكاليف التي ألزمكم الله بها والتزمتموها ...... الأمر بالوفاء بالعقد التي يتعاقد بها الناس ...... فيلزم دفع أثمان المبيعات .... يدل على لزوم العقد وثبوته . (۳/۴۱۵ . ۴۱۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وعن الحسن قال : يعني عقود الدين ، واقتضى أيضاً الوفاء بعقود البياعات والإجارات والنكاحات ، وجميع ما يتناوله إسم المعقود . (۲/۳۷۱ ، شرط انعقاد البر)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن أبي الحسماء ، قال : " بايعت النبي ﷺ بمبيع قبل أن يبعث وبقيت له بقية ، فوعدته أن آتيه بها في مكانه ، فنسيت ، فذكرت بعد ثلاث ، فجئت فإذا هو في مكانه ، فقال : " يا فتى ! لقد شققتَ عليَّ ، أنا ههنا منذ ثلاث انتظرك " .

(ص/۶۸۲ ، كتاب الأدب ، باب في العدة ، رقم الحديث : ۴۹۹۶ ، عون المعبود: ص/۲۱۴۴)

ما في " مختصر القدوري " : البيع ينعقد بالإيجاب والقبول إذا كانا بلفظ الماضي ، وإذا أوجب أحد المتعاقدين البيع فالآخر بالخيار . (ص/۷۱ ، كتاب البيوع)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " إذا وعد الرجل أخاه ، ومن نيته أن يفي له ، فلم يف ولم يجيء للميعاد ، فلا إثم عليه " .(۳/۴۵۰ ، كتاب الإيمان ، باب ما جاء علامة المنافق ، بيروت)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (فلم يف) أي بعذر ...... ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي ، فعليه الإثم ، سواء وفىٰ به أو لم يف ، فإنه من أخلاق المنافقين .

(۹/۱۰۳ ، كتاب الأدب ، باب الوعد ، رقم الحديث : ۴۸۸۱)=

تصویر دار برتنوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۲۳): ایسے برتن جن پر تصاویر ہوں ان کو خریدنا جائز ہے، اس لیے کہ مقصود برتنوں کو استعمال کرنا ہے، تصاویر مقصود نہیں ہیں، ہاں! خریدنے کے بعد تصاویر کے ساتھ ان کا استعمال ممنوع ومکروہ ہے[۱]، اس لیے ان تصاویر کو محو کردیں۔[۲]

=(۳) ما في " رد المحتار " :(هو مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله على وجه) مفيد (مخصوص) أي بإيجاب أو تعاط ..... (فالإيجاب ما يذكر أولا من كلام المعاقدين) والقبول ما يذكر ثانيا من الآخر (الدال على التراضي) قيد به اقتداءً بالآية ، وبياناً للبيع الشرعي .
(۷/۲۱۳ ، كتاب البيوع)(جدید مسائل کا حل:ص/۲۴۹،۲۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " أتاني جبريل ، فقال لي : أتيتک البارحة فلم يمنعني أن أكون دخلت إلا أنه كان على الباب تماثيل ، وكان في البيت قرام ستر فيه ثماثيل ، وكان في البيت كلب ، فمُر برأس التمثال الذي في البيت يقطع ، فيصير كهيئة الشجرة ، ومُر بالستر فليقطع فليجعل منه وسادتين منبوذتين توطأن ..." . الحديث . (ص/۵۷۳ ، رقم الحديث : ۴۱۵۸ ، كتاب اللباس ، باب في الصور)

ما في " عون المعبود " : فأما الصورة فهو كل ما تصورت من الحيوان ، سواء في ذلک الصور المنصوبة القائمة التي لها أشخاص ، وما لا شخص له من المنقوشة في الجدر .
(ص/۱۷۷۷ ، كتاب اللباس ، باب في الصور)

ما في " عارضة الأحوذي " : فإنه غير جائز في شرعنا قطعاً ..... ونظرنا قول النبي ﷺ لعائشة في الثوب المصور : " أخّريه عني فإني كلما رأيته ذكرت الدنيا " . واستفدنا أنه قول يقتضي الكراهة . (۱۰/۱۸۴ ، كتاب الأدب ، باب ما جاء أن الملائكة لا تدخل بيتاً فيه صور)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في " شرح مسلم " : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها . =

بیرون ممالک سے مال لانا

مسئلہ (۲۲۴): اگر کوئی شخص باعزت طریقے سے بیرون ملک سے حلال مال لا رہا ہو، اور اُسے خطرہ سے محفوظ رہنے کا پورا یقین بھی ہو، تو اس کا یہ عمل فی نفسہ جائز ہے، لیکن اگر قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے عزتِ نفس و مال دونوں کا خطرہ ہو، تو ایسا خطرہ مول لینے سے بچنا چاہیے، کیوں کہ شریعت عزتِ نفس و مال دونوں کی حفاظت کا حکم دیتی ہے۔[۱]

=(۲/۳۶۰ ، کتاب الصلاۃ ، مطلب إذا تردّد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولیٰ)

ما في " منحة الخالق علی البحر الرائق " :(وتکره التصاویر علی الثوب) ویمکن أن یقال : لیس مراد الخلاصة تصویر التصاویر ، بل استعمالها أي استعمال الثوب .

(۲/۴۷ ، کتاب الصلاۃ ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها ، کذا في البحر الرائق : ۲/۴۸، کتاب الصلاۃ ، باب ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجیم " : " الأمور بمقاصدها " . (۱/۱۱۳ ، القاعدة الثانیة)

(کذا في قواعد الفقه:ص/۶۲ ، القاعدة : ۵۱)

(۲) ما في " عون المعبود " : وقال الخطابي في " معالم السنن " : فیه دلیل علی أن الصورة إذا غیرت ، بأن یقطع رأسها أو تحل أوصالحها ، حتی یغیر هیئتها عما کانت لم یکن بها بعد ذلک بأس . (ص/۱۷۷۹ ، کتاب اللباس، باب في الصور ، رد المحتار :۲/۳۶۱ ، الصلاۃ ، مطلب إذا تردّد الحکم بین سنة وبدعة) (جدید مسائل کا حل:ص/ ۱۹۸، فتاوی رشیدیہ:ص/۴۹۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿لا یحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم﴾ .

(سورة النساء : ۱۴۸)

ما في " التفسیر المنیر " : والشکوی علی الظالم أمر مطلوب شرعاً ، إذ لا یحب الله لعباده أن یسکتوا علی الظلم ، أو أن یخضعوا للضیم ، أو أن یقلبوا المهانة ، ویسکتوا علی الذل،=

....

=روى الإمام أحمد : " إن لصاحب الحق مقالاً " . وهذا من قبل ارتكاب أخف الضررين ودفع أعظم الشرين . (۳/۳۵۲)

ما في " روح المعاني " :واستدل بالآية على تحريم الإقدام على ما يخاف منه تلف النفس ، وجواز الصلح مع الكفار والبغاة إذا خاف الإمام على نفسه ، أو على المسلمين . (۳/۱۱۸)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : فكل ما صدق عليه تهلكة في الدين أو الدنيا فهو داخل في هذا . (۱/۱۵۸)

ما في " مشكوٰة المصابيح " : عن أنس رضي الله عنه ، أن رجلاً قال للنبي صلى الله عليه وسلم : أوصيني ، فقال : " خذ الأمر بالتدبير ، فإن رأيت في عاقبته خيراً فامضه ، وإن خفت غيا فامسک " .

(۳/۱۴۰۴ ، الجامع الصغير : ۳/۲۳۶ ، رقم الحديث : ۳۸۸۵)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (خذا الأمر) أي الذي تريد أن تفعله (بالتدبير) ..... أي بالتفكر في دبره ، والتأمل في مصالحه ومفاسده ، والنظر في عاقبة أمره (فإن رأيت في عاقبته خيراً) أي نفعاً دنيوياً أو أخرويًا، (وإن خفت) أي رأيت بقرينة (فأمسک) أي كفّ عنه واتركه .

(۹/۳۵۵ ، كتاب الآداب ، باب الحذر والتأني في الأمور)

ما في" الدر المختار مع الشامية " : (افترض عليه اجابته) لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض . (۶/۳۱۹ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

ما في " شرح المجلة " :درء المفاسد أولى من جلب المنافع ، أي إذا تعارض مفسدة ومصلحة قد دفع المفسدة ..... إن الرجل يمنع من التصرف في ملكه إذا كان تصرفه يضر بجاره ضرراً فاحشاً ، لأن درء المفاسد عن جاره أولى من جلب المنافع لنفسه . (۳/۳۲)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " :درء المفاسد أولى من جلب المصالح ، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً .

(۱/۳۲۲ ، الفن الأول ، القاعدة الخامسة : الضرر يزال)

(جدید مسائل کا حل:ص/۱۶۸)

ٹیکس کی قیمت ملا کر خرید وفروخت

مسئلہ (۲۲۵): موجودہ دور میں حکومت کی طرف سے عائد کردہ سیلز ٹیکس یا دیگر ٹیکس چوں کہ جائز حدود سے نکل کر ظلم وتعدی کے دائرے میں داخل ہے، اور اس میں کسی امیر یا غریب کی تمیز بھی نہیں ہے، شرحِ ٹیکس بھی اتنی زیادہ ہے کہ دینے والا اس کی ادائیگی سے عاجز ہوجاتا ہے، اور سیلز ٹیکس بالکل اسی رقم کی طرح ہے جو راستے میں تاجروں سے ظلماً وجبراً وصول کی جاتی ہے [۱]، اس لئے مشتری کو قیمت خرید بتاتے وقت، اس میں ٹیکس کا اضافہ ضم کرنے میں خیانت کا پہلو غالب ہوجاتا ہے، تاہم اگر بائع مشتری کو قیمت خرید بتائے بغیر جملہ ٹیکسوں کا حساب کرکے اس سے کسی قیمت پر اتفاق کرلے، تو کوئی حرج نہیں۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لا يضمّ أجر الطبيب ..... وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه . (۲۶۶/۷)

ما في " الفتاوى الهندية " : وكذا لا يضم أجرة الطبيب .... وما يؤخذ في الطريق من الظلم لا يضم إلا في موضع جرت العادة فيه بينهم بالضم ، كذا في النهر الفائق .

(۱۶۲/۳ ، البحر الرائق : ۱۸۳/۶ ، كذا في النهر الفائق : ۴۵۷/۳)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " :ويجوز أن يضم إلى رأس المال أجر القصار ..... والأصل أن عرف التجار معتبر في بيع المرابحة ، فما جرى العرف بإلحاقه برأس المال يلحق به ، وما لا فلا ، كذا في الكافي . (۱۶۱/۳ ، ۱۶۲ ، النهر الفائق : ۴۵۶/۳ ، البحر الرائق : ۱۸۲/۶ ، رد المحتار : ۲۶۴/۷ ، ۲۶۵ ، باب المرابحة والتولية)

(فتاوی حقانیہ:۱۴۰/۶، جدید مسائل کا حل:ص/۲۴۴)

اضافی اخراجات قیمت خرید میں ملانا

مسئلہ (۲۲۶): آج کل حکومت کے عائد کردہ، ضلع ٹیکس، پل ٹیکس، راہداری اور محصول چونگی وغیرہ ظالمانہ اور جابرانہ صورت اختیار کرچکے ہیں، ان اضافی اخراجات کا مبیع کی قیمتِ خرید میں ملانا یا نہ ملانا تاجروں کی عادت اورعرف پر موقوف ہوگا، پس اگر تاجروں کی عادت اورعرف ملانے کی ہو، تو پھر ایسا کرنا جائز ہے، ورنہ اضافی اخراجات کا اصل قیمت میں ملانا جائز نہیں ہے۔[1]

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال العلامة علاء الدين الحصكفي : لا يضمّ أجر الطبيب ، ..... وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه ، هذا هو الأصل .

(۲۶۵/۷ ، باب المرابحة والتولية)

ما في " البحر الرائق " : قال العلامة ابن نجيم المصري : والذي يؤخذ في الطريق من الظلم لا يضمّ إلا في موضع جرت العادة فيه بينهم بالضمّ .

(۱۸۳/۶ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية)

ما في" الفتاوى الهندية " : لا يضم أجر الطبيب ..... وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه . كذا في النهر الفائق .

(۱۶۲/۳ ، كتاب البيوع ، الباب الخامس في المرابحة التولية)

ما في " النهر الفائق " : لا تضم أجر الطبيب ..... وما يؤخذ في الطريق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه . (۴۵۷/۳ ، كاب البيوع ، باب التولية) (فتاوی حقانیہ:۱۴۰/۶)

شراب کی خالی بوتلوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۲۷): شراب کی خالی بوتلیں اگر صرف شراب ہی کے لیے استعمال ہوتی ہوں، شراب کے علاوہ کسی اور کام میں استعمال نہ ہوتی ہوں، تو ان کو فروخت کرنا ایک اعتبار سے شراب فروخت کرنے والوں اور خریدنے والوں کی اعانت کرنا ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " :﴿وتعاونوا علی البرّ والتقوی ، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " التفسیر لإبن کثیر " : یأمر تعالی عباده المؤمنین بالمعاونة علی فعل الخیرات وهو البر ، وترک المنکرات وهو التقوی ، وینهاهم عن التناصر علی الباطل ، والتعاون علی المآثم والمحارم . (۱/۴۷۸ ، سورة المائدة)

ما في " الجامع لأحکام القرآن للقرطبي " : وهو أمر لجمیع الخلق بالتعاون علی البر والتقوی، أي لیُعن بعضکم بعضًا ، وتحاثّوا علی أمر الله تعالی واعملوا به ، وانتهوا عما نهی الله عنه وامتنعوا منه . (۶/۴۶ ، سورة المائدة)

ما في " جواهر الفقه " : والثالث : بیع أشیاء لیس لها مصرف إلا في المعصیة ، فیتمحض بیعها وإجارتها وإن لم یصرح بها ، ففي جمیع هذه الصور قامت المعصیة بعین هذا العقد ، والعاقدان کلاهما آثمان بنفس العقد ، سواء استعمل بعد ذلک أم لا .

(۲/۴۴۸ ، تفصیل الکلام في مسئلة الإعانة علی الحرام ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۳۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس بن مالک قال : " لعن رسول الله ﷺ في الخمرِ عشرةً : عاصِرَهَا ، ومُعْتَصِرَهَا، وشَارِبَهَا ، وحَامِلَهَا ، والمَحْمُوْلَةُ إلیْهِ ، وسَاقِیَهَا ، وبَائِعَهَا ، وآکِلَ ثَمَنِهَا ، والمُشْتَرِيْ لَهَا ، والمُشْتَرَاةُ لَه " .

(۲/۳۱۰ ، کتاب البیوع ، باب النهي أن یتخذ الخمر خلاً ، رقم الحدیث : ۱۲۹۵)=

درخت پر آموں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۲۸): آموں کے پکنے سے پہلے انہیں فروخت کرنا جائز ہے، اور بیع ہوجانے کے بعد بائع کی اجازت سے، ان کا درخت پر چھوڑے رکھنا بھی جائز ہے۔[1]

=ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الطيبي : لعن من سعى فيها سعياً ما على ما عدد من العاصر والمعتصر ، وما أردفهما ، وإنما أطنب فيه ليستوعب من زاولها مزاولة بأي وجه كان .

(۲۳/۶ ، كتاب البيوع ، باب الكسب وطلب الحلال)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/ ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ومن باع لم يبد صلاحها ، أو قد بدأ جاز البيع ، لأنه مال متقوم ، إما لكونه منتفعاً به في الحال أو في المآل ، وقد قيل لا يجوز قبل أن يبدو صلاحها ، والأول أصح، وعلى المشتري قطعها في الحال تفريغًا لملك البائع هذا اشتراها مطلقًا أو تركها بإذن البائع طاب له الفضل . انتهى ملخصًا . (۳۲/۳ ، كتاب الشركة)

ما في " تبيين الحقائق " : ومن باع ثمرة بدا صلاحها أو لا صحّ ، ويقطعها المشتري تفريغًا لملك البائع إذا اشتراها بشرط القطع ، ولو اشتراها مطلقًا وتركها بإذن البائع طاب له الفضل . (۲۹۵/۴ ، كتاب البيوع ، بيروت)

ما في " مجمع الأنهر " : ومن باع ثمرة بدا صلاحها أو لم يبد صحّ ، ويقطعها المشتري للحال .... فإن تراضيا على بقائه جاز .

(۴۷۷/۳ ، كتاب البيوع ، باب بيع الثمار قبل أن يبدو صلاحها)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو اشتراها مطلقًا وتركها بإذن البائع طاب له الفضل .

(۱۰۶/۳ ، كتاب البيوع ، الباب التاسع فيما يجوز بيعه وما لا يجوز)

(فتاوی عبدالحی: ص/۴/ ۲۷، مکتبہ تھانوی دیوبند)

بلا اجازت کسی کی تالیف شائع کرنا

مسئلہ(۲۲۹): اگر کسی مصنف ومؤلف یا مرتب نے اپنی کتاب پر ''حقوق الطبع محفوظۃ'' یا ''جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں'' لکھا ہو، تو دوسرے شخص کا بلا اجازتِ مصنف ومؤلف کتاب کو شائع کرنا جائز نہیں، کیوں کہ وہ مصنف ومؤلف یا مرتب کا حق ہے، جس میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔ (۱)

مصنف ومؤلف کا مکتبہ والوں سے کتاب کے نسخے لینا

مسئلہ(۲۳۰): کسی شخص نے کوئی کتاب تالیف یا تصنیف کی، اپنے خرچ پر اس کی کتابت کرائی، خود ہی اس کی طباعت بھی کروائی، اب کوئی تاجرِ کتب اپنے خرچ سے اُسے دوبارہ طبع کرانا چاہتا ہے، تو مؤلف اسے اس شرط پر اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس کتاب کی سو یا دوسو کاپیاں اصل لاگت پر اسے دی جائیں، اور اس کی دیگر تالیفات کے متعلق کچھ اشتہارات بھی کتاب کے آخر میں، یا کسی دوسرے مقام پر چھپوا دیئے جائیں، تو کتابت کی کاپی کا مالک چوں کہ مؤلف ہے، اور اس کے اجارہ کا عرف بھی عام ہو چکا

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن أبي داود '' : حدثنا محمد بن بشار حدثني عبد الحمید بن عبد الواحد حدثنی ام جَنوب بنت نمیلة عن أمها سویدة بنت جابر عن أمها عقیلة بنت أسمرَ بن مضرِّس عن أبیها أسمر بن مضرّس قال : أتیت النبي ﷺ فبایعته فقال : '' من سبق إلی ما لم یسبقه إلیه مسلم فهو له '' . قال : فخرج الناس یتعادَوْن یتخاطُّون .

(ص/۴۳۷ ، کتاب الخراج ، قبیل احیاء الموات)

ما في '' قواعد الفقه '' : لا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک بغیر إذنه .

(ص/۱۱۰ ، رقم قاعدة : ۲۷۰) (فقہی مقالات:۱/۲۲۴)

ہے، لہٰذا اس کے استعمال کی اجرت کے طور پر تاجر سے کتاب کے کچھ نسخے لے سکتا ہے (۱)، البتہ اشتہارات کی شرط لگانا جائز نہیں۔ (۲)

زائد ٹکٹ واپس کر کے پیسہ وصول کرنا

مسئلہ (۲۳۱): سفر کے ٹکٹ نکال لیے جانے کے بعد، کسی عذر سے اگر کسی فرد کا یا پوری جماعت کا ارادۂ سفر ملتوی ہو جائے، تو زائد یا پورے ٹکٹ کو واپس کر دینا اور اپنا پیسہ وصول کرنا درست ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وأما حق النشر أو التوزيع فيحكمه العقد أو الاتفاق الحاصل بين المؤلف والناشر أو الموزع ، فيجب على طرفي الاتفاق الالتزام بمضمونه من حيث عدد النسخ المطبوعة والمدة التي يسرى فيها الاتفاق . (۲۸۶۲/۴)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : وبيع حق التاليف والطبع والاختراع قد أجازه القانون الدولي ، وراجت في العالم كله عرفاً وعادةً ، ويقول سماحة الشيخ تقي العثماني حفظه الله مثبتاً أصله بالحديث الذي رواه أبو داود في كتابه : " من سبق إلى ما لم يسبقه مسلم فهو له " . فالحقيقة أن هذه الحقوق مباحة شرعًا ومنفعة ، وراج بيعها في العرف ، ولذلک يجوز بيعها ، وإن من الفقهاء والعلماء الكبار قد قالوا إلى جوازها، وبالأخص الشيخ المفتي محمد كفاية الله ، والمفتي عبد الرحيم لاجفوري والمفتي نظام الدين حفظهم الله من العلماء الهند وفقهائها. (ص/۲۹۸ ، شيخ محمد خالد سيف الله رحماني) (احسن الفتاویٰ: ۳۱۷/۷، کتاب الاجارة)

(۲) ما في " التنوير الأبصار مع الدر والرد " : (و) لا (بيع بشرط) ..... (لا يقتضيه العقد ، ولا يلائمه، وفيه نفع لأحدهما أو) فيه نفع (لمبيع) هو (من أهل الاستحقاق) للنفع بأن يكون آدمياً . (۲۰۶/۷ ، ۲۰۷ ، كتاب البيوع ، مطلب في البيع بشرط فاسد)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما في " السنن لأبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ :=

پینشن کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۳۲): پینشن ایک قسم کا انعام ہے، جب تک ملازم کا اس پر قبضہ نہ ہو وہ اس کا مالک نہیں بنتا، اس لیے اس کی بیع جائز نہیں[۱]، البتہ خود حکومت سے اس کی بیع کرنا حقیقت میں بیع نہیں ہے، بلکہ صرف نام وصورت کی بیع ہے، کہ حقیقۃً حکومت نے جو بڑا انعام قسط وار دینے کا وعدہ کیا ہے، اب اسی کو کم مقدار میں یکمشت دے رہی ہے، اس لیے حکومت سے یہ معاملہ جائز ہے۔[۲]

= " من أقال مسلمًا أقاله الله عثرته " . (ص/۴۹۰)

ما في " حاشية سنن أبي داود " : لكن إيراد المؤلف هذا الحديث في هذه الباب يدل على إقالة البيع وصورته إذا اشترى أحد شيئاً من رجل ثم ندم على اشترائه ، أما لظهور الغبن أو لزوال حاجته إليه أو لانعدام الثمن ، فردّ المبيع على البائع ، وقبل البائع ردّه ، أزال الله تعالى مشقته وعثرته يوم القيامة ، لأنه إحسان منه على المشتري . (رقم الحاشية/۵ ، ص/۴۹۰)

ما في " بذل المجهود " : معناه تبايع رجلان فندم واحد منهما فاستقال الآخر فقبل الآخر ، وأقال البيعة يعني قبل فسخها ، محا الله سبحانه ذنوبه . والعثرة ؛ الذلة . (۱۱/۱۷۶)

ما في " الهداية " : الإقالة جائزة في البيع بمثل الثمن الأول ، ولأن العقد حقهما فيملكان رفعه دفعاً لحاجتهما ، فإن شرط أكثر منه أو أقل ، فالشرط باطل ، ويرد بمثل الثمن الأول . (۲۹/۲ ، كذا في فتح القدير : ۴۴۸/۶ ، البحر الرائق : ۱۶۷/۶ ، منحة الخالق على البحر الرائق : ۱۶۸/۶ ، فتح باب العناية بشرح النقاية : ۳۵۱/۲ ، الجوهرة النيرة : ۴۷۷/۱ ، بدائع الصنائع : ۵۹۴/۴ ، الموسوعة الفقهية : ۳۲۷/۵ ، المختصر القدوري : ص/۸۰)

(جدید مسائل کا حل:ص/۲۸۴،امداد الفتاوی:۴۰۳/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن حكيم بن حزام قال : " نهاني رسول الله ﷺ أن أبيع ما ليس عندي " . (۲/۱)=

سانپ کے چمڑے کی خرید وفروخت

مسئلہ(۲۳۳): سانپ کا کچا چمڑا دباغت سے پہلے خریدنا اور بیچنا جائز نہیں، لیکن دباغت دینے کے بعد اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔[1]

=ما في " بدائع الصنائع " : ومنها أن يكون مقدور التسليم عند العقد ، فإن كان معجوز التسليم عنده لا ينعقد . (۴/ ۳۴۱)

وما في " بدائع الصنائع " : ومنها القبض في بيع المشترى والمنقول ، فلا يصح بيعه قبل القبض . (۳۹۴/۴)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومنها في المبيع ، وهو أن يكون موجوداً ، فلا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم كبيع نتاج النتاج والحمل ، وأن يكون مملوكاً في نفسه وأن يكون ملك البائع فيما يبيعه لنفسه . (۲/۳)

(۲) ما في " تكملة فتح الملهم " :والثالث قول مالك المشهور : والعرايا عنده أن يهب الرجل ثمرة نخلة ، أو نخلات من حائط لرجل بعينه ، ثم يتأذى بدخول الموهوب له في حائطه لمكان أهل بيته في الحائط ، فيجوز للواهب أن يشتري الثمار المعلقة من الموهوب له بخرصها تمراً . (۷/ ۳۹۰ ، العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير : ۶/ ۳۸۳) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۱۱۴، ۱۱۵، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن النسائي " : قال رسول الله ﷺ : " أيما إهاب دُبغ فقد طهر " .(۲/ ۱۶۹)

ما في " الهداية " : قال : ولا بيع جلود الميتة قبل أن تدبغ ، لأنه غير منتفع به ، ولا بأس بيعها والانتفاع بها بعد الدباغ ، لأنه قد طهرت بالدباغ . (۲/ ۴۶ ، ۴۷)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما جلود السباع والحمر والبغال ، فما كانت مذبوحة أو مدبوغة جاز بيعها، وما لا فلا ، وهذا بناء على أن الجلود كلها تطهر بالذكاة أو بالدباغة ، إلا جلد الإنسان والخنزير . (۳/ ۱۱۵)

ما في " تبيين الحقائق " : قال : (وجلد الميتة قبل الدباغ) يعني لايجوز بيعه ، قال : (وبعده يباع وينتفع به) يعني بعد الدباغ يجوز بيعه . (۴/ ۳۷۷ ، البحر الرائق : ۶/ ۱۳۳ ، الجوهرة النيرة : ۱/ ۵۳ ، فتح باب العناية : ۱/ ۹۰) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۶۲، کراچی)

اَپر چونیٹی کاسٹ (متوقع نفع)

مسئلہ (۲۳۴): آج کل عدالتی نظام میں جن نقصانات کو وصول کرنے کی اجازت ہوتی ہے، اس کی بنیاد متوقع نفع (اَپر چونیٹی کاسٹ) پر ہوتی ہے، مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے سے کہے کہ میں تم کو یہ سامان فروخت کروں گا، اور اس نے وعدہ کرلیا کہ میں خریدلوں گا، لیکن بعد میں مشتری نے خریدنے سے انکار کردیا، تو اب بائع کو وہ سامان کم دام میں فروخت کرنا پڑ رہا ہے، اگر وہ شخص اس کو خرید لیتا تو بائع کو فائدہ ہوتا، مگر اس کے انکار کرنے کی صورت میں اس کو نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے، تو اب قیمتوں کے درمیان کے فرق کو نقصان تصور کیا جاتا ہے، اور عدالت کی جانب سے اس نقصان کو وصول کرنے کی اجازت ہوتی ہے، جب کہ شریعت میں اس قسم کے نقصانات کا کوئی اعتبار نہیں ہے، شریعت میں دو چیزوں کے درمیان فرق رکھا گیا ہے، ایک چیز ہے ''نفع کا نہ ہونا''۔ اور دوسری چیز ہے ''نقصان کا ہونا''، ان دونوں میں فرق ہے۔

نقصان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ واقعۃً کسی کے کچھ پیسے خرچ ہوگئے، اور نفع نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے اپنے ذہن میں یہ تصور کرلیا تھا کہ اس معاملے میں اتنا نفع ہوگا، لیکن اتنا نفع نہیں ہوا، آج کل تاجروں کی اصطلاح میں نفع نہ ہونے کو بھی نقصان سے تعبیر کیا جاتا ہے، شریعت میں اس نقصان کا کوئی اعتبار نہیں ہے، لہٰذا بائع کے لیے خریدنے کا انکار کرنے والے شخص سے، قیمتوں کے درمیان کے فرق کو نقصان تصور کرکے، اس کی وصولیابی کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿یا أیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن=

....

=تكون تجارة عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : نهى لكل أحد عن أكل مال نفسه ومال غيره بالباطل ، وأكل مال نفسه انفاقه في معاصي الله ، وأكل مال الغير بالباطل ، قد قيل فيه وجهان : أحدهما ما قال السدي ، وهو أن يأكل الربا والقمار والبخس والظلم ، وقال ابن عباس : أن يأكله بغير عوضٍ . (۲/۲۱۶)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . (سورة البقرة : ۲/۱۸۸)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وأكل المال بالباطل على وجهين : أحدهما على وجه الظلم والسرقة والخيانة والغصب ، وما جرى مجراه ، والآخر أخذه من جهة محظورة نحو القمار وأجرة الغناء وغيرها . (۱/۳۰۴)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : أن رسول الله ﷺ قال : " لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه " . (۱۶۶/۶ ، كتاب الغصب ، رقم الحديث : ۱۱۵۴۵)

ما في " المسند للإمام أحمد بن حنبل " : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " من اقتطع مال امرئ مسلم بغير حق لقي الله عزّ وجلّ ، وهو عليه غضبان " .

(۱۱۴/۱۶ ، رقم الحديث : ۲۱۷۴۵)

وما في " مسند أحمد " : عن أبي حميد الساعدي : أن رسول الله ﷺ قال: " لا يحل لامرئ أن يأخذ مال أخيه بغير حقه ، وذلك لما حرم الله مال المسلم على المسلم " .

(۵۰/۱۷ ، رقم الحديث : ۲۳۴۹۶)

ما في " رد المحتار " : لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي .

(۷۷/۶ ، كتاب الحدود ، مطلب في التعزير بأخذ المال ، كذا في البحر الرائق :۶۸/۵ ، كتاب الحدود ، فصل في التعزير) (فقہی مقالات:۸۰/۳،۸۱،۸۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا يجوز أخذ مال إنسان بغير سبب شرعي . (۲۷۱/۱۲)

ما في" قواعد الفقه " : الأصل أن الضمانات في الذمة لا تجب إلا بأحد الأمرين : إما بأخذ (وهو الغصب وقبض الرهن والتقاط من غير اشهاد ونحوها) أوبشرط (والشرط قبول العقد كالشراء والاستيجار والكفالة ونحوها) فإذا عدما لم تجب . (ص/۱۵)

بونس واؤچر کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۳۵): مال برآمد کنندہ یعنی امپورٹر حکومت کے پاس برآمد کا ثبوت پیش کرتا ہے، جس پر حکومت اسے بونس کے نام سے انعام دیتی ہے، انعام کی رقم نقد نہیں ہوتی، بلکہ اس کی رسید ہوتی ہے، جسے بونس واؤچر کہتے ہیں، برآمد کنندہ اسے بازار میں زیادہ قیمت پر فروخت کرتا ہے، مثلاً سوروپئے کا بونس واؤچر دوسو روپئے میں، تو چوں کہ برآمد کنندہ یعنی امپورٹر قبل القبض اس رقم کا مالک نہیں، اس لیے اس کی خرید وفروخت جائز نہیں (۱)، نیز بونس واؤچر کی اصل رقم سے زیادہ قیمت وصول کرنا سود ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن حكيم بن حزام قال : " نهاني رسول الله ﷺ أن أبيع ما ليس عندي " . (۲/۱۷۲ ، كتاب البيوع ، باب في كراهية بيع ما ليس عندك)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبطل بيع ما ليس في ملكه . (۷/۹۷۱ ،البيع الفاسد)

ما في " البحر الرائق " : (والسمك قبل الصيد) أي لم يجز بيعه لكونه باع ما لا يملكه فيكون باطلاً . (۶/۱۱۹ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، النهر الفائق : ۳/۴۱۹ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، تبيين الحقائق : ۲/۲۷۵ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " تبيين الحقائق " : ولو اجتمع في أرضه الصيد فباعه من غير أخذه لا يجوز، لأنه لم يملكه . (۴/۳۶۵ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن عبادة بن الصامت ، عن النبي ﷺ قال : " الذهب بالذهب مثلاً بمثل ، والفضة بالفضة مثلاً بمثلٍ ، والتمر بالتمر مثلاً بمثلٍ ، والملح بالملح مثلاً بمثلٍ ، والشعير بالشعير مثلاً بمثلٍ ، فمن زاد أو ازداد فقد أربى " .

(۲/۲۷۶ ، باب ما جاء أن الحنطة بالحنطة)=

کنٹرول (راشن) کا مال بلیک میں فروخت کرنا

مسئلہ (۲۳۶): راشن دکان میں جو مال فروختگی کے لیے آتا ہے، دکاندار حکومت کو اس کی قیمت دے کر خریدتا ہے، لہٰذا وہ اس کی ملک ہے، اس لیے وہ جس قیمت پر بھی اسے فروخت کرے، اس کی یہ بیع درست ہے[1]، لیکن حکومت چوں کہ راشن ڈیلر کو اپنا کچھ نقصان برداشت کرکے کم قیمت پر یہ مال فراہم کرتی ہے، اور ڈیلر کو اصولی طور پر اس بات کا پابند بناتی ہے کہ راشن کارڈ ہولڈروں کو کم قیمت پر ہی یہ مال فراہم کیا جائے، لہٰذا راشن دکان کے مالکان پر بھی اِس کی رعایت کرنا واجب ہے، لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے اور بلیک میں یہ مال زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں، تو اُن کا یہ عمل مکروہ ہے، اور جو لوگ واقف ہوں کہ یہ دکاندار غریبوں کا حق مار کر، اُن کے ہاتھ اس مال کو بلیک میں بیچ رہا ہے، تو ان کے لیے اس مال کا خریدنا بھی مکروہ ہے[2]، البتہ چوں کہ خریداروں نے قیمت دے کر اس مال کو خریدا ہے، اس لیے اُن کو حرام کھانے والا نہیں سمجھا جائے گا، اور نہ اُن پر حرام کھانے کا گناہ ہوگا، لیکن ایک غلط کام میں تعاوُن کا گناہ ضرور ہوگا۔[3]

=ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وعلته) أي علة تحريم الزيادة (القدر مع الجنس فإن وجدا حرم الفضل) أي الزيادة (والنساء) . (۳۰۵/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب في الإبراء عن الربا ، تبيين الحقائق : ۴۵۴/۴ ، باب الربا ، البحر الرائق : ۲۱۳/۶ ، باب الربا)

ما في " مجمع الأنهر " : (فإن وجد الوصفان) أي الكيل أو الوزن مع الجنس حرم الفضل والنساء . (۱۲۱/۳ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، كذا في الهداية : ۷۹/۳ ، باب الربا)

(احسن الفتاویٰ:۶/۵۲۰،جدید مسائل کا حل:ص/۲۶۴)

الحجة على ما قلنا :=

بینڈ باجہ

مسئلہ (۲۳۷): بینڈ باجہ بجانا اور سننا دونوں حرام ہیں[۱]، اور اس کی خرید وفروخت کرنا بھی ناجائز ہے۔[۲]

=(۱) ما في " رد المحتار " : الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص .
(۱۷۱/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب في تعريف المال)
ما في " فتح القدير" : الملك قدرة يثبتها الشارع ابتداء على التصرف . (۲۳۰/۶)
ما في " بدائع الصنائع " : ولو نحل بعضاً وحرم بعضاً جاز من طريق الحكم ، لأنه تصرف في خالص ملكه لا حق لأحد فيه . (۸۲/۵ ، كتاب الهبة)
ما في " الموسوعة الفقهية " : الملك هو احتواء الشيء والقدرة على الاستبداد به والتصرف بانفراد . (۳۱/۳۹ ، ملك)
ما في " شرح المجلة " : كل يتصرف في ملكه كيف شاء . (ص/۶۵۴ ، المادة : ۱۱۹۲)
(۲) ما في " شرح المجلة " : درء المفاسد أولى من جلب المنافع .... إن الرجل يمنع من التصرف في ملكه إذا كان تصرفه يضر بجاره ضرراً فاحشاً ، لأن درء المفاسد عن جاره أولى من جلب المنافع لنفسه . (ص/۳۲ ، المادة : ۳۰)
ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : درء المفاسد أولى من جلب المصالح ، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً . (۳۲۲/۱ ، القاعدة الخامسة : الضرر يزال)
(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
ما في " أحكام القرآن للجصاص ": قوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى﴾ ليقتضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة الله تعالى ، وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۳۸۱/۲)
(کتاب الفتاویٰ: ۲۷۸/۵، جدید مسائل کا حل: ص/ ۲۳۵، احسن الفتاویٰ: ۵۴۹/۶)

الحجة على ما قلنا :=

....

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستفزز من استطعتَ منهم بصوتک وأجلب عليهم بخيلک ورجلک وشارکهم في الأموال والأولاد﴾ . (سورة الإسراء : ۶۴)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿بصوتک﴾ روي عن مجاهد أنه الغناء واللهو، وهما محظوران ، وأنهما من صوت الشيطان . (۲۶۶/۳ ، قبح الزنا في العقل)
ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليُضِلَّ عن سبيل الله بغير علم ويتخذَها هزوًا ، أولٰئک لهم عذاب مهين﴾ . (سورة لقمٰن : ۶)
ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قلت : هذه إحدى الآيات الثلاث التي استدل بها العلماء على كراهة الغناء والمنع منه . (۵۱/۱۴)
ما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " ليكوننّ من أمتي أقوام ، يستحلون الحر والحرير ، والخمر والمعازف ، ولينزلنّ أقوام إلى جنب علم ، يروح عليهم بسارحة لهم يأتيهم ، يعني الفقير لحاجة فيقولون : ارجع إلينا غداً ، فيبيِّتهم الله ، ويضع العلم ، ويمسخ آخرين قردة وخنازير إلى يوم القيامة " .
(ص/۱۰۲۲ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير إسمه)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام : " استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذّذ بها كفر " . أي بالنعمة ، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر . (۴۲۵/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس)
ما في " البحر الرائق " : دلت المسئلة على أن الملاهي كلها حرام حتى التغني بضرب القصب ، قال عليه الصلاة والسلام : " ليكوننّ من أمتي يستحلّون الحرّ والحرير والخمر والمعازف " . (۳۴۶/۸ ، قبيل فصل في اللبس ، مجمع الأنهر : ۲۱۸/۴ ، كتاب الكراهية)
(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : قال الحلواني رحمه الله تعالى : السماع ، والقول ، والرقص الذي يفعله المتصوّفة في زماننا حرام لا يجوز القصد إليه ، والجلوس عليه ، وهو الغناء والمزامير .(۳۵۲/۵ ، الكراهية ، الباب السابع عشر في الغناء واللهو وسائر المعاصي)
ما في " القرآن الكريم " :﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليُضلّ عن سبيل الله بغير=

....

....

....

....

....

=علم ويتخذها هزواً ، أولٓئک لهم عذاب مهين﴾ . (سورة لقمٰن : ٦)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : لهو الحديث كل ما يلهى عن الخير من الغناء والملاهي ، والأحاديث المكذوبة وكل ما هو منكر ، وقيل المراد شراء القنيات والمغنيات والمغنين ...... قال الحسن : لهو الحديث المعازف والغناء . (۲/۳۷۷)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي أمامة ، عن رسول الله ﷺ قال : " لا تبيعوا القينات ، ولا تشتروهنّ ، ولا تعلموهنّ ، ولا خير في تجارة فيهنّ ، وثمنهنّ حرام . في مثل هذا أنزلت هذه الآية : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليُضلّ عن سبيل الله﴾ . إلى آخر الآية .

(۲/۳۰۳ ، كتاب البيوع ، باب ما جاء في كراهية بيع المغنّيات)

ما في " رد المحتار " : (ويكره) تحريماً (بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم) لأنه إعانة على المعصية (وبيع ما يتخذ منه كالحديد) ونحوه يكره لأهل الحرب (لا) لأهل البغي .... قلت : أفاد كلاهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً وإلا فتنزيهاً . الدر المختار . وفي الشامي : (لأنه إعانة على المعصية) لأنه يقاتل بعينه بخلاف ما لا يقاتل به إلا بصنعه تحدث فيه كالحديد ، ونظيره كراهة بيع المعازف ، لأن المعصية تقام بيعنها ، ولا يكره بيع الخشب المتخذة هي منه .

(٦/۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، مطلب في كراهة بيع ما تقوم المعصية بعينه)

ما في " البحرالرائق " : بيع المزامير يكره ، ولا يكره بيع ما يتخذ منه المزامير ، وهو القصب والخشب . (۵/۲۴۰ ، كتاب السير، باب البغاة ، كذا في بدائع الصنائع : ٦/۱۳۰ ، كتاب السير ، بيان أحكام البغاة ، فتح القدير : ٦/۱۰۲ ، كتاب السير ، باب البغاة)

(فتاوی محمودیہ:۱٦/۱۳۰،کراچی)

گاڑی بکنگ کی رسید فروخت کرنا

مسئلہ (۲۳۸): اگر کوئی شخص مثلاً دس ہزار روپئے میں کوئی گاڑی بُک کرتا ہے، تو یہ بُکنگ اسے چھ مہینے پہلے کرانی ہوتی ہے، اب چھ مہینے کے بعد اس کے نام پر گاڑی نکلے گی، تو اس کو اس میں کچھ نفع ہوتا ہے، تو وہ شخص اس گاڑی کو شوروم سے نکالے بغیر صرف ''رسید'' فروخت کر دیتا ہے، تو یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ خریدی گئی چیز کو وصول کر کے جب تک اس پر قبضہ نہ کرلے، اس کا آگے فروخت کرنا جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يقبضه " . قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما : وأحسب كل شيء بمنزلة الطعام ..... عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " من ابتاع طعامًا فلا يبعه حتى يستوفيه " . قال : حدثني أبو الزبير أنه سمع جابر بن عبد الله يقول : " إذا ابتعت طعاماً فلا تبعه حتى تستوفيه " . (۵/۲ ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض)

ما في " تكملة فتح الملهم " : فيحرم بيع كل شيء قبل قبضه ، طعاماً كان أو غيره .
(۳۵۰/۱ ، كتاب البيوع ، بيع المبيع قبل القبض)

ما في " مجمع الأنهر " : لا يصح بيع المنقول قبل قبضه ، لنهيه عليه السلام عن بيع ما لم يقبض . (۱۱۳/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " تبيين الحقائق " : لا يجوز بيع المنقول قبل القبض لما روينا ، ولقوله عليه السلام : "إذا ابتعت طعاماً فلا تبعه حتى تستوفيه " . (۴۳۷/۴ ، البيوع ، صح بيع العقار قبل قبضه)

ما في " الهداية " : ومن اشترى شيئاً مما ينقول ويحوّل ، لم يجز بيعه حتى يقبضه ، لأنه نهى عن بيع ما لم يقبض، ولأن فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك . (۷۷/۳ ، كتاب البيوع ، باب التولية ، الفتاوى الهندية : ۱۳/۳ ، كتاب البيوع ، الباب الثالث في معرفة المبيع ، البحر الرائق : ۱۹۳/۶ ، كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۹/۶، قدیم، ۵۲/۷، تخریج شدہ ایڈیشن)

بیع سلم

مسئلہ (۲۳۹): بیع سلم ایک ایسی بیع ہے، جس کے ذریعے بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی کسی تاریخ میں متعین چیز خریدار کو فراہم کرے گا، اور اس کے بدلے میں مکمل قیمت بیع کے وقت ہی پیشگی لے لیتا ہے (۱)، اور یہ عقد جائز ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر وشرحه مع الشامیة " : هو بیع آجل وهو المسلم فیه بعاجل وهو رأس المال . (۷/۳۴۷ ، باب السلم)

ما في " تبیین الحقائق " : وهو بمعنی السلف لغة فإنه أخذ عاجل بآجل وسمی هذا العقد به لكونه معجلاً علی وقته . (۴/۴۹۸ ، باب السلم)

ما في " الدر المنتقی مع مجمع الأنهر " : هو لغة كالسلف وزناً ومعنی وشرعاً (بیع آجل) وهو المسلم فیه (بعاجل) وهو رأس المال . (۳/۱۳۷ ، باب السلم ، بیروت)

(۲) ما في " مجمع الأنهر " : وفی الدرر ، وهو مشروع بالكتاب ، وهو قوله تعالی : ﴿إذا تداینتم بدین﴾ . [البقرة : ۲۸۲] الآیة ، فإنها تشمل السلم والبیع بثمن مؤجل وتأجیله بعد الحلول ، والسنة وهي قوله علیه الصلاة والسلام : " من أسلم منكم فلیسلم فی كیل معلوم ووزن معلوم إلی أجل معلوم " وبالإجماع . (۳/۱۳۸ ، باب السلم)

ما في " تبیین الحقائق " : وهو مشروع بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، قال ابن عباس رضی الله تعالی عنهما : " أشهد أن اللّٰه أحلّ السلم المؤجل وأنزل فیه أطول آیة ، وتلا قوله تعالی : ﴿یآیها الذین اٰمنوا إذا تداینتم بدین إلیٓ أجل مسمًّی فاكتبوه﴾ . [البقرة : ۲۸۲] . وقد روینا أنه علیه السلام نهی عن بیع ما لیس عند الإنسان ورخص فی السلم .

(۴/۴۹۹ ، كتاب البیوع ، باب السلم)

(اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۵/۱۴۷)

بیع کی اضافت مستقبل کی طرف

مسئلہ (۲۴۰): غائب سودے جن میں بیع کی اضافت مستقبل کی طرف کی جاتی ہے، مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جب میری مرغی انڈا دے گی تو میں اسے تمہارے ہاتھ بیچ دوں گا، تو یہ بیعِ سلم ہے، قیاس کا تقاضا تو یہی ہے کہ یہ بیع ناجائز ہو، اس لیے کہ یہ دراصل معدوم چیز کی بیع ہے[1]، لیکن قرآن وحدیث کے حکم کے مطابق ائمۂ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام اس بیع کو جائز کہتے ہیں۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " السنن الکبری للبیهقي " : عن حکیم بن حزام قال : قلت : یا رسول الله ! الرجل یطلب مني البیع ولیس عندي أفأبیعه له ؟ فقال رسول الله ﷺ : " لا تبع ما لیس عندک " .

(۴۳۸/۵ ، کتاب البیوع ، ۱۰۷۲۵ ، ۱۱۰۱۹ ، بیروت)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین اٰمنوآ إذا تداینتم بدین الی اجلٍ مسمًّی فاکتبوه﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۲)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : عن ابن عباس قال : أشهد أن السلم المؤجل في کتاب الله ، وأنزل فیه أطول آیة في کتاب الله : ﴿یآیها الذین اٰمنوآ إذا تداینتم بدین الی اجلٍ مسمًّی فاکتبوه﴾ . فأخبر ابن عباس أن السلم المؤجل مما انطوی تحت عموم الآیة .

(۵۸۶/۱ ، عقود المداینات)

ما في " صحیح مسلم " : عن ابن عباس قال : قدم رسول الله ﷺ والناس یسلفون ، فقال لهم رسول الله ﷺ : " من أسلف فلا یسلف إلا في کیل معلوم ووزن معلوم " .

(۳۱/۲ ، باب السلم ، قدیمي)

ما في " نیل الأوطار من أحادیث سید الأخیار " : واتفق العلماء علی مشروعیته إلا ما حکي عن ابن المسیب . (۲۴۰/۵ ، کتاب السلم ، بیروت)=

بیعِ استصناع منسوخ کرنا

مسئلہ (۲۴۱): بیعِ استصناع منعقد ہو جانے کے بعد کسی شرعی وشدید عذر کے بغیر فریقین میں سے کسی کو فسخ کرنے کا حق نہ ہوگا، لہٰذا آرڈر کے بعد کاریگر پر لازم ہے کہ وہ طے شدہ شرائط کے مطابق مال تیار کرے، اور آرڈر دہندہ کے لیے درمیان میں معاملہ ختم کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ (۱)

=ما في " الهداية شرح البداية " : السلم عقد مشروع بالكتاب وهو آية المداينة ، فقد قال ابن عباس : " أشهد أن الله تعالى أحل السلف المضمون وأنزل فيها أطول آية فی كتابه " ، وتلا قوله تعالى : ﴿يآيها الذين اٰمنوآ إذا تداينتم بدين الى اجلٍ مسمًّى فاكتبوه﴾ . الآية ، وبالسنة هو ما روى أنه عليه السلام : " نهى عن بيع ما ليس عند الإنسان ورخص فی السلم"، والقياس وإن كان يأباه ولكنا تركناه بما رويناه ، ووجه القياس أنه بيع المعدوم ، إذ المبيع هو المسلم فيه . (۳/۷۵ ، ۷٦ ، باب السلم)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۹، ۳۰، محمود الفتاوی: ۲/ ۴۹۲، انعام الباری: ٦/ ۴۲٦، کتاب السلم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : فيجبر الصانع على عمله ولا يرجع الأمر عنه .

(۷/ ۳٦٦ ، مطلب فی الاستصناع ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " الهداية " : وعن أبی يوسف أنه لا خيار لهما ، أما الصانع فلما ذكرنا ، وأما المستصنع فلأن فی إثبات الخيار له اضرارًا بالصانع لأنه لا يشتريه غيره بمثله .

(۳/ ۸۵ ، كتاب البيوع ، باب السلم ، قبيل مسائل منثورة)

ما في " المعاملات المالية المعاصرة " : الخلاصة : يتلخص هذا البحث في أن عقد الاستصناع عقد مستقل محله العمل ، والعين الموصوفة فی الذمة ، ولذلک له شروطه الخاصة وخصائصه وآثاره ، وأن من أهم آثاره التی رجحناها هی ثبوت الملک للمستصنع في الشيء المستصنع ، وثبوت الملک في الثمن المتفق عليه للصانع ، ولزوم قيام الصانع=

مطلوبہ صفات کے مطابق سامان تیار نہ کرنا

مسئلہ (۲۴۲): استصناع میں اگر صانع مطلوبہ صفات کے مطابق سامان تیار نہ کرے، تو خریدار کو وہ سامان قبول نہ کرنے کا اختیار رہوگا۔ (۱)

= بعمله في العين حسب الإتفاق ، ولزوم دفع الثمن من قبل المستصنع معجلا أو مؤجلا ومقسطاً ، وثبوت خيار الوصف وعدم بطلان الاستصناع بموت أحدهما ، حسب ترجيحنا وإن حق المستصنع لا يتعلق بشيء من عين ، وإنما المطلوب من الصانع أن يصنع له المطلوب حسب المواصفات والشروط ، وقد انتهى البحث كذلك إلى لزوم عقد الاستصناع للطرفين وعدم جواز الفسخ إلا في حالات الظروف الطارئة ، أو بموافقة الطرفين. (ص/۱۵۸ ، ۱۵۷ ، المؤلف ؛ الدكتور علي محي الدين القرة داغي)

(ایضاح النوادر: ص/ ۳۱، مستفاد از امداد الفتاوی: ۳/ ۱۴۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : وذهب أبو يوسف إلى أنه إن تم صنعه وكان مطابقاً للأوصاف المتفق عليها ، يكون عقدًا لازمًا ، وأما إن كان غير مطابق لها فهو غير لازم عند الجميع لثبوت خيار فوات الوصف . (۳/ ۳۲۹)

ما في " بدائع الصنائع " : ولا خيار لواحد منهما إذا سلم الصانع المصنوع على الوجه الذي شرط عليه . (۴/ ۹۴، كتاب الاستصناع) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۶۹)

مبیع خراب ہونے پر درستگی کی شرط

مسئلہ (۲۴۳): اگر کوئی چیز خریدتے وقت مشتری کی طرف سے یہ شرط لگائی جائے کہ خرابی واقع ہونے پر بائع اسے درست کرکے دے گا، اور بائع اس شرط کو قبول کرلے، تو اس طرح شرط لگانا درست ہے، گرچہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے(۱)، لیکن چوں کہ یہ شرط متعارَف ہے، اس پر سب عمل کرتے ہیں، تو متعارف ہونے کی وجہ سے شرعاً یہ عقد اس شرط کے ساتھ درست ہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : وكل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين أو للمعقود عليه وهو من أهل الاستحقاق يفسده . (۴۳/۳ ، باب البيع الفاسد)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن كثير بن عبد الله بن عمرو بن عوف المزني عن أبيه عن جده أن رسول الله ﷺ قال : " الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحًا حرم حلالا وأحل حرامًا ، والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرم حلالا أو أحل حرامًا " . قال أبوعيسى : هذا حديث حسن صحيح . (۳۴۳/۲ ، رقم الحديث : ۱۳۵۲)

ما في " فقه النوازل " : النوع الأول : ضمان الأداء ؛ وهو يتعلق بأمرين ، فما كان منه متعلقاً بسلامة المبيع من العيوب المصنعية والفنية ، فإنه يتخرج على ضمان العيب الذي لا يعلم إلا بامتحان وتجربة واستعلام ، وأما ما كان منه متعلقاً بصلاحية المبيع وقيامه بالعمل فإنه يخرج على ضمان العيب الحادث في المبيع عند المشتري والمستند سبب سابق ، والراجح جواز ضمان الأداء . (۱۱۹/۳ ، وثيقة رقم : ۱۴۰ ، مكتبه دار ابن الجوزي) (انعام الباری:۳۲۱/۶)

ما في " قواعد الفقه " : استعمال الناس حجة يجب العمل بها . (ص/۵۷ ، رقم المادة : ۲۶)

ما في " شرح عقود رسم المفتي " :

والعرف في الشرع له اعتبار   لذا عليه الحكم قد يدار

(ص/۱۷۵)

قسطوں پرخریدی گئی گاڑی کا حادثہ اور ضمان

مسئلہ (۲۴۴): کسی شخص نے شوروم (Show Room) سے قسط پر گاڑی خریدی، لیکن ابھی مکمل قسطیں ادا بھی نہیں کر پایا تھا کہ گاڑی کسی حادثہ، ایکسیڈنٹ وغیرہ کا شکار ہوگئی، تو گاڑی کو ہونے والے نقصان کا ذمہ دار مشتری ہی ہوگا، نہ کہ شوروم (Show Room)، کیوں کہ قسطوں پر کسی بھی چیز کے خریدنے کی صورت میں مشتری چوں کہ مبیع کا مالک ہوجاتا ہے، اس لیے مبیع کو پہنچنے والا نقصان مشتری ہی کا شمار ہوگا، نہ کہ بائع (شوروم) کا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : ولو اشترى دابة والبائع راكبها فقال المشتري : احملني معك فحمله معه فهلكت فهي على المشتري وركوبه قبض . كذا في المحيط .

(۵/۵۱۴ ، كتاب البيع ، الفتاوى الهندية :۳/۱۷)

ما في " الفتاوى الهندية " : اشترى عبدًا في منزل البائع فقال البائع للمشترى : قد خليتک ، فأبى المشتري أن يقبضه ثم مات العبد فهو من مال المشتري . كذا في مختار الفتاوى .

(۳/۱۷ ، الباب الرابع فى حبس المبيع)

ما في " الفقه الإسلامى أدلته " : إذا هلک المبيع كله بعد القبض ، إن كان بآفة سماوية أو بفعل المشترى أو بفعل المبيع أو بفعل أجنبى فلا ينفسخ البيع ، ويكون هلاكه على ضمان المشتري ، لأن المبيع خرج عن ضمان البائع بقبض المشتري ، فتقرر الثمن عليه ، ويرجع بالضمان على الأجنبي حال كون الاعتداء منه . (۵/۳۳۷۶ ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

ما في " الهداية " : فلو قبضه المشتري وهلک في يده في مدة الخيار ضمنه بالقيمة . (۳/۱۴)

ما في " شرح المجلة " : إذا هلک المبيع بعد القبض هلک من مال المشتري ولا شيء على البائع . (ص/ ۱۵۱ ، رقم المادة : ۲۹۴) (فتاوی حقانیہ: ۶/ ۱۰۶، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/ ۱۵۴، قدیم)

ٹیکسی پرمٹ (لائسنس) کی بیع

مسئلہ (۲۴۵): گورنمنٹ کی جانب سے ٹیکسی ڈرائیور کو ٹیکسی کا پرمٹ (لائسنس) دیا جاتا ہے، جس پرمٹ پر ٹیکسی کاروبار کے لیے ڈالی جاسکتی ہے، اگر کسی شخص کو پرمٹ ملا، لیکن اس میں ٹیکسی خریدنے کی قوت نہیں ہے، اس لیے وہ دوسرے ساتھی کو جس کے پاس پیسے ہیں، اس پرمٹ کو بیچ دے، اور وہ اپنی ٹیکسی کاروبار میں ڈال دے، اور پرمٹ والا اُس سے اپنے اِس پرمٹ کا سالانہ عوض وصول کرے، تو اس کا یہ عوض وصول کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ پرمٹ کی بیع کذب وفریب پر مشتمل ہے [1]، اوراس میں حکومت کے قوانین کی خلاف ورزی ہے، جب کہ حکومت کے قوانین کا پاس ولحاظ رکھنا لازم ہے [2]، نیز اس میں بدعہدی بھی ہے، جب کہ بدعہدی سے منع کیا گیا ہے۔ [3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : ولكن الذي يظهر لهذا العبد الضعيف عفا الله عنه – والله سبحانه أعلم – أن هذه الرخصة إن كانت باسم رجل مخصوص ، حتى لا تسمع الحكومة لرجل آخر باستعمالها ، فلا شبهة في عدم جواز بيعها ، لأن بيعه يؤدي حينئذ إلى الكذب والخديعة ، فإن مشتري الرخصة سيستعملها باسم البائع لا بإسم نفسه ، ولأن الإذن إنما حصل لرجل مخصوص ، فلا يحل له أن ينقل ذلک إلى غيره . (۳۵۰/۷ ، كتاب البيوع ، حكم الكمبيالات ، الجزء الأول من كتاب تكملة فتح الملهم ، احياء التراث العربي)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : "من حمل علينا السلاح فليس منا ، ومن غشنا فليس منا " .

(۱۷۷/۲ ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا)=

اسکیم والی چیزوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۴۶): آج کل دوکانوں پر کچھ اسکیمیں (Schemes) شروع ہیں، مثلاً اگر کوئی شخص چاکلیٹ (Chocolate) وغیرہ خریدے، تو اس میں سے کچھ نمبرات (Number,s) نکلتے ہیں، جن کو جمع کرنا ہوتا ہے، یا چاکلیٹ کے اندر سے کاغذ نکلتا ہے، جس پر ایک روپیہ یا دو روپیہ کی تصویر (Photo) بنی ہوتی ہے، جس کے حصے میں یہ چٹھی نکلتی ہے، وہ تصویر میں موجود روپیہ کا حق دار

=ما في " رياض الصالحين " : عن ابن مسعود رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " إن الصدق يهدي إلى البرّ ، وإن البرّ يهدي إلى الجنة ، وإن الرجل ليصدُق حتى يُكتب عند الله صدّيقًا ، وإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذِب حتى يُكتب عند الله كذّابًا " . متفق عليه .

(ص/۴٦ ، رقم الحديث: ۵۴ ، باب الصدق ، مكتبة الإحسان ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق العلماء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بكتمان العيب فى المعقود عليه أو الثمن ، أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة و النصيحة . (۲۱۹/۳۱)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .

(۳۱۹/٦ ، كتاب الجهاد ، مطلب في وجوب طاعة الإمام)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسؤلا﴾ . (سورة الإسراء : ۳۴)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد الله بن عمرو قال : قال رسول الله ﷺ : " أربع من كنّ فيه كان منافقًا خالصًا ، ومن كانت فيه خصلة منهنّ كانت فيه خصلة من النّفاق حتى يدعها ؛ إذا اؤتمن خان ، وإذا حدّث كذب ، وإذا عاهد غدر ، وإذا خاصم فجر " . متفق عليه. (ص/۱۷) (محمود الفتاوی:۲/۴۸۱،۴۸۲)

ہوجاتا ہے، تو چوں کہ اس صورت میں مبیع اور ثمن دونوں متعین ہوتے ہیں، اور ہر خریدار کو اپنی مبیع حاصل ہوتی ہے، دکانیں اپنے منافع میں سے انعام دیتی ہیں، لہٰذا بیع کی یہ صورت جائز ہے، البتہ بیع کی یہ صورت اُس وقت مکروہ ہوگی جب کہ مشتری کو مبیع کی ضرورت نہ ہو، اور وہ محض انعام کی طمع اور لالچ میں اس چیز (چاکلیٹ وغیرہ) کو خریدے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : الصورة الأولى أن يقول التاجر : من اشترى مني بألف مثلا فله جائزة مقدارها كذا ، فهنا الجائزة معلومة والقدر معلوم ، فهذا ليس فيه محظور من حيث الشكل الظاهر ، لكن قد يكون فيه محظور من جهة المشترى ، فربما يشترى ما تبلغ قيمة الألف وليس له حاجة كاملة فيما اشتراه ، ولكن من أجل الجائز فيضيع ماله طالبًا للحصول على هذه الجائزة . (ص/ ۲۸۱)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : بناء على تعين المبيع والثمن ، وحصول كل مشترى على مبيعة المطلوب وتوزيع الجوائز من قبل الشركات من مكاسبها الخاصة ، يجوز هذا العمل ولو كان العوض الحاصل لأحد الجانبين مجهولا أو محتملا ، ويتلقى الواحد ويحرم الثاني يكون ذلك نوعًا من الميسر ويحرم ، لكن الصورة المذكورة هي " إحقاق بعض وإنجاح بعض " حسب قول الجصاص غير شاملة للميسر والقمار ، فلا بأس فيها ، وهذا هو رأي العلامة المفتي محمد شفيع من كبار علماء هذا العصر ، ولا يخفى علينا أن هذا الحكم للمسئلة هو باعتبار صورتها الظاهرة ، وإلا فإن وراء هذا العمل الإغرائي تكمن نفس الفكر والنظرية التي تعمل في القمار والميسر ، فعلى المسلمين المحاولة لا إحباط هذه الظاهرة وتشبيطها فإنها لا تخلو من الكراهة رغم جوازها .

(ص/ ۲۲۷ ، ۲۲۸ ، مكتبة الصحوة الكويتية)

(جواہر الفقہ :۲/ ۳۴۵، جدید فقہی مسائل:۴/ ۲۷۵، کتاب الفتاوی:۵/ ۲۴۷)

خودرو گھاس کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۴۷): بعض علاقوں میں گھاس اور پانی کی قلت ہو جاتی ہے، تو اس علاقے کے لوگ اپنے مویشی (بکریاں، بھیڑ وغیرہ) لے کر زرخیز اور سرسبز وشاداب علاقوں میں جاتے ہیں، اور پہاڑ یا کسی کی مملوکہ زمین پر پڑاؤ ڈال دیتے ہیں، تاکہ اپنے مویشیوں کو چرائیں، اس زمین کے مالکان یا گاؤں والے ان سے خودرو گھاس کی رقم وصول کرتے ہیں، تو اس سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر وہ گھاس کسی کی زمین میں ازخود اُگی، نہ اس نے اسے لگایا اور نہ سینچا، تو یہ گھاس اس کی ملک نہیں ہے، اس لیے اُس کا بیچنا اور اسے کاٹنے سے منع کرنا اس کے لیے درست نہیں، جس کا جی چاہے کاٹ لے جاوے [۱]، البتہ اگر اس نے پانی دے کر سینچا اور خدمت کیا ہو، تو یہ گھاس اُس کی ملک ہو جائے گی، اس لیے اُس کا بیچنا، اور لوگوں کو کاٹنے سے منع کرنا درست ہوگا۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن ثور بن يزيد يرفعه إلى النبي ﷺ قال : "المسلمون شركاء في الكلأ والماء والنار " .

(۲۴۸/۶، رقم الحديث :۱۱۸۳۳ ، كتاب إحياء الموات)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (والمراعى) أى الكلأ (وإجارتها) أما بطلان بيعها فلعدم الملک لحديث : " الناس شركاء فى ثلاث : في الماء والكلأ والنار " . وأما بطلان إجارتها فلأنها على استهلاک عين . ابن كمال . (در مختار) .

(۲۵۶/۷ ، ۲۵۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، بيروت)=

انسانی بالوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۴۸): بعض عورتیں اپنے گرے ہوئے بالوں کو جمع کرتی ہیں، پھر جب پھیری والا غبارے لے کر آتا ہے، تو وہ غباروں کے عوض اُن بالوں کو فروخت کرتی ہیں، شرعاً یہ خرید وفروخت جائز نہیں ہے، کیوں کہ بال انسان کا عضو ہیں، اورانسان کے کسی بھی عضو کی خرید وفروخت درست نہیں ہے۔ (۱)

=(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وهذا إذا نبت بنفسه ، وإن أنبته بسقي وتربية ملكه ، وجاز بيعه . عيني . وقيل لا . (در مختار) . وفي الشامية : (وهذا) أي بطلان بيع الكلأ . (۲۵۷/۷، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : فأما إذا كان سقى الأرض وأعدها للإنبات فنبت في الذخيرة والمحيط والنوازل يجوز بيعه لأنه ملكه وهو مختار الصدر الشهيد .

(۱۰۹/۳ ، الفصل الثاني في بيع الثمار والحشيش)

(امداد الفتاوی:۶۴/۳، بہشتی زیور کراچی:۲۲۳/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ ادم﴾ . (سورة بني اسرائيل : ۷۰)

ما في " الهداية " : ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها ، لأن الآدمي مكرم لا مبتذل.

(۳۹/۳ ، باب البيع الفاسد ، تبيين الحقائق : ۳۷۶/۴ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مختصر الوقاية : ۶۰/۲، كتاب البيع ، بيروت) (فتاویٰ محمودیہ:۸۷/۱۶، کراچی)

نمک کے عوض ہڈیوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۴۹): بعض لوگ قربانی کے جانور کی ہڈیاں نمک کے عوض فروخت کرتے ہیں، ہڈیوں کی یہ بیع جائز ہے، مگر اس کے عوض جو نمک لیا گیا وہ یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے۔[۱]

مجبور شخص سے زیادہ قیمت لینا

مسئلہ (۲۵۰): مالِ تجارت پر منافع لینے کی شرعاً کوئی حد متعین نہیں ہے[۲]، اس لیے کسی شخص سے اُس کی مجبوری کی بنا پر کسی چیز کی زیادہ قیمت وصول کرنا جائز ودرست تو ہے[۳]، مگر خلافِ مروّت ہے[۴]، حدیث پاک میں ہے کہ ''معسر یعنی تنگ دست سے درگذر کرنا باعثِ مغفرت ہے''۔[۵]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط " : كما يكره له أن يعطي جلدها الجزار فكذلك يكره له أن يبيع الجلد ، فإن فعل ذلک تصدق بثمنه كما لو باع شيئا من لحمها . (۱۲/ ۱۹ ، باب الأضحية)

ما في " بدائع الصنائع " : روي عن سيدنا علي كرم الله وجهه أنه قال : إذ ضحيتم فلا تبيعوا لحوم ضحاياكم ولا جلودها ، وكلوا منها وتمتعوا ، فإن باع شيئا من ذلک نفذ عند أبي حنيفة ومحمد ، وعند أبي يوسف لا ينفذ لما ذكرنا فيما قبل الذبح ويتصدق بثمنه .

(۴/ ۲۲۵ ، كتاب التضحية ، ما يكره في الأضحية)

ما في " المغني والشرح الكبير " : روي عن ابن عمر أنه يبيع الجلد ويتصدق بثمنه . (۱۱/ ۱۱۲)

ما في " رد المحتار " : إن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلک أو بدرهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البيع مع الكراهة وهو قول أبي حنيفة ومحمد لقيام الملک والقدرة على التسليم .

(۹/ ۳۹۸ ، البحر الرائق : ۸/ ۳۲۷ ، كتاب الأضحية)=

....

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس بن مالک قال : غلا السعر على عهد رسول اللّٰه ﷺ فقالوا : يا رسول اللّٰه ! قد غلا السعر فسعر لنا ، فقال : " إن اللّٰه هو المسعّر القابض الباسط الرّازق " . (ص/۱۵۹، أبواب التجارات ، باب من کره أن يسعر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق المذاهب الأربعة على أن الأصل فی التسعير هو الحرمة لأن فی قوله تعالى : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض بينكم﴾ . اشترطت الآية التراضي، والتسعير لا يتحقق به التراضي . (۳۰۲/۱۱)

(۳) ما في " الهداية " : وعجز القاضي عن صيانة حقوق المسلمين إلا بالتسعير فحينئذٍ لا بأس به بمشورة من أهل الرأي ، فإذا فعل ذلک ، وتعدى رجل عن ذلک وباع بأكثر منه أجازه القاضي ، وهذا ظاهر عند أبي حنيفة ، لأنه لا يرى الحجر على الحر وكذا عندهما .

(۴۵۶/۴)

ما في " رد المحتار " : إذا سعر الإمام وخاف البائع ضرب الإمام ، لا يحل للمشتري الشراء لأن البائع في معنى المكره ، وظاهره لو باع بأكثر يحل وينفذ البيع . (۴۸۹/۹)

(۴) ما في " سنن أبي داود " : عن علي قال : " سيأتي على الناس زمان عضوض ، يعض المؤسر على ما في يديه ، ولم يؤمر بذلک ، قال الله تعالى : ﴿ولا تنسوُا الفضل بينكم﴾ . ويباع المضطرّون ، وقد نهى النبي ﷺ عن بيع المضطرّ . (ص/۴۷۹)

ما في " اعلاء السنن " : هو أن يضطرّ الرجل إلى طعام وشراب وغيرها ، ولا يبيعه البائع إلا بأكثر من ثمنها بكثير ، وفيه قال الخطابي : إن عقد البيع مع الضرورة على هذا الوجه جائز في الحكم ، ولا يفسخ إلا أن سبيله في حق الدين والمروءة أن لا يباع على هذا الوجه ، ولكن يعاون ، ويقرض ويستمهل إلى الميسرة . (۲۴۱/۱۴)

(۵) ما في " مشكوة المصابيح " : عن حذيفة قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " إن رجلا فيمن كان قبلكم ، أتاه الملک ليقبض روحه ، فقيل له هل عملتَ من خير ؟ قال ما أعلم قيل له انظر ، قال : ما أعلم شيئًا غير أني كنت أبائع الناس في الدنيا ، فأنظر الموسر وأتجاوز عن المعسر ، فأدخله اللّٰه الجنة " . (ص/۲۴۳)

ٹیلی فون پر عقدِ بیع

مسئلہ (۲۵۱): ایجاب وقبول کے ذریعے صحتِ عقدِ بیع کے لیے اتحادِ مجلس ضروری ہے[۱]، اور ٹیلی فون کے ذریعے ایجاب وقبول کرنے میں حقیقۃً اتحادِ مجلس تو نہیں ہوتا، مگر حکماً ہوتا ہے[۲]، اس لیے ٹیلی فون کے ذریعے اگر باقاعدہ ایجاب وقبول ہوجائے، عاقدین اچھی طرح ایک دوسرے کے کلام کو سن لیں، سمجھ لیں، اور مبیع وثمن کی مقدار بھی معلوم ہوجائے[۳]، تو شرعاً یہ بیع درست ہوگی۔[۴]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شرطه أن یکون الإیجاب والقبول فی مجلس واحد . (۳۳۲۷/۵)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : قال الدکتور الوهبة الزحیلي : البیع بالمراسلة أو بواسطة رسول یصح اتفاقاً . (۳۳۲۷/۵ ، رد المحتار : ۱۹/۷)

(۳) ما في " البحر الرائق " : لا یصح البیع إلا بمعرفة قدر المبیع والثمن ووصف الثمن إذا کان کل منهما غیر مشار إلیه ، أما المشار إلیه فغیر محتاج إلیهما . (۴۵۶/۵)

(۴) ما في " البحر الرائق " : رجل في البیت فقال للذي في السطح : بعته منک بکذا ، فقال: اشتریت صح إذا کان لا یلتبس الکلام للبعد ، ولو تعاقد البیع وبینهما النهر یصح البیع، وإن کان نهرًا عظیمًا تجري فیه السفن ، قال : وقد تقرر رأي في أمثال هذه الصورة علی أنه إن کان البعد بحال یوجب التباس ما یقول کل واحد منهما لصاحبه یمنع ، وإلا فلا ، فعلی هذا الستر بینهما الذي لا یمنع الفهم والسماع لا یمنع البیع . (۴۵۶/۵)

ما في " فتاوی الکاملیة " : قال الشیخ محمد کامل ابن مصطفی الطرابلسي : سئل بعد صلوة الجمعة حضر خبر الشام في التلغراف لبعض الثغور بأنه ثبت في الشام رؤیة هلال ، ...... فأجاب أن السلاطین المسلمین وضعوا التلغراف لتبلیغ الأخبار من البلاد القریبة والبعیدة=

ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۵۲): ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ کی خرید وفروخت جائز ہے[۱]، کیوں کہ امرِ منکر اس کی خرید وفروخت میں نہیں ہے، بلکہ امرِ منکر اس کا ناجائز کاموں میں استعمال کرنا ہے، ہاں! اگر بائع کو معلوم ہے کہ مشتری اس کو ناجائز کاموں میں استعمال کرے گا، تو تعاون علی الاثم کی وجہ سے اس کی یہ بیع مکروہِ تحریمی ہوگی۔[۲]

= في مدة يسيرة جداً ، أو أقاموا لأعماله أشخاصاً مسلمين ، وأنفقوا على ذلک أموالاً جسيمةً ، واستغنوا به عن السعاة وإرسال المكاتيب غالباً فصار قانوناً في ذلک يخاطب به السلاطين بعضهم لبعضهم في مهمّات الأمور وتبعهم الناس على ذلک . (ص/۲۸۵ ، مطلب هل يثبت رمضان بالتلغراف ، بحوالہ فتاوی حقانیہ:۶/۳۰، ٹیلی فون کے ذریعے عقدِ بیع کا حکم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لا يكره بيع الجارية المغنية والكبش النطوح والديک المقاتل الطيارة ، لأنه ليس عينها منكراً ، وإنما المنكر في استعمال المحظور ، قلت : لكن هذه الأشياء تقام المعصية بعينها ، لكن ليست هي المقصود الأصلي منها ، فإن عين الجارية للخدمة مثلاً ، والغناء عارض ، فلم تكن عين المنكر بخلاف السلاح ، فإن المقصود الأصلي منه هو المحاربة به ، فكان عينه منكراً إذا بيع لأهل الفتنة ، فصار المراد بما تقام المعصية به ما كان عينه بلا عمل صنعةٍ فيه ، فخرج نحو الجارية المغنية لأنها ليست عين المنكر .

(۶/۴۲۰ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)

ما في " خلاصة الفتاوى " : رجل آجر بيتاً ليتخذ فيه نارًا أو بيعة أو كنيسة أو يباح فيه الخمر فلا بأس به ولذا كل موضع تعلمت المعصية بفعل فاعل مختار . (۴/۳۷۶ ، كتاب الكراهية)

ما في " المبسوط للسرخسي " : ولا بأس بأن يؤاجر المسلم دارًا من الذمي ليسكنها فإن شرب فيها الخمر أو عبد فيها الصليب أو دخل فيها الخنازير لم يلحق المسلم إثم فة شيء من ذلک ، لأنه لم يؤاجرها لذلک ، والمعصية في فعل المستأجر . =

پانی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۵۳): کسی شخص کا اپنی مملوکہ زمین میں موجود کنویں یا بورنگ مشین کے پانی کو، فلٹر کرکے بوتلوں میں بھرکر فروخت کرنا شرعاً جائز ہے۔ [۱]

=(۱۶/ ۴۳، باب الإجارة الفاسدة، بیروت)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " سنن أبي داود " : حدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا أبي حدثنا شعبة عن محمد بن جُحادة قال : سمعت أبا حازم سمع أبا هريرة قال:" نهى رسول الله ﷺ عن كسب الإماء" .

(ص/۴۸٦ ، باب في كسب الإماء)

ما في " جواهر الفقه " : ثم السبب إن لم يكن محركًا وداعيًا ، بل موصلا محضًا ، وهو مع ذلک سبب قريب بحيث لا يحتاج في إقامة المعصية به إلى إحداث صنعة من الفاعل كبيع السلاح من أهل الفتنة ، وبيع العصير ممن يتخذه خمرًا .... فكلّه مكروه تحريمًا بشرط أن يعلم به البائع والآجر من دون تصريح به باللسان ، فإنه إن لم يعلم كان معذورًا .

(۴۵۲/۲ ، رد المحتار : ۴۷۷/۹)(فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۱۲۹، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أما بيع الماء فيه قال جمهور العلماء : يجوز بيع غير المباح للناس جميعاً كماء البئر والعين ، ولصاحبه أن ينتفع به لنفسه ، ويمنع غيره من الإنتفاع ، فله أن يمنع صاحب الحق في الشفعة من الدخول فی ملكه إذا كان يجد ماء بقربه فإن لم يجد يقال لصاحب البئر إما أن تخرج الماء إليه ، أو تتركه ليأخذ الماء ، واستدلوا على الجواز بدليلين : (۱) ثبت فی الحديث الصحيح أن عثمان اشترى بئر رومة من اليهودي فی المدينة ، وسبلها أو حبسها على المسلمين ، وذلک بعد أن سمع النبي ﷺ يقول : " من يشتري بئر رومة ، فيوسع بها على المسلمين وله الجنة " . وكان اليهودي يبيع مائها للناس ، فهذا الحديث يدل على جواز بيع البئر نفسها ، وكذلک يدل على جواز بيع الماء ، لتقريره ﷺ اليهودي على البيع . (۲) يقال بيع الماء المباح على بيع الحطب بعد احرازه، فإن =

شراب ملی ہوئی اشیاء کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۵۴): شراب اسلام میں حرام اور نجس وناپاک ہے[1]، جس چیز میں شراب شامل ہوجائے وہ بھی حرام اور نجس ہے، اسی وجہ سے اس کا استعمال اور خرید وفروخت ناجائز وحرام ہے[2]، تاہم اگر کسی دوا میں شراب ملی ہو، اور طبیبِ حاذق نے بتایا ہو کہ اس میں شفا ہے، اور اس کے علاوہ کوئی دوسری متبادل دوا نہ ہو، تو ضرورۃً اس کا استعمال اور خرید وفروخت جائز ہے۔[3]

=النبي ﷺ أقر بيعه بقوله : لأن يأخذ أحدكم حبله ، ثم يغدو إلى الجبل ، فيحتطب ، فيبيع فيأكل ويتصدق خير له من أن يسأل الناس . (۳۴۳۸/۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا كان يملك المنبع أو كان حفرها بقصد التملك فلصاحب البئر على هذا أن يمنع الغير من حق الشفعة أيضًا ، وأن يبيع الماء ، لأنه في حكم المحرز . (۸۰/۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " كل مسكر خمرٌ وكل مسكر حرام " . (ص/۳۱۷ ، باب بيان الخمر ووعيد شاربها)

(۲) ما في " رد المحتار " : لا يجوز بيعها لأن الله تعالى لما نجسها فقد أهانها ، والتقوم يشعر بعزّتها ، وقال عليه الصلاة والسلام : " إن الذي حرّم شربها حرّم بيعها وأكل ثمنها " .

(۱۰/۲۸ ، كتاب الأشربة ، بيروت ، صحيح مسلم : ۲۲/۲ ۳ ، باب تحريم بيع الخمر)

ما في " الهداية " : إذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرماً فالبيع فاسد ، كالبيع بالميتة والدم والخنزير والخمر . (۳۳/۳)=

یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی

مسئلہ (۲۵۵): کسی چیز کی خرید وفروخت کے وقت اس پر آنے والے اخراجات، عقدِ مرابحہ کی صورت میں قیمتِ خرید میں ملاکر فروخت کرنا جائز ہے[۱]، البتہ احتیاطاً بائع مشتری سے یوں کہے کہ: ''یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے''، یہ نہ کہے کہ: ''میں نے اتنے میں خریدی''، تاکہ جھوٹ سے بچ جائے۔[۲]

=(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : يجوز للعليل شرب الدم وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طيب مسلم أن شفاء ه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه .

(۳۵۵/۵ ، الباب الثامن عشر في التداوي)

ما في " رد المحتار " : يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان . وعليه الفتوى . (۳۲۵/۱ ، مطب في التداوي بالمحرم)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وشرط الحنفية لجواز التداوي بالجنس والمحرم أن يعلم أن فيه شفاء ولا يجد غيره . (۱۱۹/۱۱) (فتاوی محمودیہ:۱۷۸/۱۸،کراچی)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يحرم شرب قليلها وكثيرها إلا عند الضرورة .(۵۴۹۳/۷)

ما في " الأشباه والنظائر " : الضرورات تبيح المحظورات . (۳۰۷/۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : حدثنا أبو معاوية عن عبد الرحمن بن عجلان قال : قلت لإبراهيم : إنا نشتري المتاع ، ثم نزيد عليه القِصارة والكِراء ، ثم نبيعه به مرابحة ، قال : لا بأس " . (۵۸۳/۱۰ ، كتاب البيوع والأقضية ، باب في النفقة تضم إلى رأس المال، رقم :۲۰۷۸۴ ، المجلس العلمي افريقه)

ما في " بدائع الصنائع " : لا بأس بأن يلحق برأس المال أجرة القصار، والصباغ ، وعلف الدواب ، لأن العادة فيما بين التجار انهم يلحقون هذه المُؤَنَ برأس المال ، ويعدّونها منه ، وعرف المسلمين وعادتهم حجة مطلقة لقوله عليه السلام : " ما رآه المسلمون حسنًا فهو=

انعامی بانڈز کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۵۶): بعض اوقات حکومت کی طرف سے عوام سے قرضے لیے جاتے ہیں، اور ان قرضوں کے عوض میں ان کی توثیق کے لیے تحریر لکھ دی جاتی ہے، جس کو حکومت کی طرف سے بانڈ (Bond) کہتے ہیں۔ بانڈ کے معنی قرض کے وثیقہ کے ہیں۔ (انعام الباری:۶/۱۴۴)

یہ بانڈز مختلف مالیت کے ہوتے ہیں، اور اس کا طریقۂ کار یہ ہوتا ہے کہ بانڈز حاصل کرنے کے بعد ہر ماہ قرعہ اندازی ہوتی ہے، قرعہ اندازی میں جو نمبر نکلتے ہیں، ان کے حاملین کو زیادہ رقم دی جاتی ہے، باقی تمام ممبران کو صرف اپنی جمع شدہ رقم واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔

انعامی بانڈز درحقیقت سودی معاملہ ہے، جس میں بانڈز کے تمام مالکوں کو دیا جانے والا سود قرعہ اندازی کے ذریعے کسی ایک فرد کو دیا جاتا ہے، اور بقیہ تمام افراد کو صرف اپنی جمع شدہ رقم واپس کی جاتی ہے، یعنی سود کو قمار کے ذریعے دیا جاتا ہے، وہ اس طرح کہ ہر بانڈ پر سود لگایا گیا، پھر ہر ایک کو سود نہ دیتے ہوئے مجموعی سود کی رقم قرعہ

=عند الله حسنٌ " . (۴/۴۶۴ ، وأما بيان ما يلحق برأس المال وما لا يلحق ، رد المحتار :۶/۳۵۳ ، باب المرابحة والتولية)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : العادة محكمة . (ص/۳۲۸)

(۲) ما في " الهداية " : يجوز أن يضيف إلى رأس المال ، أجرة القصار ، والطراز والصبغ ، وأجرة حمل الطعام ، لأن العرف جار بالحاق هذه الأشياء برأس المال في عادة التجار ، إذ القيمة تختلف باختلاف المكان ، ويقول : قام علي بكذا ، ولا يقول : اشتريت بكذا كيلا يكون كاذبًا . (۳/۵۵ ، البحر الرائق :۶/۱۸۲)

اندازی کے ذریعے کسی ایک کو دی گئی، معلوم ہوا کہ دیئے جانے والے سود میں قمار کا طریقۂ کار اوراس کی روح موجود ہے، اور چوں کہ سود شرعاً غیر معتبر و باطل ہے (۱)، لہٰذا اس قمار کو فقہی اصطلاح کے مطابق قمار نہیں کہیں گے (۲)۔ انعامی بانڈز کا یہ معاملہ سودی معاملہ ہے، لہٰذا اس کی خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں ہوگی۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفة﴾ .

(سورة آل عمران : ۱۳۰)

ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الربا شرعاً : فضل خال عن عوض بمعيار شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة . (۷/۳۰۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن عمرو أن نبي الله ﷺ " نهى عن الخمر والميسر والكوبة والغبيراء " . (ص/۵۱۹ ، رقم :۳۶۸۷ ، باب النهي عن المسكر)

ما في " رد المحتار" : لأن القمار من القمر الذى يزداد تارةً وينقص أخرىٰ ، وسمى القمار قمارًا ، لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص . (۹/۴۹۲)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

(جدید معاملات کے شرعی احکام:۱/۹۸، ۹۹)

ڈپازٹ سرٹیفکٹ خرید کراس پر نفع حاصل کرنا

مسئلہ (۲۵۷): کسی شخص نے بینک سے ڈپازٹ سرٹیفکٹ خریدا، جس کی قیمت دس ہزار روپئے ہے، اب وہ رقم بینک میں رہے گی اور چند سالوں کے بعد اس رقم پر اس شخص کو نفع بھی دیا جائے گا، یہ صورت درست نہیں ہے، کیوں کہ بینک سے ڈپازٹ سرٹیفکٹ خرید کر، اس پر نفع حاصل کرنا بہر حال سود ہے، اور سود شریعتِ اسلامیہ میں ناجائز وحرام ہے۔(۱)

بیڑی، گٹکھا، تمباکو وغیرہ کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۵۸): خرید وفروخت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جو چیز جائز ہو، اس کا بیچنا جائز ہے، جو چیز حرام ہو اس کا بیچنا بھی حرام، اور جو مکروہ ہو اس کا بیچنا بھی مکروہ ہے، پھر اس کے استعمال میں جس درجہ کی کراہت ہوگی، فروخت کرنے میں بھی اسی درجہ کی کراہت ہوگی، بیڑی، گٹکھا، تمباکو وغیرہ کا استعمال مکروہِ تنزیہی ہے، اس لیے ان کی خرید وفروخت بھی مکروہِ تنزیہی ہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یآأیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا الربوا أضعافاً مضاعفة﴾ .

(سورة آل عمران : ۱۳۰)

ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأحل الله البیع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " مشکوة المصابیح " : عن جابر رضي الله تعالی عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه ، وقال : هم سواء " .

(ص/ ۲۴۴ ، صحیح البخاري : ۱/ ۱۸۰) (فتاویٰ عثمانی:۳/ ۲۸۴،۲۸۵)=

زندہ مرغی تول کر فروخت کرنا

مسئلہ (۲۵۹): زندہ مرغیوں کو تول کر فروخت کرنا شریعتِ مقدسہ میں جائز ہے[۱]، کیوں کہ اس خرید وفروخت کا مقصود مبیع یعنی مرغیاں ہیں، اور وہ معلوم ومتعین ہیں۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة: ۲)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الإعتداء والإنتقام ، وعن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما وأبى العالية انهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم له وارتكاب ما نهاهم عنه . (۲۳۰/۳، سورة المائدة ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ان ما قامت به المعصية بعينه يكره تحريمًا وإلا فتنزيهًا .

(۱۰۳/۷)

(کتاب الفتاویٰ:۵/ ۲۰۱،۲۰۲، فتاویٰ محمودیہ:۱۶/ ۱۲۰،۱۲۱، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وشرعًا : (مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله) .

(۶/۷، كتاب البيوع ، ديوبند)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : البيع اصطلاحًا عند الحنفية : مبادلة مال بمال على وجه مخصوص ، أو هو مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله على وجه مخصوص أي بإيجاب أو تعاطٍ .

(۳۳۰۵/۵ ، فتح القدير : ۷۳/۶ ، كتاب البيوع)

(۲) ما في " الهداية " : كون المبيع معلومًا مالا متقومًا مقدور التسليم . (۱۸/۳)

(فتاویٰ حقانیہ:۶/ ۱۱۰)

بت فروشی

مسئلہ (۲۶۰): بت چوں کہ آلۂ معاصی اور شرک پرستی میں معین ہے، لہٰذا اعانت علی المعصیت کی بنا پر ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے، علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے بت فروشی سے منع فرمایا ہے۔(۱)

بجلی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۶۱): بجلی کی خرید وفروخت شریعتِ مطہرہ میں جائز ہے، کیوں کہ بجلی اور اس قسم کی اشیاء مالیت میں داخل ہیں۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما أنه سمع رسول الله ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة : " إن الله ورسوله حرّم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام " . (۲۹۸/۱ ، رقم : ۲۲۳۶ ، ۴۲۹۶ ، باب بيع الميتة والأصنام)

ما في " مرقاة المفاتيح " : حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام وإن كانت من ذهب أو فضة . (۱۴/۶ ، عمدة القارى : ۷۶/۱۲) (فتاوی حقانیہ:۷۵/۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : والمالية تثبت بتموّل الناس كافةً أو بعضهم . (۷/۷)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : المال هو كل عين ذات قيمة مادية بين الناس . (۳۳۰۵/۵)

ما في " الدر المنتقى في شرح الملتقى " : والمراد بالمال عين يجري فيه التنافس والابتذال . (۴/۳)

(فتاوی حقانیہ:۱۰۹/۴)

ویڈیو گیم پر پیسوں کی شرط اور اس کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۶۲): ویڈیو گیم لوڈ کرنے کروانے اور کھیلنے میں وقت کا ضیاع ہے، انسان اس کھیل میں لگ کر اپنے دین اور دنیوی فرائض سے غافل ہوجاتا ہے، اور گھنٹوں اس میں برباد کردیتا ہے، اس لیے ویڈیو گیم اگر پیسوں کی شرط کے بغیر ہو تب بھی مکروہِ تحریمی ہے، جیسا کہ فقہاء نے شطرنج کو مکروہ قرار دیا ہے [1]، اور اگر پیسوں کی شرط بھی لگائی جائے، تو جوا ہونے کی وجہ سے حرام ہے [2]، اور ویڈیو گیم کی خرید وفروخت کرنا یہ تعاون علی الاثم (گناہ کے کام پر تعاون) کی وجہ سے گناہ ہے۔ [3]

---

(۱) ما في " جمع الجوامع " : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " . (۳۹۳/۶ ، رقم الحديث: ۱۹۹۹۷ ، ۲۰۰۰۷ ، كنز العمال :۳۵۵/۳ ، رقم الحديث : ۸۲۸۱)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (و) كره تحريماً (اللعب بالنرد) وكذا (الشطرنج) . (۴۸۱/۹)

ما في " التفسير المنير " : وكل شيء من القمار فهو من الميسر حتى لعب الصبيان بالجوز ، وورد عن علي قال : الشطرنج من الميسر ، وكذا النرد إذا كان على مالٍ .(۴۰/۷)

ما في " رد المحتار " : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : كل لعب وعبث حرام . (۵۶۶/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " التفسير المنير " : والميسر حرام أيضًا ، ولك شيء من القمار فهو من الميسر . (۴۰/۷ ، أحكام القرآن للعثماني : ۳۹۳/۱)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا اللّٰه﴾ .

(سورة المائدة: ۲)

(کتاب الفتاویٰ: ۲۸۱/۵)

مقررہ مدت گذر جانے پر مزید رقم کا مطالبہ

مسئلہ (۲۶۳): مشتری (خریدار) نے بائع (بیچنے والا) سے کوئی چیز خریدا ،اور ثمن (قیمت) کی ادائیگی کے لیے ایک مدت متعین کیا، لیکن اس مدت تک وہ ثمن (قیمت) بائع (بیچنے والا) کو نہیں دے سکا، تو اب بائع مشتری (خریدار) سے مدتِ مقررہ کے گزر جانے پر زائد رقم کا مطالبہ کرتا ہے، تو بائع کا مشتری کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ یہ زائد، ربوا (سود) میں داخل ہوگا، جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔[۱]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یٰأیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا الرّبوٰا أضعافاً مضاعفة ، واتقوا اللّٰه لعلکم تفلحون﴾ . (سورة آل عمران : ۱۳۰)

ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأحل اللّٰه البیع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " فیض القدیر " : عن علي قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " کلّ قرض جر منفعة فهو ربًا " . (۲۸/۵)

ما في " المدوّنة الکبریٰ " : وکان ربوا الجاهلیة فی الدیون أن یکون للرجل علی الرجل الدین فإذا حل قال له : أتقضی أم تری ، فإن قضاه أخذه وإلا زاده فی الحق وزاده في الأجل .

(۱۸/۵، بحوالہ کتاب الفتاوی: ۲۲۳/۵، زمزم پبلیشرز)

ناخن پالش اور نرودھ کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۶۴): ایسا ناخن پالش جو ناخن پر جم جاتا ہو اور اس کے نیچے پانی پہنچنے کے لیے آڑ بن جاتا ہو، اُس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، نیز ناخن پر اُس کے لگے ہونے کی حالت میں وضو اور غسلِ جنابت بھی درست نہ ہوگا، لہٰذا ایسے ناخن پالش کا کاروبار کرنا تعاوُن علی المعصیت (گناہ کے کام پر ایک دوسرے کی مدد) ہونے کی بنا پر ناجائز ہے، اسی طرح نرودھ بیچنا بھی مناسب نہیں، کیوں کہ اس کا استعمال جائز مواقع میں کم اور ناجائز طور پر زیادہ ہوتا ہے، جو اعانت علی المعصیت ہے[۱]، نیز بدنامی سے خالی نہیں[۲]، اور بے حیائی کا ذریعہ ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله﴾ . (المائدة:۳)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۸۵/۴) (فتاوی رحیمیہ:۲۰۵/۹)

ما في " المبسوط للسرخسي " : ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو لأنه معصية والاستيجار على المعاصي باطل . (۴۲/۱۶ ، باب الإجارة الفاسدة ، الدر المختار مع الشامية : ۶۴/۹ ، مطلب الاستيجار على المعاصي)

(۲) ما في " الموافقات في أصول الأحكام للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل . (۴/۲ ، كتاب المقاصد ، المسئلة الأولى)

فصل تیار ہونے کے بعد اسی میں سے مزدوری

مسئلہ (۲۶۵): مزدوروں سے یہ کہہ کر کھیتی کٹانا کہ اس فصل کو گاہنے اور تیار کرنے کے بعد تمہاری مزدوری اسی میں سے دی جائے گی، یہ قفیزِ طحان ہی کی ایک صورت ہے، جو شرعاً ناجائز ہے۔[1]

خچر اور کتے کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۶۶): حرام جانوروں اور ان کی جلدوں سے انتفاع (دوا وغیرہ بنانے) کے لیے ان کی خرید وفروخت جائز ہے، لہٰذا خچر اور کتے کی خرید وفروخت بھی جائز ہوگی۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : صورة قفيز الطحان ؛ أن يستأجر الرجل من آخر ثورًا ليطحن بها الحنطة على أن يكون لصاحبها قفيزٌ من دقيقها ، أو استأجر انساناً ليطحن له الحنطة بنصف دقيقها أو ثلثه أو ما أشبه ذلك ، فذلك فاسد ، والحيلة في ذلك لمن أراد الجواز ؛ أن يشترط صاحب الحنطة قفيزًا من الدقيق الجيد ولم يقل من هذه الحنطة .
(۱۱۳/۳ ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۳۳۲/۲ ، مجمع الأنهر:۵۳۹/۳ ، باب الإجارة الفاسدة) (فتاویٰ محمودیہ:۵۸۶/۱۶،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ويجوز بيع جميع الحيوانات سوى الخنزير. وهو المختار .
(۱۱۴/۳)
ما في " مجمع الأنهر " : (يصح بيع الكلب والفهد وسائر السباع علمت) الكلب والفهد والسباع (أو لا) . (۱۵۱/۳ ، كتاب البيوع ، الدر المختار مع الشامية : ۳۶۸/۷ ، كتاب=

عقدِ مرابحہ

مسئلہ (۲۶۷): کسی چیز کو خرید کر ثمنِ اول (پہلی قیمت) سے کچھ زیادتی (نفع) کے ساتھ فروخت کرنا "مُرابحَہ" کہلاتا ہے، شرعاً یہ جائز ہے۔ (۱)

=البیوع ، باب المتفرقات ، تبیین الحقائق :۵۳۰/۴ ، کتاب البیوع ، باب المتفرقات ، البحر الرائق :۲۸۶/۶ ، کتاب البیع ، باب المتفرقات ، الهداية: ۱۰۳/۳ ، کتاب البیوع ، مسائل منثورة ، مجمع الأنهر: ۱۵۱/۳ ، کتاب البیوع ، مسائل شتیٰ)

ما في " الکوکب الدري " : قوله : " نهی رسول الله ﷺ عن ثمن الکلب " . وهذا التحریم کان إذا أمر بقتل الکلاب وحرم الإنتفاع بها ، فإذا استثنیٰ کلب الماشیة وغیره جاز بیعه .

(۳۳۷/۱ ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۳۲/۱۶،کراچی)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : وصح بیع الکلب والفهد والفیل والقرد والسباع بسائر أنواعها حتی الهرة ، وکذا الطیور سوی الخنزیر . وهو المختار . للانتفاع بها وبجلدها.

(۳۶۸/۷)

(فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۲۷-۳۱،کراچی)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " مختصر القدوري " : المرابحة : نقل ما ملکه بالعقد الأول بالثمن الأول مع زیادة ربح . (ص/۱۳۶ ، کتاب البیوع ، باب المرابحة)

ما في " بدائع الصنائع " : المرابحة بیع بالثمن الأول ومع زیادة ربح . (۴۶۱/۴ ، الدر مع الرد : ۲۶۰/۷ ، الهداية :۷۰/۳ ، باب المرابحة والتولیة ، الموسوعة الفقهیة : ۳۱۸/۳۶)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۳۰)

کاریز (بند نالی) کا پانی بیچنا

مسئلہ (۲۶۸): بعض علاقوں میں پانی کی قلت کو دور کرنے کے لیے کاریز یعنی نہریں، بند نالیاں، یا پاٹ استعمال کیے جاتے ہیں، جن کے ذریعہ سے پانی چھوڑا جاتا ہے، فقہائے کرام نے کاریز کو نہر جاری کے حکم میں شمار کیا ہے، نہر کے پانی کی طرح کاریز کا پانی بھی مملوک اور محرز نہیں، اس لیے کاریز کے پانی کو فروخت کرنا جائز نہیں [1]، تاہم اگر اس کو باقاعدہ طور پر محفوظ کر کے فروخت کیا جائے، تو پھر کوئی حرج نہیں۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱-۲) ما في " الهداية " : والثالث إذا دخل الماء في المقاسم فحق الشفعة ثابت ...... ولأن البئر ونحوها ما وضع للاحراز ولا يملك المباح بدونه .

(۴۸۲/۴ ، فصل في مسائل الشرب)

ما في " البحر الرائق " : والقناط مجرى الماء تحت الأرض ..... لأنه نهر فى الحقيقة تعتبر بالنهر ..... لأن الأنهار والآبار والحياض لم توضع للاحراز والمباح لا يملك إلا بالاحراز .

(۳۹۰/۸ ، كتاب احياء الموات)

ما في " رد المحتار " : ان صاحب البئر لا يملك الماء ..... هذا ما دام في البئر أما إذا أخرجه منها بالاحتيال كما في السواني فلا شك في ملكه له لحيازته له في الكيزان ثم صبه في البرك بعد حيازته . تأمل . (۱۸۹/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب صاحب البئر لا يملك)

(فتاویٰ حقانیہ: ۹۴/۶)

ماتھے پر لگایا جانے والا سِندور اور ٹکلی کا کاروبار

مسئلہ (۲۶۹): ہندو لوگ اپنے ماتھے پر سِندور لگاتے ہیں، اور بعض ٹکیہ نما ٹکلی بھی لگاتے ہیں، چوں کہ سِندور اور ٹکلی نجس وحرام نہیں ہیں، اور نہ ہی وہ غیر متقوم ہیں، اس لیے ان دونوں کا کاروبار کرنا شرعاً درست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر رضي الله تعالى عنه أنه سمع رسول الله ﷺ يقول عام الفتح وهو بمكة : " إن الله ورسوله حرّم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام " .
(ص/ ۲۴۱ ، كتاب البيوع ، باب الكسب ، الفصل الأول)

ما في " الهداية " : إذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرمًا فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم ..... فنقول البيع بالميتة والدم باطل . (۵۳/۳ ، باب البيع الفاسد)

ما في " البحر الرائق " : ولا يجوز بيع شعر الخنزير لأنه محرم فيبطل لنجاسته .
(۸۵/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " رد المحتار " : وبطل بيع مال غير متقوم كخمر وخنزير فإن المتقوم هو المال المباح الانتفاع به شرعًا . (۱۱/۷ ، شرائط البيع)

ما في " الفتاوى الهندية " : أما شرائط الانعقاد فأنواع ؛ ..... وأن يكون مالاً متقومًا شرعًا .
(۳/۳ ، كتاب البيوع ، الباب الأول ، رد المحتار: ۱۹۳/۷ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب في التداوي)

گوڈول یعنی نام کی خرید وفروخت

مسئلہ(۲۷۰): گوڈول (Good will) یعنی نام کی خرید وفروخت، مثلاً؛ ایک دکان جس کا نام ''فینسی شاپ'' ہے، جب اس دکان کی بیع ہوتو اس کے نام کا بھی الگ سے پیسہ لیا جاتا ہے، علامہ تھانوی رحمہ اللہ نے اس مسئلے کو مال کے بدلے میں وظائف سے دست برداری کے مسئلے پر قیاس کیا ہے، کیوں کہ نام بھی حق وظائف کے مشابہ ہے کہ ثابت علی وجہ الاصالۃ ہے، اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے وظائف سے دست برداری کے بدلے مال لینے کو جائز قرار دیا ہے، نیز لوگوں میں اس کا شمار مال میں ہونے لگا ہے، اور علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق مالیت لوگوں کے مال بنانے سے ثابت ہو جاتی ہے، جیسے بجلی، گیس وغیرہ، لہٰذا نام کی خرید وفروخت جائز ہے۔ (۱)

حق ایجاد کا رجسٹریشن

مسئلہ(۲۷۱): حق ایجاد آدمی کا حق ہے، اور اس کے لیے اِس حق ایجاد کو رجسٹریشن کے ذریعہ محفوظ کر لینا بھی جائز ہے، کیوں کہ ابوداؤد میں حضرت اسمر بن مضرس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوکر

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : فإنهم قالوا : یجوز أخذ العوض علی وجه الإسقاط للحق ولا ریب أن الفارغ یستحق المنزول به .(۲۶/۷، کتاب البیوع ، مطلب في العرف الخاص)

ما في " رد المحتار " : المالیة تثبت بتمویل الناس کافة أو بعضهم .

(۷/۷ ، مطلب في تعریف المال)

(فقہی مقالات:۳۲۰/۱،نظام الفتاوی:۳۱۶/۲،امداد الفتاوی:۱۱۹/۳)

بیعت کی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس شخص نے اس چیز کی طرف سبقت کی، جس کی طرف کسی دوسرے مسلمان نے سبقت نہیں کی، تو وہ چیز اسی کی ہے۔''(۱)

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ یہ حدیث اُفتادہ زمین کو قابلِ کاشت بنانے کے بارے میں وارد ہے، لیکن انہوں نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ہر چشمہ، کنواں اور معدن کو شامل ہے، اور جس شخص نے ان میں سے کسی چیز کی طرف سبقت کی، تو وہ اس کا حق ہے(۲)، اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ اعتبار عمومِ لفظ کا ہوتا ہے، خصوصِ سبب کا نہیں۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن أبي داود '' : حدثنا محمد بن بشار حدثني عبد الحميد بن عبد الواحد حدثني ام جَنوب بنت نميلة عن أمها سويدة بنت جابر عن أمها عقيلة بنت أسمرَ بن مضرِّس عن أبيها أسمر بن مضرّس قال : أتيت النبي ﷺ فبايعته فقال : '' من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له '' . قال : فخرج الناس يتعادَوْن يتخاطُّون .

(ص/۷، ۴۳۷ ، كتاب الخراج ، قبيل احياء الموات)(فقہی مقالات:۱/۲۲۴)

(۲) ما في '' فيض القدير شرح الجامع الصغير'' : (من سبق إلى ما لم يسبقه إليه مسلم فهو له) . قال البيهقي : أراه إحياء الموات ، وقال غيره يحتمل أن المراد بماء واحد المياه ، ويحتمل كون ما موصولة وجملة لم يسبق صلتها وكونها نكرة موصوفة بمعنى شيء والأخيران أولىٰ كأنها أعم والحمل عليه أكمل وأتم فيشمل ما كل عين وبئر ومعدن كملح ونفط فالناس فيه سواء ومن سبق لشيء منها فهو أحق به . (۱۴۸/۶ ، رقم : ۸۷۳۹ ، دار المعرفة بيروت)

ما في '' شرح المجلة '' : كل يتصرف في ملكه كيف شاء . (ص/۶۰۴، المادة : ۱۱۹۲)

(۳) ما في '' الأصول والقواعد للفقه الإسلامي '' : اَلْعِبْرَةُ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ .
(ص/۲۰۴، قاعدة : ۱۹۵)

خراب تربوز یا انڈا واپس کرنا

مسئلہ (۲۷۲): ایک شخص نے تربوز یا انڈا خریدا مگر کاٹنے اور پھوڑنے کے بعد وہ کڑوا یا گندا نکلا، تو ایسی صورت میں مشتری مبیع واپس کرکے اتنا پیسہ بائع سے لے سکتا ہے، لیکن اگر وہ چیزیں استعمال ہوسکتی تھی، مثلاً ان میں کڑواہٹ کم تھی، تو اسے واپس نہیں کیا جاسکتا، البتہ مطلوبہ صفت میں کمی آنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں جتنی کمی آئی اسے واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ اس نے اسے تھوڑا سا چکھنے کے بعد چھوڑ دیا ہو، لیکن اگر چکھنے کے بعد اسے کھا بھی لیا، تو پھر اسے واپس کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ [۱]

بیع المجازفۃ (اندازہ سے خرید وفروخت)

مسئلہ (۲۷۳): اشیاء کی خرید وفروخت اس طرح کی جائے کہ ان کی مقدار متعین طور پر معلوم نہ ہو، بلکہ محض اندازہ اور اٹکل کی بنیاد پر کی جائے، یہ ''بیع المجازفۃ'' ہے [۲]،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ومن اشترى بيضاً أو بطيخاً أو قثاء أو خيارًا أو جوزًا فكسره فوجده فاسدًا فإن لم ينتفع به رجع بالثمن كله لأنه ليس بمال فكان البيع باطلا ولا يعتبر في الجوز صلاح قشره على ما قيل لأن ماليته باعتبار اللب وإن كان ينتفع به مع فساده لم يرده لأن الكسر عيب حادث ولكنه يرجع بنقصان العيب دفعًا للضرر بقدر الإمكان (الهداية) . وفي حاشيته : قوله : فإن لم ينتفع به أى لم ينتفع به أصلا بحيث لا يصلح لأكل الناس ولا للعلف قال الإمام الحلواني : هذا إذا ذاقه فوجده كذلک فتركه فإن تناول شيئًا منه بعد ما ذاقه لا يرجع عليه بشيء وما لا ينتفع به أصلا كالقرع إذا وجده مرًّا والبيضة إذا كانت مَذِرَةً .

(۳/۲۷، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، رقم الحاشية :۱۳ ، رد المحتار : ۱۴۲/۷ ، كتاب البيوع ، باب خيار العيب ، مطلب يرجع القياس) (غرر کی صورتیں:ص/۲۲۳)=

حنفیہ کے نزدیک بیع کی یہ شکل چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، مثلاً: ہم جنس اشیاء کے درمیان نہ ہو، جیسے گندم کی بیع گندم سے، البتہ اگر مقدار اتنی قلیل ہو کہ عام طور پر تولنے کے پیمانہ کے تحت نہ آتی ہو، جس کی مقدار نصف صاع بیان کی گئی ہے، تو اس صورت میں ہم جنس کے درمیان بھی بیع جائز ہے، اور بیع سلم کے اندر بطور رأس المال کوئی چیز اٹکل سے نہ دی جائے، اس لیے کہ اس میں اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ یہ معاملہ فسخ ہو جائے، اور ایسی صورت میں بائع (مسلم إلیہ) کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اصل رأس المال واپس کرے، لہٰذا اگر یہ رأس المال کی مقدار معلوم نہ ہو، تو اسے واپس کرنے میں دشواری پیش آئے گی، اور جس چیز کی اٹکل سے بیع کی جارہی ہے، وہ سامنے موجود ہو، نظر آرہی ہو، اگر نظر نہیں آرہی، تو اس کی بیع مجازفۃً (اٹکل سے) جائز نہیں، لہٰذا نابینا شخص کی ''بیع المجازفۃ'' جائز نہیں، کیوں کہ وہ اس چیز کو دیکھ نہیں سکتا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " عمدة القاري " : قوله : مجازفة : هو البيع بلا كيل ولا وزن وتقدير .

(۱۱/ ۳۵۶ ، كتاب البيوع ، باب : ۵۴)

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (وصح بيع الطعام كيلا وجزافًا إذا كان بخلاف جنسه ، ولم يكن رأس مال سلم أو كان بجنسه وهو دون نصف صاع) . تنوير وشرحه . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : (الشرطية معرفته) لاحتمال أن يتفاسخا السلم فيريد المسلم إليه دفع ما أخذ ولا يعرف ذلك إلا بمعرفة القدر . (۷/ ۴۶ ، كتاب البيوع ، مطلب مهم فی حکم الشراء)

ما في " الهداية " : ويجوز بيع الطعام والحبوب مكايلة ومجازفة ، وهذا إذا باعه بخلاف جنسه لقوله عليه الصلاة والسلام : " إذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم من احتمال الربوا .

(۳/ ۲۲ ، كتاب البيوع ، المكتبة الإسلامية)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : (والحبوب) ..... (مكايلة) ..... (مجازفة) أی بلا كيل ولا وزن بل باراء ة الصبرة . (۶/ ۲۴۴ ، كتاب البيوع) (غرر کی صورتیں: ص/ ۲۴۷)

اسپانسرشپ ڈرافٹ بیچنا

مسئلہ (۲۷۴): آج کل حج کو جانے والوں کے لیے اسپانسرشپ ڈرافٹ دیئے جاتے ہیں، کچھ لوگ یہ ڈرافٹ باہر سے منگوا کر اس کو ضرورت مند شخص کے ہاتھوں زائد رقم لے کر فروخت کرتے ہیں، تو اگر ڈرافٹ کو بطورِ بیع مشتری کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے، اب مشتری کو رقم ملے یا نہ ملے، تو یہ جائز نہیں ہے[۱]، لیکن اگر ڈرافٹ ضرورت مند شخص کو بطورِ حوالہ دیا جائے (یعنی زید نے بکر کو ڈرافٹ دیا، اب اگر بکر کو پیسے وصول نہیں ہوئے اور ڈرافٹ تباہ ہو گیا، تو وہ واپس آکر زید سے مطالبہ کر سکتا ہے)، تو یہ جائز ہے[۲]، لیکن حوالہ کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جتنے کا ڈرافٹ ہے، اتنے ہی پیسے لیے جائیں، کمی بیشی نہ کی جائے، ورنہ معاملہ ربوا میں داخل ہو جائے گا، جو حرام ہے[۳]، ہاں! الگ سے اپنی محنت کی اجرت لے لی جائے، تو یہ جائز ہے۔ آج کل حج کو جانے والوں کو اسپانسرشپ ڈرافٹ چوں کہ حوالہ کے طور پر دیئے جاتے ہیں، اس لیے یہ درست ہے۔[۴]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : لم یجز الجمهور غیر المالکیة بیع الدین بغیر المدین . (۵۵۰/۷)

(۲) ما في " تکملة فتح الملهم " : وإذا صحت الحوالة بهذه الأوراق المالیة فإنها سندات=

پتنگ کی تجارت

مسئلہ (۲۷۵): پتنگ بازی کئی مفاسد پر مشتمل ہے:

(۱) پتنگ بازی میں انہماک بہت سے دینی ودنیوی اُمور سے غفلت کا سبب ہے۔[1]

(۲) اس کی وجہ سے مسجد کی جماعت، بلکہ خود نماز سے بھی غفلت ہوتی ہے۔[2]

(۳) اکثر پتنگ مکانوں کی چھت پر کھڑے ہوکر اڑائے جاتے ہیں، بعض اوقات پتنگ اڑاتے اڑاتے پیچھے کو ہٹتے ہوئے نیچے گر جانے کے حادثات رونما ہوتے ہیں، اور یہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے، جو شرعاً منع ہے۔[3]

(۴) پتنگ بازی میں مال فضول اور بے محل صرف ہوتا ہے، جب کہ قرآن کریم

=ديون ..... والقبض على هذه الأوراق ليس قبضًا للثمن وإنما احتيال للدين . (۱/۵۱۵)

ما في " رد المحتار " : وبرئ المحيل من الدين والمطالبة جميعًا من المحتال للحوالة ولا يرجع المحتال على المحيل إلا بلا توى بالقصر ويمد هلاک المال لأن براء ته مفيدة بسلامة حقه . (۸/۱۱، كتاب الحوالة)

(۳) ما في " الهداية " : وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه حل التفاضل والنَّساء لعدم العلة المحرمة ، والأصل فيه الإباحة ، وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء لوجود العلة ، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النساء . (۳/۱۳۵، باب الربوا)

(۴) ما في " تكملة فتح الملهم " : ثم أن معظم الأوراق المالية التي يتعامل الناس اليوم حكم التعامل بها حكم الحوالة . (۱/۵۱۴)

(انعام الباری:۶/۴۹۰، آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۲۰۵، ۲۰۶، مکتبہ لدھیانوی کراچی)=

نے فضول مال اڑانے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔[۴]

ان تمام مفاسد کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ پتنگوں کی تجارت و کاروبار، تعاون علی المعصیت (گناہ کے کام پر ایک دوسرے کی مدد کرنا) ہے، لہٰذا وہ مکروہ ہوگا۔[۵]

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله ﷺ رأى رجلا يتبع حمامة فقال : " شيطان يتبع شيطانة " . (۲/۱۷۵، الأدب ، في اللعب بالحمام)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما يريد الشيطٰن أن يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله وعن الصلوٰة فهل انتم منتهون﴾ . (المائدة : ۹۱)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن المبذّرين كانوآ إخوان الشيٰطين﴾ . (الإسراء : ۲۷)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " رد المحتار " : وما كان سبباً لمحظور فهو محظور .

(۹/۴۲۶ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس)

(احسن الفتاوی: ۸/۱۷۶، فتاوی محمودیہ: ۱۶/۱۳۴، کراچی)

(وحاشیہ فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۱۳۴، ۱۳۵، کراچی، جواہر الفقہ: ۲/۳۴۴)

حق چوکیداری کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۷۶): بیع نام ہے "مبادلة المال بالمال بالتراضي" یعنی آپسی رضامندی سے مال کے تبادلہ کا[1]، اورحق چوکیداری، مال نہ ہونے کی وجہ سے، اس پر بیع کی یہ تعریف صادق نہیں آتی ہے، لہٰذا اس کی خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں ہے۔[2]

گاہکوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۷۷): بعض دودھ اور اخبار گھر گھر بیچنے والے، کسی علاقے میں اپنا کاروبار مستحکم کرلیتے ہیں، پھر کچھ عرصہ بعد نئے تاجر سے کچھ رقم لے کر پورے علاقے کے گاہکوں کو فروخت کردیتے ہیں، ان کا اس طرح کا معاملہ کرنا درست

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : البيع مبادلة مال بمال . (۴/۳)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : سفل وعلو بين رجلين انهدما فباع صاحب العلو لم يجز لأن الهواء ليس بمال . (۴/۳۳۸ ، كتاب البيوع ، أرض الموات)

ما في " بدائع الصنائع " : ويجوز بيع العلو إذا كان على العلو بناء وإن لم يكن عليه بناء لا يجوز لأنه بيع الهواء على الإنفراد وهو لا يجوز . (۶/۲۱۵)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : ولا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجرّدة كحق المنفعة . (۱/۱۱۳ ، كتاب البيوع)

ما في " مجمع الأنهر " : والمراد بالمال عين يجري فيه التنافس والابتذال . (۴/۳)

(آپ کے مسائل اوران کاحل:۶/۵۴،قدیم)

نہیں ہے، کیوں کہ بیع نام ہے ''مبادلۃ المال بالمال'' کا[۱]، اور مال فقہاء کرام کے نزدیک عین (حقیقۃً کسی چیز) کو کہا جاتا ہے[۲]، لہٰذا خرید وفروخت کی مذکورہ صورت پر بیع کی تعریف صادق نہ آنیکی وجہ سے، یہ ناجائز ہے۔[۳]

عیب دار اشیاء کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۷۸): عیب دار اشیاء اگر مشتری سے عیوب کو چھپا کر فروخت کی جائیں، تو ناجائز ہے[۴]، لیکن اگر مشتری کو بتا کر فروخت کی جائیں تو جائز ہے۔[۵]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : البيع مبادلة مال بمال أى تمليك المال . (۳/۴)

(۲) ما في " مجمع الأنهر " : والمراد بالمال عين يجرى فيه التنافس والإبتذال . (۳/۴)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : سفل وعلو بين رجلين انهدما فباع صاحب العلو لم يجز لأن الهواء ليس بمال . (۵/۱۴۵ ، كتاب البيوع ، أرض الموات)

ما في " بدائع الصنائع " : ويجوز بيع العلو إذا كان على العلو بناء وإن لم يكن عليه بناء لا يجوز لأنه بيع الهواء على الإنفراد وهو لا يجوز . (۶/۲۱۵) (آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/۳۳، قدیم)

الحجة على ما قلنا :

(۴) ما في " مشكوة المصابيح " : " من باع عيبًا لم ينبه لم يزل فى مقت الله أو لم تزل الملٰئكة تلعنه " . (۱/۲۴۹ ، باب المنهى عنه من البيوع)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا يحل كتمان العيب فى بيع أو ثمن لأن الغشّ حرام .
(۲/۲۳ ، باب خيار العيب)

ما في " البحر الرائق " : كتمان عيب السلعة حرام .... وفى التفاوى : إذا باع سلعة معيبة عليه البيان . (۶/۵۸ ، الهداية :۳/۲۳)

(۵) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مر=

پرندوں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۷۹): پرندوں کی خرید وفروخت کرنا از روئے شرع جائز ہے۔ (۱)

=على صبرة من طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : يا صاحب الطعام ! ما هذا ؟ قال : أصابته السمآء يا رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ، ثم قال : "من غشّ فليس منا " . قال أبو عيسى: والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغشّ وقالوا : الغش حرام . (۱/۲۴۵)

ما في " الهداية " : إذا اطلع المشتري على عيب المبيع فهو بالخيار إن شاء أخذه بجميع الثمن ، وإن شاء رده والمراد به على عيب كان عند البائع ولم يره المشتري عند البيع ولا عند القبض لأن ذلک رضاء به . (۲۳/۲) (فتاوی حقانیہ:۸۵/۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : صحّ بيع الكلب والسباع والطيور لما رواه أبوحنيفة رحمه الله تعالى .... وهذا على القول المفتىٰ به من طهارة عينه . (۳۸۶/۶)

ما في " مجمع الأنهر " : (يصح بيع الكلب والفهد) والفيل وسائر السباع بسائر أنواعها وكذا الطيور . (۱۵۲/۳)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وصح بيع الكلب والفهد والسباع بسائر أنواعها حتى الهرة وكذا الطيور علمت أو لا . (۵۰/۲ ، الفتاوى الهندية :۱۱۴/۳) (فتاوی حقانیہ:۵۱/۶)

متوقع آمدنی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۰): دو آدمیوں نے مل کر ایک گاڑی خریدی، اب ان میں سے ایک یہ کہے کہ سالانہ متوقع آمدنی کے بقدر رقم مجھ سے لے کر سالانہ منافع مجھ سے فروخت کر دو، تو یہ عقد شرعاً جائز نہیں، کیوں کہ خرید وفروخت کے لیے شریعت نے مبیع کی موجودگی ضروری قرار دی ہے، اور اس صورت میں چونکہ منافع نا معلوم اور معدوم ہیں، لہٰذا یہ عقد؛ بیع معدوم کے زمرہ میں شامل ہو کر باطل ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " جامع الترمذي " : عن عمرو بن شعيب رضي اللّٰه تعالى عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " لا يحل سلف وبيع ، ولاشرطان في بيع ، ولا ربح ما لم يضمن ، ولا بيع ما ليس عندک " . قال أبوعيسى : وهذا حديث حسن صحيح ، قال إسحاق بن منصور : قلت لأحمد : ما معنى : " نهى عن سلف وبيع " . قال : أن يكون يقرضه قرضاً ، ثم يبايعه عليه بيعاً يزداد عليه ، ويحتمل أن يكون يسلف إليه في شيء فيقول : " إن لم يتهيأ عندک فهو بيع عليک " . (۳/ ۳۷۲ ، البيوع ، ما جاء كراهة بيع ما ليس عندک ، رقم الحديث : ۱۲۳۴)

ما في " رد المحتار " : (وبيع ما ليس فى ملكه) ...... (لبطلان بيع المعدوم) إذ من شرط المعقود عليه أن يكون موجودًا مالا متقومًا مملوكًا في نفسه .

(۷/ ۱۷۹، ۱۸۰ ، كتاب البيوع ، مطلب الآدمي مكرّم شرعًا ولو كافرًا)

ما في " بدائع الصنائع " : فصل ؛ وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع : منها أن يكون موجودًا فلا ينعقد بيع المعدوم . (۴/ ۳۲۶ ، البيوع ، فصل وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه)

ما في " البحر الرائق " : الفساد بالمعنى الأعم يثبت بأسباب : منها الجهالة المفضية إلى المنازعة في المبيع أو الثمن ، منها عدم الوجود .

(۶/ ۱۱۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

(فتاوی حقانیہ: ۶/ ۸۲)

خنزیر کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۱): شریعتِ اسلامیہ نے مسلمانوں کے لیے خنزیر کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " سنن النسائي " : عن جابر أنه سمع رسول اللّٰه ﷺ یقول عام الفتح وهو بمکة : " إن اللّٰه ورسوله حرم بیع الخمر والمیتة والخنزیر والأصنام " . (۲۰۱/۲ ، بیع الخنزیر)

ما في " تبیین الحقائق " : لم یجز بیع المیتة والدم والخنزیر والخمر وأم الولد والمدبر والمکاتب لعدم رکن البیع وهو مبادلة المال بالمال وبیع هذه الأشیاء باطل . (۳۶۲/۴)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : وبطل بیع مال غیر متقوم أی غیر مباح الإنتفاع به کخمر وخنزیر ومیتة . (۲۳/۲ ، باب البیع الفاسد)

ما في " الفتاوی الهندیة " : البیع نوعان : باطل وفاسد ، فالباطل ما لم یکن محلّه مالاً متقوماً کما لو اشتری خمرًا أو خنزیرًا . (۱۴۶/۳)

ما في " خلاصة الفتاوی " : لو جعل الخمر والخنزیر ثمنًا بمال متقوم کان فاسدًا ولو باع الخمر والخنزیر کان باطلا من مسلم أو لمسلم . (۴۱/۳)

ما في " الهدایة " : إذا کان أحد العوضین أو أحدهما محرمًا فالبیع فاسد کالبیع بالمیتة والدم والخمر والخنزیر . (۳۳/۲) (فتاوی حقانیہ:۵۱/۶)

خنزیر کے بالوں کا برش

مسئلہ(۲۸۲): آج کل کلر پینٹ کے لیے خنزیر کے بالوں سے بنائے گئے برش استعمال ہوتے ہیں، شرعاً یہ ناجائز ہے، کیوں کہ خنزیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ ناپاک اور ناقابلِ تطہیر ہے، نیز پینٹ کرنے کے لیے پلاسٹک وغیرہ کے برش بازاروں میں دستیاب ہیں، اس لیے ان کے استعمال کی کوئی ضرورت بھی نہیں، لہٰذا خنزیری بالوں کے برش کا استعمال اور ان کی خرید وفروخت شرعاً درست نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما حرّم عليكم الميتة والدّم ولحم الخنزير﴾ . (سورة البقرة :۱۷۳) . ﴿حرّمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير﴾ . (سورة المائدة:۳) . ﴿قل لا أجد في ما أوحى إلى محرّمًا على طاعم يّطعمه إلا أن يكون ميتة أو دمًا مسفوحًا أو لحم خنزير فإنه رجس﴾ . (سورة الأنعام :۱۴۵)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : فنص في هذه الآيات على تحريم لحم الخنزير ...... واللحم وإن كان مخصوصًا بالذكر فإن المراد جميع أجزائه . (۱/ ۱۵۱، تحريم الخنزير)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وشعر الخنزير لنجاسة عينه فيبطل بيعه وإن جاز الآن الإنتفاع به لضرورة الخرز . (۷/ ۱۹۳، باب البيع الفاسد ، مطلب في التداوي)

ما في " البحر الرائق " : أما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة ورخص في شعره للخرازين للضرورة لأن غيره لا يقوم مقامه عندهم ، وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه كره لهم ذلک أيضًا . (۱/ ۱۹۱، كتاب الطهارة)

ما في " مجمع الأنهر " : ولا يجوز بيع شعر الخنزير لأنه محرم فيبطل لنجاسته . (۳/ ۸۵، باب البيع الفاسد)

(کتاب الفتاوی:۵/ ۲۷۳، فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۲۵۸، کراچی)

چوکیداری کے لیے کتے کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۳): شکار یا چوکیداری کے لیے، یا فصل وغیرہ کی حفاظت کی خاطر کتے کی خرید وفروخت جائز ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن النسائي " : أخبرني ابراهيم بن الحسن المقسمي قال : حدثنا حجاج بن محمد عن حماد بن سلمة عن أبي الزبير عن جابر : " أن رسول الله ﷺ نهى عن ثمن السنّور والكلب إلا كلب صيد ". (۲/۲۰۰، الرخصة في ثمن كلب الصيد، رقم :۴۲۹۵)

ما في " الكوكب الدري " : (نهى رسول الله ﷺ عن ثمن الكلب) وهذا التحريم كان إذا أمر بقتل الكلاب ، وحرم الانتفاع بها ، وإذا استثنى كلب الماشية والصيد وغيره فجاز بيعه .

(۱/۳۳۷ ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۳۲، کراچی)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (صح بيع الكلب والفهد والسباع والطيور) لما رواه أبوحنيفة رضي الله تعالى عنه أنه ﷺ رخص في ثمن كلب الصيد ، ولأنه مال متقوم آلة الاصطياد فصح بيعه كالبازي بدليل أن الشارع أباح الانتفاع به حراسة واصطياداً فكذا بيعًا ، وهذا على القول المفتى به من طهارة عينه . (۶/۲۸۶، كتاب البيع ، باب المتفرقات)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وصح بيع الكلب والفهد والفيل والقرد والسباع .

(۲/۵۰ ، البحر الرائق : ۶/۲۸۶ ، كتاب البيع ، باب المتفرقات)

ما في " مجمع الأنهر " : (يصح بيع الكلب) ولو جروا أو عقورًا (والفهد) والفيل وسائر السباع بسائر من أنواعها حتى الهرّة وكذا الطيور . (۳/۱۵۱، كتاب البيوع ، مسائل شتى)

(فتاوی حقانیہ:۶/۵۰)

چوری کردہ مال کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۴): جس چیز کے متعلق قرائن سے یہ معلوم ہو کہ وہ چوری کی ہے، تو اس کی خرید وفروخت درست نہیں ہے [۱]، اگر خرید چکا ہے تو واپس کردے، اگر مالک کا علم ہوجائے، تو اس کے حوالے کردے [۲]، پھر چاہے تو اس سے معاملہ کرکے خرید لے۔

قسطوں پر خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۵): کسی چیز کے نقد اور اُدھار قیمت میں فرق ہونا منع نہیں، مگر اُدھار معاملہ کی صورت میں ادائیگیٔ قیمت کے لیے مدت معلوم ومتعین ہو، اور قسطیں بھی مقرر ہوں [۳]، اور پھر یہ نہ ہو کہ کسی قسط کے وقتِ متعین پر وصول نہ ہونے سے قیمت میں مزید اضافہ کیا جائے، یا وصول شدہ رقوم ہی ضبط ہوجائیں، اور خریدی ہوئی چیز بھی ہاتھ سے چلی جائے، ایسی صورت ہو تو شرعاً یہ معاملہ درست نہیں، بلکہ اس میں سود [۴]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " فیض القدیر " : قال علیه الصلوٰة والسلام : " من اشتری سرقة وهو یعلم أنها سرقة ، فقد شرک في عارها وأثمنها " . (۱۱/۵۶۵۴ ، بحوالہ فتاوی محمویہ:۱۶/۸۶)

ما في " مجموعة الفتاوی لإبن تیمیة " : بیع الملک بغیر إذن مالکه ولا ولایة علیه بیع باطل والواجب أن یرد إلی المشتری ما أعطاه من الثمن ویرد إلی المالک ملکه . (۱۵/۱۱۲)

ما في " رد المحتار " : لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته . (۹/۲۹۱)

(۲) ما في " الفتاوی الهندیة " : وإذا مات الرجل وکسبه خبیث فالأولیٰ لورثته أن یردّوا المال إلی أربابه فإن لم یعرفوا أربابه تصدقوا به . (۵/۳۴۹ ، کتاب الکراهیة)

(فتاوی محمودیہ:۱۶/۸۶، کراچی)=

اور جوا[۵] ہوگا، اوران دونوں کی ممانعت نصوص میں مذکور ہے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۳) ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : البيع مع تاجيل الثمن وتقسيطه صحيح ، يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتاجيل والتقسيط .

(ص/۱۲۴، ۱۲۵، رقم المادة : ۲۴۵،۲۴۶)

ما في " بحوث فى قضايا فقهية معاصرة " : أما الأئمة الأربعة وجمهور الفقهاء والمحدثين فقد أجازوا البيع المؤجل بأكثر من سعر النقد بشرط أن يبت العاقدان بانه بيع مؤجل بأجل معلوم وبثمن متفق عليه عند العقد . (ص/۷ ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۴۶،کراچی)

ما في " الهداية شرح البداية " : لأن للأجل شبهًا بالمبيع ألا يرى أنه يزاد في الثمن لأجل الأجل والشبهة في هذا ملحقة بالحقيقة . (۵۸/۳)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأَحل اللّٰه البيع وحرّم الرّبوا﴾ . (سورة البقرة: ۲۵۷)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة واستحق الخلود فى نار جهنم والمراد بالخلود هنا المكث الطويل إذا كان الفاعل مؤمنًا وعبر به تغليظًا لفعله . (۹۶/۳)

ما في " بحوث فى قضايا فقهية معاصرة " : أما ما يفعله بعض الناس من تحديد ثمن البضاعة على أساس سعر النقد وذكر القدر الزائد على أساس أنه جزء من فوائد التاخير في الأداء فإنه ربا صراح . (ص/۱۰ ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۴۶،کراچی)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة: ۹۰)

ما في " روح المعاني " : ﴿انما يريد الشيطٰن ان يوقع بينكم العداوة والبغضآء في الخمر والميسر﴾ .... والرجل قد يقامر حتى لا يبقى له شيء ، وتنتهي به المقامرة إلى أن يقامر بولده وأهله فيؤدي به ذلك إلى أن يصير أعدى الأعداء لمن قمره وغلبه ، وهذه إشارة إلى مفاسدهما الدنيوية . وقوله تعالى : ﴿ويصدّكم عن ذكر الله وعن الصلوة﴾ إشارة إلى مفاسدهما الدينية . (۲۳/۵ ، سورة المائدة) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۴۶، ۴۷،کراچی)

آزاد عورت کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۶): آزاد عورت کی خرید وفروخت حرام ہے۔ (۱)

جانوروں کے خون کی خرید وفروخت

مسئلہ (۲۸۷): جانوروں کے خون کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں، یہ بیع باطل ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه ، عن النبي ﷺ قال : قال اللّٰه تعالی : " ثلاثة أنا خصمهم یوم القیامة : رجل أعطی بي ثم غدر ، ورجل باع حرًّا فأکل ثمنه ، ورجل استأجر أجیرا فاستوفی منه ولم یعطِه أجره " .

(۱/۲۹۷، باب اثم من باع حرا ، و باب إثم من منع أجر الأجیر ، رقم :۲۲۷۰ ، ۲۲۲۷)

ما في " فتح الباری " : قوله : (باع حرا فأکل ثمنه) خص الأکل بالذکر لأنه أعظم مقصود ..... قال الخطابي : اعتبار الحر یقع بأمرین : أن یعتقه ثم یکتم ذلک أو یجحد ، والثانی أن یستخدمه کرهًا بعد العتق والأول أشدهما .... قال المهلب : وإنما کان إثمه شدیدا لأن المسلمین اکفاء فی الحریة فمن باع حرا فقد منعه التصرف فیما أباح اللّٰه له والزمه الذل الذی أنقذه اللّٰه منه ، وقال ابن الجوزي : الحرّ عبد اللّٰه ، فمن جنی علیه فخصمه سیده .

(۵۲۷/۴ ، باب اثم من باع حرا)

ما في " البحر الرائق " : لم یجز بیع المیتة والدم والخنزیر والخمر والحرّ . (۱۱۲/۶)

ما في " التنویر مع الدر والرد " : (بطل بیع ما لیس بمال) ..... (کالدم) ..... (والمیتة) ..... (والحرّ والبیع به) . (۲۳۵/۷، کتاب البیوع ، باب البیع الفاسد) (فتاوی محمودیہ:۷۴/۱۶،کراچی)

(۲) ما في " فیض القدیر " : (عن أبي جحیفة) : " نهی عن ثمن الکلب ، وثمن الدم ، وکسب البغي " . (۳۰۹/۶ ، رقم : ۹۳۶۶)

ما في " التنویر مع الدر والرد " : (وبطل بیع ما لیس بمال) .... (کالدم) .... =

سبزیوں میں پانی ڈال کر بیچنا

مسئلہ (۲۸۸): سبزی فروش حضرات سبزیوں پر پانی ڈال کر بیچتے ہیں، کیوں کہ بعض سبزیاں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر ان پر پانی نہ ڈالا جائے، تو وہ جلد خراب ہوجاتی ہیں، ایسی سبزیوں پر بقدرِ ضرورت پانی ڈالنا درست ہے، مگر ضرورت سے زائد پانی ڈالنا تاکہ سبزی کا وزن بڑھ جائے، شرعاً یہ عمل جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ خریدار کو دھوکہ دینا ہے، جو شرعاً منع ہے۔ (۱)

=(والميتة) .... (والحرّ والبيع به) . (۲۳۵/۷، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " بدائع الصنائع " : البيع الباطل فهو كل بيع فاته شرط من شرائط الانعقاد من الأهلية والمحلية شرعاً ، كما لا وجود للتصرف الحقيقي إلا من الأهل في المحل حقيقةً وذلك نحو بيع الميتة والدم . (۵۹۱/۴ ، كتاب البيوع ، البيع الباطل) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۷۸،۷۹، کراچی)

ما في " الهداية مع الدراية " : وإذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرما فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والدم والخمر ..... فنقول البيع بالميتة والدم باطل وكذا بالحر لإنعدام ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال فإن هذه الأشياء لا تعد مالاً عند أحدٍ . (۴۹/۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها الذين اٰمنوا لا تأكلوآ اَموالكم بينكم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مر على صبرة من طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : يا صاحب الطعام ! ما هذا ؟ قال : أصابته السمآء يا رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ، ثم قال : " من غشّ فليس منا " .

(۲۴۵/۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۶/ ۳۹، قدیم)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام سواء أكان بالقول أم بالفعل ، وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

پانی چھڑک کر کپاس بیچنا

مسئلہ (۲۸۹): کپاس کا کاروبار کرنے والے حضرات جب کپاس کو گاڑی وغیرہ میں بھرتے ہیں، تو اس پر پانی چھڑکتے ہیں، تا کہ کپاس کا وزن زیادہ ہو، یہ صریح دھوکہ بازی ہے، جب کہ مسلمان شخص کا کسی دوسرے کو دھوکہ دینا یہ شانِ مسلمانی کے خلاف ہے، ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے (۱)، کپاس میں پانی چھڑکنے کی وجہ سے جس قدر وزن میں اضافہ ہوگا، اس کے مقابل قیمت وعوض بھی شرعاً حرام ہوگا، اصل مالک تک اس قیمت کا لوٹانا واجب ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو، تو اس کا بلانیتِ ثواب تصدُّق علی الفقراء لازم ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ مرّ برجل يبيع طعامًا فسأله كيف تبيع ؟ فأخبره فأوحى إليه أن أدخل يدك فيه ، فأدخل يده فيه فإذا هو مبلول ، فقال رسول الله ﷺ : " ليس منا من غشّ " . (۴۸۹/۲ ، النهي عن الغشّ)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن واثلة بن الأسقع قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : "من باع عيبًا لم ينبه لم يزل في مقت الله أو لم تزل الملائكة تلعنه " . (ص/۲۴۹ ، كتاب البيوع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

(۲) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه .

(۲۲۳/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراما)

(فتاوی محمودیہ: ۱۴۵/۱۶، دھان میں پانی ملا کر بیچنا، کراچی)

سٹہ (Speculation) کی حقیقت اور ڈیفرینس کی برابری

مسئلہ (۲۹۰): سٹہ (Speculation) جو عصر حاضر میں بہت زیادہ رَواج پکڑ چکا ہے، اس کے اندر غیر مملوک (جس پر ملکیت نہیں) کی بیع اور بیع قبل القبض (قبضہ سے پہلے بیچنا) کا دخل ہے۔

سٹہ دراصل اس معاملے کو کہتے ہیں کہ جس میں بائع اور مشتری میں سے کسی کا ارادہ عملاً مبیع پر قبضہ کرنے کا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں قیمتوں کا فرق برابر کر کے نفع کمایا جاتا ہے، آج کل تجارتی کمپنیوں کے شیئرز میں یہ کاروبار کافی رَواج پذیر ہے، کہ ایک شخص کسی کمپنی کے شیئرز (Share,s) جس کی فی الحال قیمت دس روپئے فی شیئرز ہے، ایک مہینہ ادائیگی کے وعدے پر گیارہ روپئے میں خرید لیتا ہے، پھر قبضہ کرنے سے پہلے بارہ روپئے فی شیئرز فروخت کرتا ہے، دوسرا تاجر اسے آگے فروخت کرتا ہے، اور جب مقررہ تاریخ آتی ہے، تو شیئرز حوالے کرنے کے بجائے اس دن شیئرز کی قیمت دیکھ کر قیمتوں کا فرق برابر کرلیا جاتا ہے، اس طرح بعض کو محنت اور کسی چیز کا ضمان اٹھائے بغیر لاکھوں روپئے کا نفع، جب کہ بعض کو لاکھوں روپئے کا خسارہ ہوتا ہے۔

سٹہ کا یہ طریقہ صرف تجارتی کمپنیوں کے شیئرز کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عام اَجناس میں بھی جاری ہے، مثلاً زید نے یہ حساب لگایا کہ آج گندم کی قیمت دس روپئے فی کیلو ہے، اور آہستہ آہستہ اس کی قیمت گر رہی ہے، لیکن وہ اپنے تجارتی تجربے کی بنیاد پر اندازہ لگاتا ہے کہ کچھ عرصہ بعد اس کی قیمت زیادہ ہوجائے گی،

تو زید نے سوچا کہ ابھی گندم فروخت کر دوں اور جب قیمت کم ہوگی، تو دوبارہ خرید لوں گا، اس نے بکر سے کہا کہ میں دس روپئے فی کیلو کے حساب سے دو مہینے کی ادائیگی پر پچاس من گندم تمہیں فروخت کرتا ہوں، حالانکہ اس کے پاس گندم بالکل نہیں، بکر نے اسی تاریخ پر ساڑھے دس روپئے فی کلو کے حساب سے یہ گندم خالد کو فروخت کر دیا، اسی طرح سَودے ہوتے رہیں، جب ادائیگی کا وقت آیا تو سب نے مل کر حساب کیا کہ اس خرید وفروخت کے نتیجہ میں کس کو کتنا نقصان اور کتنا نفع ہوا، اور پھر اسی حساب سے لین دین کرلیا، اس عمل کو''ڈیفرینس برابر کرنا'' کہتے ہیں۔ (۱)

سٹہ کی حقیقت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دو خرابیاں پائی جاتی ہیں:

۱- غیر مملوک کی بیع (جو چیز ملک میں نہیں اُسے بیچنا)، عام طور پر بیچی جانے والی چیز (مثلاً شیئر یا گندم وغیرہ) فروخت کرنے والے شخص کے پاس مبیع (بیچی جانے والی چیز) موجود نہیں ہوتی، لیکن وہ اسے اس امید پر آگے فروخت کرتا ہے کہ جب دینے کا وقت آئے گا، تو وہ اس وقت بازار سے خرید کر آگے دیدے گا، تو اس طرح یہ غیر مملوک کی بیع بن جاتی ہے، جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔ (۲)

۲- بیع قبل القبض (کسی چیز پر قبضہ سے پہلے اُسے آگے فروخت کرنا)، اس کے ساتھ ساتھ سٹہ کے جو معاملات ہوتے ہیں، وہ بیع قبل القبض کی صورت میں ہوتے ہیں کہ اس چیز پر قبضہ ہونے سے پہلے ہی وہ معاملات مکمل ہوجاتے ہیں۔ (۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الکریم '' : ﴿إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل=

....

....

=الشیطٰن فاجتنبوه لعلکم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)
ما في " أحکام القرآن للجصاص " : ولا خلاف بین أهل العلم في تحریم القمار . (۱/۳۹۸)
ما في " رد المحتار " : لأن القمار من القمر الذي یزداد تارةً وینقص أخری وسمي القمار قماراً لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذهب ماله إلی صاحبه ویجوز أن یستفید مال صاحبه وهو حرام بالنص . (۹/۵۷۷، ۵۷۸ ، کتاب الحظر والإباحة)
(۲) ما في " السنن الکبری للبیهقي " : عن حکیم بن حزام قال : قلت : یا رسول الله ! الرجل یطلب منی البیع ولیس عندي أفأبیعه له ؟ فقال رسول الله ﷺ : " لا تبع ما لیس عندک " .
(۵/۴۳۸ ، کتاب البیوع ، ۱۰۷۲۵، ۱۱۰۱۹، بیروت)
ما في " جامع الترمذي " : عن حکیم بن حزام قال : أتیت رسول الله ﷺ فقلت : یأتیني الرجل یسألني من البیع ما لیس عندي أبتاع له من السوق ثم أبیعه ؟ قال : " لا تبع ما لیس عندک " . (۳/۵۳۴ ، کراهیة بیع ما لیس عندک ، رقم : ۱۲۳۲ ، دار احیاء التراث)
ما في " بدائع الصنائع " : شرط انعقاد البیع أن یکون المبیع مملوکاً للبائع عند البیع ، فإن لم یکن لا ینعقد ..... وهذا بیع ما لیس عنده ، ونهی رسول الله ﷺ عن بیع ما لیس عند الإنسان . (۵/۱۴۷ ، کتاب البیوع)
(۳) ما في " صحیح مسلم " : عن ابن عباس ، أن رسول الله ﷺ قال : " من ابتاع طعاماً فلا یبعه حتی یستوفیه " . قال ابن عباس : وأحسب کل شيء مثله . (۵/۷ ، کتاب البیوع ، باب بطلان بیع المبیع قبل القبض ، رقم ۳۹۱۳، دار الجیل بیروت ، دار الآفاق الجدیدة بیروت
جامع الترمذي :۳/۵۷۶ ، کراهیة بیع الطعام حتی یستوفیه ، رقم : ۱۲۹۱ ، احیاء التراث)
ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن حکیم بن حزام قال : قلت : یا رسول الله ! إنی اتباع هذه البیوع فما یحل لی منها وما یحرم علي ؟ قال : " إذا اشتریت بیعا فلا تبعه حتی تقبضه " .
(۳/۴۰۲)
(غرر کی صورتیں:ص/۳۷۱)

مستقبل کی تاریخ پر خرید وفروخت

مسئلہ (۲۹۱): مستقبل کی تاریخ پر خرید و فروخت کرنے کو ''عقود المستقبلیات'' (Future Sale) کہتے ہیں، ''انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا'' میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: Commercial Contracts Calling for the purchase or sale of specilied guantities of commodities at specified future dates .

ترجمہ: ''یہ وہ عقد تجارت ہے، جس کا مقصد کسی چیز کی معین مقدار کو مستقبل کی کسی معین تاریخ میں بیچنا یا خریدنا ہوتا ہے''۔اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ مستقبلیات کی بیع ناجائز ہے، اس کے ناجائز ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ غیر مملوک چیز کی بیع ہوتی ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں قبضہ سے پہلے آگے بیع کردی جاتی ہے، جب کہ غیر مملوک وغیر مقبوض کی بیع شرعاً ناجائز ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' جامع الترمذي '' : عن حكيم بن حزام قال : أتيت رسول الله ﷺ فقلت : يأتيني الرجل يسألني من البيع ما ليس عندي أبتاع له من السوق ثم أبيعه ؟ قال : '' لا تبع ما ليس عندک '' . (۵۳۴/۳ ، كراهية بيع ما ليس عندک ، رقم : ۱۲۳۲ ، دار احياء التراث)

ما في '' بدائع الصنائع '' : شرط انعقاد البيع أن يكون المبيع مملوكًا للبائع عند البيع ، فإن لم يكن لا ينعقد . (۱۴۷/۵ ، كتاب البيوع)

ما في '' صحيح مسلم '' : عن ابن عباس ، أن رسول الله ﷺ قال : '' من ابتاع طعاماً فلا يبعه حتى يستوفيه '' . قال ابن عباس : وأحسب كل شيء مثله . (۷/۵ ، كتاب البيوع ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض ، رقم : ۹۳۱۳ ، دار الجيل بيروت ، دار الآفاق الجديدة =

بیع الدین

(نقد کے بدلے قرض کی بیع)

مسئلہ (۲۹۲): بیع الدین لغیر من علیہ الدین کی صورت، مثلاً: زید نقد پر کھاد فروخت کرنے کی صورت میں پانچ سو روپئے فی بوری کے حساب سے بیچتا ہے، اور ادھار کی صورت میں ساڑھے پانچ سو روپئے پر، اب بکر اس کے پاس آئے اور کہے: میرے پاس نقد رقم موجود ہے، میں اس سے نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں، لیکن میں خود کاروبار کرنا نہیں جانتا، میرے لیے نفع کمانے کی صورت کیا ہوسکتی ہے؟ زید اس سے کہے کہ میں ادھار پر کھاد کی بوری ساڑھے پانچ سو روپئے میں بیچتا ہوں، آپ ایسا کریں کہ جب کوئی شخص مجھ سے ادھار پر خریدنے کے لیے آئے، تو آپ مجھے پانچ سو

=بیروت ، جامع الترمذي :۳/۵۷۶ ، کراهية بيع الطعام حتى يستوفيه ، رقم : ۱۲۹۱)

ما في " صحيح مسلم " : عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال: " من اشترى طعامًا فلا يبعه حتى يستوفيه " . قال : وكنا نشتري الطعام من الركبان جزافاً فنهانا رسول الله ﷺ أن نبيعه حتى تنقله من مكانه .

(۵/۸ ،كتاب البيوع ، باب بطلان بيع المبيع قبل القبض ، رقم : ۳۹۱۹ ، ۳۹۲۰)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : أما حكمها الشرعي فكل من له المام بقواعد الشريعة ومصالحها ، لا يشک بعد النظر فی تفاصيل هذه العملية أنها عملية محرمة شرعًا ومصادمة لعدة أحكام الشريعة الغراء أما أولاً فلأنه بيع لما لا يملكه الإنسان ..... أما البيوع اللاحقة التي تتم خلال مدة التسليم ، فإنها بيوع تتم قبل القبض على السلعة المبيعة .

The new encyclopedia the university Chicago, (ص/۱۳۴، ۱۳۵، Chicago Edition 1988,v 5, page: 62 . بحوالہ غرر کی صورتیں:ص/۳۷۳)=

روپئے فی بوری کے حساب سے دے دیا کریں، اور بعد میں اس شخص (مدیون) سے ساڑھے پانچ سو روپئے وصول کرلیا کریں، تو یہی ''بیع الدین لغیر من علیہ الدین'' نقد کی صورت ہے، جو شرعاً ناجائز ہے، اس لیے کہ جس قرض کی بیع کی گئی، وہ بائع کے حق میں غیر مقدور التسلیم ہے، یعنی بائع، مشتری کو اس قرض کے سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے، اور غیر مقدور التسلیم شئ کی بیع جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في '' بدائع الصنائع '' : ولا ينعقد بيع الدين من غير من عليه الدين ، لأن الدين إما أن يكون عبارة عن فعل تمليك المال وتسليمه وكل ذلك غير مقدور التسليم في حق البائع .
(۱۴۸/۵ ، كتاب البيوع)

ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : بيع الدين لغير المدين : قال الحنفية والظاهرية : بما أنه لا يجوز بيع معجوز التسليم ، فلا ينعقد بيع الدين من غير من عليه الدين ، لأن الدين غير مقدور التسليم إلا للمدين نفسه في حق البائع ؛ لأن الدين عبارة عن مال حكمي في الذمة ، أو عبارة عن فعل تمليك المال وتسليمه ، وكل ذلك غير مقدور التسليم من البائع .
(۳۴۰۶/۵ ، العقود ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

ما في '' سنن الدار قطني '' : عن ابن عمر قال : '' إن النبي ﷺ نهى عن بيع الكالئ بالكالئ '' .
(۷۱/۳، ۷۲) (غرر کی صورتیں: ص/۳۲۲، ۳۲۳)

ے قرض: جب کوئی شخص ابتداءً کسی پر احسان اور تبرّع کرتے ہوئے اسے کوئی مثلی چیز دیتا ہے، تو اسے قرض کہتے ہیں۔ مثلاً زید نے عمرو سے ہزار روپے مانگے تو عمرو نے اس کے مانگنے پر اسے مطلوبہ رقم دے دی۔ یہ قرض ہے۔ اور جو چیز کسی معاملے کے نتیجے میں یا کسی کی چیز کو نقصان پہنچانے یا ہلاک کرنے وغیرہ کے نتیجے میں لازم ہوتی ہے، اسے ''دَین'' کہتے ہیں، مثلاً زید نے عمرو سے ہزار روپے کے بدلے ایک مَن چاول خریدے اور قیمت فوراً ادا نہ کی، تو زید ہزار روپے کا مقروض ہوگیا، یہ قرض ''دَین'' ہے۔ (غرر کی صورتیں: ص/۳۱۷)

قرض کے بدلے قرض کی بیع

مسئلہ (۲۹۳): دَین کو دَین کے بدلے غیر مقروض کے ہاتھ فروخت کرنے کا نام'' بیع الکالی بالکالی'' ہے[۱]، ائمۂ اربعہ اور جمہور فقہائے کرام کے مذہب کے مطابق یہ بیع ناجائز ہے۔ مثلاً؛ زید کو بکر سے ایک مَن چاول ایک ماہ بعد لینا ہے، اب زید عمرو سے کہے کہ مجھے بکر سے جو چاول ایک ماہ بعد لینا ہے، میں تمہیں وہ چاول ایک ہزار روپئے کے بدلے فروخت کرتا ہوں، اور تم یہ رقم مجھے دو ماہ بعد دے دینا۔ بیع کی اس صورت میں مبیع اور ثمن دونوں اُدھار ہیں، اسے بیع الکالی بالکالی کہا جاتا ہے، جو شرعاً جائز نہیں ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وبيع الدين نسيئة : هو ما يعرف ببيع الكالئ بالكالئ أي الدين بالدين . (۵/۳۴۰۴ ، بيع الدين نسيئة)

(۳) ما في " سنن الدار قطني " : عن ابن عمر قال : " إن النبي ﷺ نهى عن بيع الكالئ بالكالئ " . (۳/ ۷۱، ۷۲ ، بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وهو بيع ممنوع شرعًا ؛ لأن النبي ﷺ نهى عن بيع الكالئ بالكالئ ، وقد قيل : أجمع الناس على أنه لا يجوز بيع دين بدين ، سواء أكان البيع للمدين أم لغير المدين . (۵/۳۴۰۴ ، بيع الدين نسيئة) (غرر کی صورتیں: ص/۳۱۸)

بیع السنین یا بیع المعاومۃ

مسئلہ (۲۹۴): بہت سے لوگ اپنے باغ کے پھلوں کو تاجروں کے ہاتھوں کئی سالوں تک کے لیے فروخت کردیتے ہیں، جس کو ''بیع السنین یا بیع المعاومۃ'' کہا جاتا ہے، شرعاً بیع کی یہ صورت جائز نہیں ہے، کیوں کہ حدیث پاک میں اِس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن جابر بن عبد الله قال : " نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمعاومة والمخابرة " – قال أحدهما بيع السنين هي المعاومة – وعن الثُّنْيا ورخّص في العرايا . (۲/۱۱، كتاب البيوع ، قبيل باب كراء الأرض ، قديمي)

ما في " المهذب للشيرازي " : ولا يجوز بيع المعدوم كالثمرة التى لم تخلق لما روى أبو هريرة رضى الله تعالى عنه ، أن النبي ﷺ نهى عن بيع الغرر" . (۱/۲۶۲)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذى يرجع إلى المعقود عليه فأنواع ، منها : أن يكون موجودًا فلا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم . (۵/۱۳۸)

ما في " الفقه الإسلامى وأدلته " : اتفق ائمة المذاهب على أنه لا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم ..... ونهى كذلك عن بيع الثمر قبل بدو صلاحه .

(۵/۳۳۹۸ ، المطلب الأول ، أنواع البيع الباطل)

(غرر کی صورتیں: ص/۳۸۱)

بیع المزابنۃ

مسئلہ (۲۹۵): درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو کٹی ہوئی کھجوروں کے بدلے میں اندازے کے ساتھ بیچنا ''بیع مزابنہ'' کہلاتا ہے، اس بیع کے عدم جواز پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔(۱)

نوٹ: بیع مزابنہ کی ذکر کردہ تعریف سے اگرچہ یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ اس کا تعلق صرف کھجوروں سے ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ بیع مزابنہ کی تعریف میں کھجوروں کا ذکر محض اس لیے وارد ہوا ہے کہ عربوں کے یہاں یہ معاملہ کھجوروں میں زیادہ مروّج تھا، ورنہ فقہائے کرام کے نزدیک اس ممانعت کا تعلق کھجور کے علاوہ اور چیزوں سے بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک انگور میں بھی بیع مزابنہ درست نہیں ہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالی عنهما ، أن رسول الله ﷺ نهى عن المزابنة '' . (۱/ ۲۹۱ ، باب بيع المزابنة)

ما في '' صحيح مسلم '' : عن جابر بن عبد الله قال : '' نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة '' . (۲/ ۱۰ ، باب النهي عن المحاقلة)

ما في '' تكملة فتح الملهم '' : إن الفقهاء اتفقوا على تحريم بيع المزابنة .

(۱/ ۴۰۷ ، كتاب البيوع)

ما في '' الهداية شرح البداية '' : قال : وبيع المزابنة وهو بيع الثمر على النخيل بتمر مجذوذ مثل كيله خرصاً . (۳/ ۴۴ ، فصل ومن باع دارا دخل بناؤها في البيع ، المكتبة الإسلامية)

(۲) ما في '' تكملة فتح الملهم '' : وهو حرام لكونه مجازفة فی الربويات ، فإن ما على الشجر لا يكال وإنما يباع خرصًا ، فإذا بيع بجنسه خرصًا كان فيه احتمال التفاضل واحتمال التفاضل في الربويات في حكم الربا . (۱/ ۴۰۶ ، كتاب البيوع) (غرر کی صورتیں: ص/ ۲۲۵)

بیع العرایا

مسئلہ(۲۹۶): ''عرایا'' یہ ''عریۃ'' کی جمع ہے، اور لغت عرب میں لفظ ''عریۃ'' درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ہبہ کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاح میں؛ واہب کا موہوب لہ کو اندازے سے خشک کھجور دے کر، اس کے بدلے تازہ کھجوریں لینے کو ''بیع العرایا'' کہا جاتا ہے(۱)، بیع العرایا کے جواز پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، کیوں کہ لوگوں کی ضروریات اور حاجات کے پیش نظر آنحضور ﷺ نے اس بیع کو جائز قرار دیا، احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التعريفات الفقهية مع قواعد الفقه " : العرايا – جمع عرية ، وهي من النخل كالمنيحة من الحيوان وهي النخلة التي يعطيها مالكها أي يهب ثمارها لغيره من المحتاجين ليأكلها عاما أو أكثر ، ويقال : " نخلهم عرايا " أي موهوبات يعروها الناس أي يغشونها ويأكلون ثمارها لكرمهم ، وبيع العرايا أن يشتري المُعرِي أي الواهب من المُعرَى له ما على العرية من الرطب تخمينا بقدره من التمر يأكله أهله رطبا . (ص/۳۷٦ ، العرايا)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن جابر بن عبد الله قال : " نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة .... إلا العرايا " . (۱۰/۲ ، باب النهي عن المحاقلة الخ)

ما في " صحيح مسلم " : عن جابر بن عبد الله قال : " .... ورخص في العرايا " . (۱۱/۲ ، باب النهي عن المحاقلة . الخ)

ما في " صحيح البخاري " : عن زيد بن ثابت ، أن رسول الله ﷺ رخص بعد ذلک في بيع العرية بالرطب أو بالتمر ولم يرخص في غيره " . وفي رواية : رخص لصاحب العرية أن يبيعها بخرصها . (۲۹۱/۱ ، باب بيع المزابنة) (غرر کی صورتیں:ص/۲۳۷)

بیع المحاقلة

مسئلہ (۲۹۷): کھیت میں لگی ہوئی کھیتی، اور کٹی ہوئی فصل کا باہم تبادلہ کرنا، ''بیع المحاقلہ'' کہلاتا ہے، شرعاً یہ بیع بالاتفاق جائز نہیں ہے۔[۱]

انٹرنیٹ پر کوڈ ورڈ کے ذریعے تجارت

مسئلہ (۲۹۸): انٹرنیٹ (Internet) پر تجارت کے لیے بائع اور مشتری کا آپس میں کوڈ ورڈ (Code Word) کا استعمال کرنا درست ہے، کیوں کہ بیع ہر ایسے قول یا تحریر یا فریقین کے اشارہ یا کسی ایک فریق کے اشارہ سے منعقد ہو جاتی ہے، جو رضامندی پر دلالت کرے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح مسلم '' : قال عطاء : فسّر لنا جابر .... وزعم أن المزابنة بيع الرطب فى النخل بالتمر كيلا ، والمحاقلة فى الزرع على نحو ذلك يبيع الزرع القائم بالحب كيلا . (۲/ ۱ ۱ ، باب كراء الأرض)

ما في '' صحيح مسلم '' : عن جابر بن عبد الله قال : '' نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة '' . (۲/ ۱۰ ، باب النهي عن المحاقلة الخ)

ما في '' صحيح مسلم '' : عن ابن عباس ، أن النبي ﷺ قال : '' لأن يمنح أحدكم أخاه أرضه خير له من أن يأخذ عليها كذا وكذا '' . لشيء معلوم . قال : وقال ابن عباس : هو الحقل وهو بلسان الأنصار المحاقلة . (۲/ ۱۲ ، باب كراء الأرض) (غرر کی صورتیں: ص/۲۳۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في '' القرآن الكريم '' : ﴿إلا أن تكون تجارةً عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في '' حاشية الهداية '' : هو مبادلة المال بالمال بالتراضي بطريق التجارة . =

قیمت کی ادائیگی اور اس کے تعیُّن میں طرفین کی مرضی

مسئلہ (۲۹۹): بہت سے علاقوں میں یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ خریدار کوئی سامان مثلاً: زرعی ادویات خریدتے وقت دکاندار سے یوں کہتا ہے کہ اس کی قیمت آپ کی مرضی کی ہوگی، اور ادائیگی میری اپنی مرضی سے ہوگی، آپ اپنی مرضی کے مطابق جو قیمت لگانا چاہیں لگالیں، میں جب چاہوں گا آپ کی مقرر کردہ قیمت ادا کردوں گا، چوں کہ اس صورت میں مدت کے اندر جہالتِ فاحشہ پائی جاتی ہے، لہٰذا خرید وفروخت کی یہ صورت جائز نہیں [۱]، البتہ جواز کی صورت یہ بن سکتی ہے کہ خرید وفروخت کرتے وقت یہ طے کرلیا جائے کہ ادائیگی کی مدت کیا ہوگی اور اس مدت کے آنے پر خریدار ادائیگی کا پابند ہو، البتہ اگر دکاندار اپنی طرف سے خوش دلی کے ساتھ مزید چند دنوں کی مہلت دینا چاہے، تو دے سکتا ہے۔ [۲]

=(۱/ ۲ ، کتاب البیوع ، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ما في " حاشية الدسوقي " : ينعقد البيع بما يدل على الرضا من العاقدين كالكتابة والإشارة والمعاطاة . (۳/۳ ، دار الفكر بيروت ، بحوالہ: انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ: ص/ ۲۲۶)

ما في " الشرح الكبير " : ينعقد البيع بما يدل على الرضا من قول أو كتابة أو إشارة منهما أو من أحدهما . (۳/۳ ، دار الفكر بيروت ، بحوالہ: انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ: ص/ ۲۶۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إذا تداينتم بدين إلىٰ أجل مسمًّى فاكتبوه﴾. (سورة البقرة : ۲۸۲)

ما في " حاشية ابن عابدين " : اعلم أن البيع بأجل مجهول لا يجوز إجماعًا سواء كانت الجهالة متقاربة كالحصاد والدياس مثلا أو متفاوتة كهبوب الريح وقدوم واحدٍ من سفره .=

متعین قیمت کا معلوم نہ ہونا

مسئلہ (۳۰۰): اگر کسی چیز کی قیمت اس طور پر ذکر کی جائے کہ متعاقدین یا ان میں سے کسی ایک کو متعین قیمت کا علم نہ ہو سکے، مثلاً: خریدار یوں کہے کہ فلاں کتاب کو اس کی بازاری قیمت پر خریدتا ہوں، جب کہ اسے اس کتاب کی بازاری قیمت معلوم نہیں، تو یہ صورت ائمۂ اربعہ کے نزدیک عقدِ فاسد ہے، بشرطیکہ مجلسِ عقد کے ختم ہونے تک اس کی اصل قیمت کا علم نہ ہو سکے (۱)، البتہ حنفیہ کے یہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر ایسا عقد ان چیزوں میں ہو جن کی مقدار تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے، اور قیمت بھی تقریباً ایک ہی ہوتی ہے، جیسے روٹی یا گوشت وغیرہ، تو اس صورت میں بازاری قیمت پر بیع جائز ہوگی (۲)، کیوں کہ ان کی قیمت عام طور پر متعین ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بیع کی اس صورت میں جہالت وغرر کی خرابی لازم نہیں آئے گی، اور بیع جائز ہوگی۔

=(۴/۵۴۰، کتاب البیوع)

ما في " فتح الباري " : والمنع في الصور الثلاث للجهالة في الأجل .

(۴/۳۵۸، کتاب البیوع، باب بیع الغرر، دار المعرفة بیروت)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وإن کان ذو عُسرةٍ فنَظِرةٌ الی میسَرةٍ وأن تصدّقوا خیرٌ لکم إن کنتم تعلمون﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۰) (غرر کی صورتیں: ص/۲۷۳، مرضی کی مدت، جواز کی صورت)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط " : فقال : قد اخذت منک هذا بمثل ما یبیع الناس فهذا فاسد ، لو قال: أخذت منک بمثل ما أخذ فلان من الثمن فهو فاسد . (۵/۹۰، کتاب البیوع)=

ٹھیکے پر باغ دینا

مسئلہ (۳۰۱): بعض لوگ اپنے باغ کو کئی سال کے ٹھیکے پر دیدیتے ہیں، مثلاً؛ پانچ سال یا دس سال وغیرہ کے لیے، اور یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اتنے عرصے میں جو بھی پھل آئے گا، وہ بھی ہم نے تمہیں فروخت کردیا، شرعاً یہ بیع، بیعِ معدوم (غیر موجودہ چیز کی بیع) کے قبیل سے ہے، جو ناجائز ہے۔[1]

=ما في " المجموع شرح المهذب للنووي " : يشترط في صحة البيع أن يذكر الثمن في حال العقد . (۹/۱۷۲ ، بحوالہ غرر کی صورتیں:ص/۲۴۷)

ما في " المجموع شرح المهذب للنووي " : واتفق الأصحاب على أن يشترط كون الثمن معلوم القدر لحديث النهي عن بيع الغرر . (۹/۳۳۳) (غرر کی صورتیں:ص/۲۸۱)

(۲) ما في " فتح القدير مع الهداية " : مما لا يجوز بيع المبيع بقيمته أو بما حل به أو بما تريد أو تجب أو برأس ماله أو بما اشتراه أو بمثل ما اشترى فلان لا يجوز ، فإن علم المشترى القدر في المجلس فرضيه عاد جائزًا .... وكذا لا يجوز بمثل ما يبيع الناس إلا أن يكون شيئًا لا يتفاوت كالخبز واللحم . (۵/۴۶۷ ، كتاب البيوع ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى المعقود عليه فأنواع : منها : أن يكون موجودًا فلا ينعقد بيع المعدوم وما له خطر العدم .

(۵/۱۳۸ ، الفقه الإسلامي وأدلته :۵/۳۳۹۸ ، المطلب الأول ، أنواع البيع الباطل)

ما في " المهذب للشيرازى " : ولا يجوز بيع المعدوم كالتمرة التى لم تخلق لما روى أبو هريرة رضى الله تعالى عنه ، أن النبي ﷺ نهى عن بيع الغرر . (۱/۲۶۲ ، بحوالہ غرر کی صورتیں:ص/۳۸۱)

ما في " رد المحتار " : لبطلان بيع المعدوم وما له خطر العدم . در مختار . وفي الشامية : قوله : (لبطلان بيع المعدوم) إذ من شرط المعقود عليه أن يكون موجودا مالا متقوما مملوكا في نفسه . (۷/۱۸۰ ، كتاب البيوع ، دار الكتاب ديوبند) (غرر کی صورتیں:ص/۴۰۰)

عقدِ صیانت (Maintenance Contract)

مسئلہ (۳۰۲): اگر کوئی کمپنی یا ادارہ کسی ورکشاپ یا گیرج والے سے ایک مہینے کے لیے یہ معاہدہ کرے کہ مشین یا گاڑی میں خرابی یا ٹوٹ پھوٹ کی درستگی کی ذمہ داری، نیز سامان لاکر لگانا بھی آپ کی ذمہ داری ہوگی، ہم آپ کو اتنی رقم دیں گے، تو شرعاً اس طرح کے معاہدہ اور عقد کو ''عقد صیانت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ عقد صیانت کی اس قسم میں صائن کبھی اجیر مشترک کے طور پر کام کرتا ہے، اور کبھی اجیر خاص کے طور پر، مثلاً اگر کوئی ورکشاپ سب لوگوں کے لیے خدمات سرانجام دے رہی ہے اور ان سے عمل کے حساب سے اُجرت وصول کرتی ہے، تو اس وقت یہ ''اجیر مشترک'' ہے، لیکن بعض مرتبہ کسی فرد یا ادارے کے لیے بھی کام کیا جاتا ہے، جیسے بہت سے فیکٹری والے کوئی ورکشاپ وغیرہ خود کھولتے ہیں، یا ان سے یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ وہ اسی فیکٹری کے متعلق مشینریوں اور گاڑیوں وغیرہ کی مرمت کریں گے، اور اس کے بدلے انہیں ماہانہ یا سالانہ اتنی اُجرت ملے گی، اس صورت میں صائن ''اجیر خاص'' ہے۔ اگر صائن اجیر مشترک ہو تو اس وقت معقود علیہ ''عمل'' ہے، یعنی عمل کے بدلے اُجرت دی جائیگی، اور اگر اجیر خاص ہو، تو اس وقت معقود علیہ ''منفعت'' ہے، یا وہ مخصوص وقت ہے، جس کے لیے یہ عقد کیا گیا، اور صائن کو اسی کے عوض اجرت دی جائے گی۔ البتہ عقد صیانت کی جس صورت میں صائن نہ صرف کام کرتا ہو، بلکہ مرمت وغیرہ کے لیے مطلوبہ سامان بھی اپنی طرف سے فراہم کرتا ہو، یعنی اگر پرانے پُرزے اس قابل نہ ہوں کہ اُن کی اصلاح ہوسکے، یا وہ بالکل ناکارہ ہوگئے ہوں، تو صائن اپنی طرف سے نئے پُرزے لگاتا ہے، تو یہ صورت بھی عقد اجارہ میں داخل ہوگی، اور اس میں دی

جانے والی اجرت مرمت کے کام اور زائد پُرزوں دونوں کے لیے ہوگی۔ مگر اس صورت پر یہ اِشکال وارد ہوتا ہے کہ احادیث میں " صفقتان في صفقة " یعنی ایک عقد کے اندر دو معاملات کرنے سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ مشہور روایت میں ہے کہ: " نهى رسول الله ﷺ عن صفقتين في صفقة " ''رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد کے اندر دو معاملات سے منع فرمایا۔'' (مسند احمد بن حنبل:۱/ ۳۹۸) تو کیا اس حدیث کی بنیاد پر یہ عقد ناجائز نہیں ہوجاتا؟ ...... جواب سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ ایک عقد کے اندر دو معاملات پائے جانے کی ممانعت اُس وقت ہے، جب ایک معاملہ دوسرے معاملے کے ساتھ مشروط ہو، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ میں تم سے فلاں مشینری اس شرط پر خریدتا ہوں کہ تم مجھ سے یہ مشینری کرایہ پر حاصل کروگے، لیکن اگر دو معاملات ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہ ہوں بلکہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ دوسرا معاملہ کرنے میں آزاد ہو، تو پھر یہ عقد ناجائز نہیں۔ اِس تفصیل کی روشنی میں اُس کا جواب یہ ہوگا کہ اگر عقدِ صیانہ میں دونوں عقد (بیع اور اِجارہ) ایک دوسرے کے ساتھ مشروط نہیں، تو پھر یہ صورت جائز ہے، اور اگر مشروط ہوں، تو پھر یہ عقد جائز نہ ہوگا، اور اس کی جائز صورت یہ ہوگی کہ ایک عقد دوسرے کے ساتھ نہ ہو (الگ ہو) اور کام کرنے والا شخص (صاحب العمل) صائن (Maintainer) کو عمل کے وقت الگ عقد کے ذریعے مطلوبہ اشیاء بازار سے خریدنے کا وکیل بنادے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الأجير الخاص هو من يعمل لمعين عملاً مؤقتاً ويكون=

مکان کا ایڈوانس واپس لینا

مسئلہ (۳۰۳): قطعی ایجاب وقبول کے بعد مشتری (خریدار) نے بطورِ بیعانہ کوئی رقم بائع (بیچنے والا) کو دی، پھر بیع کو آپسی رضامندی سے فسخ کیا گیا، تو بیعانہ (ایڈوانس) کی رقم کی واپسی مشتری کا حق ہے، اور اس کے لیے اس کا لینا بھی جائز ہے۔ (۱)

= عقده لمدة ، ويستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة ، لأن منافعه صارت مستحقة لمن استأجره في مدة العقد . (۱/۲۸۸)

ما في " عقد المقاولة " : ومما سبق يتلخص أن ابدال المتلفات يكون على رب العمل في الصيانة الطارئة ويكون على الصائن في حالين : ۱- إذا كانت قيمتها لا تدخل في الأجرة المتفق عليها ، وإنما لها قيمة خاصة . ۲- كون الصيانة وقائية يمكن معرفة القطع المستبدلة مسبقاً بحيث تستبدل ولو لم تتلف ، وفي وقت معروف مسبقا .... ولا بد لتصحيح العقد من أن يقوم رب العمل بشراء الأدوات أو توكيل الصائن بشرائها وتكون قيمتها مستقلة عن الأجرة ...... وبالإضافة إلى الأجرة يلتزم رب العمل بتقديم قطع الخيار أو بدفع ثمنها للصائن إن وكله بشرائها ، ويكون ثمنها منفصلا عن الأجرة المتفق عليها .

(ص/ ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۶) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۱۳۹-۱۴۴)

ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن عبد الله بن مسعود عن أبيه قال : " نهى رسول الله ﷺ عن صفقتين في صفقة واحدة " . (۴/۳۰ ، رقم الحديث :۳۷۸۳)

وفيه أيضًا : عن عبد الله بن مسعود أنه قال : " لا تصلح صفقتان في صفقة " ...... تشريح الحديث من صورة أن يقول : بعتک هذا بعشرين على أن تبيعني ثوبک بعشرة ، فلا يصح للشرط الذي فيه ، ولأنه يسقط بسقوط بعض الثمن فيصير الباقي مجهولا ، وقد نهى عن بيع وشرط . (۴/۱۰، ۱۱ ، رقم الحديث : ۳۷۲۵ ، دار الحديث القاهرة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " النهر الفائق شرح كنز الدقائق " : (وتصح) الإقالة (بمثل الثمن الأول) حتى لو كان الثمن عشرة دنانير فدفع إليه دراهم عوضًا عنها ثم تقابلا ، وقد رخصت رجع بالدنانير=

اقالہ میں قیمت کم کرنے کی شرط

مسئلہ (۳۰۴): اقالہ میں یہ شرط لگانا کہ جس قیمت پر بیع ہوئی تھی، مشتری اس میں سے کچھ بائع کے لیے چھوڑ دے گا، شرعاً یہ شرط باطل ہے، اور اقالہ ثمنِ اول کے ساتھ صحیح ہوگا۔ (۱)

=لا بما دفع . (۴۵۲/۳)

ما في " النهر الفائق " : (و) شرط (جنس آخر) من خلاف الثمن الأول (نحو ولزمه الثمن الأول) عند الإمام ، لأن الفسخ إنما يرد على عين ما ورد عليه العقد . (۴۵۳/۳)

ما في " فتح القدير " : وحقيقة الفسخ ليس إلا دفع الأول كان لم يكن فيثبت الحال الأول ، وثبوت الحال الأول هو برجوع عين الثمن الأول إلى مالكه . (۴۴۹/٦)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (تصح بمثل الثمن الأول وبالسكوت عنه) حتى لو كان الثمن عشرة دنانير ، فدفع إليه دراهم تقايلا ، وقد رخصت الدنانير رجع بالدنانير لا بما دفع ، (وبالسكوت عنه) المراد أن الواجب هو الثمن الأول سواء سماه أو لا . (۲۵۳/۷)

ما في " شرح المجلة لخالد الأتاسي " : وينفسخ البيع أي ويجب رد مثل الثمن الأول . (۷۷/۲ ، مكتبه حبيبيه كوئٹه ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۱۶۹، کراچی)(جامع الفتاوی:٦/ ۳۳۲،و٦/ ۱٦۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : فإن شرط أكثر منه أو أقل فالشرط باطل . (۶۹/۳ ، باب الإقالة)

ما في " البحر الرائق " : (وتصح بمثل الثمن الأول شرط الأكثر أو الأقل بلا تعييب وجنس آخر نحو ولزمه الثمن الأول) وهذا عند أبي حنيفة لأن الفسخ يرد على عيب ما يرد عليه العقد فاشتراط خلافه باطل ولا تبطل الإقالة . (۱۷۳/٦ ، النهر الفائق :۴۵۲/۳، ۴۵۳)

ما في " بدائع الصنائع " : وإن كان بعد القبض فإن تقايلا من غير تسمية الثمن أصلا أو سميا الثمن الأول من غير زيادة ولا نقصان ، أو نقصا عن الثمن الأول فالإقالة على الثمن الأول ، وتبطل تسمية النقصان وتكون فسخا أيضا كما قال أبوحنيفة انها فسخ في الأصل ولا مانع من جعلها فسخا فتجعل فسخا . (۵۹۴/۴)=

تجارتی لائسنس کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۰۵): عصر حاضر میں اکثر و بیشتر ممالک نے تاجروں پر بغیر لائسنس کے مال کے درآمد وبرآمد پر پابندی لگارکھی ہے، تجارتی لائسنس درحقیقت کوئی مادّی چیز نہیں، بلکہ بیرونی ممالک سے مال کے درآمد وبرآمد (لین دین) کا ایک اجازت نامہ ہے، لیکن چونکہ اس کے حاصل کرنے میں لائسنس ہولڈر کو کافی کوشش کرنی پڑتی ہے، جس میں وقت اور روپیہ دونوں صرف ہوتے ہیں، اس لیے فقہائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ اس طرح کے حقوق ووظائف سے دست برداری کا عوض لینا، اور دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا شرعاً جائز ہے [1]، لہٰذا تجارتی لائسنس کی خرید وفروخت درست ہوگی۔

=ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : (فإن شرطا أكثر منه أو أقل فالشرط باطل ويرد مثل الثمن الأول) والأصل أن الإقالة فسخ في حق المتعاقدين بيع جديد في حق غيرهما إلا أن يمكن جعله فسخا فتبطل ، وهذا عند أبي حنيفة . (۶/۴۴۸ ، ۴۴۹) (فتاوی حقانیہ:۶/۱۳۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع كشف الأستار " : لا يجوز الإعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة ، وعلى هذا لا يجوز الاعتياض عن الوظائف بالأوقاف . وفيها في آخر بحث تعارض العرف مع اللغة ، المذهب عدم اعتبار العرف الخاص ، لكن أفتى كثير باعتباره ، وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمال . (۲/۴ ، كتاب البيوع ، مكتبه زكريا بك ڈپو ديوبند ، الدر المختار مع الشامية : ۷/۳۳ ، ۳۴ ، كتاب البيوع ، بيروت)

ما في " شرح مجلة الأحكام " : قال العلامة خالد الأتاسي : أقول : وعلى ما ذكروه من جواز الاعتياض عن الحقوق المجردة بمالٍ ينبغي أن يجوز الاعتياض عن التعلي وعن حق الشرب وعن حق الميل بمالٍ .... كما جاز النزول عن الوظائف ونحوها . =

مجہول مدت پر اُدھار سامان

مسئلہ (٣٠٦): عموماً دیہاتی علاقوں میں لوگوں کے پاس نقد رقم نہیں ہوتی، وہ مقامی دکاندار سے اپنی ضروریات کا سامان لیتے رہتے ہیں، پھر فصل کٹنے کے بعد واجب الادا رقم ادا کردیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق یہ بیع، بیعِ فاسد ہے، اس لیے کہ اس صورت میں ادائے ثمن کی مدت مجہول ہوتی ہے، لیکن چونکہ ہمارے زمانے میں اس طرح سامان ادھار لینے دینے کا رَواج عام ہوگیا ہے، اور ادائے ثمن کی مدت میں پائی جانے والی جہالت، جہالتِ یسیرہ ہے، لہٰذا بربنائے ضرورت بیع کی اس صورت میں امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کے قول کو اختیار کیا جاسکتا ہے، کہ ان کے نزدیک اس طرح کی مدتِ مجہولہ پر ادھار سامان کا لین دین جائز ہے۔ (١)

=(١/١٢١، الفصل الثاني في بيع ما يجوز وما لا يجوز ، بحوالہ فتاوی حقانیہ)

ما في " رد المحتار " : (وعليه فيفتى بجواز النزول عن الوظائف بمالٍ) قال العلامة العينى فى فتاواه : ليس للنزول شيء يعتمد عليه ، ولكن العلماء والحكام مشوا ذلك للضرروة ، واشترطوا إمضاء الناظر لئلا يقع فيه نزاع . اهـ . ملخصًا من حاشية الأشباه للسيد أبي السعود . وذكر الحموي أن العيني ذكر في شرح نظم " درر البحار " في باب القسم بين الزوجات ، أنه سمع من بعض شيوخه الكبار أنه يمكن أن يحكم بصحة النزول عن الوظائف الدينية قياسا على ترك المرأة قسمها لصحبتها ، لأن كلا منهما مجرد اسقاط . اهـ . (٧/٢٦ ، كتاب البيوع ، مطلب في النزول عن الوظائف بمال ، ديوبند ، و٧/٣٥ ، بيروت) (فتاوی حقانیہ: ٦/٦٣، ٦٤، جدید فقہی تحقیقات: ٣/٢٢٠، فقہی مقالات: ١/٢٢٣، ٢٢٤، حقوق اور ان کی خرید فروخت: ص/١٩٣)

الحجة على ما قلنا : =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(۱) ما في " الهداية " : ولا يجوز البيع إلى قدوم الحاج وكذلک إلى الحصاد ..... لأنها تتقدم وتتأخر ولو كفل إلى هذه الأوقات جاز لأن الجهالة اليسيرة متحملة في الكفالة وهذه الجهالة يسيرة . (۳/۴۵ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)

ما في " المبسوط للسرخسي " : (قال) : (وإن اشترى الرجل شيئًا إلى الحصاد أو إلى الدياس أو إلى العطاء ، أو إلى جذاذ النخل أو رجوع الحاج فهذا كله باطل) بلغنا نحو ذلک عن ابن عباس – رضي اللّٰه تعالى عنهما – وقول ابن عباس – رضي الله تعالى عنما – في البيع إلى العطاء ، فإن عائشة – رضي الله تعالى عنها – كانت تجيز البيع إلى العطاء ، وابن عباس – رضي الله تعالى عنهما – كان يفسد ذلک .

(۱۳/ ۳۲ ، باب البيوع إذا كان فيها شرط ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " المجموع شرح المهذب للنووي " : فرع في مذاهب العلماء فی البيع إلى العطاء والحصاد ونحوهما من الآجال المجهولة . قد ذكرنا أنه لا يصح عندنا . قال ابن المنذر : وبه قال ابن عباس وأبو حنيفة . وقال مالک وأحمد وأبو ثور : يجوز بثمن إلى الحصاد والدياس والعطاء ونحو ذلک ، لأنه معروف . قال ابن المنذر : وروينا ذلک عن ابن عمر قال ، وقال ابن أبي ليلى : إذا باع إلى العطاء صح ، وكان الثمن حالا قال : وقول ابن عباس أصح . (۹/ ۳۴۰ ، باب ما نهي عنه من بيع الغرر وغيره) (غرر کی صورتیں: ص/ ۲۵۷، ۲۷۱-۲۷۴)

خیارات کی فراہمی پر فیس

مسئلہ (۳۰۷): خیارات کے اندر جب کوئی فرد یا کمپنی کسی شخص کو خیار فراہم کرتی ہے، تو وہ اس پر کچھ فیس لیتی ہے، بعض مرتبہ خیار حاصل کرنے والا شخص اس خیار کو آگے فروخت کر دیتا ہے، اور اس سے فیس وصول کرتا ہے، جب کہ بیع الخیارات دراصل ایک حق کی بیع ہے، جو ایک فریق دوسرے کو مہیا کرتا ہے، اور حق حاصل کرنے والا شخص دراصل یہ حق اس لیے خریدتا ہے تاکہ اسے آئندہ کسی مالی نقصان کا سامنا نہ کرنا پڑے، گویا یہ حق دفعِ ضرر کے لیے خریدا گیا ہے، اور یہ ایسا حق نہیں جو اصالۃً مشروع ہو، بلکہ دفعِ ضرر کے لیے جاری کیا گیا ہے، لہٰذا خیارات کی خرید وفروخت جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة على الملک) قال في البدائع : الحقوق المفردة لا تحتمل التمليک ، ولا يجوز الصّلح عنها .... قوله : (كحق الشفعة) قال في الأشباه : فلو صالح عنها بمال بطلت ورجع ، ولو صالح المخيرة بمال لتختاره بطل ولا شيء لها . (۷/۲۵، كتاب البيوع ، مطلب لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة ، ديوبند ، و۷/۳۳ ، ۳۴ ، بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وفرق البعض الآخر من الحنفية بقاعدة أخرى هي : أن الحق إذا كان شرع لدفع الضرر فلا يجوز الاعتياض عنه ، وإذا كانت ثبت على وجه البر والصلة فيكون ثابتا له أصالةً فيصح الاعتياض عنه . (۴/۲۴۳)

(جدید فقہی تحقیقات:۳/۲۴۱، ۲۵۰، حقوق کی خرید وفروخت، غرر کی صورتیں:ص/۱۵۴، ۱۵۵)

گڑیوں کا استعمال اور تجارت

مسئلہ (۳۰۸): کسی بھی جاندار چیز کی تصویر بنانا اور اس کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح بچوں کے کھیلنے کی وہ گڑیا یا کھلونے وغیرہ، جو جاندار کی شکل وصورت میں بنائے جاتے ہیں، ان کا استعمال کرنا یا ان کا کاروبار کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (۱)

---

(۱) ما في " مشكوٰة المصابيح " : عن سعيد بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ جاء رجل فقال : يا ابن عباس ! إني رجل إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإني أصنع هذه التصاوير ، فقال ابن عباس : لا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله ﷺ ، سمعته يقول : "من صور صورةً فإن الله معذبه حتى ينفخ فيه الروح ، وليس بنافخ فيها أبدا " . فربا الرجل ربوة شديدةً واصفرّ وجهه فقال : " ويحك إن أبيت إلا أن تصنع ، فعليك بهذ الشجر ، وكل شيء ليس فيه روح " . رواه البخاري . (ص/۳۸٦ ، اللباس ، باب التصاوير)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي فی " شرح مسلم " الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها .

(۲/۳٦۰ ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة)

ما في " النهر الفائق " : (أو) تكون الصورة (لغير ذي روح) لما مر عن ابن عباس ولا فرق في الشجر بين المثمر وغيره في قول الكافي خلافاً لمجاهد وجوز في " الخلاصة " لمن رأى صورة في بيت غيره أن يزيلها ويجب عليه ، ولو استأجر مصورا فلا أجر له لأن عمله معصية كذا عن محمد . (۱/۲۸۳-۲۸۵، ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها ، فتاوى معاصرة: ص/۱۱۴ ، للشيخ صالح بن محمد العثيمين)

(فتاوی محمودیہ:۱۹/۵۰۳،کراچی،جدید مسائل کا حل:ص/۴۵۵و۴۴۷)

ماہنامہ رسائل ومجلّات کی لائف ممبری

مسئلہ(۳۰۹): آج کل بہت سے ادارے ماہنامہ رسائل وجرائد اور اخبارات شائع کرتے ہیں، اور اس ماہنامہ وغیرہ کی لائف ممبری فیس وصول کرتے ہیں، کیوں کہ لائف ممبر درحقیقت ایک اعزازی رکن ہوتا ہے، اور وہ جو رقم دیتا ہے اس سے اس کا مقصود ادارے کو عطیہ دینا، اس کی اعانت ومدد کرنا ہوتا ہے، اس لیے یہ صورت جائز ہے، اور جو پرچہ یا رسالہ اس کے پاس پابندی سے پہنچتا ہے، وہ بھی اعزازی طریقے پر ادارہ کی طرف سے ہدیہ ہوتا ہے، یہ خرید وفروخت کا معاملہ نہیں، کہ مبیع وثمن کو کسی درجہ مجہول مان کر اسے ناجائز قرار دیا جائے، لہٰذا کسی رسالہ یا مجلّہ کا لائف ممبر بننا شرعاً جائز ودرست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد اللّٰه بن عمر قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " ومن صنع إليكم معروفاً فكافئوه ، فإن لم تجدوا ما تكافئوا به فادعوا له حتى ترو أنكم قد كافئتموه ". (ص/۲۳۵)

ما في " كنز العمال " : " تهادوا تحابوا وتصافحوا يذهب الغلّ عنكم " . [ابن عساكر عن أبي هريرة] . (۴۴/۶ ، الفصل الثالث في الهدية والرشوة)

ما في " البحر الرائق شرح الكنز " : هي تمليك العين بلا عوض وتصح بإيجاب وقبول كوهبت . (كنز الدقائق) . وفي البحر : قوله : (هي تمليك العين بلا عوض) فخرجت الإباحة والعارية والإجارة والبيع . (۴۸۳/۷ ، كتاب الهبة)

ما في " الجوهرة النيرة " : وفى الشرع ؛ عبارة عن تمليك الأعيان بغير عوض ، وهي جائزة بالكتاب، وهو قوله تعالى : ﴿فإن طبن لكم عن شيء فكلوه هنيّئاً مريّئاً﴾ . أي هنيئاً لا إثم فيه . مريئاً لا ملامة فيه . (۲۰۰/۲ ، كتاب الهبة) (ماہنامہ ترجمان القرآن:ص/۴۱،اپریل:۲۰۱۰ء)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الهبة : عقد يفيد التمليك بلا عوض حال الحياة تطوعًا .

(۳۹۸۰/۵ ، الفصل السادس الهبة)

بیع العربون (بیعانہ)

مسئلہ (۳۱۰): بیع العربون: یعنی خریدار کا بائع کو کچھ رقم ابتداءً اس شرط پر دینا کہ اگر وہ بائع سے مطلوبہ چیز خریدے، تو یہ رقم قیمت کا حصہ بن جائے گی، لیکن اگر وہ بعد میں بائع سے مطلوبہ چیز نہ لے، تو وہ رقم بائع کی ہوگی [۱]، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری رحمہ اللہ، حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے ابو الخطاب کے نزدیک بیع العربون ناجائز ہے، ان کے علاوہ علامہ اوزاعی، لیث بن سعد، عبد العزیز بن ابی سلمہ اور سفیان ثوری رحمہم اللہ سے بھی بیع العربون کا عدمِ جواز منقول ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : في النهاية : هو أن يشتري السلعة ويدفع إلى صاحبها شيئًا على أنه إن أمضى البيع حسب وإن لم يمض البيع كان لصاحب السلعة ولم يرجعه المشتري.
(۶/۷۶ ، المغني لإبن قدامة :۴/۲۱۲ ، بيع العربون ، الفقه الإسلامي وأدلته :۵/۳۴۳۴ ، بيع العربون)

(۲) ما في " مرقاة المفاتيح " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : " نهى رسول الله ﷺ عن بيع العربان " . رواه مالك وأبو داود وابن ماجة ..... وهو بيع باطل عند الفقهاء لما فيه من الشرط والغرر . (۶/۷۶ ، باب المنهي عنها من البيوع)

ما في " الغرر وأثره في الفقه الإسلامي " : اختلف الفقهاء في حكم بيع العربون ، فمنعه الحنفية والمالكية والشافعية والشيعة والزيدية وأبو الخطاب من الحنابلة ، وروي المنع عن ابن عباس والحسن وقال ابن رشد والشوكاني : المنع قول الجمهور .
(ص/۱۰۲ ، المغني لإبن قدامة :۴/۳۱۳ ، الجامع لأحكام القرآن للقرطبي :۵/۱۵۰ ، أحكام القرآن لإبن العربي : ۱/۴۰۸) (غرر کی صورتیں: ص/۱۳۷)

مقتضائے عقد اور خلافِ عرف قانون

مسئلہ (۳۱۱): اگر حکومتِ وقت قانونی طور پر عقد میں ایسی شرط جاری کرے، جو بظاہر مقتضائے عقد کے خلاف ہو، اور ایسی شرط کا عرف بھی نہ ہو، تو شرعاً اس اجراء شرط کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ کتبِ فقہ کی روایات عام طور پر اس سوال کے جواب میں خاموش نظر آتی ہیں، البتہ قواعد کی روشنی میں اس کا جواز معلوم ہوتا ہے، بشرطیکہ کوئی ایسی شرط نہ ہو جو ربا کا ذریعہ بنے، اس کے جواز کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں:

(۱) بیع میں اس طرح کی شرط لگانے کی علتِ ممانعت یہ ہے کہ؛ یہ شرط باہمی نزاع اور جھگڑے کا باعث بنتی ہے، تو جس طرح کسی عمل کا رَواج پذیر ہونا باہمی نزاع کے لیے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے، اسی طرح حکومت کا قانون بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔[۱]

(۲) فقہ کا ضابطہ ہے کہ جن فروعی مسائل میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہو، ان میں حاکمِ وقت جس فقہی مسلک پر فیصلہ کردے، دوسرے مسلک کے آدمی کے لیے بھی اس پر عمل کرنا درست ہوتا ہے، اس ضابطے کو فقہی انداز میں یوں کہا جاتا ہے، حاکم/قاضی کا فیصلہ رافعِ خلاف ہوتا ہے، اور چونکہ مالکیہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے مسلک پر ایسی شرط لگانے کی گنجائش ہے، لہٰذا اگر حکومتِ وقت ایسی شرائط جاری کرے، تو ان کو اختیار کرنا جائز ہوگا۔[۲]

الحجة علی ما قلنا : =

....

....

=(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : ان الشرط الفاسد الذي يفسد به البيع هو ما كان وفاؤه فى اختيار العبد ، فأما إذا كان الشرط مما يخرج وفاؤه عن اختيار الإنسان عقلاً أو شرعاً فإنه لا يفسد البيع ، كما إذا قال البائع : بعتک هذا الثوب على أن لا تجب عليک صلاة ..... فهذه شروط لا اختيار للعبد فى وفائها ، فحينئذٍ تلغو هذه الشروط ولا يفسد البيع ، ويدل على ذلک قول صاحب الهداية في باب البيع الفاسد " ولو كان – أى الشرط – لا يقتضيه العقد ولا منفعة فيه لأحد لا يفسده وهو الظاهر من المذهب ، كشرط أن لا يبيع المشترى الدابة المبيعة ، لأنه انعدمت المطالبة فلا يؤدى إلى الربا ولا إلى المنازعة " فتبين منه أن الشرط المفسد ما أدى إلى الربا أو إلى المنازعة ، والشرط الذي ليس وفاؤه في اختيار الإنسان لا يؤدي إلى الربا ولا إلى المنازعة ، ولا يكون له مطالب ، فيلغو الشرط ويصح البيع. (۲۷۷/۷ ، كتاب العتق ، باب إنما الولاء لمن أعتق ، تحت الرقم :۳۷۵۵ [۵] ، دار احياء التراث العربي بيروت) (غرر کی صورتیں:ص/۱۱۱)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : ثم الشرط في البيع إن كان يقتضيه العقد كشرط التسليم أولا يقتضيه العقد لكن فيه عرف ظاهر ، كما لو اشترط فعلا وشراكا بشرط أن يحذوه البائع فالبيع جائز مع هذا الشرط وإن لم يكن فيه عرف ظاهر ، فإن كان فيه منفعة لأحد المتعاقدين، أو للمعقود عليه ، كان البيع فاسدًا ، لأن الشرط باطل ، والمنتفع يطالبه بحكم الشرط والآخر يمتنع بحكم الشرع ، فتقع المنازعة ، وإن لم يكن فيه منفعة لأحد فالبيع جائز ، والشرط باطل كما اشترى دابة أو ثوباً بشرط أن لا يبيعها لأنه لا مطالبة .

(۱۸۳/۳ ، الشروط التي تفسد البيع والتي لا تفسد ، رد المحتار : ۲۰۹/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب في الشرط الفاسد ، البحر الرائق :۱۴۲/۶ ، بدائع الصنائع :۳۷۹/۴)

(۲) ما في " رد المحتار " : وقد تقرر أن كل مجتهد فيه إذا حكم به حاكم يراه نفذ حكمه وصار مجمعا عليه ، فليس لحاكم غيره نقضه . (۴۱۳/۶ ، كتاب الوقف ، مطلب شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع ، دار الكتاب ديوبند)

ٹیکس سے بچنے کی مناسب تدبیر

مسئلہ (۳۱۲): آج کل بہت سے تاجر حضرات بیرون ممالک سے وہ اشیاء منگواتے ہیں، جن پر حکومت کی طرف سے پابندی ہوتی ہے، جب وہ اشیاء بیرون ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں، تو حکومت اُن منگوائی گئی اشیاء پر اُن تاجروں سے ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی وغیرہ کے نام سے کچھ رقم وصول کرتی ہے، بسا اوقات ان ٹیکسوں میں نا قابلِ برداشت حد تک اضافہ کردیا جاتا ہے، اگر یہ ٹیکس مناسب اور جائز انداز میں لیا جاتا ہو، اور قومی خزانہ میں جمع ہوکر قومی مفاد میں استعمال کیا جاتا ہو، تو پھر سامانِ تجارت چوری چھپے لانا مناسب نہیں، کیوں کہ حکومت درآمد کردہ اشیاء پر ضروری ٹیکس لگانے کی مجاز ہے، البتہ اگر حکومت ان ٹیکسوں میں نا قابل برداشت اضافہ کرکے تاجروں کو تنگ کرتی ہو، اور ٹیکس کے نام سے وصول کی گئی رقم قومی خزانہ کے بجائے ذاتی خواہشات اور ضروریات میں صرف کی جاتی ہو، تو ایسی صورت میں مال لانے والا ٹیکس سے بچنے کی جائز ومناسب تدابیر اختیار کرے، تو کوئی مضائقہ نہیں، البتہ دروغ گوئی، خیانت، اور دھوکہ بازی سے بہر حال اجتناب ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام السلطانية للماوردي " : قال القاضي أبو اليعلى محمد بن الحسين الفراء : إن كان البلد ثغرا يُتاخِم دار الحرب ، وكانت أموالهم دخلت دار الإسلام معشُورة عن صلح استقر معهم وأثبت في ديوان عقد صلحهم وقدر المأخوذ منهم من عُشر أو خُمس وزيادة عليه أو نقصان منه ، فإن كان يختلف بإختلاف الأمتعة والأموال فُصِلَت فيه ، وكان الديوان موضوعاً ؛ لإخراج رسومه ولاستيفاء ما يرفع إليه من مقادير الأمتعة المحمولة إليه .

(ص/۲۴٦ ، فصل ؛ القسم الثاني ما اختص بالأعمال من رسوم ، بيروت) =

غیر ملکی ویزوں کی تجارت

مسئلہ (۳۱۳): آج کل بہت سے لوگ غیر ملکی ویزوں کی تجارت کرتے ہیں، حالانکہ بیع میں مال کی شرط جوہری وبنیادی ہے [1]، جب کہ ویزا فی نفسہٖ مال نہیں، بلکہ محض ایک ایسا حق ہے جس کی بنیاد پر انسان کسی ملک میں داخلہ اور رہائش کا مجاز ہوتا ہے [2]، اس لیے غیر ملکی ویزوں کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے [3]، جیسا کہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے ۱۳-۱۶/ذیقعدہ، ۱۴۱۰ھ کی درج ذیل تجویز کے مفہوم مخالف سے ثابت ہوتا ہے: ''جو حقوق نصوص شرعیہ سے ثابت ہوں، البتہ ان سے مالی منفعت متعلق ہوگئی اور عرف میں ان کا عوض لینا مروج اور معروف ہو چکا ہو، نیز ان کی حیثیت محض دفع ضرر کی نہ ہو، اور نہ وہ شریعت کے عمومی مقاصد ومصالح سے متصادم ہوں، ایسے حقوق پر عوض کا حاصل کرنا جائز اور درست ہے۔'' [4]

=ما في " تبيين الحقائق " : والأصل فيه انا متى عرفنا ما يأخذون منا أخذنا منهم مثله ، بذلك أمر عمر وإن لم نعرف أخذنا منهم العشر لقوله عمر ، فإن اعيانكم فالعشر وإن كانوا يأخذون الكل نأخذ منهم الجميع إلا قدر ما يوصله إلى مأمنه فی الصحيح لما ذكرنا .

(۸۸/۲ ، باب العاشر ، الجامع الصغير :ص/۱۲۷ ، الاختيار لتعليل المختار: ۱/۱۶۸ ، مجمع الأنهر : ۱/۳۰۹ ، الدر المختار مع الشامية :۳/۲۲۸) (فتاوی حقانیہ:۶/۷۰،و۶/۶۹)

ما في " صحيح البخاري " : حدثنا قتيبة بن سعيد ، عن مالك عن نافع ، عن ابن عمر : أن رسول الله ﷺ " نهى عن النجش " . (رقم : ۲۹۶۳ ، باب ما يكره من التّناجش)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وبطل بيع مال غير متقوم أي غير مباح الانتفاع=

سامان کی وصولی سے پہلے اُس کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۱۴): شئ منقول پر قبضہ سے پہلے اسے فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں ہے[۱]، اور ڈیلر کمپنی میں جس مال کو بُک کرتا ہے، وہ بھی شئ منقول ہوتی ہے، اس لیے اس کی وصولی سے پہلے آگے اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی، البتہ اس معاملہ کے جواز کی ایک صورت بیعِ سلم بن سکتی ہے، کہ خریدار سے قیمت ابھی لی جائے، اور سامان ایک مہینہ یا اس کے بعد دیا جائے[۲] مگر اس کی چند شرطیں ہیں، اگر ان میں سے کوئی شرط فوت ہو جائے تو بیع فاسد ہوگی، اور وہ شرطیں یہ ہیں:

(۱) جنس، (۲) نوع (۳) صفت (۴) مقدار معلوم ہو، (۵) وصولی کی تاریخ، (٦) ادا شدہ رقم کی مقدار متعین ہو، (۷) اور جن چیزوں پر حمل ونقل کے مصارف آتے ہیں، ان میں یہ بھی طے ہونا چاہیے کہ وہ مال فلاں جگہ مہیا کیا جائے گا، اور بقائے سلم کی شرط یہ ہے کہ قبل الافتراق (معاملہ کی مجلس ختم ہونے سے پہلے) قیمت پر قبضہ ہو۔[۳]

= به كخمر وخنزير وميتة. (۲/۲۳)

(۲) ما في " مجمع الأنهر ": المراد بالمال عين يجري فيه التنافس والإبتذال. (۳/۴)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته ": حصر الحنفية معنى المال في الأشياء والأعيان المادية أي التي لها مادة وجرم محسوس، وأما المنافع والحقوق فليست أموالاً عندهم وإنما هي ملك لا مال. (۴/۲۸۷۷)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية ": لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة. (۴/۲)

(۴) (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/۱۱۸، حقوق اور ان کی خرید وفروخت: ص/۱۵۴)

الحجة على ما قلنا: =

مرغی کی بیٹ کی کھاد

مسئلہ(۳۱۵): مرغیوں کی بیٹ جب مٹی بن جائے، تو اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔[۱]

=(۱) ما في " صحیح مسلم " : قال رسول الله ﷺ : " من ابتاع طعامًا فلا یبعه حتی یقبضه " . قال ابن عباس : وأحسب کل شيء بمنزلة الطعام . (۵/۲)

ما في " الهدایة " : من اشتری شیئًا مما ینقل ویحول لم یجز له بیعه حتی یقبضه ، لأنه نهی عن بیع ما لم یقبض ولأن فیه غرر انفساخ العقد علی اعتبار الهلاک . (۷۴/۳)

(تبیین الحقائق : ۴۳۷/۴ ، تکملة فتح الملهم: ۳۵۰/۱ ، البحر الرائق : ۱۹۴/۶)

(۲) ما في " رد المحتار " : بیع آجل وهو المسلم فیه بعاجل وهو رأس المال . (۳۴۸/۷)

(۳) ما في " صحیح البخاري " : عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : قدم النبي ﷺ المدینة وهم یُسلفون بالتمر السنتین والثلاث ، فقال : " من أسلف في شيء ففی کیل معلوم ووزن معلوم إلی أجل معلوم " . (۲۹۹/۱ ، رقم : ۲۲۴۰ ، باب السلم في وزن معلوم)

ما في " کنز الدقائق مع البحر الرائق " : وشرطه بیان الجنس والنوع والصفة والقدر والأجل وأقله شهر وقدر رأس المال في المکیل والموزون والمعدود ومکان الإیفاء فیما له حمل من الأشیاء وقبض رأس المال قبل الافتراق . (۲۶۵/۶)

ما في " ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر " : وشرطه بیان الجنس کبر أوشعیر ، والنوع کسقیة أو بخسیة ، والصفة کجید أو ردیء ، والقدر نحو کذا رطلا أو کیلا بما لا ینقبض ولا ینبسط وأجل معلوم وأقله شهر في الأصح ، وقدر رأس المال إن کان کیلیاً أو وزنیاً أو عددیاً ، فلا یجوز فی جنسین بلا بیان رأس مال کل منها ولا بنقدین بلا بیان حصة کل منهما من المسلم فیه ، ومکان إیفائه إن کان له حمل ومؤنة . (۱۴۱/۳، ۱۴۲ ، کتاب البیوع ، الهدایة : ۷۹/۳ ، رد المحتار : ۳۵۴/۷ ، اعلاء السنن : ۴۵۸/۴) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷۵/۶،قدیم)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " المحیط البرهاني في الفقه النعماني " : ویجوز بیع السرقین والبعر والانتفاع=

مسلم صنعت کار کا اپنی مصنوعات پر جاندار کی تصویر لگانا

مسئلہ (۳۱۶): آج کل مارکیٹ میں بہت سی اشیاء ایسی ہوتی ہیں، جن پر جاندار کی تصویروں کا لیبل لگا ہوا ہوتا ہے، مثلاً: صابون، کولگیٹ، ٹوتھ پیسٹ وغیرہ ان کی خرید وفروخت سے مقصود وہ چیزیں ہوتی ہیں، تصویریں نہیں، اس لیے ان اشیاء کی خرید وفروخت جائز ہے (۱)، البتہ مسلم صنعت کاروں پر فرض ہے کہ وہ اپنی مصنوعات پر جانداروں کی تصویروں کا لیبل نہ لگائیں، ورنہ گنہگار ہوں گے۔ (۲)

=بها وأما العذرة فلا يجوز الانتفاع بها ما لم يخلط بالتراب ويكون التراب غالباً ، وهذا لأن محلية البيع بالمالية والمالية بالإنتفاع والناس اعتادوا الانتفاع بالبعر والسرقين من حيث الالقاء في الأرض لكثرة الريع ، أما ما اعتادوا الانتفاع بالعذرة ما لم يكن مخلوطاً بالتراب ويكون التراب هو الغالب . (۳۰۲/۷ ، كتاب البيع ، في بيع المحرمات)

ما في " مجمع الأنهر " : ويكره بيع العذرة خالصةً وجاز لو مخلوطاً وجاز بيع السرقين مطلقاً في الصحيح عندنا . (۲۱۱/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " البحر الرائق " : كره بيع العذرة لا السرقين لأن المسلمين يتمولون السرقين وانتفعوا به في سائر البلاد والأمصار من غير نكير فإنهم يلقونه في الأراضي لاستكثار الريع بخلاف العذرة لأن العادة لم تجر بالإنتفاع بها إلا مخلوطاً برماد أو تراب غالب عليها فحينئذٍ يجوز بيعها . (۳۶۵/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع) (فتاوی محمودیہ:۶۴/۱۶،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح المجلة لسليم رستم الباز " : – " الأمور بمقاصدها " – . يعني أن الحكم الذى يترتب على أمر يكون على مقتضى ما هو المقصود من ذلک الأمر ...... ثم اعلم أن الكلام هنا على حذف المضاف والتقدير حكم الأمور بمقاصد فاعلها أي ؛ أن الأحكام الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين منوط بمقاصدهم من تلك الأفعال فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمرا مباحا كان فعله مباحاً وإن قصد أمرا محرما كان فعله=

جعلی سرٹیفکٹ والی گاڑی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۱۷): جعلی سرٹیفکٹ کے ذریعہ گاڑی فروخت کرنا گویا کہ سامنے والے کو دھوکہ دینا ہے، جب کہ شریعتِ اسلامیہ نے دھوکہ دینے سے منع کیا ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: " مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا "جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں (۱)۔ مثلاً: ایک شخص نے کسی دوسرے شخص سے کوئی گاڑی لیا، بعد میں پتہ چلا کہ اس گاڑی کا سرٹیفکٹ جعلی ہے، یعنی نقلی کاغذات کے ذریعہ وہ خریدی گئی ہے، اور جعلی کاغذات کا ہونا یہ گاڑی کے لیے باعثِ عیب ہے، کیوں کہ جعلی کاغذات کی بنا پر اس کی قیمت میں نقصان اور کمی آجاتی ہے، اور ایسی گاڑیاں عموماً

= محرما . (۱/۱۷، ۱۸، المادة : ۲)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " إن أشدّ الناس عذابًا عند الله المصورون " . متفق عليه .

(۲/۳۸۵، الفصل الأول ، باب التصاوير)

وفيه أيضًا : وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صورها نفسًا فيعذبه في جهنم " . قال ابن عباس : فإن كنت لا بد فاعلاً فاصنع الشجر وما لا روح فيه . متفق عليه . (۲/۳۸٦، باب التصاوير)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في " شرح مسلم " الإجماع على تحريم صورة الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها .

(۲/۳٦۰، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلوٰة ، مطلب إذا تردّد الحكم)

(کتاب الفتاوی: ۵/۲۰٦، ۲۰۷، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، فتاوی رشیدیہ: ص/۴۹۲، جسیم بک ڈپو دہلی، جدید مسائل کا حل: ص/ ۱۹۸، تصویر دار برتن فروخت کرنا)=

خریدی نہیں جاتی ہیں، اگر مشتری کو خریدنے کے بعد کا غذات کے جعلی ہونے کا علم ہوجائے، اور وہ ایسی گاڑی کے لینے پر رضامند نہیں ہے، تو اس کو واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا، اور بائع پر لازم ہے کہ وہ مشتری کو مبیع لوٹانے کے بعد پوری قیمت واپس کردے (۲)، اور اگر مشتری نے عیب کے جاننے کے بعد بھی بیع پر رضامندی ظاہر کردی، تو ایسی صورت میں مشتری کا واپس کرنے کا حق ختم ہوجائے گا۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " جامع الترمذي " : ان رسول الله ﷺ مرّ على صبرة طعام فأدخل يده فيها فنالت أصابعه بللاً فقال : يا صاحب الطعام ! ما هذا ؟ قال : أصابته السماء يا رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس ، ثم قال : " من غشّ فليس منّا " . ... والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغش وقالوا : الغشّ حرام . (۱/۲۴۵، أبواب البيوع ، باب ما جاء فی كراهية الغشّ)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : العيب : هو كل ما يخلو عنه أصل الفطرة السليمة ويوجب نقصان الثمن فی عرف التجار نقصاناً فاحشاً أو يسيرًا كالعمی والعور والحول .
(۳۵۵۸/۵ ، المطلب الثاني – العيوب الموجبة للخيار)

وما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : **خيار الوصف ، أو خيار فوات الوصف المرغوب فيه :** هو في مذهب الحنفية : أن يكون المشتري مخيرا بين أن يقبل بكل الثمن المسمى أو أن يفسخ البيع حيث فات وصف مرغوب فيه ، فی بيع شيء غائب عن مجلس العقد ، مثاله أن يشتری شيئًا يشترط فيه صفة معينة غير ظاهرة ، وإنما تعرف بالتجربة ، ثم يتبين عدم وجودها ..... أو يشتري بقرة على أنها حلوب ، فظهرت غير حلوب ، أو يشتري جوهرة على أنها أصلية ، فظهرت أنها تقليد صناعي للأصلية ، فيكون المشتري مخيرا إن شاء فسخ البيع ، وإن شاء أخذ المبيع بجميع الثمن المسمى ؛ لأن هذا وصف مرغوب فيه . (۳۵۲۰/۵ ، خيار الوصف)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (رضا بالعيب) .... وكذا كل مفيد رضا بعد العلم بالعيب يمنع الرد . (۱۵۲/۷ ، كتاب البيوع ، باب العيب ، ديوبند)

راکھی کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۱۸): راکھی بیچنا گویا کافروں کی رُسومِ شرکیہ میں تعاون کرنا ہے، اور ہم کو تعاون علی الاثم (گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد) سے منع کیا گیا ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے، ورنہ بیچنے والے سخت گنہگار رہوں گے۔ (۱)

جانور کے حرام اعضا کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۱۹): بعض لوگ جانوروں کے حرام اعضا مثلاً: شرمگاہ، مثانہ، پتہ، خصیتین وغیرہ کی خرید وفروخت کرتے ہیں، اگر ان کی خرید وفروخت کھانے کے لیے کی جاتی ہے، تو وہ حرام ہے (۲)، کیوں کہ جس کا کھانا حرام اس کا بیچنا بھی حرام ہے (۳)، اور اگر کسی اور مقصد کے لیے خرید وفروخت کی جاتی ہے، تو وہ ممنوع نہیں ہوگا، جیسے دوا وعلاج وغیرہ کے لیے فروخت کرنا اور خریدنا، مگر تداوی بالمحرم (حرام چیزوں سے علاج) کے سلسلے میں علمائے احناف کے اقوال مختلف فیہ ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور قول یہی ہے کہ حرام اشیاء سے علاج درست نہیں (۴)، امام ابو یوسف اور اکثر مشائخ حنفیہ رحمہم اللہ نے حرام سے علاج کرنے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، بشرطیکہ ماہر

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/ ۳۸۱)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۴/ ۸۵ ، سورة المائدة : ۳)=

مسلم معالج یہ بتائے کہ اس مرض کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور مباح دوا نہیں، اور اس کے استعمال میں شفایابی کا غالب گمان ہے(۵)، تو ایسی صورت میں ان اشیاء کی خرید وفروخت درست ہونی چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : أما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان سبعة ؛ الدم المسفوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة . كذا في البدائع .

(۵/۲۹۰ ، كتاب الذبائح ، الباب الثالث فى المتفرقات)

(۳) ما في " القواعد والضوابط " : كل شيء لا يحل أكله والإنتفاع به على وجه من الوجوه فشراءه وبيعه مكروه ، وكل شيء لا بأس بالانتفاع به فلا بأس ببيعه .

(۲/۱۳۹ ، بحواله موسوعة قواعد الفقه: ۸/۴۳۷)

(۴) ما في " المبسوط للسرخسي " : وعلى قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى لا يجوز شربه للتداوي وغيره لقوله ﷺ : " إن الله تعالى لم يجعل شفاء كم فيما حرّم عليكم " .

(۱/۱٦٦ ، باب الوضوء والغسل ، بيروت)

(۵) ما في " البحر الرائق " : وقال أبو يوسف : يجوز للتداوي لأنه لما ورد الحديث به في قصة العرنيين جاز التداوي به إن كان نجسا .... ووجه قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه نجس والتداوي بالطاهر المحرم كلبن الأتان لا يجوز فما ظنك بالنجس ، ولأن الحرمة ثابتة فلا يعرض عنها إلا بتيقن الشفاء وتاويل ما روي في قصة العرنيين أنه عليه السلام عرف شفاء هم فيه وحيا ولم يوجد تيقن شفاء غيرهم لأن المرجع فيه الأطباء وقولهم ليس بحجة قطعية ، وجاز أن يكون شفاء قوم دون قوم لاختلاف الأمزجة حتى لو تعين الحرام مدفعاً للهلاک الآن يحل كالميتة والخمر عند الضرورة . (۱/۲۰۴ ، كتاب الطهارة)

ما في " أماني الأحبار في شرح معاني الآثار " : فقال : جاء اليقين بإباحة الميتة والخنزير عند خوف الهلاک فقد جعل الله تعالى شفاء نا من الجوع المهلک فيما حرم علينا فى غير تلک الحال ونقول نعم أن الشيء ما دام حراماً علينا فلا شفاء لنا فيه فإذا اضطررنا إليه فلم يحرم علينا حينئذ بل هو حلال فهو لنا حينئذ شفاء وهذا ظاهر الخبر . (۲/۱۱۵)=

گندے انڈوں کی واپسی

مسئلہ (۳۲۰): کسی شخص نے کچھ انڈے خریدے، اور گھر لے جاکر جب انہیں پھوڑا، تو وہ انڈے خراب نکلے، تو شخص مذکور کو ان خراب انڈوں کے واپس کرنے کا شرعاً حق حاصل ہوگا، کیوں کہ خراب انڈے مال نہیں ہیں، اس لیے ان کی خرید وفروخت باطل ہے، پھر بھی اگر ایسا معاملہ کرلیا گیا، تو بائع پر ان انڈوں کو واپس لینا ضروری ہوگا۔ (۱)

=ما في " الفتاوى الهندية " : يجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاء ه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه .

(۳۵۵/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر)

(فقہی مقالات:۱۴۲/۴، کتاب الفتاوی:۲۷۴/۵-۲۷۵، نعیمیہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : ومن اشترى بيضاً أو بطيخاً أو قثاءً أو خياراً أو جوزاً فكسره فوجده فاسداً فإن لم ينتفع به رجع بالثمن كله لأنه ليس بمال فكان البيع باطلاً . (۲۷/۳)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا اشترى جوزاً أو بيضاً فوجده فاسداً كله ، وقد كسره فله أن يرده ويأخذ الثمن كله ، أما البيض فالفاسد منه ليس بمال متقوم إذ هو غير منتفع به ، ولا قيمة لقشرة فتبين أن أصل البيع كان باطلاً . (۱۳۴/۱۳) (فتاوی حقانیہ:۱۲۵/۶)

مجسموں کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۲۱): جاندار اشیاء کے مجسموں کی خرید وفروخت از روئے شرع ناجائز وحرام ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " حاشية النووي على الصحيح لمسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر ..... وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى . ... قوله ﷺ : الذين يصنعون الصور يعذبون يوم القيامة ، يقال لهم : " أحيوا ما خلقتم " .... الأحاديث صريحة فى تحريم تصوير الحيوان وإنه غليظ التحريم . (٢/١٩٩-٢٠١)

ما في " فتح الباري " : عن سعيد بن أبي الحسن قال : كنت عند ابن عباس إذ أتاه رجل فقال : يا أبا عباس ! إني انسان إنما معيشتي من صنعة يدي ، وإني أصنع هذه التصاوير ، فقال ابن عباس : لا أحدثك إلا ما سمعت رسول الله ﷺ يقول : سمعته يقول : " من صوّر صورةً فإن الله معذّبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ فيها أبداً " .... قال الحافظ ابن حجر : أي من الإتخاذ أو البيع أو الصنعة أو ما هو أعم من ذلک ، والمراد بالتصاوير الأشياء التي تصور . (٤/٥٠٦ ، مكتبه شيخ الهند ديوبند)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما الصور المحرمة صناعتها فإنها على القاعدة العامة فى المحرمات لا تحل الإجارة على صنعها ولا تحل الأجرة ولا الأمر بعملها ، ولا الإعانة على ذلک . (١٢/١٢٨) (جدید فقہی مسائل:۱/۳۹۶،کفایت المفتی:۹/۲۳۴،فتاوی حقانیہ:۶/۵۴)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : ما حرم استعماله من حرير كله أو غالبه ومذهب ومفضض منسوج ، أو مموه ، ومصور ونحوها ، ..... حرم بيعه لذلک ، وحرم نسجه لذلک ، وخياطته لذلک ، وتمليكه لذلک ، وتملّكه لذلک ، وأجرته لذلک أى للاستعمال . (١/٤٨٢)

حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا

مسئلہ (۳۲۲): بہت سے لوگ اندرونِ ملک ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں خفیہ طور پر مال وتجارتی سامان لے جاتے ہیں، بسا اوقات حکومت کے کارندے ان کو پکڑ کر سامان ضبط کر کے نیلام کر دیتے ہیں، جب کہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ مال وتجارتی سامان اصل مالک کی ملک سے نہیں نکلتا، کیوں کہ معروف حق کے ثابت ہوئے بغیر حکومت کے لیے رعایا کے اموال ضبط کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا ایسا مال وتجارتی سامان اصل مالک کو لوٹانا ضروری ہے، اور اس ضبط شدہ مال کی خرید وفروخت جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وليس للإمام أن يخرج شيئًا من يد أحدٍ بحق ثابت معروف .

(۲۲۲/۶ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " أحكام السلطانية للماوردي " : وأما أعشار الأموال المنتقلة في دار الإسلام من بلدٍ إلى بلدٍ فمحرّمة لا يبيحها شرع ، ولا يسوّغها اجتهاد ، ولا هي من سياسات العدل ، ولا من قضايا النَّصَفة ، وقل ما تكون إلا في البلاد الجائرة ، ولذلک قال رسول الله ﷺ : " لا يدخل الجنّة صاحب مكسٍ " . وفي لفظ آخر : " إن صاحب المكس في النار " يعني العاشر .

(ص/۲۴۶ ، دار الكتب العلمية بيروت)

(فتاوی حقانیہ:۶/۷۱، حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا)

باب الربوا

☆......سود کے مسائل......☆

ہندوستان میں سودی لین دین

مسئلہ (۳۲۳): دارالحرب میں سودی معاملے کے جواز وعدم جواز میں ائمہ کا اختلاف ہے، قائلین جواز کے نزدیک اس کی چند قیودات ہیں: محل دارالحرب ہو، سودی معاملہ حربی سے ہو مسلم اصلی یا ذمی سے نہ ہو، مسلم اصلی وہ ہے جو دارالحرب میں آنے سے پہلے اسلام لاچکا ہو، معاملہ کرنے والا ایسا مسلم ہو جو دارالحرب میں امان لے کر آیا ہو، یا ایسا مسلم ہو جو دارالحرب ہی میں اسلام لایا ہو، چوں کہ قیوداتِ اربعہ میں سے قید اول وآخر، ہندوستان کے سودی معاملہ میں مفقود ہے، کیوں کہ علمائے کرام نے ہندوستان کی حیثیت دارالامن قرار دی ہے، اور سودی معاملہ کرنے والے مسلمان یہیں کے رہنے والے ہیں، کسی دارالاسلام سے نہیں آئے، لہٰذا خود قائلین جواز یعنی طرفین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے، قطع نظر ان تمام باتوں کے ایک مسلمان کے لیے بر بنائے احتیاط، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول عدم جواز پر عمل کرنا ہی بہتر واولیٰ ہے، اس لیے کہ طرفین کے قول کو اختیار کرنے میں عوام اُن تمام قیود سے صرفِ نظر کر کے، ان صورتوں کی بھی مرتکب ہوگی جو بالاجماع حرام ہیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : أو لا ربا بين حربي ومسلم مستأمن ، احترز بالحربي عن المسلم الأصلي والذمي . (۷/ ۳۲۱ ، كتاب البيوع ، باب الربا)=

....

....

....

....

=ما في " المبسوط للسرخسي " : عن مكحول ، عن رسول الله ﷺ قال : لا ربا بين المسلمين ، وبين أهل دار الحرب في دار الحرب .... وهو دليل لأبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى في جواز البيع المسلم الدرهم بالدرهمين من الحربي في دار الحرب .
(۶۹/۱۴ ، باب الصرف في دار الحرب)

ما في " بدائع الصنائع " : إذا دخل مسلم دار الحرب تاجراً فباع حربياً درهماً بدرهمين ، أو غير ذلک من سائر البيوع الفاسدة ، في حكم الإسلام أنه يجوز عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ، وعند أبي يوسف لا يجوز . (۴۱۶/۴ ، البيوع ، شرائط جريان الربا)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال أبوحنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى : لا يحرم الربا بين المسلم والحربي في دار الحرب . (۷۵/۲۲ ، ربا)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربا﴾ . [البقرة : ۲۷۵] . وقوله تعالى : ﴿يآيها الذين اٰمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين﴾ . (سورة البقرة:۲۷۸)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا ربا بين حربي ومسلم ثمة خلافاً للثاني والثلاثة (للثاني أي أبي يوسف (والثلاثة) أي الأئمة الثلاثة . (۳۲۱/۷ ، باب الربا)

ما في " المبسوط " : لا ربا بين المسلمين وبين أهل دار الحرب في دار الحرب ، وهو دليل لأبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى في جواز بيع المسلم الدرهم بالدرهمين من الحربي في دار الحرب ، وعند أبي يوسف والشافعي لا يجوز . (۶۹/۱۴)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء وأبويوسف من الحنفية إلى أنه لا فرق في تحريم الربا بين دار الحرب ودار الإسلام ، فما كان حراماً في دار الإسلام كان حراماً في دار الحرب . (۷۴/۲۲ ، ربا) (امداد الفتاوی:۳/۱۵۵،کتاب الربوا)

سودی رقم بینک میں چھوڑنا

مسئله(۳۲۴): بینک میں سود کی رقم نہیں چھوڑنا چاہیے، کیوں کہ اہلِ باطل اس کو اپنے مذہب کی ترویج واشاعت میں صرف کریں گے، جب کہ ہمیں تعاون علی الاثم سے منع کیا گیا ہے، اس لیے ان روپیوں کو لے کر بلانیتِ ثواب غرباء میں تقسیم کردینا چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " التفسير المنير" :﴿وتعاونوا على البرّ﴾ على وجوب التعاون بين الناس على البرّ والتقوى ، والإنتهاء عما نهى اللّٰه تعالى عنه ، وحرمة التعاون على المعاصي والذّنوب ، ويؤكّده حديث : " الدالّ على الخير كفاعله " . رواه الطبراني . (۴۲۳/۳)

ما في " أحكام القرآن لمفتي عبد الشكور " : يأمر اللّٰه تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات ، وهو البرّ ، وترك المنكرات ، وهو التقوى ، وينهاهم عن التّناصر على الباطل والتعاون على المأثم والمحارم . (۹۸/۱ ، أصول التعاون والتناصر)

ما في " رد المحتار " : " وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز " .

(۴۳۹/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

ما في " مجمع الأنهر " : (وكره بيع السلاح ممن علم أنه من أهل الفتنة) ...... لأنه إعانة على المعصية . (۵۱۷/۲ ، كتاب السير والجهاد)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن اللّٰه يأمركم أن تؤدّوا الأمٰنٰت إلى أهلها﴾ . (النساء : ۵۸)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : لو فرضناها نزلت في سبب فهي عامة بقولها ، شاملة بنظمها لكل أمانة ، وهي اعداد كثيرة ، أمهاتها في الأحكام : الوديعة ، واللقطة ، والرهن ، وأما اللقطة فحكمها التعريف سنة في مظان الإجتماعات .... والأفضل أن يتصدق بها . (۴۵۰/۱)

ما في " التفسير المنير " : ﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ ينهى اللّٰه تعالى كل واحد من المؤمنين عن أكل مال غيره بالباطل .... أي بأنواع المكاسب غير المشروعة كالربا=

مالِ حرام کا حکم

مسئلہ (۳۲۵): مالِ حرام کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم ہو، تو اس کو پہنچا دے، اور اگر معلوم نہ ہو تو اصل مالک کی طرف سے صدقہ کی نیت سے غرباء و فقراء کو دیدی جائے، اگر غرباء وفقراء میں اپنے اعزا واقارب ہوں، تو انہیں بھی دے سکتے ہیں، اب وہ اس رقم کو اپنی ضرورتوں میں استعمال کر سکتے ہیں۔[1]

=والقمار ..... فالباطل ما يخالف الشرع . وقال ابن عباس ، والحسن البصري : هو أن يأكل بغير عوض ، فالباطل ما يؤخذ بغير عوض ..... فمن باع بيعاً فاسداً أو أخذ ثمنه كان ثمنه حراماً خبيثاً ، وعليه رده . (۳/ ۳۲ ، ۳۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلك ههنا بردّ المأخوذ إن تمكن ردّه ، بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق به إن لم يعرفه ، ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله . (۵/ ۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب ، العرف الشذي : ۱/ ۳۵ ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء لا تقبل الصلاة بغير طهور ، رد المحتار : ۹/ ۴۷۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع) (جدید مسائل کا حل :ص/ ۴۴۰، آپ کے مسائل اوران کا حل :۶/ ۲۴۰،قدیم)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قلت : قال علمائنا : إن سبيل التوبة مما بيده من الأموال الحرام إن كانت من ربا فليردّها على من أربى عليه ، ويطلبه إن لم يكن فإن أيس من وجوده فليتصدّق بذلك عنه . (۳/ ۳۶۶)

ما في " معارف السنن " : قال شيخنا : ويستفاد من كتب فقهائنا كالهداية وغيرها أن من ملك بملك خبيث ، ولم يمكنه الرد إلى المالك ، فسبيله التصدق على الفقراء ، قال : إن المتصدق بمثله ينبغي أن ينوي به فراغ ذمته ، ولا يرجو به المثوبة . (۱/ ۳۴)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدّق به بنية صاحبه . (۷/ ۲۲۳ ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً)=

سودی رقم نفع کے نام پر وصول کرنا

مسئلہ (۳۲۶): بلاضرورت بینک میں رقم جمع کرنا اوراس پر ملنے والے سود کو نفع کہہ کر وصول کرنا اوراپنے استعمال میں لانا، سراسر ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ بینک سے نفع کے نام سے ملنے والی رقم سود ہے، جو بہرحال حرام ہے، اور قرآن وحدیث میں سود کا مال کھانے والوں پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔[1]

=ما في " الفتاوى الهندية " :والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلک ههنا بردّ المأخوذ إن تمكن من ردّه ، بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق إن لم يعرفه ، ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله . (۳۴۹/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة منه إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۴۰۷/۳۹ ، الكسب الناشي عن الميسر)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل أن المستحق بجهة إذا وصل إلى المستحق بجهة أخرى ، اعتبروا أصلاً بجهةٍ مستحقَةٍ إن وصل إليه من المستحق عليه ، وإلا فلا .
(۲۱۵/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب رد المشتري فاسداً إلى بائعه)

ما في " رد المحتار " : لأن سبيل الكسب التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه . (۴۷۰/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الفتاوى الهندية : ۳۴۹/۵ ، المحيط البرهاني : ۹۷/۶ ، الموسوعة الفقهية : ۲۴۵/۳۴ ، السير الكبير : ۴/۴ ، الموسوعة الفقهية : ۴۰۷/۳۹)(فتاویٰ محمودیہ:۳۷۴/۱۶،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل اللّٰه البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة واستحق الخلود في نار جهنم ، والمراد هنا المكث الطويل إذا كان الفاعل مؤمناً ، وعبر به تغليظاً بفعله ، ثم نبّه اللّٰه تعالى على اضرار الربا وتبديد أثره ، فالربا يذهب اللّٰه بركته ولا ينميه ، ولا يزيده في الحقيقة ، والواقع وإن زاد المال بسببه في الظاهر فهو إلى ضياع وفناء . (۹۶/۳)

ما في " الصحيح لمسلم " :عن جابر قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آكل الربا وموكله ،=

سودی رقم ہدیہ میں لینا

مسئلہ (۳۲۷): اگر کوئی شخص کسی کو سود کی رقم ہدیہ میں دے، اور اس کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ سود ہی کی رقم میں سے ہدیہ دیتا ہے، تو اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ہے۔(۱)

=وکاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷)

ما في " الموسوعة الفقهية " : طلب الحلال فرض على كل مسلم ، وقد أمر الله تعالى بالأكل من الطيبٰت ، فقال سبحانه وتعالى :﴿يا أيها الذين اٰمنوا كلوا من طيبٰت ما رزقنكم﴾ . (۲۴۴/۳۴)

ما في " كنز العمال " : قوله عليه الصلاة والسلام : " من أكل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحاً ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولى به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتنبت اللحم " . (۸/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : أهدى إلى رجل شيئاً ، أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام ، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ، ولا يأكل الطعام . (۳۴۲/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ، كذا في المحيط البرهاني : ۱۱۰/۶ ، كتاب الكراهية ، الباب السابع عشر في الهدايا والضيافات ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۴۰۰/۳ ، كتاب الحظر والإباحة ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۳۶۰/۶ ، كتاب الكراهية)

ما في " مجمع الأنهر " : ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور ، لأن الغالب في مالهم الحرمة . (۱۸۶/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في الكسب ، الاختيار لتعليل المختار : ۴۳۶/۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في الكسب)

کریڈٹ کارڈ (Credit Card)

مسئلہ (۳۲۸): کریڈٹ کارڈ (Credit Card) کی مروّج صورت چوں کہ سودی معاملہ پر مشتمل ہے، لہٰذا کریڈٹ کارڈ یا اس قسم کے کسی کارڈ کا حاصل کرنا جائز نہیں[۱]، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے پندرہویں سمینار منعقدہ: ۱۰، ۱۱، ۱۲/ مارچ ۲۰۰۶ء کا فیصلہ بھی یہی ہے۔[۲]

---

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وأحل اللّٰہ البیع وحرّم الرّبوا﴾ . (سورۃ البقرۃ : ۲۷۵)

ما في " صحیح مسلم " : عن جابر رضی اللّٰہ تعالی عنہ قال : " لعن رسول اللّٰہ ﷺ آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ ، وقال : ھم سواء " . (۲/۲۷ ، باب الربوا)

ما في " فقہ النوازل " : البطاقة الفضیة أو الذھبیة علی الشرط المذکور بطاقة ربویة ، لا یجوز اصدارھا ولا العمل لاشتمالھا علی قرض جرّ نفعاً وھذا ربا محرم ، والتعامل بھا من التعاون علی الإثم والعدوان ، وباللّٰہ التوفیق ، وصلی اللّٰہ علیہ نبینا محمد وآلہ وصحبہ وسلم.

(۲۰۳/۳، وثیقة رقم: ۱۶۵ ، بطاقة الائتمان)

ما في " الفقہ الإسلامی وأدلتہ " : نھی النبي ﷺ عن سلف وبیع ، مثل أن یقرض شخص غیرہ ألف درھم علی أن یبیعہ دارہ أو علی أن یرد علیہ أجود منہ ، أو أکثر والزیادۃ حرام کما تقدم إذا کانت مشروطة أو متعارفاً علیھا في القرض ...... لأن کل قرض جرّ نفعًا فھوربا .

(۳۷۴۶/۵ ، فوائد المصارف البنوک)

ما في " رد المحتار " : قولہ : کل قرض جر نفعاً حرام ، أی إذا کان مشروطاً .

(۲۹۸/۷، مطلب کل قرض جر نفعاً حرام)

(بینک سے جاری ہونے والے مختلف کارڈ کے شرعی احکام: ص/۲۰، کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام: ص/۱۰۳)

(۲) (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/۱۶۳، تجویز نمبر۴)

شرط پر قرض

مسئلہ (۳۲۹): قرض دینے والے کا قرض دیتے وقت شرط لگانا، مثلاً یوں کہنا کہ تو میری فلاں چیز خریدے گا تو میں تجھ کو قرض دوں گا، یہ سود خوروں کا سودی حیلہ ہے، جو آپ ﷺ کے فرمان: " **لا يحل سلف وبيع** "(بیع کی شرط کے ساتھ قرض دینا جائز نہیں) کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز وحرام ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرّم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة حرم الله الربا في القرآن كتحريم الخمر . (۹۶/۲ . ۱۰۰)

ما في " التفسيرات الأحمدية " : فأمرهم الله تعالى أن يتركوا لا يطالبوها ، حيث قال : ﴿وذروا ما بقي من الربوا﴾ أي اتركوها ، ولا تطلبوها إن كنتم مؤمنين كامل الإيمان . وقوله تعالى : ﴿فإن لم تفعلوا﴾ أي فإن لم تتركوا ما بقي من الربا ، بل تأخذوه ﴿فأذنوا بحرب من الله ورسوله﴾ أي فاعلموا أنكم لا تقومون بحرب عظيم من الله بالنار ، ورسوله بالسيف ، حيث ارتكبتم ما نهاه الله ورسوله . (ص/۱۲۱)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : وأخرج الطبراني في الأوسط ، والبيهقي عن ابن عباس ، عن النبي ﷺ قال : "درهم ربا أشدّ على الله من ستة وثلاثين زنية " . وقال : " من نبت لحمه من السحت فالنار أولى به " . (۶۴۳/۱)

ما في " جامع الترمذي " : عن عمرو بن شعيب رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يحل سلف وبيع ، ولاشرطان في بيع ، ولا ربح ما لم يضمن ، ولا بيع ما ليس عندك " . قال أبوعيسى : وهذا حديث حسن صحيح ، قال إسحاق بن منصور : قلت لأحمد : ما معنى : " نهى عن سلف وبيع " . قال : أن يكون يقرضه قرضاً ، ثم يبايعه عليه بيعاً يزداد عليه ، ويحتمل أن يكون يسلف إليه في شيء فيقول : " إن لم يتهيأ عندك فهو بيع عليك" . (۳۷۲/۳ ، باب ما جاء كراهة بيع ما ليس عندك ، رقم الحديث : ۱۲۳۴)=

قرض پر نفع

مسئلہ (۳۳۰): اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کسی مشین یا اور کوئی چیز کے خریدنے کے لیے قرض دے، اور یہ شرط لگائے کہ تم اِس مشین سے جتنا کماؤگے اس کا ایک فیصد میرا ہوگا، تو یہ قرض کو باقی رکھتے ہوئے منافع پر کمیشن لینا ہے، جو صریح سود ہے، اور اس کی حرمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے [1]، البتہ اگر یہ شخص خود مشین خرید کر کرایہ پر کسی کو دیدے، تو اُس کے لیے اِس کرایہ کا لینا درست ہوگا۔ [2]

=ما في " بذل المجهود " : وقيل : هو أن تقرضه ثم تبيع منه شيئاً بأكثر من قيمته ، فإنه حرام، لأنه قرضٌ جرّ نفعاً ، أو المراد السلم ، بأن سلف إليه في شيء فيقول : " إن لم يتهيأ عندك فهو بيع عليک " . (۱۱/۳۳۴ ، كتاب البيوع ، باب في الرجل يبيع ما ليس عنده ، كذا في مرقاة المفاتيح : ۶/۷۹ ، باب المنهي عنها من البيوع ، رقم الحديث : ۲۸۷۰)

ما في " رد المحتار " : وفي الخلاصة : القرض بالشرط حرام ، والشرط لغو ، بأن يقرض على أن يكتب به إلى بلد كذا ليوفي دينه ، وفي الأشباه : " كل قرض جر نفعاً حرام " .
(۷/۳۹۸ ، كتاب البيوع ، مطلب كلُّ قرض جر نفعاً حرام)

ما في " النهر الفائق " : (لا تأكلوا) .... أي الزائد في القرض ، وفي بيع الأموال الربوبية عند بيع بعضها بجنسه (أحل الله البيع وحرم الربا) أي حرم أن يزداد في القرض على قدر المدفوع . (۳/۴۶۹ ، كتاب البيوع ، باب الربا) (جدید مسائل کا حل: ص/۴۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم ": ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة ، ...... حرم الله الربا في القرآن كتحريم الخمر . (۲/۹۶ . ۱۰۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر : .... إن لم تذروا ما بقي من الربا بعد نزول الأمر بتركه فأذنوا بحرب من الله ورسوله . (۱/۵۷۱ ، باب الربا)=

....

....

....

....

....

....

=ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر رضي اللّٰه عنه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آكل الربا ومؤكله ، وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷ ، باب لعن آكل الرباء وموكله)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (آكل الربا) أي آخذ وإن لم يأكل ، وإنما خصّ بالأكل لأنه أعظم أنواع الانتفاع . (۶/۴۲)

ما في " رد المحتار " : فضل مال بلا عوض في معاوضته مال بمال . كنز .

(۷/۳۱۳ ، كتاب البيوع ، باب الرباء ، مطلب في استقراض الدرهم)

ما في " النهر الفائق " :(لا تأكلوا الربا) أي الزائد في القرض وفي بيع الأموال الربوية عند بيع بعضها بجنسه ..... (وأحل اللّٰه البيع وحرم الربا) أي حرم أن يزداد في القرض على قدر المدفوع . (۳/۴۶۹ ، كتاب البيوع ، باب الربا)

ما في " تبيين الحقائق " : والربا محرم بالكتاب والسنة وإجماع الأمة ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿وأحل اللّٰه البيع وحرم الربوا﴾ . وأما السنة فما روي عن ابن مسعود : " أن النبي ﷺ لعن آكل الربا وموكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۴/۴۴۷)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " :الإجارة في اللغة إسم للأجرة ، وهي كراء الأجير ، وعرّفها الفقهاء بأنها عقد معاوضة على تمليك منفعة بعوض . (۱/۲۵۲ ، اجارة)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (و) تصح (إجارة الدابة للركوب والحمل الخ) . (۹/۴۵ ، كتاب الإجارة ، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافا فيها أي في الإجارة ، بيروت)

(امداد الفتاوی:۳/۱۷۲، جدید مسائل کا حل:ص/۲۷۰)

نیشنل بینک سیونگ اسکیم

مسئلہ (۳۳۱): نیشنل بینک سیونگ اسکیم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حکومت کو ملک کے دفاع کے لیے ہتھیار وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے، تو وہ اس خطیر رقم کو جمع کرنے کے لیے عوام سے رقم جمع کرواتی ہے، پھر ان کی رقم کے تناسب سے اس پر ان کو منافع بھی دیتی ہے، ان منافع کا لینا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بلا کسی عوض کے ہے، جو سود ہے، جس کی حرمت کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ میں بڑے شدّ ومد سے بیان کی گئی ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿الذين يأكلون الربوٰا لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبّطه الشيطٰن من المسّ ، ذلک بأنهم قالوآ إنما البيع مثل الربوا ، وأحلّ اللّٰه البيع وحرّم الربوٰا﴾ .
(سورة البقرة : ۲۷۰)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : الربا في اللغة : الزيادة مطلقاً ..... وفي الشرح : أنه إذا حلّ أجل الدين قال من هو له لمن هو عليه : أتقضي أم تربي ؟ فإذا لم يقض زاد مقداراً في المال الذي عليه ، وأخّر له الأجل إلى حين ، وهذا حرام بالاتفاق ..... ﴿وأمره إلى اللّٰه﴾ قيل : الضمير عائد إلى الربا ، أي وأمر الربا إلى اللّٰه في تحريمه على عباده واستمرار ذلک التحريم ...... ﴿ومن عاد﴾ إلى أكل الربا والمعاملة به ﴿فأولٰئک أصحٰب النار هم فيها خٰلدون﴾ ...... أي طويل البقاء . (۱/۲۴۰ ، ۲۴۱)

ما في " تأويلات أهل السنة للماتريدي " : قال بعضهم : قوله تعالى : ﴿الذين يأكلون الربوا﴾ ليس على حقيقة الأكل ، ولكنه كان على الأخذ ، كقوله تعالى : ﴿وأخذهم الربوٰا وقد نهوا عنه﴾ . (۲۶۹/۳ ، سورة النساء : ۱۶۱)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : وأخرج عبد الرزاق ...... عن عبد اللّٰه بن سلام قال :=

....

....

....

....

....

....

= " الربا اثنتان وسبعون حوباً ، أصغرها حوباً كمن أتى أمه في الإسلام ، ودرهم في الربا أشدّ من بضع وثلاثين زينة " . قال : " ويؤذن للناس يوم القيامة البرّ والفاجر في القيامة إلا أكلة الربا ، فإنهم لا يقومون إلا كما يقوم الذي يتخبّطه الشيطٰن من المسّ﴾ . (۱/۶۴۳)

ما في " السنن لإبن ماجة " : عن أبي هريرة قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " أتيت ليلة أسرى على قوم ، بطونهم كالبيوت ، فيها الحيات ترى من خارج بطونهم ، فقلت : من هؤلاء يا جبريل ؟ قال : هؤلاء أكلة الربا " .

(ص/۱۶۴ ، كتاب التجارات ، باب التغليظ في الربا ، رقم الحديث : ۲۲۷۳)

ما في " الهداية " : (قال : الربو محرم في كل مكيل أو موزون إذا بيع بجنسه متفاضلاً) فالعلة عندنا الكيل مع الجنس ، أو الوزن مع الجنس . (۳/۷۷ ، كتاب البيوع ، باب الربوا)

ما في " العناية شرح الهداية " : بيع الفلس بجنسه متفاضلة على أوجه أربعة : بيع فلس بغير عينه بفلسين بغير بأعيانهما ، وبيع فلس بعينه بفلسين بغير أعيانهما ، وبيع فلس بغير عينه بفلسين بأعيانهما ، وبيع فلس بعينه بفلسين بأعيانهما ، والكل فاسد سوى الوجه الرابع ، أما الأول فلأن الفلوس الرائجة أمثال متساوية قطعاً لاصطلاح الناس ، وهو الربا ، وأما الثاني فلأنه لو جاز أمسک البائع الفلس المعين وطلب الآخر ، وهو منفصل خال عن العوض ، وأما الثالث فلأنه لو جاز قبض البائع المفلسين وردّ إليه أحدهما مكان ما استوجبه في ذمته ، فيبقى الآخر له بلا عوض ، وأما الوجه الرابع ، فجوّزه أبوحنيفة وأبويوسف رحمهما اللّٰه ، وقال محمد رحمه اللّٰه : لا يجوزه ، باصطلاحهما لعدم ولايتهما على غيرهما ، فبقيت أثمانا وهي لا تتعين بالاتفاق ، فلا فرق بينه وبين ما إذا كانا بغير أعيانهما ، وصار كبيع الدرهم بالدرهمين . (۳/۶۷۵ ، ۶۷۶) (جدید مسائل کا حل:ص/۴۳۸)

بازی لگانا

مسئلہ (۳۳۲): چند لوگوں نے مل کر کسی شئ کی بازی لگائی ہو، مثلاً: جوا، تاش، شطرنج وغیرہ میں ہار جیت کی شرط پر کوئی چیز یا رقم لگائی گئی ہو، تو وہ شئ یا رقم جیتنے والے شخص کے لیے جائز نہیں ہوگی، اور وہ اس کا مالک نہ ہونے کی وجہ سے اسے آگے کسی اور کے ہاتھ نہ فروخت کرسکتا ہے، اور نہ خود استعمال کرسکتا ہے، بلکہ اسے شکست خوردہ فریق کو لوٹانا لازم ہے، اگر وہ معلوم ہو، اور اگر معلوم نہ ہو، تو پھر اصل مالک کی نیت سے صدقہ کردینا لازم ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۱)

ما في " التفسير المنير " : والميسر حرام أيضاً ، وكل شيء من القمار فهو من الميسر حتى لعب الصبيان بالجوز، وورد عن علي رضي اللّٰه عنه أنه قال : " الشطرنج من الميسر " . وكذا النرد إذا كان على مال ، فإذا لم يكن الشطرنج أو النرد على مال ، فإن الجمهور حرّموه أيضاً لأنه موقع في العداوة والبغضاء ، وصاد عن ذكر اللّٰه وعن الصلاة . (۴/۴۰)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿فاجتنبوه﴾ يريد ابعدوه واجعلوه ناحية ، فأمر اللّٰه تعالى باجتناب هذه الأمور ، واقترنت بصيغة الأمر مع نصوص الأحاديث وإجماع الأمة ، فحصل الاجتناب في جهة التحريم . [۲۸۸/۶] .... هذه الآية تدل على تحريم اللعب بالنرد والشطرنج قماراً أو غير قمار .... قد جمع اللّٰه تعالى بين الخمر والميسر في التحريم ، ووصفها جميعاً بأنهما يوقعان العداوة والبغضاء بين الناس ، ويصُدّان عن ذكر اللّٰه تعالى ، وعن الصلاة . (۲۹۱/۶)

ما في " مشكوٰة المصابيح " : قال رسول اللّٰه ﷺ :" إن اللّٰه تعالى حرّم الخمر والميسر=

سودی رقم انکم ٹیکس میں ادا کرنا

مسئلہ (۳۳۳): گورنمنٹ بینک سے ملی ہوئی سود کی رقم انکم ٹیکس اور ہر ایسے غیر شرعی ٹیکس میں دے سکتے ہیں، جو مرکزی حکومت کے ہیں اور ایسے ٹیکس میں دینا درست نہ ہوگا جو مرکزی حکومت کے نہیں ہیں، اور جو بھی حرام مال ہو اس کے متعلق بھی اصل حکم یہی ہے کہ جس کا وہ مال ہے اس کی ملک میں کسی تدبیر سے لوٹا دے، اور جب اصل مالک کی ملک میں نہ پہنچا سکے، تو خود کسی کام میں استعمال نہ کرے، بلکہ اس کے وبال سے بچنے کے لیے اصل مالک کی طرف سے بنیتِ صدقہ کسی مستحق کو دیدے۔(۱)

=والكوبة ، وقال : "كل مسكر حرام" . (۱۲۷۶/۲ ،باب التصاوير ، رقم : ۴۵۰۳)

ما في " شرح الطيبي " : اختلفوا في إباحة اللعب بالشطرنج ، فرخص فيه بعضهم ، لأنه قد يتبصر به في أمر الحرب ، ومكيدة العدو ، ولكن بثلاث شرائط : أن لا يقامر ، ولا يؤخر الصلاة عن وقتها ، وأن يحفظ لسانه عن الخناء والفحش . (۳۰۶/۸ ، رقم : ۴۵۱۲)

ما في " رد المحتار " : (إن شرط المال) في المسابقة (من جانب واحد ، وحرم لو شرط فيها (من جانبين) لأنه يصير قماراً (إلا إذا دخلا ثالثاً) . الدر المختار . قوله : (قماراً) .... سمي القمار قماراً ، لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوّز أن يذهب ماله إلى ماله ، ويجوّز أن يستفيد مال صاحبه ، وهو حرام بالنص . (۴۹۲/۹ ،الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " الفتاوى الهندية " : والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلک ههنا بردّ المأخوذ إن تمكن ردّه بأن عرف صاحبه، وبالتصدق به إن لم يعرفه ، ليصل إليه نفع ماله ، إن كان لا يصل إليه عين ماله . (۳۴۹/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب ، رد المحتار : ۴۷۰/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع) (جدید مسائل کا حل:ص/۴۴۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بذل المجهود " : وأما إذا كان عند رجل مال خبيث ، فإما إن أمكنه بعقد فاسد ، أو حصل له بغير عقد ، ولا يمكنه أن يردّ إلى مالكه ، ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس =

سودی رقم رشوت میں دینا

مسئلہ (۳۳۴): سود کا لین دین، اسی طرح رشوت کا لین دین، دونوں حرام ہیں، البتہ اگر کسی شخص کے پاس بینک کی سودی رقم ہو، تو اس کا اصل مصرف غرباء ومساکین ہیں، یہ رقم اپنے کسی کام کے کروانے کے لیے بطورِ رشوت دینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ اِس میں خود کا سودی رقم سے انتفاع لازم آتا ہے۔ (۱)

=له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء ، لأنه لو أنفق على نفسه فقد استحكم ما يرتكبه من الفعل الحرام . (۱/۳۵۹ ، كتاب الطهارة ، باب فرض الوضوء)

ما في " رد المحتار " : لو مات الرجل وكسبه من بيع البازق ، أو الظلم ، أو أخذ الرشوة يتورع الورثة ، ولا يأخذون منه شيئاً ، وهو أولى بهم ، ويردّونها على أربابها إن عرفوهم ، وإلا تصدّقوا بها ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذّر الردّ على صاحبه .

(۹/۴۷۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " الفتاوى الهندية " : إن كان المال بمقابلة المعصية ، فكان الأخذ معصية ، والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلک ههنا بردّ المأخوذ إن تمكن من ردّه بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق به إن لم يعرفه ليصل إليه نفع ماله .

(۵/۳۸۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب) (منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۱۸۵)

ما في " رد المحتار " : وفي المنتقى : امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالا ردته على أربابها إن علموا ، وإلا تتصدق به . (۹/۶۵ ، كتاب الإجارة ، الاستئجار على المعاصي)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ما يكسبه المقامر وهو كسب خبيث ، وهو من المال الحرام مثل كسب المخادع المقامر ، والواجب في الكسب الخبيث تفريغ الذمة منه بردّه إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۳۹/۴۰۷ ، الكسب الناشي عن الميسر)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل اللّٰه البيع وحرّم الرّبوا﴾ . [سورة البقرة : ۲۷۵] . =

ظلم پرست عناصر کوسودی رقم رشوت میں دینا

مسئلہ (۳۳۵): ظلم پرست عناصر، غنڈہ گردی کرنے والے افراد کوسود کی رقم سے رشوت دینا جائز نہیں ہے، دینے کی صورت میں سود کی رقم سے خود کا منتفع ہونا لازم آتا ہے، جو ناجائز اور حرام ہے، کیوں کہ سود کی رقم میں اصل حکم یہ ہے کہ وہ اصل مالک کو پہنچائی جائے، اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو غرباء ومساکین پر بلانیتِ ثواب صدقہ کردیا جائے [1]، کسی کو بطورِ رشوت دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ [2]

=﴿یا أیها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰه وذروا ما بقي من الربوا إن کنتم مؤمنین﴾ . [البقرة : ۲۷۸] .
﴿یآیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا الربوآ أضعافاً مضاعفة﴾ . (سورة آل عمران : ۱۳۰)
ما في " روح المعاني " : والمراد من الأکل الأخذ ، وعبّر به عنه لما أنه معظم ما یقصد به ولشیوعه في المأکولات ما فیه من زیادة التشنیع . (۸۷/۴)
ما في " سنن أبي داود " : عبد الرحمن بن عبد اللّٰه بن مسعود ، عن أبیه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آکل الربوا وموکله ، وشاهده ، وکاتبه " . (ص/۴۷۳ ، في آکل الربوا وموکله)
ما في " رد المحتار " :إن علم أرباب الأموال وجب ردّه علیهم ، وإلا فإن علم عین الحرام لا یحل له ، ویتصدّق به بنیة صاحبه . (۲۲۳/۷ ، کتاب البیوع ، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً)
ما في " الموسوعة الفقهیة " : والواجب في الکسب الخبیث تفریغ الذمة والتخلص منه بردّه إلی أربابه إن علموا، وإلا إلی الفقراء . (۲۴۵/۳۴ ، الکسب)
ما في " سنن أبي داود " : عن عبد اللّٰه بن عمرو قال :" لعن رسول اللّٰه ﷺ الراشي والمرتشي " . (ص/۵۰۴ ، کتاب القضاء ، باب في کراهیة الرشوة)
ما في " عون المعبود " : قال القاري : أي معطي الرشوة وأخذها ، وهي الوصلة إلی الحاجة بالمصانعة ، قیل : الرشوة ما یعطی لإبطال حق ، أولإحقاق باطل . (ص/۱۵۲۷ ، رقم : ۳۵۸۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه علیهم وإلا=

سودی رقم غیر مسلم فقراء کو دینا

مسئلہ (۳۳۶): سودی رقم کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم نہ ہو، تو وہ واجب التصدق ہے، فقراء اور غرباء پر بلانیتِ ثواب تقسیم کردی جائے، مسلمانوں میں فقراء وغرباء کی کمی نہیں ہے، لہٰذا غیر مسلم کو دینے کی بہ نسبت مسلمان کو دینا زیادہ بہتر ہے۔[1]

=فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه .

(۲۲۳/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : فيرده على أربابها إن علمهم وإلا تصدق به على الفقراء . (۳۶۰/۶ ، كتاب الكراهية ، الرابع في الهدية)

ما في " فتاوى معاصرة للدكتور يوسف القرضاوي " : أما ما سأل عنه الأخ بالنسبة للفوائد البنكية التي تجمعت له ، فشأنها شأن كل مال مكتسب من حرام ، لا يجوز لمن اكتسبه أن ينتفع به ، لأنه إذا انتفع به فقد أكل سحتاً ، ويستوى فى ذلک أن ينتفع به ، في الطعام والشراب أو اللباس أو المسكن ، أو دفع مستحقات عليه لمسلم أو غير مسلم ، عادلة أو جائرة ومن ذلک دفع الضرائب ، وإن كانت ظالمة ، للحكومات المختلفة ، لأنه هو المنتفع بها لا محالة ، فلا يجوز استخدامها فى ذلک .... الرابع : أن يصرف في مصارف الخير ، أى للفقراء والمساكين واليتامى وابن السبيل وللمؤسسات الخيرية الإسلامية الدعوية الإجتماعية ، وهذا هو الوجه المتعين .

(۴۰۱/۲ – ۴۱۱ ، في مجال المجتمع أين يصرف المال المكتسب من الحرام؟)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۴۲/۶، ۲۴۳، قدیم، مسائل سود: ص/۱۴۹)

(۱) (حوالۂ بالا)

کالج کے طلباء کو سودی رقم دینا

مسئلہ (۳۳۷): سود کی حرمت منصوص بنصِ قطعی ہے، اولاً اس سودی رقم کو اس کے اصل مالک تک پہنچانا ضروری ہے، لیکن اگر اس کے مالک تک پہنچانا ممکن نہ ہو، تو پھر اس کا مصرف غرباء وفقراء ہیں، اگر کالج وغیرہ کے طلباء غریب ومستحق ہیں، تو ان کو بھی بلانیتِ ثواب دے سکتے ہیں، غیر مستحقین کو دینا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " التفسير المنير " : ومن عاد إلى أخذ الربا بعد تحريمه فقد استوجب العقوبة ..... حرم الله الربا في القرآن كتحريم الخمر . (۹۶/۲ . ۱۰۰)

وما في " التفسير المنير " : وذكروا في سبب تحريم الربا وجوهاً : أحدها : الربا تقتضي أخذ مال الإنسان من غير عوض ، لأن من يبيع الدرهم بالدرهمين نقداً أو نسيئةً فيحمل له زيادة درهم من غير عوض ، ومال الإنسان متعلق حاجته ، وله حرمة عظيمة ، قال ﷺ : " حرمة مال الإنسان كحرمة دمه " . فوجب أن يكون أخذ ماله من غير عوض محرماً .

(۷۴/۷ ، القول الرابع)

ما في " مجمع الزوائد " : وعن ابن مسعود رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ فذكر حديثاً وقال فيه : " ما ظهر في قوم الزنا والربا إلا أحلوا بأنفسهم عقاب الله " .

(۱۴۹/۴ ، كتاب البيوع ، باب ما جاء في الربا ، رقم الحديث : ۲۵۸۱)

ما في " المعجم الكبير للطبراني " : عن عبد الله رضي الله عنه قال : " لم يهلك أهل نبوة قط حتى يظهر الزنا والربا " . (۱۶۳/۱۰ ، رقم الحديث : ۱۰۳۲۹ ، احياء التراث العربي)

ما في " رد المحتار " : ويردّونها على أربابها إن عرفوهم ، وإن لا تصدقوا بها ، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه . (۴۷۰/۹ ، الحظر والإباحة، في البيع)

ما في " الفتاوى الهندية " : والسبيل في المعاصي ردّها ، وذلک ههنا بردّ المأخوذ إن=

سودی معاملہ کی ایک صورت

مسئلہ (۳۳۸): بعض لوگ گاڑیوں کا کاروبار اس طرح کرتے ہیں کہ گاڑی کے ضرورت مند شخص کو، مثلاً ایک لاکھ روپیہ قرض دیتے ہیں، جس کی ادائیگی کے لیے کم وبیش دوڈھائی سال کی مدت مقرر کی جاتی ہے، اور وہ اپنے اس قرض پر پچاس ہزار روپے مزید وصول کرتے ہیں، شرعاً یہ زائد رقم سود ہے، جس کا لینا دینا شرعاً حرام ہے[1]۔ اس کاروبار کے جواز کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ قرض دینے والے لوگ خود، مثلاً ایک لاکھ روپئے میں گاڑی خریدلیں، اور اس پر اپنے مالکانہ حقوق ثابت ہوجانے کے بعد ضرورت مند شخص کو دوڈھائی سال کی مدت پر ادھار، دیڑھ لاکھ روپئے میں فروخت کردے۔[2]

= تمكن من رده ، بأن عرف صاحبه ، وبالتصدق به إن لم يعرفه ، ليصل إليه نفع ماله إن كان لا يصل إليه عين ماله . (۵/ ۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشي في الكسب)

ما في " العرف الشذي " : (ولا صدقة من غلول) الغلول في اللغة : سرقة الإبل ، وفي اصطلاح الفقهاء : سرقة مال الغنيمة ، ثم اتسع فيه ، فأطلق على كل مال خبيث ، قال في الدر المختار : ان التصدق بالمال الحرام ثم رجاء الثواب منه حرام وكفر .

(۱/ ۳۵ ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء لا تقبل الصلاة)

ما في " معارف السنن " : قال شيخنا : ويستفاد من كتب فقهائنا كالهداية وغيرها : أن من ملك بملك خبيث ، ولم يمكنه الرد إلى المالك ، فسبيله التصدق على الفقراء ....

قال : إن المتصدق بمثله ينبغي أن ينوي به فراغ ذمته ، ولا يرجو به المثوبة .

(۱/ ۳۴ ، أبواب الطهارات ، باب ما جاء لا تقبل صلاة بغير طهور)

الحجة على ما قلنا :=

یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا میں سرمایہ کاری

مسئلہ (۳۳۹): حکومتِ ہند کی جانب سے منظور شدہ ایک عوامی ادارہ ''یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا'' جو عوام کے بہبود کے لیے وجود میں آیا ہے، یہ ادارہ عوام سے سرمایہ لے کر اس کو مختلف کاروبار میں لگاتا ہے، اور جو بھی آمدنی ہوتی ہے، اس میں سے ہر سال اصل سرمایہ پر کچھ نفع طے کر کے سالانہ تقسیم کرتا ہے، ادارہ کے منتظمین سرمایہ کو جن کاروبار میں لگاتے ہیں، چوں کہ ان میں سے اکثر کاروبار سودی ہوتے ہیں، اس لیے ''یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا'' میں سرمایہ لگانا جائز نہیں ہے، اس صورت میں ادارہ کی حیثیت کھاتے داروں کے وکیل اور ایجنٹ کی ہے، اور سودی کاروبار اصالۃً ہو یا وکالۃً بہر صورت حرام ہے [1]، نیز چندہ کر کے

=(۱) ما في '' اعلاء السنن '' : قال علیه الصلاة والسلام : '' کل قرض جرّ منفعة فهو رباً '' . (۵۶۶/۱۴)

وما في '' اعلاء السنن '' : وکل قرض شرط فیه الزیادة فهو حرام بلا خلاف ، قال ابن المنذر : أجمعوا علی أن المسلف إذا شرط علی المستسلف زیادة أو هدیة فأسلف علی ذلک أن أخذ الزیادة علی ذلک رباً . وقد روي عن أبي بن کعب ، وابن عباس ، وابن مسعود أنهم نهوا عن قرض جرّ منفعة . (۵۶۶/۱۴ ، رد المحتار : ۲۹۸/۷ ، الفتاوی الهندیة : ۳۰۱/۴)

(۲) ما في '' الهدایة '' : قال : المرابحة نقل ما ملکه بالعقد بالثمن الأول مع زیادة ربح . (۵۴/۲) (فتاوی حقانیہ:۲۱۳/۶)

ما في '' بدائع الصنائع '' : وأما عند اختلاف الجنس فلا بأس بالمرابحة ، حتی لو اشتری دیناراً بعشرة دراهم فباعه بربح درهم ، أو ثوب بعینه جاز ، لأن المرابحة بیع بالثمن الأول وزیادة ، ولو باع دیناراً بأحد عشر درهما أو بعشرة دراهم وثوب کان جائزاً . (۲۶۳/۴)=

اس ادارے میں سرمایہ کاری کرنا، کہ اس سے حاصل شدہ منافع غریبوں کی مدد میں صرف کیے جائیں گے، یہ بھی درست نہیں ہے، اس لیے کہ حسنِ نیت سے کسی فعل کی حرمت، جواز وحلت میں تبدیل نہیں ہوتی۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . [سورة البقرة : ۲۷۵] .
وقوله تعالى : ﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين ، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۸ . ۲۷۹)
ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر رضي الله عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا ومؤكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷ ، كتاب البيوع)
(۲) ما في " رد المحتار " : إنما يكفر إذا تصدّق بالحرام القطعي . (در مختار) . وفي الشامية: قال ابن عابدين رحمه الله : رجل دفع إلى فقير من المال الحرام شيئاً يرجو به الثواب يكفر ، قوله : (إنما يكفر إذا تصدق) أي مع رجاء الثواب الناشئ عن استحلاله .
(۳/۲۰۲ ، كتاب الزكاة ، مطلب في التصدق من المال الحرام ، الفتاوى الهندية : ۲/۲۷۲ ، كتاب السير ، الباب التاسع في أحكام المرتدين) (فتاوی قاضی :ص/۱۰۹، فتاوی رحیمیہ :۹/۲۷۱)
ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : قال الحنفية : إذا تصدق بالمال الحرام القطعي ، أو بنى من الحرام بعينه مسجداً ونحوه مما يرجو به التقرب مع رجاء الثواب الناشيء عن استحلال يكفر لأن استحلال المعصية كفر ، والحرام لا ثواب فيه .
(۳/۲۰۵۸ ، الفصل الثالث ،صدقة التطوع ، أحد عشر التصدق من المال الحرام)

منی آرڈر

مسئلہ (۳۴۰): منی آرڈر میں یوں ہوتا ہے کہ بھیجے گئے پیسے مرسل إلیہ کو نہیں ملتے ہیں، بلکہ اگر شہر کی بینک میں جمع کردو، تو دوسرے شہر کی بینک اپنے پاس کی رقم مرسل الیہ کو ادا کردیتی ہے، کیوں کہ منی آرڈر مرکب ہے دو معاملوں سے، ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے، دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں، پس دونوں کا مجموعہ بھی جائز ہے[1]، اور چوں کہ اس میں ابتلاء عام ہے، اس لیے یہ تاویل کرکے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئاً مثلياً يأخذ مثله في ثاني الحال . (۳۶۶/۵ ، الباب السابع والعشرون)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : القرض يجب في الشريعة الإسلامية أن تقضى بأمثالها ..... والذي يتحقق من النظر في دلائل القرآن والسنة ومشاهدة معاملات الناس أن المثلية المطلوبة في القرض هي المثلية في المقدار والكمية ، دون المثلية في القيمة والمالية. (ص/۱۷۴)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿قالت يـآبت استأجره إن خير من استأجرتَ القويُّ الأمين﴾ .

(سورة القصص: ۲۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن عروة بن الزبير ، عن عائشة رضي الله عنها : واستأجر رسول الله ﷺ وأبو بكر رجلا من بني الدِّيل ، ثم من بني عبد بن عدي هادياً خرِّيتاً – الخرّيت الماهر بالهداية – . (۳۰۱/۱ ، في الإجارات)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : أما في الاصطلاح فيفهم من عبارات الفقهاء أن المراد=

فلیٹ بیچنے والے سے بطورِ جرمانہ کرایہ وصولی

مسئلہ (۳۴۱): اگر کوئی شخص کسی بلڈر سے کوئی فلیٹ خریدے، رقم بھی ادا کردے، اوراس کے ساتھ یہ شرط بھی لگائے کہ اگر متعینہ مدت میں فلیٹ مکمل تیار کرکے اس پر قبضہ نہ دیا گیا، تو جتنی مدت تک قبضہ دینے میں تاخیر کی جائیگی، اس پوری مدت کا کرایہ بطورِ جرمانہ آپ سے وصول کیا جائے گا، اور بلڈر اس شرط کو تسلیم بھی کرلے، تب بھی شخص مذکور کے لیے اس جرمانہ کا وصول کرنا جائز نہ ہوگا، کیوں کہ یہ سود ہے۔ ہاں! البتہ اگر متعینہ مدت تک فلیٹ پر قبضہ حاصل نہ ہو، تو وہ اس معاملہ کو فسخ کرسکتا ہے، اور اپنی دی ہوئی اصل رقم کی واپسی کا مطالبہ بھی۔ (۱)

=بعموم البلویٰ الحالة أو الحادثة التي تشمل كثيرا من الناس ، ويتعذر الاحتراز عنها ، وعبر عنه بعض الفقهاء بالضرورة العامة ، وبعضهم بالضرورة الماسّة ، أو حاجة الناس ، وفسّره الأصوليون بما تمسّ الحاجة إليه في عموم الأحوال . (۳۱/۶، ۷)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : المشقّة تجلب التيسير . (۲۷۶/۱)

وفيه أيضًا : ان الأمر إذا ضاق اتّسع ، وإذا اتّسع ضاق . (۳۰۴/۱) (امداد الفتاوی:۱۴۶/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲۷/۲)

ملازمت وغیرہ کی خاطر جعلی ڈگری

مسئلہ (۳۴۲): بعض لوگ ملازمتیں حاصل کرنے یا دیگر کاموں کے لیے جعلی ڈگریاں حاصل کرتے ہیں، یہ عمل جھوٹ اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے، جو شرعاً حرام ہے [۱]، اسی طرح جو لوگ جعلی ڈگریاں بنانے اور فروخت کرنے کا کاروبار کرتے ہیں، وہ بھی حرام کام کررہے ہیں، اس لیے جعلی ڈگری بنانے اور بنوانے سے باز آجانا چاہیے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " جمع الجوامع " : عن ابن عباس قال : قال النبي ﷺ : " من غشّنا فليس منّا " .
(۲۱۳/۷ ، رقم الحديث : ۲۲۴۹۷)

ما في " سنن أبي داود ": عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كبرت خيانة أن تحدث أخاک حديثا هو لک به مصدق وأنت له به كاذب " .
(ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب في المعاريض)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : " آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " . (۱/۱۰)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : " الشرک بالله ، وعقوق الوالدين ، وقتل النفس ، وقول الزور" . (۱/۲۲۹)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : ما أدى إلى الحرام فهو حرام . (۱/۲۶۸)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

جعلی سرٹیفکٹ کی بنیاد پر ملازمت وتنخواہ

مسئلہ (۳۴۳): کسی ادارے یا کمپنی میں نوکری حاصل کرنے کے لیے جعلی سرٹیفکٹ بنوانا اگرچہ جھوٹ اور دھوکہ دہی ہونے کی وجہ سے گناہِ کبیرہ ہے [۴]، لیکن اگر کوئی شخص اس جعلی سرٹیفکٹ کی بنیاد پر کسی ملازمت کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے، اور اس میں مفوضہ کام کی انجام دہی کی اہلیت وصلاحیت موجود ہو، تو اسے اس کام پر ملنے والی تنخواہ جائز وحلال ہوگی، اور اگر اس میں مفوضہ کام کی انجام دہی کی اہلیت وصلاحیت موجود نہ ہو، تو اس کے لیے یہ تنخواہ حلال نہ ہوگی۔ [۵]

الحجة علی ما قلنا :

(۴) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارةً عن تراضٍ منکم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " صحیح مسلم " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدق یهدي إلی البر وإن البر یهدي إلی الجنة .... وإن الکذب یهدي إلی الفجور وإن الفجور یهدي إلی النار ، وإن الرجل لیکذب حتی یکتب عند الله کذاباً . (۳۲۵/۲ ، باب قبح الکذب)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هریرة رضي الله تعالی عنه ، أن رسول الله ﷺ مرّ علی صبرة طعام فأدخل یده فیها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : أفلا جعلته فوق الطعام حتی یراه الناس ثم قال : " من غشّ فلیس منّا " . (۲۴۵/۱)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : اتفق الفقهاء علی أن الغشّ حرام سواء أکان بالقول أم بالفعل وسواء أکان بکتمان العیب في المعقود علیه أو الثمن أم بالکذب والخدیعة وسواء أکان في المعاملات أم في غیرها من المشورة والنصیحة . (۲۱۹/۳۱) (فتاوی حقانیہ:۱۲۰/۶)

(۵) ما في " البحر الرائق " : وأما رکنها فهو الإیجاب والقبول والإرتباط بینهما وأما شرط جوازها فثلاثة أشیاء ؛ أجر معلوم وعین معلوم وبدل معلوم ، ومحاسنها دفع الحاجة=

دفع ظلم اور وصولیٔ حق کی خاطر رشوت

مسئلہ (۳۴۴): رشوت کا لین دین کرنا حرام ہے، البتہ دفعِ ظلم اور اپنا حق وصول کرنے کے لیے بحالتِ مجبوری (رشوت دیئے بغیر اپنا حق وصول ہونے کی کوئی صورت ہی نہ ہو) رشوت دینے کی گنجائش ہے، اس صورت میں فقط رشوت لینے والا گنہگار رہوگا۔ (۱)

= بقليل المنفعة وأما حكمها فوقوع الملك في البدلين ساعة فساعة . (۸/۴ ، كتاب الإجارة)

ما في " خلاصة الفتاوى " : عقد الإجارة لا يجوز إلا أن يبين البدل من الجانبين جميعًا أما بيان المنفعة فبإحدى معان ثلاثة بيان الوقت وهو الأجل ، وبيان العمل ، وبيان المكان . (۱۰۳/۳)

ما في " قواعد الفقه " : تخصيص الشيء بالذكر يدل على نفي الحكم عما عداه في متفاهم الناس وعرفهم لا في خطابات الشارع . (ص/۶۸) (فتاوی حقانیہ:۶/۲۴۷، کتاب الفتاوی:۵/۳۹۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . (النساء : ۲۹)

ما في " التفسير المنير " : (لا تأكلوا) أي لا تأخذوا ، وعبّر عن الأخذ بالأكل ، لأنه المقصود المهم ، (بالباطل) بالحرام في الشرع ...... ودلت الآيتان على الأحكام الشرعية الآتية ، تحريم أكل الأموال بالباطل أي بغير حق ، وهو كل ما يخالف الشرع أو يؤخذ بغير عوض ، وله أحوال كثيرة . (۳۲/۳ – ۳۵)

ما في " التفسير المظهري " : إشارة إلى أن الظلم على أموال العبادة وأنفسهم من أعظم الكبائر والأحاديث الصحاح التي وردت في عد الكبائر ، إنما ورد فيها المظالم من حقوق العباد والاشراک . (۳۰۳/۲)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿سمّٰعون للكذب أكّٰلون للسُّحت﴾ . (سورة المائدة : ۴۲)=

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : قال أبوبكر : اتفق جميع المتأولين لهذه الآية على أن قبول الرشا محرم ، واتفقوا على أنه من السحت الذي حرّمه اللّٰه تعالى .

(۱۴۷/۲ ، أحكام الرشوة)

ما في " الدر المنثور" : وأخرج ابن أبي حاتم ، عن ابن عباس ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : "رشوة الحكام حرام ، وهي السحت الذي ذكر اللّٰه في كتابه " . (۵۰۲/۳)

ما في " سنن أبي داود " : عن عبد اللّٰه بن عمرو قال :" لعن رسول اللّٰه ﷺ الراشي والمرتشي " . (ص/۵۰۴ ، كتاب القضاء ، في كراهية الرشوة ، رقم الحديث : ۳۵۸۰)

ما في " بذل المجهود " : قال الخطابي : الراشي : المعطي ، والمرتشي : الآخذ ، وإنما يلحقهما العقوبة معاً إذا استويا في القصد والإرادة ، ورشا المعطي لينال به باطلاً ، ويتوصل به إلى الظلم ، فأما إذا أعطى ليتوصل به إلى حق ، أو يدفع عن نفسه ظلماً ، فإنه غير داخل في هذا الوعيد . (۳۰۶/۱۱)

ما في " رد المحتار " : الثالث : أخذ المال ليستوي أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع ، وهو حرام على الآخذ فقط .... الرابع : ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله ، حلال للدافع ، حرام على الآخذ ، لأن دفع الضرر عن المسلم واجب .

(۳۳/۸ ، كتاب القضاء ، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا دفع الرشوة لدفع الجور على نفسه ، أو أحد من أهل بيته لم يأثم . (۴۰۳/۴ ، الباب الحادي عشر في المتفرقات ، البحر الرائق : ۴۴۱/۶ ، كتاب القضاء) (فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۴۵۵،۴۵۶،کراچی،جدید مسائل کا حل:ص/ ۲۶۹)

ملازمت کے لیے رشوت

مسئلہ (۳۴۵): رشوت کا دینا اور لینا دونوں حرام ہیں[1]، البتہ کسی شخص میں کسی کام کے کرنے کی پوری اہلیت وصلاحیت موجود ہو، مگر متعلقہ محکمہ کا آفیسر بغیر رشوت لیے، ملازمت دینے کے لیے تیار نہ ہو، اور کسی دوسرے روزگار کی صورت میسر بھی نہ ہو، تو شخصِ مذکور اس مجبوری کی حالت میں رشوت دے کر ملازمت پر بحال ہوسکتا ہے، امید ہے کہ عند اللہ اس کا مؤاخذہ نہ ہوگا، البتہ رشوت لینے والے آفیسر کے لیے اس رشوت کا لینا ناجائز وحرام ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوآ أموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بهآ إلى الحكّام لتأكلوا أموال الناس بالإثم﴾ . (سورة النساء: ۲۹)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضى الله تعالى عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي فى الحكم " . (۱/۲۴۸ ، أبواب الأحكام ، ما جاء في الراشي والمرتشي)

(۲) ما في " رد المحتار " : الرشوة أربعة أقسام : ..... الثالث أخذ المال لسوى أمره عند السلطان دفعاً للضرر ، أو جلب للنفع ، وهو حرام على الآخذ فقط ، الرابع : ما يدفع لدفع الخوف من المدفوع إليه على نفسه أو ماله حلال للدافع حرام على الآخذ ، لأن دفع الضرر عن المسلم واجب . (۸/۳۳)

ما في " البحر الرائق " : إذا دفع الرشوة لسوى أمره عند السلطان حل له الدفع ولا يحل للآخذ أن يأخذ . (۶/۴۴۱) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۴۵۵،۴۵۶،کراچی)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : الرشوة ؛ وهو الذي يرشو السلطان لدفع ظلمه عنه ، فهذه الرشوة محرّمة على آخذها غير محظورة على معطيها . وروي عن جابر بن زيد والشعبي قالا : " لا بأس بأن يصانع الرجل عن نفسه وماله إذا خاف الظلم " ..... قال =

رشوت خور کا تحفہ

مسئلہ (۳۴۶): رشوت خور واہب (ہدیہ کرنے والا) کا غالب مال حلال ہو، تو اس کا ہدیہ قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ہاں! اگر یہ معلوم ہو کہ یہ ہدیہ مالِ حرام سے ہے تو قبول کرنا درست نہیں ہے، اور اگر اس کا غالب مال حرام ہو، تو اس کا ہدیہ قبول کرنا شرعاً جائز و درست نہیں، الا یہ کہ وہ یہ کہے: یہ ہدیہ جو میں آپ کو دے رہا ہوں، حلال مال میں سے ہے، میں نے یہ مال وراثت میں پایا ہے، یا فلاں شخص سے قرض لیا ہے، تو اس صورت میں اس کا ہدیہ قبول کیا جا سکتا ہے۔[1]

=الحسن : " ليُحِقَّ باطلاً أو يُبطِل حقاً ، فأما أن تدفع فلا بأس " . وقال يونس عن الحسن : "لا بأس أن يعطي الرجل من ماله ما يصون به عِرضَه " . (۲/ ۵۴۱ ، مطلب في وجوه الرشوة)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الضرورات تبيح المحظورات . (۱/ ۳۰۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأن حرام فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل .

(۵/ ۳۴۲ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في " مجمع الأنهر " : ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور إلا إذا علم أن أكثر ماله من حل .

(۴/ ۱۸۶ ، كتاب الكراهية)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : غالب مال المهدي إن حلالا لا بأس بقبول هديته وأكل ماله ما لم يتعين أنه من حرام وإن غالب ماله الحرام لا يقبلها ولا يأكل إلا إذا قال أنه حلال ورثه أو استقرضه . (۶/ ۳۶۰ ، الباب الرابع في الهدية والميراث)

(فتاوی محمودیہ: ۱۶/ ۴۸۱، ۴۸۲، کراچی)

دکاندار سے کمیشن لینا

مسئلہ (۳۴۷): اگر کوئی شخص دکان سے کوئی چیز خرید نے کے لیے کسی تجربہ کار کو اپنے ساتھ لے جائے، اور وہاں سے اپنی مطلوب چیز خرید لے، پھر بعد میں معلوم ہو کہ اس دکان دار نے اُس تجربہ کار شخص کو اپنی طرف سے ۵۰/روپئے دلالی کے دیئے، تو اس تجربہ کار (دلال) شخص کا دکاندار سے کمیشن لینا شرعاً درست ہے، کیوں کہ یہ دلالی کی اجرت ہے، لیکن دلالی کی اجرت لینا اسی وقت صحیح ہوتا ہے، جب کہ اجرت پہلے سے طے ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " خلاصة الفتاوى " : وفي الأصل : أجرة السمسار والمغاري والحمامي والصكاك ، وما لا تقدير فيه للوقت ، ولا مقدار لما يستحق بالعقد ، لكن للناس فيه حاجة جاز ، وإن كان في الأصل فاسدًا .(۱۱۶/۳ ، كتاب الإجارات ، جنس آخر في المتفرقات)

ما في " رد المحتار " : وفي الحاوي : سئل عن محمد بن سلمة عن أجرة السمسار فقال : أرجو أنه لا بأس به ، وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز ، فجوّز لحاجة الناس إليه . (۷۵/۹ ، كتاب الإجارات ، مطلب في أجرة الدلال)

ما في " المبسوط للسرخسي " : والسمسار إسم لمن يعمل للغير بالأجرة بيعاً وشراءً .

(۱۲۸/۵ ، باب السمسار)

کمیشن پر بیسی چلانا

مسئلہ (۳۴۸): ایک شخص کمیشن پر بیسی چلاتا ہے، یعنی دس آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس سے ہر ماہ، ایک ایک ہزار روپئے، دس ماہ تک جمع کرتا ہے، پھر ہر ماہ ان کے درمیان قرعہ اندازی کرتا ہے، جس کا نام نکل آتا ہے اُسے نو ہزار پانچ سو (9500) روپئے لے جا کر دے دیتا ہے، اور پانچ سو روپئے خود بطورِ محنتانہ رکھ لیتا ہے، تو اگر شخصِ مذکور بیسی کے تمام ممبروں کو پہلے سے اس بیسی کی پوری صورتِ حال سے واقف کرا کر، اس طرح کرتا ہے، تو اس کا یہ پانچ سو روپئے رکھ لینا جائز ہوگا، کیوں کہ یہ اس کی مزدوری اور محنتانہ ہے [۱]، البتہ بہتر ہے کہ وہ شخص خود اس بیسی میں شریک نہ ہو، کیوں کہ ایسی صورت میں ایک درجہ سود کا شائبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : ثم الأجرة تستحق بأحد معان ثلاثة ؛ إما بشرط التعجيل أو بالتعجيل أو باستيفاء المعقود عليه ، فإذا وجد أحد هذه الأشياء الثلاثة فإنه يملكها . كذا في شرح الطحاوي . (۴/۴۱۳ ، الباب الثاني)

(الهداية : ۳/۲۷۸، كتاب الإجارات ، باب الأجر متى يستحق)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن علي أنه سمع رسول الله ﷺ لعن آكل الربوا وموكله وكاتبه " . (ص/۲۴۶ ، باب الربوا)

وفيه أيضًا : عن عمر بن الخطاب أن : " آخر ما نزلت آية الربوا ، وإن رسول الله ﷺ قبض ولم يفسّرها لنا فدعوا الربوا والريبة " . رواه ابن ماجة والدارمي . (ص/۲۴۶ ، باب الربوا)

(کتاب الفتاوی: ۵/۳۳۵،۳۳۶)

ہاؤسنگ لون

مسئلہ (۳۴۹): اگر کسی شخص کو رہنے کے لیے بقدرِ ضرورت ایسا مکان دستیاب ہے، جس میں وہ ہر موسم میں اپنی اور اپنے گھر والوں کی موسمی تکلیفوں سے حفاظت کرسکتا ہے، اس کے باوجود وہ بینک سے سودی قرض لیتا ہے، جس میں اُسے قرض سے زائد رقم ادا کرنی پڑتی ہو، تو اس کا یہ عمل درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ سودی معاملہ ہے، جس کی حرمت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے واضح طور پر ثابت ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿أحل اللّٰه البیع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة :۲۷۵)

ما في " التفسیر المنیر " : ومن عاد إلی أخذ الربا بعد تحریمه فقد استوجب العقوبة ، حرم اللّٰه الربا في القرآن کتحریم الخمر . (۹۶/۲ . ۱۰۰)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : قال أبوبکر : .... إن لم تذورا ما بقي من الربا بعد نزول الأمر بترکه فأذنوا بحرب من اللّٰه ورسوه . (۵۷۱/۱ ، باب الربا)

ما في " الصحیح لمسلم " : عن جابر رضي اللّٰه عنه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه ، وقال : هم سواء " . (۲۷/۲ ، باب الربا)

ما في " فتح الملهم " : قوله : (وموکله) یعني الذي یؤدي الربا إلی غیره ، فإثم عقد الربا والتعامل به سواء في کل من الآخذ والمعطي ، ثم أخذ الربا أشد من الإعطاء ، لما فیه من التمتع بالحرام . (۵۷۴/۷ ، باب لعن آکل الربا وموکله)

ما في " مرقاة المفاتیح " : (آکل الربا) أي أخذه وإن لم یأکل ، وإنما خص بالأکل لأنه أعظم أنواع الانتفاع . (۴۲/۶ ، عون المعبود :ص/۱۴۳۵ ، کتاب البیوع ، باب آکل الربا وموکله ، رقم الحدیث : ۳۳۳۳)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : قال الماوردي : إن الربا لم یحل في شریعة قط ، لقوله تعالی : ﴿وأخذهم الربا وقد نهوا عنه﴾ یعني في الکتب السابقة . [المجموع : ۳۹۱/۹] ، =

معمہ(Puzzle) کا شرعی حکم

مسئلہ (۳۵۰): آج کل اخبار ورسائل اور جرائد میں ذہنی یا علمی معمے دیئے جاتے ہیں، جنہیں حل کر کے بھیجنا ہوتا ہے، جو کوئی حل کر کے بھیجتا ہے، اگر اس کے جوابات اور حل صحیح ہیں، تو اسے انعامی شکل میں کچھ رقم یا کوئی اور چیز دی جاتی ہے، واضح ہو کہ صحیح جوابات کے ساتھ بہت سے امیدواروں کے خطوط موصول ہونے کی صورت میں ان کے مابین قرعہ اندازی کی جاتی ہے، جن تین یا پانچ کا نام نکل آتا ہے، صرف انہیں کو انعام وغیرہ دیا جاتا ہے، شرعاً یہ قمار (Gambling) کی مروجہ صورتوں میں سے ایک صورت ہے، اخبار یا معمہ کا ٹکٹ خرید کر معمہ پُر کرنے والا گویا عوض ادا کرتا ہے، اس مقابلے سے جو عوض ملتا

=ودليل التحريم من الكتاب قول الله تعالى : ﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾ . (۲۲/ ۵۱)

ما في " رد المحتار " : الربا هو لغة : مطلق الزيادة . [در مختار] . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى : فضل مال بلا عوض في معاوضة مال بمال . " كنز " . وجيد مال الربا .... ورديئه سواء ، قوله : (سواء) أي فلا يجوز بيع الجيد بالردي مما فيه الربا إلا مثلا بمثل . "هدايه" .

(۳۰۱/۷ – ۳۱۳ ، كتاب البيوع ، باب الربا ، مطلب في استقراض الدراهم عدداً)

ما في " البحر الرائق " :(فضل مال بلا عوض في معاوضته مال بمال) وما في القنية : وهو محرم بالكتاب والسنة والإجماع ، أما الكتاب : فآيات منها : ﴿وحرم الربوا﴾ [البقرة : ۲۷۵] . ﴿لا تأكلوا الربوا﴾ [آل عمران : ۱۳۰] . ﴿يمحق الله الربوا﴾ [البقرة : ۲۷۶] ..... وأما السنة فأكثر من أن تحصى : ..... وفي الخلاصة : لو قضى بجواز بيع الدراهم بالدرهمين يداً بيد بأعيانهما أخذاً بقول ابن عباس لا ينفذ .

(۲۱۰/۷ ، كتاب البيع ، باب الربا) (جدید مسائل کا حل:ص/۱۸۲)

ہے، اس میں ملنے اور نہ ملنے دونوں کا اندیشہ ہے، اس طرح خطر پیدا ہوگیا، اور اسی کا نام قمار ہے، اور قمار کو شریعتِ مطہرہ نے حرام قرار دیا ہے۔[۱]

تشہیری کیلنڈر یا ڈائری کا ہدیہ

مسئلہ (۳۵۱): آج کل بعض ادارے اور تجارتی فرمیں اپنے تشہیری کیلنڈر اور ڈائریاں بعض مخصوص لوگوں کو ہدیۃً دیتے ہیں، اگر یہ کیلنڈر یا ڈائریاں ایسے اداروں کی جانب سے دی جاتی ہوں، جن کی آمدنی شرعاً جائز ہے، تو ان کا لینا جائز ہے، اور اگر ان اداروں کی غالب آمدنی حرام وناجائز ہو، تو ان کا لینا جائز نہیں ہے۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یٰٓأیها الذین اٰمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشیطٰن فاجتنبوه لعلکم تفلحون ، إنما یرید الشیطٰن أن یوقع بینکم العداوة والبغضآء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللّٰه وعن الصلوٰة فهل انتم منتهون﴾ .

(سورة المائدة : ۹۰، ۹۱)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : وقال قوم من أهل العلم : القمار کله من المیسر .... وحقیقته تملیک المال علی المخاطرة ، وهو أصل فی بطلان عقود التملیکات الواقعة علی الأخطار ، کالهبات والصدقات وعقود البیاعات ونحوها ، إذا علقت علی الأخطار .

(۵۸۲/۲ ، باب تحریم الخمر ، سورة المائدة)

ما في " مسند أحمد " : عن عبد اللّٰه بن عمرو قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " إن اللّٰه حرّم علی أمتي الخمر والمیسر " . (۱۱۷/۶، ۱۱۸، رقم الحدیث : ۶۵۴۷) (جدید فقہی مسائل:۴۳۰/۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوی الهندیة " : أهدی إلی رجل شیئاً أو أضافه إن کان غالب ماله من الحلال فلا بأس، إلا أن یعلم بأنه حرام فإن کان الغالب هو الحرام ینبغي أن لا یقبل الهدیة ولا یأکل الطعام .

(۳۴۲/۵ ، الباب الثاني عشر في الهدایا الخ)

مخصوص ذاتی کارڈ کی خرید وفروخت

مسئلہ(۳۵۲): کسی شخص کے پاس ایسی کمپنی کا کارڈ ہے کہ اس کمپنی میں عام لوگ (جن کے پاس اس کمپنی کا کارڈ نہیں) مزدوری کے لیے بھرتی نہیں ہوسکتے، اب وہ شخص اپنے اس کارڈ کو کسی دوسرے عام مزدور شخص کے ہاتھ فروخت کرے، تو گویا وہ اپنے حق الخدمت کو فروخت کررہا ہے[۱]، جو مال نہیں ہے[۲]، جب کہ بیع کی صحت کے لیے مال کے بدلے مال کا ہونا ضروری ہے[۳]، اس لیے کارڈ کی یہ خرید وفروخت شرعاً جائز نہیں ہے۔

این آئی ٹی (.N.I.T) کے حصص خریدنا

مسئلہ(۳۵۳): این آئی ٹی (.N.I.T)[☆] کے حصص خریدنے کی شرعاً گنجائش ہے، البتہ ان سے بچنا اَولیٰ ہے، ملحوظ رہے کہ یہ جواز اس وقت ہے، جب کہ یونٹ خریداری فارم میں یہ شق کہ'' میں .P.T.C اور .P.L.C کی آمدنی نہیں چاہتا ہوں'' اس کو اختیار کیا گیا ہو، اس لیے کہ ان کی آمدنی حرام ہے، لیکن .N.I.T کے

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' الدر المختار مع الشامیة '' : لا یجوز الإعتیاض عن الحقوق المجرّدة کحقّ الشفعة . (۲۵/۷)

(۲) ما في '' رد المحتار '' : المراد بالمال ما یمیل إلیه الطبع ویمکن إدّخاره لوقت الحاجة . (۷/۷ ، کتاب البیوع)

(۳) ما في '' مجمع الأنهر '' : البیع مبادلة مال بمال . (۴/۳ ، دار الکتب العلمیة بیروت)

(الاختیار لتعلیل المختار: ۱۵۱/۱ ، النهر الفائق :۳۳۴/۳)(فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۷۸، کراچی، فقہی مقالات:۱۸۲/۱، جدید فقہی مباحث:۲۲۲/۳، آپ کے مسائل اوران کا حل:۵۴/۶،قدیم)=

معاملات پر مضبوط نگرانی کے انتظام کے بغیر اس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ایسی مشتبہ آمدنی سے بچائے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(ا) ما في " صحيح البخاري " : عن النعمان بن بشير قال : قال النبي ﷺ : " الحلال بيّن والحرام بيّن ، وبينهما أمورٌ مشتبهةٌ ، فمن ترک ما شُبِّه عليه من الإثم كان لما استبان له أترک ، ومن اجترأ على ما يشک فيه من الإثم أوشک أن يواقع ما استبان ، والمعاصي حِمى الله ، من يرتع حول الحِمى يوشک أن يواقعه " .

(ا /۲۷۵ ، كتاب البيوع ، باب الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات ، رقم : ۲۰۵۱)

ما في " عمدة القارى " : نبه فيه هذا الحديث على صلاح المطعم والمشرب والملبس والمنكح وغيرها ، وأنه ينبغي أن يكون حلالا ، وأرشد إلى معرفة الحلال ، وأنه ينبغي ترک المشتبهات ، فإنه سبب لحماية دينه وعرضه وحذر من مواقعة الشبهات وأوضح ذلک بضرب المثل بالحمى . (ا /۴۶۴)

ما في " فتح الباري " : نقل ابن المنير في مناقب شيخه القباري عنه أنه كان يقول : المكروه عقبة بين العبد والحرام ، فمن استكثر من المكروه تطرق إلى الحرام . والمباح عقبة بينه وبين المكروه ، فمن استكثر منه تطرق إلى المكروه .... والمعنى أن الحلال حيث يخشى أن يؤل فعله مطلقاً إلى مكروه أو محرم ينبغي اجتنابه ، كالاكثار مثلا من الطيبات فإنه يحوج إلى كثرة الاكتساب الموقع في أخذ ما لا يستحق أو يفضى إلى بطر النفس ، وأقل ما فيه الإشتغال عن مواقف العبودية ، وهذا معلوم بالعادة ومشاهدة بالعيان . (ا /۱۶۰)

(اسلام اور جدید معیشت وتجارت :ص/۱۵۳)

(☆)("نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ"، جو پاکستانی حکومت کے ماتحتی میں چلنے والا ایک یونٹ ٹرسٹ ہے، جو لوگوں سے سرمایہ حاصل کر کے برآمدہ رقم سے براہِ راست کاروبار کرنے کے بجائے، دوسرے نفع بخش مواقع میں اس سرمایے کو انوسٹ کرتا ہے، اور نفع کو اپنے حصہ داروں کے درمیان تقسیم کرتا ہے)

حرام کام کی اجرت

مسئلہ (۳۵۴): حرام کام کی اجرت بھی حرام ہے، کیوں کہ یہ تعاون علی الاثم ہے، اور تعاون علی الاثم سے منع کیا گیا ہے [۱]، حدیث شریف میں ہے کہ رسول ﷺ نے شراب پینے والے کی طرح؛ شراب نچوڑنے والے، اٹھانے والے، اور پلانے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے [۲]، نیز حرام کام چونکہ معصیت ہے، اور اجارہ علی المعصیت حرام ہے، لہٰذا حرام کام کی اجرت بھی مثلِ حرام کام کے، حرام ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

(۲) ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس قال : " لعن رسول الله ﷺ في الخمر عشرة ؛ عاصرها ، ومعتصرها ، والمعصورة له ، وحاملها ، والمحمولة له ، وبائعها ، والمبيوعة له ، وساقيها ، والمستقاة له ، حتى عدّ عشرة من هذا الضرب " .

(ص/۲۴۲ ، كتاب الأشربة ، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه)

(۳) ما في " المبسوط " : لا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير ، والطبل وشيء من اللهو ، لأنه معصية والاستيجار على المعاصي باطل . (۴۲/۱۵)

ما في " رد المحتار " : لا تصح الإجارة لعسب التيس ، ولا لأجل المعاصي مثل الغناء ، والنوح ، والملاهي ، امرأة نائحة أو صاحبة طبل أو زمر اكتسبت مالا ردّته على أربابه إن علموا ، وإلا تصدق به . (۶۵/۹) (جامع الفتاوی:۳۵/۶)

ما في " الهداية " : لا يجوز الاستيجار على الغناء ، والنوح ، وكذا سائر الملاهي لأنه استيجار على المعصية ، والمعصية لا تستحق بالعقد . (۲۸۷/۳ ، كتاب الإجارات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الإجارة على المنافع المحرمة ؛ كالزنا ، والنوح ، والغناء ، والملاهي محرمة وعقدها باطل ، لا يُستحق به أجرةٌ . (۲۹۰/۱ ، إجارة)

قسطوں میں زیادہ دام دے کر خرید وفروخت

مسئلہ(۳۵۵): قسطوں پر خرید وفروخت میں چونکہ مبیع ادھار ہوتی ہے، اور اسی ادھار کی وجہ سے بہ نسبت نقد کے، زیادہ قیمت لینا جائز ہے[۱]، کیوں کہ نقد اور ادھار کی قیمت میں فرق ہونا شرعاً منع نہیں ہے[۲]، مگر قسطوں میں مدت کا متعین ہونا ضروری ہے[۳]، اسی طرح اگر کوئی قسط وقتِ معین پر ادا نہ کی جائے، تو نہ قیمت میں اضافہ ہو، اور نہ ہی وصول شدہ رقم اور مبیع ضبط ہو، ورنہ یہ معاملہ، سود وجوا پر مشتمل ہونے کی وجہ سے منع ہوگا[۴]، کیوں کہ ان دونوں کی ممانعت نصوص میں مذکور ہے۔[۵]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " شرح مجلة الأحکام " : البیع مع تأجیل الثمن ، وتقسیطه صحیح . (۱/۲۲۷)

(۲) ما في " رد المحتار " : لأن الأجل شبها بالمبیع ، ألا یری أنه یزاد في الثمن لأجل الأجل والشبهة فی هذا ملحقة بالحقیقة . (۷/۳۶۱ ، الهدایة :۳/۵۸)

(۳) ما في " شرح مجلة الأحکام " : یلزم أن تکون المدة معلومة في البیع بالتأجیل والتقسیط . (۱/۲۲۷)

(۴) ما في " المؤطا للإمام مالک " : أخبرنا مالک عن زید بن أسلم أنه قال : " کان الربا في الجاهلیة أن یکون للرجل علی الرجل إلی أجل ، فإذا أحل الحق قال : أتقضي أم تربي ، فإن قضی أخذ وإلا زاده في حقه ، وأخر عنه فی الأجل " . (ص/۲۷۹)

(۵) ما في " القرآن الکریم " : ﴿أحلّ اللّٰه البیع وحرّم الربوٰا﴾ . (سورة البقرة :۲۷۵)

ما في " القرآن الکریم " : ﴿إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشیطٰن فاجتنبوه﴾ . (سورة المائدة : ۹۰) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۴۶، ۴۷، کراچی، جامع الفتاوی:۶/۱۸۰)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : ولا خلاف بین أهل العلم في تحریم القمار وأن المخاطرة من القمار . (۱/۳۲۹ ، باب تحریم المیسر ، سورة البقرة ، بیروت)

مقروض کی کسی چیز سے نفع اٹھانا

مسئلہ (۳۵۶): کسی شخص پر کسی کا قرض ہو، اور اس کے قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے قرض خواہ اُس کی کوئی چیز اٹھا کر لے جائے اور اسے استعمال کرے، تو اس کا یہ عمل شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ قرض کی بنیاد پر فائدہ اٹھانا ہے، جو شرعاً ناجائز ہے[1]، البتہ مقروض، قرض کی ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود، قرض ادا نہ کرے، تو فقہاء کرام نے قرض خواہ کے لیے مقروض کی کسی بھی چیز کو لینے کی اجازت دی ہے، لیکن اس صورت میں جو بھی چیز لی جائے گی، اگر اس کی قیمت قرض کی بقدر ہے، تب تو ٹھیک ہے، لیکن اگر اس کی قیمت زائد از قرض ہے، تو اس زائد قیمت کا واپس کرنا لازم ہوگا، ورنہ یہ بھی سود ہوگا، جو ناجائز وحرام ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فيض القدير للمناوي " : عن علي قال : قال رسول الله ﷺ : " كل قرض جر نفعاً فهو رباً " . (۲۸/۵)

(۲) ما في " رد المحتار " : قال الحموي في شرح الكنز نقلا عن العلامة المقدسي ، عن جده الأشقر ، عن شرح القدوري للأخصب : إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق ، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان لا سيما في ديارنا لمداومتهم العقوقَ ، عفاء على هذا الزمان فإنه زمان عقوق لا زمان حقوق ، وكل رفيق فيه غير مرافق ، وكل صديق فيه غير صدوق . (۹۵/۵ ، مكتبه نعمانيه)

(کفایت المفتی: ۱۴۰/۸)

انکم ٹیکس محکمے کو رشوت دینا

مسئلہ (۳۵۷): رشوت کا دینا اور لینا دونوں حرام ہے[۱]، البتہ دفعِ ظلم اور اپنا حق وصول کرنے کے لیے بحالتِ مجبوری رشوت دینے کی گنجائش ہے، اس صورت میں فقط رشوت لینے والا گنہگار ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تأكلوآ اَموالكم بينكم بالباطل وتدلوا بها إلى الحكّام لتأكلوا فريقاً من اَموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ . (سورة البقرة :۱۸۸)

ما في " روح المعانی " : (الباطل) الحرام كالسرقة والغصب وكل ما لم يأذن بأخذه الشرع . (۱۰۵/۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه : " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي في الحكم" . (۲۴۸/۱ ، أبواب الأحكام ، ما جاء في الراشي . الخ)

(۲) ما في " رد المحتار " : ثم الرشوة أربعة أقسام : .... الثالث : أخذ المال ليسوى أمره عند السلطان دفعاً للضرر أو جلباً للنفع ، وهو حرام على الآخذ فقط . (۳۵/۸)

(فتاوی محمودیہ:۱۸/۴۵۵، ۴۵۶، کراچی)

دھان وغیرہ میں پانی ملا کر فروخت کرنا

مسئلہ (۳۵۸): آج کل بہت سے مسلمان تاجر؛ دھان وغیرہ میں پانی ملا کر فروخت کرتے ہیں، جب کہ مسلمان کی شان کسی کو دھوکہ دینے کی نہیں ہوتی ہے، لیکن اگر کسی شخص نے ایسا کرلیا تو وہ سخت گنہگار ہوگا، اور پانی ملانے کی وجہ سے جس قدر وزن میں اضافہ ہوا، اس کے مقابل قیمت وعوض بھی شرعاً حرام ہے، اس کا اصل مالک کو یا اس کے ورثاء کو لوٹانا واجب ہے، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اصل مالک کی طرف سے نیت کر کے اس کا فقراء پر صدقہ کرنا لازم ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالى عنه ؛ أن رسول اللّٰه ﷺ مرّ برجل يبيع طعاماً فسأله كيف تبيع ؟ فأخبره ، فأوحى إليه أن ادخل يدك فيه ، فأدخل يده فيه فإذا هو مبلول ، فقال رسول اللّٰه ﷺ : " ليس منا من غشّ " .

(ص/۴۸۹ ، كتاب البيوع ، باب في النهي عن الغشّ)

ما في " مشكوٰة المصابيح " : عن واثلة بن الأسقع قال : سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول : "من باع عيباً لم ينبه لم يزل في مقت اللّٰه أو لم تزل الملائكة تلعنه " . رواه ابن ماجه .

(ص/۲۴۹ ، كتاب البيوع ، باب المنهي عنها من البيوع ، الفصل الثالث)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الغشّ حرام ، سواء أكان بالقول أو بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب في المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان في المعاملات أم في غيرها من المشورة والنصيحة . (۲۱۹/۳۱)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدّق به بنية صاحبه .

(۲۲۳/۷ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۱۴۵، کراچی)

تعلیمی تاش کا استعمال اور خرید وفروخت

مسئلہ (۳۵۹): تعلیمی تاش فی نفسہٖ مالِ متقوم ہے، اس کی خرید وفروخت جائز ہے (۱)، لیکن تاش کھیلنا بسا اوقات پیش خیمہ وذریعہ ہوتا ہے قمار کا؛ کہ اس پر مالی ہار جیت کا معاملہ ہونے لگتا ہے، اس لیے اس کی خرید وفروخت اور کھیل سے بچنا چاہیے (۲)، نیز اس کو بلیک میلنگ سے بیچنا جب کہ یہ قانوناً منع ہے درست نہیں، کیوں کہ حکومتی مقرر کردہ قوانین کی خلاف ورزی ناجائز ہے، جب کہ اس میں شرعی مفسدہ نہ ہو۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : المراد بالمال ما يميل إليه الطبع ويمكن ادّخاره لوقت الحاجة والمالية تثبت بتمول الناس كافة أو بعضهم ، والتقوم يثبت بها وبإباحتها الإنتفاع به شرعاً .
(۷/۷ ، مطلب فی تعریف المال والملک المتقوم ، البحر الرائق : ۵/۴۳۰ ، شرح المجلة: ص/۷۰ ، المادة : ۱۲۶ ، ۱۲۷ ، الفقه الإسلامي وأدلته) (جواہر الفقہ :۲/۳۵۲)

(۲) ما في " رد المحتار " : وما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۹/۴۲۶)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : ان الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجبا . (ص/۴۶ ، صلة الذرائع سدا)

(۳) ما في " رد المحتار " : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض . " در مختار" . وفي الشامية : والأصل فيه قوله تعالى : " وأولى الأمر منكم " . [سورة النساء : ۵۹] . وقال عليه الصلاة والسلام : " اسمعوا وأطيعوا ولو أمر عليكم عبد حبشي أجدع " . وروي "مجدع " وعن ابن عمر أنه عليه الصلاة والسلام قال : " عليكم بالسمع والطاعة لكل من يؤمر عليكم ما لم يأمركم بمنكر " . ففي المنكر لا سمع ولا طاعة .
(۶/۳۱۹ ، مطلب في وجوب طاعة الإمام) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۴۰، کراچی، مسائل تجارت:ص/۲۴۸)

انعامی اسکیموں کے ساتھ خرید وفروخت

مسئلہ (۳۶۰): آج کل بہت ساری دوکانوں پر گراہکوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لیے خریدی گئی چیز کے ساتھ انعام بھی رکھا جاتا ہے، جس کی بنا پر لوگ ان اشیاء کو زیادہ سے زیادہ خریدتے ہیں، تو اگر خریدی ہوئی چیزوں کے ساتھ ہر خریدار کو انعام کے طور پر مزید کوئی چیز دی جاتی ہے، تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، یہ فروخت کرنے والے کی طرف سے ایک طرح کا اضافہ ہے، اور فقہاء نے مبیع میں اضافہ کو جائز قرار دیا ہے، اور چوں کہ خریدار کو اپنے پیسے کی چیز مل جاتی ہے، اس لیے یہ صورت جوے کے دائرہ میں نہیں آتی، لیکن اب خریدنے والے کی نیت پر منحصر ہے، اگر خریدنے والے کا مقصود سامان خریدنا تھا، اس کے ساتھ انعامی کوپن مل گیا، اور اتفاق سے کوپن میں اس کا نام نکل آیا، تو اس میں کوئی قباحت نہیں [۱]، لیکن اگر اصل مقصود ہی انعامی کوپن حاصل کرنا تھا، اور اسی مقصد سے سامان خریدا گیا تھا [۲]، تو یہ صورت جائز نہ ہوگی، بلکہ یہ جوا کے حکم میں ہوگا۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نوازل فقهية معاصرة " : بناء على تعين المبيع والثمن وحصول كل مشترى على مبيعه المطلوب وتوزيع الجوائز من قبل الشركات من مكاسبها الخاصة ، يجوز هذا العمل ولو كان العوض الحاصل لأحد الجانبين مجهولاً أو محتملاً ، ويلتقى الواحد ويحرم الثانى يكون ذلك حسب قول الجصاص ، غير شاملة للميسر والقمارفلا بأس فيها ، وهذا هو رأى العلامة المفتى محمد شفيع من كبار العلماء هذا العصر . (۱/۳۲۷)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : " إنما الأعمال بالنيات " . (۱/۲)=

پاورلوم فیکٹری کے لائسنس کی خرید وفروخت

مسئلہ (۳۶۱): پاورلوم فیکٹری لگانے کے لیے حکومت کی طرف سے تمام فیکٹریوں کو مشینوں کی تعداد کے اعتبار سے درآمدی لائسنس دیا جاتا ہے، تاکہ وہ دھاگہ درآمد کرے، مگر چھوٹے سرمایہ دار بڑے سرمایہ داروں سے اس درآمدی لائسنس کو بازار میں فروخت کردیتے ہیں، کیوں کہ ان کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہوتا کہ وہ از خود دھاگہ درآمد کرسکیں، اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لائسنس کوئی مادی چیز نہیں ہے، بلکہ دوسرے ملک سے دھاگہ درآمد کرنے کے حق کا نام ہے، اور یہ حق اصالۃً ثابت ہے، لہٰذا مال کے بدلے میں اس سے دست برداری جائز ہوگی [1]، نیز حکومت کی طرف سے یہ لائسنس حاصل کرنے میں بڑی کوشش، وقت اور مال صرف کرنا پڑتا ہے، اور

=(۳) ما في " صور من البيوع المحرمة والمختلف فيها " : فقد لو خط قيام بعض المؤسسات والمحلات التجارية بنشر اعلانات فی الصحف وغيرها عن تقديم جوائز لمن يشتری من بضائعهم المعروضة ، مما يغری بعض الناس علی الشراء من هذا المحل دون غيره أو يشتری سلعاً ليس له فيها حاجة طمعاً فی الحصول علی إحدی هذه الجوائز ، وحيث أن هذا نوع من القمار المحرم شرعاً ، والمؤدي إلی أكل أموال الناس بالباطل ولما فيه من الاغراء والتسبب فی ترويج سلعته واكساد سلع الآخرين المماثلة ممن لم يتامر مثل مقامرته، لذلک أحببت تنبيه القراء أن هذا العمل محرم ، والجائزة التي تحصل من طريقة محرمة لكونها من الميسر المحرم شرعاً ، وهو القمار .

(ص/۳۱۸ ، حكم الجوائز التي تقدم من المؤسسات والمحللات التجارية)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي " : الأمور بمقاصدها . (۱۱۳/۱)

(فتاوی معاصرة : ص/۱۵۴ ، للشيخ محمد بن صالح العثيمين)

(کتاب الفتاوی: ۲۴۷/۵)=

اس لائسنس کے حامل کو ایک قانونی پوزیشن حاصل ہوجاتی ہے، جس کا اظہار تحریری سرٹیفکٹ میں ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے حکومت یہ لائسنس رکھنے والے کو بہت سی سہولتیں مہیا کرتی ہے، اور تاجروں کے عرف میں یہ لائسنس بڑی قیمت رکھتا ہے، اور اس کے ساتھ اموال والا معاملہ کیا جاتا ہے، لہٰذا یہ بات بعید نہیں ہے کہ خرید وفروخت کے جائز ہونے میں اسے مادی اشیاء کے ساتھ شامل کردیا جائے، لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہے جب کہ حکومت یہ لائسنس دوسرے آدمی کے نام منتقل کرنے کی اجازت دیتی ہو، اگر لائسنس کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام ہو، اور قانون دوسری کمپنی کی طرف اس کی منتقلی کی اجازت نہ دیتا ہو، تو اس لائسنس کی بیع جائز نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیوں کہ اس صورت میں لائسنس کی فروختگی سے جھوٹ اور دھوکہ لازم آئے گا، اس لیے کہ لائسنس خریدنے والا بیچنے والے ہی کے نام سے استعمال کرے گا، نہ کہ اپنے نام سے، لہٰذا ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا(۲)، البتہ اگر لائسنس یافتہ شخص کسی کو اپنی طرف سے بیچنے اور خریدنے کا وکیل بنادے، تو اس صورت میں اس وکیل کے لیے اس لائسنس کے ذریعہ خرید وفروخت جائز ہوگی۔

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " رد المحتار " : فإنه قالوا : يجوز أخذ العوض على وجه الإسقاط للحق ، ولا ريب أن النازع يستحق المنزول به . (۲۶/۷)

(۲) ما في " حاشية البخاري " : " نهى النبي ﷺ عن النّجش " .

(صحيح البخاري : ۲/ ۲۸۷)

(فتاویٰ حقانیہ:۶/ ۶۳، ۶۴، فقہی مقالات :۱/ ۲۲۳، اسلام اور جدید معاشی مسائل :۳/ ۸۴، حقوق اور ان کی خرید و فروخت: ص/ ۱۹۳، ایضاح النوادر: ص/ ۴۹، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/ ۱۳۰)

بچت سرٹیفکٹ

مسئلہ (۳۶۲): حکومت کی طرف سے مختلف قسم کے بچت سرٹیفیکیٹ اور یونٹ وغیرہ جاری کیے جاتے ہیں، جو کہ چھ سال کے بعد دوگنا، اور دس سال کے بعد تین گنا قیمت کے ہوجاتے ہیں، شرعاً یہ زائد رقم سود کہلائے گی، اور حکومت بھی اس کو سود ہی سمجھتی ہے (۳)، لہٰذا اولاً اس طرح کی اسکیموں میں شرکت ہی نہ کی جائے، اور اگر نادانستہ طور پر شرکت کرلی گئی، تو اس سودی رقم کو لے کر غرباء وفقراء پر بلانیتِ ثواب تقسیم کردیا جائے، خود استعمال نہ کرے۔ (۴)

---

(۳) ما في " القرآن الکریم " : ﴿قالوٓا اِنّما البیع مثل الربوٰا وأحل اللّٰه البیع وحرّم الرّبوٰا﴾ .

(سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " صحیح مسلم " : عن جابر رضی اللّٰه تعالی عنه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال : هم سواءٌ " . (۲/۲۷ ، باب الربوا)

ما في " التنویر مع الدر والرد " : هو لغة : مطلق الزیادة . وشرعاً : (فضل) ولو حکماً فدخل ربا النسیئة والبیوع الفاسدة فکلها من الربا .... (خال عن عوض) .... (بمعیار شرعي) وهو الکیل والوزن ... (مشروط) ذلک الفضل (لأحد المتعاقدین) ..... (في المعاوضة) .

(۷/۳۹۸ – ۴۰۱ ، کتاب البیوع ، باب الربا ، بیروت)

(الفتاوی الهندیة :۳/۱۱۷ ، کتاب البیوع ، الباب التاسع ، الفصل السادس)

(۴) ما في " رد المحتار " : الحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه علیهم ، وإلا فإن علم عین الحرام لا یحل له ویتصدق به بنیة صاحبه . (۷/۲۲۳ ، کتاب البیوع ، مطلب فیمن ورث مالا حراماً ، الفتاوی الهندیة :۵/۳۴۹ ، کتاب الکراهیة ، الباب الخامس)

کچھ قسطیں ادا کر کے بقیہ قسطیں معاف

مسئلہ (۳۶۳): انٹر پرائز ایک تجارتی ادارہ ہے، جس کی تجارت کا طریقۂ کار یہ ہے کہ اس کے کچھ ممبر ہوتے ہیں، جو قسط وار اس ادارہ کو رقم جمع کراتے ہیں، اور ہر مہینہ قرعہ اندازی ہوتی ہے، جس ممبر کا نام نکل آتا ہے، ادارہ اس کو موٹر سائیکل، کار وغیرہ دیتا ہے، اور اب اسے بقیہ قسطیں بھی بھرنا نہیں پڑتی، جب کہ دوسرے ممبر جن کا ابھی نام نہیں نکلا برابر قسطیں جمع کرتے رہتے ہیں، شرعاً یہ معاملہ اپنی ابتدائی شکل میں تو فاسد ہے، کیوں کہ ثمن متعین نہیں، لیکن جب قرعہ اس کے نام نکل آیا اور پہلی ہی قسط کے بقدر پیسوں میں اسے وہ چیز دیدی گئی، تو یہ لین دین مستقل عقد بیع یعنی خرید وفروخت متصور ہوگا، اور چونکہ فریقین رضامند ہیں، مبیع اور ثمن متعین ہے، اس لیے انجام کار یہ معاملہ درست قرار پائے گا، اور پہلی ہی دفعہ قرعہ میں نام نکلنے والے پر موقوف نہیں ہوگا، بلکہ ہر بار نام نکلنے اور عوضین کے لینے اور دینے کے بعد ہی خرید وفروخت کا معاملہ مکمل ہوگا، ابتدائی مرحلہ میں قیمت اور مدت کے غیر متعین ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ فاسد ہوگا، یہ حکم معاملہ کی ظاہری صورت کے اعتبار سے ہے، ورنہ اس کے پسِ پردہ بھی وہی قمار والا ذہن کارفرما ہے، اس لیے درحقیقت یہ بھی کراہت سے خالی نہیں، لہٰذا مسلمانوں کو اس طرح کی اسکیموں میں حصہ لینے سے دور رہنا چاہیے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نوازل فقهية معاصرة " : الاعفاء عن الأقساط القادمة عند فوزه في القرعة ،=

مسائل التامین

☆......بیمہ کے مسائل......☆

میوچل فنڈ/ امدادِ باہمی

مسئلہ (۳۶۴): چندلوگوں نے مل کرایک فنڈ قائم کیا، جس میں ہر شخص اپنی تنخواہ میں سے کچھ روپئے جمع کرتا ہے، اور بوقت ضرورت ممبران میں سے جو بیمار ہوجائے اس کی مالی مدد کی جاتی ہے، اس فنڈ میں تجارتی اعتبار سے کسی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، لہٰذا یہ صورت بلا کراہت جائز، بلکہ مستحب ہے، کیوں کہ اس کے کسی مرحلے میں سود یا قمار نہیں پایا جاتا ہے، اور نہ ہی کوئی چیز خلافِ شرع ہے، نیز علماء کرام کی طرف سے انشورنش اور امدادِ باہمی کی جو جائز صورتیں تجویز کی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔(۱)

= هذه المعاملة فاسدة في المبدأ لعدم تعين الثمن ، لكنه إن فاز في القرعة وسلم له المطلوب مقابل قدر القسط الأول من المبلغ فيعتبر هذا التبادل عقد بيع مستقل يجوز نظراً إلى تراضي الجانبين وتعيين المبيع والثمن ، إذا قال : بعتک شاة من هذا القطيع فالبيع فاسد ، فإن عين البائع شاة وسلمه إليه ورضي به جاز ، ويكون ذلک ابتداء بيع بالمرضاة ، ولا يتوقف جوازه على الفوز في القرعة الأولى للقسط الأول وإنما يتم البيع في كل قرعة بتبادل العوضين وأما في المرحلة الابتدائية فيكون هذا العقد فاسداً بجهالة الثمن والأجل ، وهذا الحكم أيضاً في صورتها الظاهرة ، وإلا تعمل ورائه فكره القمار ولا تخلو من الكراهية وعلى المسلمين الحذر عنه . (۱/۳۲۸ ، البيع بالتقسيط)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأحسنوا ، إن الله يحب المحسنين﴾ . (البقرة : ۱۹۵)=

اضطراری حالت میں بیمہ

مسئلہ (۳۶۵): بیمہ چونکہ سود وقمار کی ایک شکل ہے، اس لیے اختیاری حالت میں بیمہ کرانا جائز نہیں ہے [1]، البتہ اگر کسی ملک یا خطہ کی بدحالی ایسی ہوجائے کہ بغیر بیمہ کے جان ومال کا تحفظ متعذّر ہوجائے، یا قانونی مجبوری ہو، تو ایسی اضطراری حالت میں بیمہ کرانا درست ہے [2]، البتہ اپنی جمع شدہ رقم سے زائد رقم کو خود کسی کام میں نہ لائے، بلکہ اس کے وبال سے بچنے کے لیے بلانیتِ ثواب غرباء پر صدقہ کردے۔ [3]

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿وأحسنوا﴾ أي في الإنفاق في الطاعة . (۳۶۵/۲)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : " من نفس عن مسلم كربة من كرب الدنيا ، نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة ، ومن يسّر على معسر يسّر الله عليه في الدنيا والآخرة ، ومن سرّ على مسلم سرّ الله عليه في الدنيا والآخرة ، والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه " . (ص/۶۷۲ ، الأدب ، في المعونة للمسلم)

ما في " شرح مسلم للنووي " : فيه حديث أبي هريرة : من نفس عن مومن كربة إلى آخره ، وهو حديث عظيم جامع لأنواع من العلوم ، والقواعد ، والآداب ، وسبق شرح أفراد فصوله ، ومعنى نفس الكرابة : أزالها ، وفيه فضل قضاء حوائج المسلمين ، ونفعهم بما تيسّر من علم ، أو مال ، أو معاونة . (۲۹۰/۸ ، كتاب الذكر والدعاء والتوبة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (في عون أخيه) أي في قضاء حاجته ، وفيه إشارة إلى فضيلة عون الأخ على أموره . (۴۱۵/۱ ، كتاب العلم)

ما في " الموسوعة الفقهية ": يختلف الحكم التكليفي للإعانة بحسب أحوالها ، فقد تكون واجبة ، وقد تكون مندوبة ، وقد تكون مباحة أو مكروهة أو محرمة ، الإعانة المندوبة ، وتكون الإعانة مندوبة إذا كانت في خير لم يجب . (۱۹۶/۵ ، ۱۹۷ ، إعانة)=

....

....

....

....

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿أحل اللّٰه البیع وحرّم الربوا﴾ . [سورة البقرة :۲۷۵] .

﴿یآیها الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰه وذروا ما بقي من الربوٓا إن کنتم مؤمنین ، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللّٰه ورسوله﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۸ ، ۲۷۹)

ما في " الصحیح لمسلم " : عن جابر رضي اللّٰه عنه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آکل الربا وموکله ، وکاتبه ، وشاهدیه ، وقال : هم سواء " .

(۲/۲۷ ، کتاب البیوع ، آخر باب تحریم حبل الحبلة)

ما في " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین اٰمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب﴾ .

(سورة المائدة : ۹۰)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : وحقیقته تملیک المال علی المخاطرة ، وهو أصل في بطلان عقود التملیکات الواقعة علی الأخطار . (۲/۵۸۲ ، المائدة ، باب تحریم الخمر)

(۲) ما في " الموافقات للشاطبي " : مجموع الضروریات خمسة : وهي حفظ الدین والنفس والنسل، والمال، والعقل ، وقد قالوا : إنها مراعاة في کل ملة . (۲/۳۲۶ ، کتاب المقاصد)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجیم " :" الضرورات تبیح المحظورات " . (۱/۳۰۷)

ما في " شرح المجلة لسلیم رستم باز " : " الحاجة تنزل منزل الضرورة عامة وخاصة " .

(ص/۳۳ ، رقم المادة : ۳۲)

(۳) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده علیهم ، وإلا فإن علم عین الحرام لا یحل له ، ویتصدق به بنیة صاحبه . (۷/۲۲۳ ، کتاب البیوع ، مطلب فیمن ورث مالاً حراماً) (نظام الفتاوی:۱/۱۹۱،فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۳۸۷،۳۸۸،کراچی)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : والواجب في کسب الخبیث لتفریغ الذمة منه إلی أربابه إن علموا وإلا إلی الفقراء . (۳۹/۴۰۷ ، الکسب الناشي عن المیسر)

بیمہ کمپنی کے لیے بطور ایجنٹ کام کرنا

مسئلہ (۳٦٦): بیمہ کمپنیوں کا موجودہ نظام چونکہ سود وقمار پر قائم ہے، اس لیے بیمہ کمپنی کے لیے بطور ایجنٹ کام کرنا اور اس پر کمیشن لینا ناجائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التفسير المنير " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم﴾ وهو الذنب والمعصية ، وهي كل ما منعه الشرع .... ولا تعاونوا على التعدي على حقوق غيركم ، والإثم والعدوان يشمل كل الجرائم التي يأثم فاعلها . (۳/۴۱۸ ، سورة المائدة)

ما في " بذل المجهود " : أي آخذه ، سواء أكله بعد ذلک أم لا ؟ (وموكله) أي معطيه ، حدثني عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود ، عن أبيه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله ، وشاهده ، وكاتبه " . أي الذي يكتب الشهادة . (وكاتبه) قال النووي : فيه تصريح بتحريم كتابة (المبايعة بين) المترابيين بأجر كان أو بغير أجر ، والشهادة عليهما ، وتحريم الإعانة على الباطل . (۱۱/۱۸ ، ۱۹ ، باب أكل الربا ، رقم الحديث : ۳۳۳۳)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷ ، كتاب البيوع ، قديمي)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب﴾ .

(سورة المائدة : ۹۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وحقيقته تمليک المال على المخاطرة ، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار . (۲/۵۸۲ ، المائدة ، باب تحريم الخمر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقد حرص الشارع على سدّ الذرائع المفضية إلى الربا ، لأن ما أفضى إلى الحرام حرام ، وكل ذريعة إلى الحرام هي حرام . (۲۲/۵۳)

ما في " بدائع الصنائع ": الوسيلة إلى الحرام حرام . (٦/۴۸۸ ، كتاب الاستحسان)

(جدید مسائل کا حل: ص/۴۴٦)

جہاز میں روانہ کیے گئے مال کا بیمہ

مسئلہ (۳۶۷): جو مال جہاز میں روانہ کیا جاتا ہے، اگر مالکِ جہاز اس کا بیمہ کرے، اس طرح کہ کرایہ کی اصل مقدار سے دو چند یا سہ چند کرایہ لے کر مال بھرے، اور نقصان کا ذمہ دار ہو جائے کہ اگر مال فلاں مقام پر صحیح سالم نہیں پہنچا، تو وہ اس کا ذمہ دار ہوگا، تو اس صورت میں جہاز والا اجیر مشترک ہے، اور اصل مذہب کے اعتبار سے اجیر مشترک کے ضامن ہونے نہ ہونے کی چار صورتیں بنتی ہیں:

۱- جب مال کی ہلاکت فعلِ اجیر سے بتعدی ہو،

۲- جب مال کی ہلاکت فعلِ اجیر سے بدونِ تعدی ہو،

۳- جب مال کی ہلاکت بدونِ فعلِ اجیر ہو، اور اس سے بچنا ممکن نہ ہو،

۴- جب مال کی ہلاکت بدونِ فعلِ اجیر ہو، اور اس سے بچنا ممکن ہو،

پہلی دو صورتوں میں امام اور صاحبین رحمہم اللہ، تینوں کے نزدیک بالاتفاق ضمان لازم ہوتا ہے،

تیسری صورت میں بالاتفاق ضمان لازم نہیں ہوتا ہے،

اور چوتھی صورت میں امام کے نزدیک مطلقاً ضمان لازم نہیں ہوتا، جب کہ صاحبین کے نزدیک مطلقاً ضمان لازم ہوتا ہے،

پس اگر جہاز والے نے ان مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایسی صورت (جس کی حقیقت ضمانت ہے) میں بیمہ کیا، تب تو یہ بیمہ جائز ہے، اور اگر ایسی صورت میں بیمہ کیا جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان نہیں ہوتا، اس کا بیمہ کرنا جائز نہیں ہے، اور جس صورت میں ضمان کے وجوب اور عدمِ وجوب میں اختلاف ہے، اس میں چوں کہ

ضمان کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے اگر جہاز والے نے اس صورت میں بیمہ کرلیا، تو یہ بھی جائز ہوگا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) أما (كفالة المال) فـ (تصح ولو) المال (مجهولا به إذا كان) ذلک المال (دينا صحيحا) .... (و) الدين الصحيح (هو ما لا يسقط إلا بالأداء أو الإبراء) . (۷/۵۷۹ – ۵۸۱ ، كتاب الكفالة ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وهي أمانة) .... (فلا تضمن بالهلاک) إلا إذا كانت الوديعة بأجر . أشباه معزيا للزيلعي . (۸/۴۵۵ ، ۴۵۶ ، كتاب الإيداع ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا يضمن (أي الأجير المشترک) ما هلک في يده وإن شرط عليه الضمان ، لأن شرط الضمان في الأمانة باطل كالمودع .... خلافا للأشباه . (در مختار) . وفي الشامية : أي من أنه إن شرط ضمانه ضمن إجماعا ، وهو منقول عن الخلاصة وعزاه ابن الملک للجامع . وفي الشامية : قوله : (ولا يضمن الخ) اعلم أن الهلاک إما بفعل الأجير أو لا ، والأول إما بالتعدي أو لا والثاني أن يمكن الاحتراز عنه أو لا ، ففي الأول بقسميه يضمن اتفاقاً ، وفي ثاني الثاني لا يضمن اتفاقاً ، وفي أوله لا يضمن عند الإمام ، ويضمن عندهما مطلقًا . (۹/۷۷ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في " البحر الرائق " : والمتاع في يده (المشترک) غير مضمون بالهلاک ، وما تلف من عمله .... مضمون ، وفي البحر : (والمتاع في يده غير مضمون بالهلاک) يعني لا يضمن ما ذكر ، سواء هلک بسبب يمكن الاحتراز عنه كالسرقة أو بما لا يمكن كالحريق الغالب ، والفارة المكابرة ، وهذا عند الإمام ، وقالا : يضمن إلا إذا هلک بما لا يمكن التحرّز عنه ، لا عمر وعليا ضمناه ..... كما إذا هلک بفعله . (۸/۴۷ ، ۴۸ ، الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في " الموسوعة الفقهية " : فالصاحبان (أبو يوسف ومحمد) والحنابلة اعتبروا التلف بفعله سواء كان عن قصد أو غير قصد ، أو بتقصير أو دونه موجباً للضمان تابعوا في ذلک عمر وعلياً حفظاً لأموال الناس ، ومثل ذلک إذا كان التلف بغير فعله ، وكان من الممكن دفعه .... أبوحنيفة إلى الضمان إذا كان التلف بفعله ، أو بفعل تلميذه ، سواء قصد أم لا، =

جہاز میں لدے ہوئے مال کا بیمہ

مسئلہ (۳۶۸): اگر بیمہ کمپنی جہاز میں لدے ہوئے مال کا بیمہ کرائے، تو یہ مالکِ جہاز کی کفالت ہے، اور صحتِ کفالہ کے لیے اس حق کا مضمون ہونا شرط ہے [۱]، لہٰذا اگر بیمہ کمپنی نے مال ہلاک ہونے کی صورتوں میں سے کسی ایسی صورت (جس کی حقیقت ضمانت ہے) میں بیمہ کیا ہے، جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان ہے، تو یہ بیمہ جائز ہے، اور اگر ایسی صورت میں بیمہ کیا ہے جس میں جہاز والے کے ذمہ ضمان نہیں ہے، تو بیمہ جائز نہیں ہے، لیکن اگر انتظامِ حفاظت کا پورا معاوضہ بیمہ کمپنی کو دیا جائے، اور وہ اپنا خاص آدمی حفاظت ونگرانی کے لیے جہاز میں رکھے، تو اس صورت میں کمپنی کا بیمہ کرنا ہر حال میں جائز ہے، اس لیے کہ جس امانت کی حفاظت پر اجرت لی جاوے، اس کے تلف سے ضمان لازم ہوتا ہے۔ [۲]

=لأنه مضاف إلى فعله ، وهو لم يؤمر إلا بعمل فيه صلاح ، وعمل التلميذ منسوب إليه ، وإلى عدم الضمان إذا كان بفعل غيره ، وهو القياس . (۲/۷ ۲۹)

(۲) ما في " البحر الرائق " : وإن شرط الضمان على الأجير ، فإن كان فيما لا يمكن التحرز عنه لا يجوز بالإجماع، لأنه شرط لا يقتضيه العقد ، وإن كان فيما يمكن التحرز عنه يجوز عندهما خلافاً للإمام . (۸/۴۸ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير ، تبيين الحقائق :۶/۱۳۹، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير) (امداد الفتاویٰ:۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، جدید مسائل کا حل:ص/ ۴۴۸، ۴۴۹)

(۳) ما في " رد المحتار " : في الأشباه : من أنه إن شرط ضمانه ضمن إجماعاً ، وهو منقول عن الخلاصة ، وعزاه ابن ملك للجامع . (۹/۷۷ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في " الخلاصة " : فإن شرط عليه الضمان إذا هلك يضمن في قولهم جميعاً ، لأن الأجير المشترك إنما لا يضمن عند أبي حنيفة إذا لم يشترط عليه الضمان ، أما إذا شرط يضمن .

(۳/۱۳۷ ، كتاب الإجارة ، الجنس الرابع في الحمامي)=

ایکسیڈنٹ میں موت ہونے پر معاوضہ

مسئلہ (۳۶۹): اگر کسی شخص کا سرکاری بس سے ایکسیڈنٹ ہوگیا، اور وہ شخص جائے حادثہ پر ہی فوت ہوگیا، تو اس کے اہل خانہ کے لیے ڈرائیور کے خلاف مقدمہ دائر کرنا، اور حکومت سے معاوضہ لینا دونوں درست ہیں، اور معاف کردینا بہتر ہے[۱]، اس لیے کہ یہ حادثہ بہت سے بہت قتلِ خطا میں آسکتا ہے، اور قتلِ خطا میں قصاص یا قتل نہیں ہوتا[۲]، صرف دیت لازم آسکتی ہے، اور دیت میں ذمی مستامن ومسلم سب برابر ہیں[۳]، اور دیت میں صرف مال عوض میں لے سکتے ہیں، سزائے جسمانی کرانا درست نہیں، اور حق دارِ میت کو دیت کے معاف کرنے کا حق بھی ہوتا

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في " البحر الرائق " : أما شرائط المكفول به ، فالأول أن يكون مضموناً على الأصل ديناً أو عيناً أو فعلاً ، ولكن يشترط في العين أن تكون مضمونة لنفسها .

(۶/۳۴۵ ، كتاب الكفالة ، بدائع الصنائع : ۴/۶۰۷ ، كتاب الكفالة ، شرائط الكفالة ، ما يرجع إلى المكفول به ، كذا في رد المحتار : ۷/۴۳۲ ، كتاب الكفالة)

ما في " تبيين الحقائق " : كفالة بالأعيان وهي نوعان : كفالة بأعيان مضمونة ، فتصح الكفالة بها . (۵/۲۱ ، كتاب الكفالة)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وشرطها (الوديعة) كون المال قابلاً لإثبات اليد عليه ، وكون المودع مكلفاً شرط لوجوب الحفظ عليه (وهي أمانة فلا تضمن بالهلاك) إلا إذا كانت الوديعة بأجرٍ . "أشباه " . معزياً للزيلعي (مطلقاً) سواء أمكن التحرز أم لا .

(۸/۳۹۵ ، كتاب الإيداع)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : وذكر الزيلعي أن الوديعة بأجر مضمونة .

(۲/۲۳۵ ، كتاب الأمانات)=

ہے، اور معاف کردینا اولیٰ ہے، پس اگر حق دار دیت لے کر معاملہ صاف کرلے، یا صلح وغیرہ کے ذریعہ سے معاملہ صاف کرلے اور پھر مقدمہ دائر کرنے میں اس کی سزا کا ظن غالب ہو، اور مقدمہ دائر نہ کرنے میں اپنے کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو (خواہ قانونی یا غیر قانونی) تو مقدمہ دائر نہ کرے۔

الحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن قتل مؤمناً خطأً فتحرير رقبةٍ مؤمنةٍ وَّديةٌ مسلمةٌ إلى أهله إلا أن يصدّقوا﴾ . (سورة النساء : ٩٢)

وما في " القرآن الكريم " : ﴿وجزآء سيّئةٍ سيّئةٌ مثلها فمن عفا واصلح فاجرهٗ على اللّٰه﴾ . (سورة الشورى : ٤٠)

(٢) ما في " الهداية " : والخطأ على نوعين : خطأ في القصد ، وخطأ في الفعل ..... وموجب ذلک الكفارة والدية على العاقلة . (٤/٥٤٥ ، باب الجناية البهيمة والجناية عليها)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل أن المرور في طريق المسلمين مباح بشرط السلامة فيما يمكن الاحتراز عنه ، ضمن الراكب في طريق العامة ما وطئت أو خطبت بيدها أو صدمت . (١٠/٢١٨، باب الجناية البهيمة والجناية عليها)

ما في " رد المحتار " : وضمن عاقلة كل فارس أو راحل دية الآخر إن اصطدما وماتا منه ، ليس على إطلاقه ، بل محمول على ما إذا تقابلا ، لما في " الاختيار " : سار رجل على دابة فجاء راكب من خلفه فصدمه فعطب المؤخر لا ضمان على المقدم ، وإن عطب المقدم فالضمان على المؤخر . وكذا في سفينتين . (١٠/٢٢٢ ، كتاب الديات ، باب الجناية البهيمة والجناية عليها)

ما في " الهداية " : الراكب ضامن لما أوطأت الدابة ما أصابت بيدها أو رجلها أو رأسها ، أو كدمت أوخطبت ، وكذا إذا اصطدمت ...... والأصل أن المرور في طريق المسلمين مباح مقيد بشرط السلامة ، لأنه يتصرف في حقه من وجه ، وفي حق غيره من وجه ، لكونه مشتركاً بين كل الناس ، فقلنا بالإباحة بما ذكرنا ليعتدل النظر من الجانبين . (٤/٥٩٤ ، باب جناية البهيمة والجناية عليها)

(٣) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (والذمي والمستأمن والمسلم) في الدية (سواء) . (١٠/٢٣٢ ، كتاب الديات ، بيروت) (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۴۰۴)

کتاب الشرکۃ

☆......شرکت کے مسائل......☆

عقد شرکت اور اس کی قسمیں

مسئلہ (۳۷۰): دو یا دو سے زیادہ افراد (یا اشیاء) کا کسی محل عقد سے مخصوص ہو جانے کو عقد شرکت کہتے ہیں [۱]، عقد شرکت شرعاً جائز ہے۔ [۲]

بنیادی طور پر شرکت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) شرکت اباحت (۲) شرکت ملک (۳) شرکت عقد۔

(۱) شرکت اباحت: یہ ہے کہ عام لوگ کسی مباح چیز کے حق ملکیت میں شریک ہوں، جیسے جنگل کی لکڑیاں، سمندر کا پانی اور گھاس وغیرہ کہ ان میں یہ اُصول ہے کہ جو شخص بھی پہلے جا کر انہیں حاصل کرلے وہ ان کا مالک بن جاتا ہے۔

(۲) شرکت ملک: یہ ہے کہ کوئی چیز دو یا اس سے زائد افراد کے درمیان ملکیت میں؛ وراثت، خریداری، ہبہ یا کسی چیز پر قبضہ کرنے کی وجہ سے آجائے اور ان کا مال آپس میں اس طرح مل جائے کہ کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔

پھر (عندالاحناف) شرکت ملک کی دو قسمیں ہیں:

(۱) شرکت اختیاری (۲) شرکت غیر اختیاری۔

شرکت اختیاری: یہ ہے کہ جس میں دو یا اس سے زائد شرکاء اپنے اختیار سے کسی چیز کی ملکیت میں شریک ہو، جیسے دونوں نے مل کر کوئی سامان خریدا، وغیرہ۔

شرکت غیر اختیاری: یہ ہے کہ دونوں کے کسی اختیار کے بغیر کوئی چیز ان کی ملکیت میں

آجائے، جیسے ترکہ میں ورثاء کو حصہ مل جائے۔

(۳) شرکت عقد: یہ ہے کہ جس میں دو یا کئی افراد ایجاب وقبول کے ذریعے ایسا معاملہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مال کو نفع بخش تجارت میں لگاتے ہیں، اور حاصل ہونے والا نفع طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔

پھر شرکت عقد کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

(۱) شرکت اموال (۲) شرکت اعمال، (۳) شرکت وجوہ۔

(۱) شرکت اموال: یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد اپنا متعین سرمایہ اس شرط پر لگائیں کہ ان میں سے ہر ایک یا بعض افراد کام کریں گے، اور نفع دونوں میں طے شدہ نسبت سے تقسیم ہوگا، جیسے زید اور عمرو نے آپس میں اس طرح شرکت کی کہ زید نے تیس لاکھ اور عمر نے بیس لاکھ روپئے لگائے اور کوئی نفع بخش کاروبار اس شرط پر شروع کیا کہ حاصل ہونے والے نفع کا ساٹھ فیصد زید کو اور چالیس فیصد عمر کو ملے گا۔

(۲) شرکت اعمال: یہ ہے کہ دو یا زائد افراد کوئی ایسا کاروبار شروع کریں جس میں لوگوں کے کام اُجرت پر کیے جائیں، اور جو کمائی ہو اس میں دونوں شریک ہوں، مثلاً: دو دَرزی آپس میں اس بات پر اشتراک کرلیں کہ ہمارے پاس جو بھی کپڑا آئے گا ہم اسے مل کر سئیں گے، اور جو اجرت ہوگی اسے آدھا آدھا تقسیم کرلیں گے۔ مختلف پیشہ ور لوگ جیسے ڈاکٹر، انجینئر، کارپینٹر وغیرہ بھی اس طرح کی شرکت کر سکتے ہیں، اسے شرکت ابدان، شرکت صنائع اور شرکت تقبُّل بھی کہا جاتا ہے۔

(۳) شرکت وجوہ: یہ ہے کہ شرکاء کے پاس سرمایہ نہیں ہوتا، وہ اپنی وجاہت اور تجارتی ساکھ کی بنیاد پر سامان اُدھار لاتے ہیں، اور آگے فروخت کرکے نفع حاصل

کرتے ہیں، جو ان میں طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔

پھر ان قسموں میں سے ہر ایک کی دو مزید قسمیں ہیں:

(۱) شرکت مفاوضہ (۲) شرکت عنان۔

شرکت مفاوضہ: یہ ہے کہ شرکت کے اندر شرکاء کا سرمایہ برابر برابر ہو، اور ان کے حقوق تجارت، عمل اور نفع بھی بالکل برابر ہو۔ اس میں ہر شریک دوسرے کی طرف سے وکیل بھی ہوتا ہے اور کفیل (ضامن) بھی ہوتا ہے۔

شرکت عنان: یہ ہے کہ شرکاء کا سرمایہ اور ان کے حقوق تجارت، عمل اور نفع کا برابر ہونا ضروری نہیں۔ اس میں ہر شریک دوسرے کی طرف سے وکیل تو ہوتا ہے، لیکن کفیل نہیں ہوتا۔ (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۶۵-۱۶۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي " المنافع " : الشركة : اختصاص الشريكين فصاعدا بمحلة واحدةٍ ، وقال : إنها عبارة عن الإختلاط بحيث لا يعرف أحد النصيبين من الآخر . (۴/۳۲۹ ، كتاب الشركة ، الدر المنتقى شرح الملتقى مع مجمع الأنهر : ۲/۵۴۲)

ما في " فتاوى النوازل " : وهى عبارة عن اختلاط النصيبين ولا يعرف أحدهما الآخر ، ويعلق على العقد وإن لم يوجد الإختلاط . (ص/۳۱۶)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۶۴، شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/۱۱۱)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن كثيرا من الخلطآء ليبغي بعضهم على بعض إلا الذين اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وقليل ما هم﴾ . (سورة صٓ: ۲۴)

ما في " سنن أبي داود " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه رفعه قال : " إن الله تعالىٰ يقول : أنا ثالث الشريكين ما لم يخن أحدهما صاحبه ، فإذا خانه خرجت من بينهم " . (۲/۴۸۰ ، باب في الشركة)

ما في " المبسوط للسرخسي " : الأصل في جواز الشركة ما روي ان سائب بن شريك جاء إلى رسول الله ﷺ فقال : أتعرفني ؟ فقال : صلوات الله وسلامه عليه وكيف لا أعرفك=

موجودہ کمپنیوں کی شرعی حیثیت

مسئلہ (۳۷۱): موجودہ کمپنیاں شرکت کی پانچویں قسم یعنی شرکت العنان میں داخل ہیں، کیوں کہ عامۃً موجودہ کمپنیوں میں دو یا زیادہ افراد اس طرح شریک ہوتے ہیں کہ ہر ایک کا سرمایہ، عمل، حقوق ونفع مساوی نہیں ہوتا، بلکہ اس میں ہر شریک دوسرے کا صرف وکیل ہوتا ہے، کفیل نہیں ہوتا، مثال کے طور پر اگر زید اور عمر مل کر شرکت کریں، اور زید ایک ہزار روپئے کا سرمایہ لگائے اور عمر ڈیڑھ ہزار روپئے کا سرمایہ لگائے، اور منافع بھی اسی تناسب سے طے کرلیں، تو یہ شرکت عنان کہلائے گی، جو شرعاً جائز ہے۔[1]

= وكنت شريكي وكنت خير شريك لا تداري ولا تماري أى لا تداجي ولا تخاصم ، وبعث رسول الله ﷺ والناس يفعلون ذلك فأقرهم عليه ، وقد تعامله الناس من بعد رسول الله ﷺ إلى يومنا هذا من غير نكير . (۱۱/۱۶۲)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والمسلمون أجمعوا على جواز الشركة في الجملة .

(۳۸۷۷/۵ ، مشروعية الشركة)

ما في " فتاوى النوازل " : وهي جائزة لأن النبي ﷺ بعث والناس يتعاملون بها ، فقرره النبي ﷺ . (ص/۳۱۶ ، كتاب الشركة) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/۱۳۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شركة العقود : هي عبارة عن العقد الواقع بين اثنين فأكثر للاشتراك في مال وربحه ، وهو تعريف الحنفية السابق . وهي أنواع خمسة عند الحنابلة : شركة العنان وشركة المفاوضة وشركة الأبدان ، وشركة الوجوه والمضاربة ، وقسمها الحنفية إلى ستة أنواع : وهي شركة الأموال وشركة الأعمال وشركة الوجوه ، وكل نوع من هذه الأنواع إما مفاوضة وإما عنان .... واتفق العلماء على أن شركة العنان جائزة صحيحة . (۳۸۷۸/۵ ، الفصل الخامس ؛ الشركات)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الكلام في الشركة بالأموال ، فأما العنان فجائز بإجماع=

شریک کا تصرف

مسئلہ (۳۷۲): شریک کے لیے مشترک کاروبار کے سامان میں تصرف کرنا جائز ہے۔ (۱)

= فقهاء الأمصار ، ولتعامل الناس ذلک في كل عصر من غير نكير ، وما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن . (۵۰٦/۷ ، كتاب الشركة ، فصل في جواز الأنواع الثلاثة ، بيروت)
ما في " منهاج المسلم لأبي بكر الجزائري " : شركة العنان : هي أن يشترک شخصان فأكثر ممن يجوز تصرفهم فى جميع قدر من المال موزعاً عليهم أقساطاً معلومة ، أو اسهما معينة محددة ، يعملون فيه معا لتنميته ويكون الربح بينهم بحسب اسهمهم في رأس المال .
(ص/۲۹۹ ، الباب الخامس في المعاملات) (امداد الفتاوی:۳/۴۹۴،۴۹۵،شرکت ومضاربت عصر حاضر میں:ص/۱۸۵،۲۱۳،۳۲۰،اسلام اور جدید معاشی مسائل:۷/۲۰۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولكل من شريكي العنان والمفاوضة أن يستأجر) من يتجر له أو يحفظ المال (ويبضع) أي يدفع المال بضاعة ، بأن يشترط الربح لرب المال (ويودع) ويعير (ويضارب) لأنها دون الشركة فتضمنتها (ويوكل) أجنبياً ببيع وشراء ...... ويبيع بما عز وهان . خلاصة . (بنقد ونسيئة) . بزازية . (ويسافر) بالمال له حمل أو لا . هو الصحيح . (۴۹۰/٦ ، ۴۹۱ ، كتاب الشركة ، بيروت)
ما في " الفتاوى الهندية " : ويقول وذلک كله فى أيديهما يشتريان به ويبيعان جميعاً وشتى ، ويعمل كل واحد منهما برأيه ويبيع بالنقد والنسيئة .
(۳۲۰/۲ ، شركة العنان ، مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر : ۵۵۵/۲ ، تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق : ۲۴۹/۴ ، بدائع الصنائع : ۹۱/۵) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں:ص/۲۰۷)

شریک کا عقد شرکت سے نکلنا

مسئلہ (۳۷۳): عقد شرکت میں سے کوئی شریک اگر نکلنا چاہے، تو نکل سکتا ہے، اب جو شریک کاروبار کریگا پوری آمدنی اسی کی ہوگی، اور جو شریک نکل گیا وہ صرف اپنے لگائے ہوئے سرمایہ کا حق دار ہوگا۔[1]

عقد شرکت میں نفع کی تعیین نہ ہو

مسئلہ (۳۷۴): جب عقد شرکت میں شرکاء نے تقسیم نفع کی کوئی قید نہ لگائی ہو، تو نفع رأس المال کے مطابق تقسیم ہوگا، اگر رأس المال دونوں کا برابر ہوتو منافع برابر ہوں گے، ورنہ رأس المال کی کمی بیشی کی صورت میں منافع بھی کم وبیش ہوں گے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : اشتركا واشتريا امتعة ثم قال أحدهما : لا أعمل معک بالشركة وغاب فباع الحاضر الأمتعة فالحاصل للبائع وعليه قيمة المتاع ، لأن قوله : لا أعمل معک فسخ للشركة معه وأحدهما يملک فسخها ، وإن كان المال عروضاً بخلاف المضاربة وهو المختار . (۶/۳۹۰ ، فصل في الشركة الفاسدة ، البحر الرائق :۵/۳۰۹ ، فصل في الشركة الفاسدة) (فتاوی حقانیہ:۶/۳۳۵،۳۳۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا انكسر أحد الشريكين الشركة ومال الشركة أمتعة كان هذا فسخاً للشركة . كذا في الظهيرية . (۲/۳۳۵ ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة)

(۲) ما في " رد المحتار " : فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤوس أموالهما .
(۶/۳۷۰ ، مطلب شركة العقد)

ما في " الفتاوى الهندية " : أما شرط جوازها تكون رأس المال عيناً حاضراً أو غائباً عن=

عقد شرکت کب ختم ہوتا ہے؟

مسئلہ (۳۷۵): اگر عقد شرکت میں تین یا زائد شرکاء تھے، ان میں سے ایک شریک لگاتار پاگل رہا یا مر گیا، تو عقد شرکت باقی نہیں رہے گا۔ [1]

=مجلس العقد لكن مشار إليه والمساواة في رأس المال ليست بشرط ، ويجوز التفاضل في الربح مع تساويهما في رأس المال . كذا في محيط السرخسي . (۳۱۹/۲)

ما في " البحر الرائق " : والربح بينهما على قدر رأس مالهما .

(۱۸۹/۵ ، كتاب الشركة ، دار المعرفة بيروت ، مجمع الأنهر : ۵۵۳/۲)

(فتاوی حقانیہ: ۳۲۵/۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : وتبطل الشركة بموت أحدهما ...... وبجنونه مطبقاً .

(۳۹۴/۶ ، فصل في الشركة الفاسدة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ثالثاً : جنون أحدهما جنوناً مطبقاً وهو لا يصير مطبقاً إلا بعد أن يستمر شهرا أو سنةً كاملةً فلا تنتهي الشركة إلا إذا مضت هذه المدة بعد ابتدائه ، رابعاً : موت أحدهما لأن الموت تبطل للوكالة . (۸۸/۲۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : وتبطل الشركة بموت أحدهما علم به الشريك أو لا .

(۳۳۵/۲ ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة)

ما في " البحر الرائق " : وتبطل الشركة بموت أحدهما لأنها تتضمن الوكالة ولا بد منها لتحقق الشركة على ما مر والوكالة تبطل بالموت . (۳۰۸/۵ ، فصل في الشركة الفاسدة)

عقد شرکت میں نفع کی زیادتی کی شرط

مسئلہ (۳۷۶): اگر دو درزی شرکت کا عقد اس طرح کریں؛ کہ دونوں مل کر کپڑے سئیں گے، اور ملنے والا نفع (اجرت) دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کریں گے، اور ان میں ایک درزی زیادہ کام کرتا ہے، دوسرا کم، تو اس درزی کے عمل کی زیادتی سے وہ نفع کی زیادتی کا حق دار نہیں ہوگا، بلکہ نفع ان کے اس طے شدہ معاہدہ کے مطابق ہی تقسیم ہوگا[1]، ہاں! اگر شروع عقد میں ہی عمل کی زیادتی پر نفع کی زیادتی کی شرط لگائی گئی ہو، تو پھر اسی کے مطابق نفع کا حق دار ہوگا، اس لیے کہ نفع میں زیادتی کا حق؛ عمل یا مال یا ضمان کے سبب سے ہوتا ہے۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجدید " : شرکة الأعمال : وتسمی أیضاً شرکة صنائع وأبدان ، وهي أن یتفق صانعان أم خیاطان ، أو خیاط وصباغ مثلاً علی أن یتقبلا الأعمال التي یمکن استحقاقها ، ویکون الکسب بینهما علی ما شرطا مطلقاً ، سواء شرطا الربح علی السواء أو متفاضلا ، وسواء تساویا في العمل أو لم یتساویا فیه .

(۵/ ۴۱ ، الشرکات ، شرکة الأعمال)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الشرکة بالأعمال فهو أن یشترکا علی عمل من الخیاطة أو القصارة أو غیرهما ، فیقولا : اشترکنا علی أن نعمل فیه علی أن ما رزق الله عزّ وجلّ من أجرة فهی بیننا علی شرط کذا . (۷/ ۵۰۳ ، کتاب الشرکة)

(۲) ما في " المبسوط للسرخسي " : قال : (والشریکان في العمل إذا غاب أحدهما أو مرض أو لم یعمل وعمل الآخر فالربح بینهما علی ما اشترطا) لما روي أن رجلاً جاء إلی النبي ﷺ فقال : أنا أعمل في السوق ولي شریک یصلي في المسجد ، فقال رسول الله ﷺ : " لعلّک برکتک منه " . والمعنی أن استحقاق الأجر بتقبل العمل دون =

شریک مرتد ہوگیا

مسئلہ (۳۷۷): اگر عقدِ شرکت میں تین یا زائد شریک تھے، ان میں سے ایک شریک مرتد ہوگیا، تو عقدِ شرکت باطل ہوجائے گا، کیوں کہ مرتد ہونا موتِ حکمی ہے، اور ایک شریک کی موت سے شرکت باطل ہوجاتی ہے۔[1]

=مباشرة ، والتقبل كان منهما وإن باشر العمل أحدهما . (١١/١٧١ ، كتاب الشركة)
(الفقه الإسلامي وأدلته : ۳۸۸۷/۵ ، عقد الإيجار ، شركة الأعمال)
ما في " بدائع الصنائع " : إذا عرف هذا فنقول : إذا شرطا الربح على قدر المالين متساوياً أو متفاضلاً ، فلا شک أنه يجوز ويكون الربح بينهما على الشرط سواء شرطا العمل عليهما أو على أحدهما ..... وإن كان المالان متساويان فشرطا لأحدهما فضلاً على أحدهما ...... وإن كان المالان متساويان فشرطا لأحدهما فضلاً على ربح ، ينظر ان شرطا العمل عليهما جميعاً جاز والربح بينهما على الشرط فی قول أصحابنا الثلاثة .... أما عندنا : فالربح تارةً يستحق بالمال ، وتارةً بالعمل وتارةً بالضمان على ما بينا ، وسواء عملا جميعاً ، أو عمل أحدهما ، دون الآخر ، فالربح بينهما يكون على الشرط لأن استحقاق الربح فی شركة الأعمال بشرط العمل لا بوجود العمل . (۵۱۸/۷، كتاب الشركة ، الفقه الإسلامی وأدلته:۳۹۰۱/۵ ، عقد الإيجار ، ثالثاً : تعريف شركة الأعمال ، المبسوط للسرخسي : ۱۱/۱۷۱ ، كتاب الشركة) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۰۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وتبطل الشركة) أی شركة العقد (بموت أحدهما علم الآخر أو لا لأنه عزل حكمي (ولو حكماً) بأن قضى بلحاقه مرتداً .
(۳۹۴/۶ ، ديوبند ، و۵۰۴/۶ ، كتاب الشركة ، بيروت)
ما في " البحر الرائق " : وتبطل الشركة بموت أحدهما ولو حكماً والموت الحكمي الالتحاق بدار الحرب مرتدا. (۳۰۸/۵ ، فصل في الشركة الفاسدة)
ما في " الفتاوى الهندية " : وتبطل الشركة بموت أحدهما علم به الشريک أو لا ولو =

شرکت مع المضاربت

مسئلہ (۳۷۸): ایکسپورٹر کسی چیز کے بنانے کا آرڈر لیتا ہے، لیکن اس کے پاس آرڈر کا مال تیار کرنے اور اسے سپلائی (ڈسکاؤنٹنگ) کرنے کے لیے پیسہ نہیں ہوتا، تو وہ بینک یا مالیاتی ادارہ سے مشارکہ کرتا ہے کہ آپ میرا مالی تعاون کریں اور میں بھی اپنا کچھ پیسہ لگا کر آرڈر کا مال تیار کرتا ہوں، پھر نفع کو آپس میں تقسیم کرلیں گے، تو اس طرح کا معاملہ کرنا شرکت مع المضاربت کہلاتا ہے، جو جائز ہے، کیوں کہ اس صورت میں مضاربت اصل ہے، کہ مال بینک یا مالیاتی ادارے کا ہے، اور محنت ایکسپورٹر کی ہے، لیکن ایکسپورٹر اپنا کچھ مال بھی لگوا رہا ہے، اس لیے اس شرکت کو بالتبع مانیں گے، اور نفع ان کے درمیان ان کی شرط کے مطابق تقسیم ہوگا۔ (۱)

=كان الموت حكمياً بأن قضى بلحاقه مرتداً . (۲/۳۳۵، الباب الخامس في الشركة الفاسدة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : خامساً : ذهب الحنفية إلى أن القضاء بلحاق أحدهما بدار الحرب مرتداً تنتهي به الشركة لأنه بهذا يصير في أهل دار الحرب ، والقضاء به عندهم موت حكمي . (۲۶/۸۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قالت الأنصار للنبي ﷺ : " أقسم بيننا وبين إخواننا النخيل ، قال : لا ، فقالوا : تكفونا المؤنة ونشركم في الثمرة ، قالوا : سمعنا وأطعنا " . (ص/۴۰۷ ، كتاب الحرث والمزارعة ، باب اكفني مؤونة النخل أو غيره وتشركني في الثمر ، رقم الحديث : ۲۳۲۵)

ما في " فتح الباري " : فكره (رسول الله ﷺ) أن يخرج شيء من عقار الأنصار عنهم ، فلما فهم الأنصار ذلك جمعوا بين المصلحتين امتثال ما أمرهم له ، وتعجيل مواساة إخوانهم المهاجرين فسألوهم أن يساعدوهم في العمل ويشركوهم في الثمر . =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(۵/۱۳ ، كتاب الحرث والمزارعة ، باب اكفني مؤونة النخل)

ما في " شرح ابن بطال " : فأشركهم في الثمرة على أن يكفوهم المؤنة والعمل في النخيل ، وتبقى رقب النخل للأنصار ، وهذه هي المساقة بعينها .

(۶/۳۸۰ ، كتاب المزارعة ، باب إذا قال اكفني مؤنة النخل)

ما في " رد المحتار " : وفي النهر : اعلم أنهما إذا شرطا العمل عليهما أن تساويها مالا وتفاوتا ربحاً جاز عندعلمائنا الثلاثة خلافاً لزفر ، والدرج بينهما على ما شرطا وإن عمل أحدهما فقط ، وإن شرطاه على أحدهما ، فإن شرطا الربح بينهما بقدر رأس مالهما جاز ...... وإن شرطا الربح للعامل أكثر من رأس ماله جاز أيضاً على الشرط ، ويكون مال الدافع عند العامل مضاربة . (۶/ ۴۷۹ ، كتاب الشركة ، مطلب في دعوى الشريك أنه أدّى الثمن)

ما في " النهر الفائق " : وتصح مع التساوي في المال دون الربح وعكسه وببعض المال . "كنز الدقائق" . قوله : (وتصح) شركة العنان (مع المتساوي) وهو التفاضيل في المال دون الربح . (۳/۳۰۰ ، كتاب الشركة ، كذا في العناية : ۳/۵ ۱ ۴ ، كتاب الشركة)

(جدید مسائل کا حل: ص/ ۲۲۹،۲۳۰، احسن الفتاوی: ۶/ ۴۰۳)

شرکۃ الاعمال (شرکۃ الابدان)

مسئلہ (۳۷۹): دو یا دو سے زائد افراد کوئی ایسا کاروبار شروع کریں جس میں لوگوں کے کام اُجرت پر کیے جائیں، اور جو بھی کمائی ہو اس میں تمام شرکاء شریک ہوں، مثلاً: دو دَرزی آپس میں اس بات پر اشتراک کرلیں کہ ہمارے پاس جو بھی کپڑا آئیگا ہم اسے مل کر سئیں گے، اور جو اجرت ہوگی اسے آدھا آدھا تقسیم کرلیں گے۔ مختلف پیشہ ور لوگ جیسے ڈاکٹر، انجینئر، کارپینٹر وغیرہ بھی اس طرح کی شرکت کر سکتے ہیں، اسے شرکت ابدان، شرکت صنائع اور شرکت تقبّل بھی کہا جاتا ہے [۱]، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس طرح کی شرکت جائز ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شركة الأعمال : أن يشترك اثنان على أن يتقبلا في ذمتهما عملا من الأعمال ، ويكون الكسب بينهما كالخياطة والحدادة ونحوها . (۳۸۸۷/۵ ، تعريف شركة الأعمال) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/۱۸۲، فقہ حنفی قرآن وحدیث کی روشنی میں: ۱۰۰/۲)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : شركة الأعمال : أن يتفق صانعان خياطان أو خياط وصباغ مثلاً على أن يتقبلا الأعمال التي يمكن استحقاقها ويكون الكسب بينهما على ما شرطا .

(۴۱/۵ ، شركة الأعمال ، بدائع الصنائع : ۷۴/۵ ، كتاب الشركة)

(۲) ما في " منهاج المسلم " : والأصل في جوازها ما رواه أبو داود من أن عبد الله وسعدا وعمارا اشتركوا يوم بدر فيما يحصلون عليه من أموال المشركين فلم يجئ عمار وعبد الله بشيء وجاء سعد بأسيرين فأشرك بينهم النبي ﷺ وكان ذلك قبل مشروعية قسمة الغنائم .

(ص/۳۰۰ ، شركة الأبدان)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شركة الأعمال جائزة عند المالكية والحنفية والحنابلة والزيدية ، لأن المقصود منها تحصيل الربح وهو ممكن بالتوكيل . (۳۸۸۷/۵ ، بدائع الصنائع : ۷۶/۵ ، المغني لإبن قدامة : ۱۱۱/۵) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۷۰)

غائب شریک نفع کا حق دار ہوگا

مسئلہ (۳۸۰): اگر شرکۃ الاعمال (شرکۃ الابدان) میں دو شخصوں نے کام شروع کیا، اور درمیان ہی میں ان دو شریکوں میں سے ایک بیمار ہوگیا، یا چند دنوں کے لیے سفر پر چلا گیا، اور کام دوسرے شریک نے کیا، تو اس صورت میں بھی شریک غائب طے شدہ حصہ کا حق دار ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط " : قال : (والشريكان في العمل إذا غاب أحدهما أو مرض أو لم يعمل وعمل الآخر فالربح بينهما على ما اشترطا) لما روي أن رجلا جاء إلى رسول الله ﷺ فقال : أنا أعمل في السوق ولي شريك يصلي في المسجد فقال رسول الله ﷺ : " لعلك بركتك منه " . والمعنى أن استحقاق الأجر بتقبل العمل دون مباشرته ، والتقبل كان منهما وإن باشر العمل أحدهما . ألا ترى أن المضارب إذا استعان برب المال في بعض العمل كان الربح بينهما على الشرط . أو لا ترى أن الشريكين في العمل يستويان في الربح وهما لا يستطيعان أن يعملا على وجه يكونان فيه سواء وربما يشترط لأحدهما زيادة ربح لحذاقته وإن كان الآخر أكثر عملا منه فكذلك يكون الربح بينهما على الشرط ما بقي العقد بينهما وإن كان المباشر للعمل أحدهما ويستوي إن امتنع الآخر من العمل بعذر أو بغير عذر ؛ لأن العقد لا يرتفع بمجرد امتناعه من العمل واستحقاق الربح بالشرط في العقد .

(۱۱/۱۷۱، كتاب الشركة ، بيروت ، بدائع الصنائع :۵۴۳/۷ ، كتاب الشركة ، بيروت ، رد المحتار :۴۹۹/۶ ، مطلب في شركة التقبّل ، بيروت)

ما في " المختصر القدوري " : وأما شركة الصنائع .... فإن عمل أحدهما دون الآخر فالكسب بينهما نصفان . (ص/۴۱۱ ، كتاب الشركة ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية :۶۲۴/۳، فصل في شركة الأعمال) (قاموس الفقہ :۱۹۰/۴)

شرکۃ الوجوہ

مسئلہ (۳۸۱): شرکاء کے پاس سرمایہ نہ ہو، بلکہ اپنی تجارتی ساکھ کی بنیاد پر اُدھار مال خرید کر فروخت کریں، اور حاصل ہونے والے نفع کو طے شدہ نسبت کے مطابق تقسیم کرلیں، اس کو شرکۃ الوجوہ کہتے ہیں، احناف کے نزدیک یہ شرکت جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) اما (وجوه) .... (إن عقداها على أن يشتريا) ... (بوجوههما) أي بسبب وجاهتهما (ويبيعا) فما حصل بالبيع يدفعان منه ثمن ما اشتريا (بالنسيئة) وما بقي بينهما . (۳۹۰/۶ ، كتاب الشركة ، مطلب شركة الوجوه ، ديوبند ، و۵۰۰/۶ ، بيروت ، و۳۴۸/۳ ، نعمانيه) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۶۸)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما الشركة بالوجوه فهو أن يشتركا وليس لهما مال لكن لهما وجاهة عند الناس فيقولا : اشركنا أن تشترى بالنسيئة ونبيع بالنقد على أن ما رزقه اللّٰه سبحانه وتعالىٰ من ربح فهو بيننا على شرط كذا .... فصل : وأما بيان جواز هذه الأنواع الثلاثة فقد قال أصحابنا أنها جائزة عنانا كانت أو مفاوضة .(۷۴/۵ ، كتاب الشركة)

ما في " مختصر القدوري " : أما شركة الوجوه فالرجلان يشتركان ولا مال لهما على أن يشتريا لوجوههما ويبيعا فتصح الشركة على هذا وكل منهما وكيل الآخر فيما يشتريه فإن شرطا أن يكون المشترى بينهما نصفان فالربح كذلک ، ولا يجوز أن يتفاضلا فيه وإن شرطا أن المشترى بينهما أثلاثاً فالربح كذلک . (ص/۱۱۴ ، كتاب الشركة)

علیحدگی پر شریک کی رقم واپس کرنا

مسئلہ (۳۸۲): کچھ لوگوں نے جو ایک ہی کمرے میں رہتے تھے، مشترکہ طور پر ایئر کنڈیشنر خریدا، پھر بعد میں کچھ لوگ علیحدہ رہنا چاہتے ہوں، تو انہیں مستعمل ایئر کنڈیشنر کی قیمت کے لحاظ سے رقم کا حصہ دیا جائیگا، نہ کہ قیمتِ خرید کے اعتبار سے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي الجواهر : لا تقسم الكتب بين الورثة ولكن ينتفع كل بالمهاياة ، ولا تقسم بالأوراق ولو برضاهم ، وكذا لو كان كتاباً ذا مجلدات كثيرة ولو تراضيا أن تقوم الكتب ، ويأخذ كل بعضها بالقيمة لو كان بالتراضي جاز ، وإلا لا .(۳۱۵/۹)

ما في " شرح المجلة " : كما أنه لا يجوز تقسيم أوراق الكتاب المشترک لا يجوز أيضاً تقسيم الكتاب المتعدد الأجزاء أو الجلود جلداً جلداً ، ولكن ينتفع كل بالمهاياة ولو تراضيا أن يأخذ كل بعضها بالقيمة لو كانت بالتراضي جاز ، وإلا لا ، ولا تقسم بالأوراق ولو برضاها. (ص/۶۳۳ ، المادة : ۱۱۴۲)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا تقسم الكتب بين الورثة ، ولكن ينتفع بها كل واحد بالمهاياة ، ولو أراد واحد من الورثة أن يقسم بالأوراق ليس له ذلک أيضاً ، ولا يسمع هذا الكلام منه ، ولو كان كتاباً ذا مجلدات كثيرة كشرح المبسوط ، فإنه لا يقسم أيضاً ، ولا سبيل إلى القسمة في ذلک ...... ولو تراضيا أن تقوم الكتب ويأخذ كل واحد بعضها بالقيمة بالتراضي يجوز ، وإلا فلا . (۲۱۴/۵)

کاروبار کی دیکھ بھال کے لیے ملازم

مسئلہ (۳۸۳): اگر دو آدمی مل کر کاروبار کریں، اور پورے کاروبار کی دیکھ بھال ایک آدمی ہی کررہا ہو، تو بتقاضائے مصلحتِ کاروبار اسے یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ سامانِ تجارت کی خرید وفروخت کے لیے کسی ملازم کو رکھ لے، اور اس کی اجرت مالِ شرکت میں سے ادا کرے، کیوں کہ ہر کام کی انجام دہی بذاتِ خود ناممکن ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : له أن يستأجر من يعمل فی البضاعة بعوض ..... وجه الاستحسان : أن الشركة تنعقد علی عادة التجار ، والتوكيل بالبيع والشراء من عاداتهم ، ولأنه من ضرورات التجارة ، لأن التاجر لا يمكنه مباشرة جميع التصرفات بنفسه بملك أن يؤكل غيره ، لأنه لا يملك جميع التصرفات .

(۵۲۹/۷ ، ۵۳۰ ، كتاب الشركة ، حكم شركة الأملاك)

ما في " الفتاوی الهندية " : وإن كان استأجره لتجارتهما وأدی الأجر من خالص ماله يرجع علی شريكه بنصفه ولو كانت الشركة بينهما فی شيء خاص شركة ملك لم يرجع علی صاحبه بشيء . كذا في المبسوط . (۳۲۵/۲ ، الفصل الثالث فی تصرف شريكي العنان)

ما في " البحر الرائق " : قوله : (ولكل من شريكي العنان والمفاوضة أن يبضع ويستأجر ويودع ويضارب ويوكل) بيان لما لكل منهما أن يفعله ..... وأما الاستيجار فلكونه معتادا بين التجار ، وأطلقه فشمل ما إذا استأجر رجلا ليتجر له أو لحفظ المال .

(۲۹۷/۵ ، كتاب الشركة ، الدر المختار مع الشامية : ۳۸۲/۶)

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں : ص/ ۲۰۸)

شریکین کا اپنی رقم سے الگ الگ تجارت کرنا

مسئلہ (۳۸۴): اگر دو شریک شرکتِ اموال کا معاملہ کریں، اور دونوں اپنے اپنے مال کو ایک دوسرے کے مال کے ساتھ نہ ملائیں، بلکہ الگ الگ اپنی رقم سے تجارت کرتے رہیں، اور فیصد کے اعتبار سے نفع بھی طے کرلیں، تو اب حاصل ہونے والے نفع میں دونوں شریک ہوں گے، کیوں کہ احناف کے نزدیک عقدِ شرکت کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ شرکاء اپنا سرمایہ آپس میں مخلوط کریں، بلکہ اگر ہر شریک کا سرمایہ اسی کے پاس رہے، تو بھی شرکت صحیح ہوجاتی ہے، اور حاصل ہونے والے نفع میں دونوں شریک ہوجاتے ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في '' بدائع الصنائع '' : واختلاط الربح يوجد وإن اشترى كل واحد منهما بمال نفسه على حدة ، لأن الزيادة وهي الربح تحدث على الشركة . (۵/ ۸۰ ، كتاب الشركة ، شرائط)

ما في '' فتاوى النوازل '' : ولا يشترط خلط مالين خلافاً لزفر رحمه الله تعالى والشافعي رحمه الله تعالى . (ص/ ۳۱۶ ، كتاب الشركة)

ما في '' الفقه الحنفي في ثوبه الجديد '' : وتجوز الشركة وإن لم يخلط المال ، وقال زفر والشافعي : لا تجوز .

(۵/ ۲۲ ، حكم خلط المال في الشركة ، الفتاوى الخانية على هامش الهندية :۳/ ۲۱۳)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۰۵)

کاروبار کے کسی ایک حصے میں دوسرے کو شریک کرنا

مسئلہ (۳۸۵): اگر کسی شخص کا کاروبار وسیع پیمانے پر ہے، جس کے مختلف حصے ہیں، مثلاً؛ جنرل اسٹور، میڈیکل اسٹور، کرانہ اسٹور وغیرہ، اور وہ ان میں سے کسی ایک حصہ میں کسی دوسرے آدمی کے ساتھ عقدِ شرکت کرنا چاہے، تو اس عقد میں کوئی قباحت نہیں ہے، کیوں کہ شریعت میں اس سلسلے میں کوئی ممانعت نہیں ہے، جس طرح پورے کاروبار میں کسی کو شریک کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اس کے کسی ایک حصہ میں بھی شریک کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وإن کثیرا من الخلطآء لیبغي بعضهم علی بعض إلا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وقلیل ما هم﴾ . (سورة صٓ:۲۴)

ما في " المبسوط للسرخسي " : الأصل في جواز الشرکة ما روي أن سائب بن شریک جاء إلی رسول الله ﷺ فقال : أتعرفني ؟ فقال : صلوات الله علیه وسلامه علیه ، وکیف لا أعرفک وکنت شریکي وکنت خیر شریک لا تداري ولا تماري أي لا تداجي ولا تخاصم ، وبعث رسول الله ﷺ والناس یفعلون ذلک فأقرهم علیه ، وقد تعامله الناس من بعد رسول الله ﷺ إلی یومنا هذا من غیر نکیر . (۱۶۲/۱۱)

ما في " فتاوی النوازل " : الشرکة : هي جائزة لأن النبي ﷺ بعث والناس یتعاملون بها فقرره النبي ﷺ . (ص/۲۱۶)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والمسلمون أجمعوا علی جواز الشرکة فی الجملة. (۳۸۷۷/۵)

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں :ص/۲۹۱)

شرکت میں کسی نئے شریک کا سرمایہ

مسئلہ (۳۸۶): اگر دورانِ شرکت شرکاء میں سے کوئی شریک، اپنے شرکاء کی رضامندی کے بغیر، کسی نئے شریک وفریق سے مزید سرمایہ کاروبار میں لگانے کے لیے حاصل کرے، تو اس کا یہ اقدام شرعاً درست نہیں ہے۔ (۱)

ورکشاپ یا ہسپتال میں شرکت

مسئلہ (۳۸۷): اگر کچھ افراد مل کر گاڑیوں کا ورکشاپ یا ہسپتال قائم کرلیں، پھر حاصل نفع کی تقسیم کے لیے جو تناسب بھی مقرر کریں، جائز ودرست ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح المجلة " : ولكن ليس له أن يخلط مال الشركة بماله ولا أن يعقد شركة مع آخر بدون إذن شريكه ، فإن فعل وضاع مال الشركة كان ضامناً حصة شريكه .

(ص/۷۳۴ ، الفصل السادس ، تحت مادة : ۱۳۷۹)

ما في " بدائع الصنائع " : وليس له أن يشارك إلا أن يؤذن له بذلك لأن الشيء لا يستتبع مثله . (۹۲/۵ ، كتاب الشركة ، ط : ديوبند) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/۲۸۹)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : فهو أن يشترك اثنان في رأس مال فيقولان : اشتركنا فيه على أن نشتري ونبيع معا أو شتى أو أطلقا على أن ما رزق الله عزّ وجلّ من ربح فهو بيننا على شرط كذا ، أو يقول أحدهما ذلك ويقول الآخر نعم . (۷۳/۵ ، كتاب الشركة)

ما في " البحر الرائق " : ولهذا لو دفع ألفاً إلى رجل وقال : اخرج مثلها واشتر وما كان من ربح فهو بيننا وقبل الآخر وأخذها وفعل انعقدت الشركة . (۲۸۲/۵، كتاب الشركة ، تبيين الحقائق : ۲۳۵/۴، كتاب الشركة ، الفتاوى الهندية : ۳۰۲/۲ ، كتاب الشركة ، الباب الأول ، قبيل الثاني)

مشترکہ ہوٹل میں کسی شریک کا اپنے دوستوں کو کھلانا

مسئلہ (۳۸۸): کچھ لوگ مشترکہ طور پر ہوٹل چلاتے ہیں، اوران میں سے کسی ایک شریک کے دوست وغیرہ آکر اسی ہوٹل میں چائے ناشتہ وغیرہ بھی کرتے ہیں، اوروہ شخص (جس کے یہ دوست ہیں) ان سے قیمت نہیں لیتا ہے، اور دوسرے شریک بھی تعلق کی بنا پر کچھ نہیں بولتے، اس کو برداشت کرلیتے ہیں، تو یہ ان کا اس شریک پر احسان ہے، یہ شخص اس احسان کے عوض بے ضابطہ کچھ رقم حسبِ صواب دیدیا کرے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هل جزآء الإحسان إلا الإحسان﴾ . [سورة رحمٰن : ٦٠]

﴿وأحسن كمآ أحسن الله إليك﴾ . (سورة القصص : ٧٧)

ما في " السنن للنسائي " : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من استعاذ بالله فأعيذوه ، ومن سالكم بالله فأعطوه ، ومن استجار بالله فأجيروه ، ومن أتى إليكم معروفاً فكافئوه ، فإن لم تجدوا فادعوا له ، حتى تعلموا أن قد كافأتموه " . (١/٢٧٦ ، باب من سأل بالله عزّ وجلّ ، سنن أبي داود : ص/٢٣٥ ، باب عطية من سأل بالله عزّ وجلّ)

ما في " عون المعبود " : (ومن صنع إليكم معروفاً) أي أحسن إليكم إحساناً قولياً أو فعلياً (فكافئوه) من المكافاة أي أحسنوا إليه مثل ما أحسن إليكم .

(٥/٥٤ ، باب عطية من سال بالله عزوجل)

(فتاوی محمودیہ: ۱۴/ ۱۹۵، کتاب الشرکۃ والمضاربۃ)

شریک کا انتقال ہوجائے

مسئلہ (۳۸۹): شرکت کے دوران جب کسی ایک شریک کا انتقال ہوجائے، تو شرکت خود بخود ختم ہوجاتی ہے، اور دوسرا شریک فوت شدہ شخص کے مال میں تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہوتا(۱)، ہاں! اگر دو سے زائد شریک ہوں، تو مرنے والے کے حصہ کو الگ کرکے دیگر شرکاء اپنی تجارت آگے بڑھا سکتے ہیں۔(۲)

شریک پاگل ہوجائے

مسئلہ (۳۹۰): شرکاء میں سے کوئی شریک پاگل ہوگیا، یا ایسا دائمی مریض بن گیا، جس میں اس کی عقل جاتی رہی، تو اگر دو شریک ہوں تو عقد شرکت ختم ہوجائے گا، اور اگر دو سے زائد شریک ہوں، تو صرف اس شریک کی شرکت فسخ ہوگی جو پاگل یا دائمی مریض ہوا، اور باقی شرکاء اپنی شرکت جاری رکھ سکتے ہیں۔(۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وتبطل الشركة) أي شركة بموت أحدهما علم الآخر أو لا لأنه عزل حكمي . (۳۹۴/۶ ، تبيين الحقائق : ۲۵۶/۴، فصل في الشركة الفاسدة ، الفتاوی الهندية : ۳۳۵/۲ ، الباب الخامس فی الشركة الفاسدة)

(۲) ما في " رد المحتار " : فلو كانوا ثلاثة فمات أحدهم حتى انفسخت في حقه لا تنفسخ فی حق الباقين . (۳۹۴/۶ ، الفتاوی الهندية : ۳۳۵/۲) (فتاوی حقانیہ:۳۲۴/۶،محمود الفتاوی:۳۴۹/۲)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتبطل الشركة أي شركة العقد بموت أحدهما علم الآخر أو لا لأنه عزل حكمي ولو حكماً ..... وبجنونه مطبقاً . (در مختار) . وفي الشامية : فلو كانوا ثلاثة فمات أحدهم حتى انفسخت في حقه لا تنفسخ في حق الباقين . (۳۹۴/۶،=

نقد اور جامد اثاثے میں شرکت

مسئلہ(۳۹۱): موجودہ زمانہ میں تجارتی فرمیں ایک مشترک تجارتی ادارہ بنا کر کاروبار کررہی ہیں، جس میں بعض شرکاء کا سرمایہ نقد اور بعض کا جامد ہوتا ہے، تو اگر کوئی شریک مشارکہ میں غیر نقد اشیاء کو شامل کر کے حصہ لینا چاہتا ہے، تو امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق وہ بغیر کسی رکاوٹ کے ایسا کرسکتا ہے، اور مشارکہ میں اس کے حصے کی تعیین مشارکہ وجود میں آنے کی تاریخ کو ان اشیاء کی مروجہ بازاری قیمت کی بنیاد پر کی جائے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے، جب کہ وہ غیر نقد چیز ذوات الامثال میں سے ہو۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اگر وہ چیز ذوات الامثال میں سے ہے، تو ایسا صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے، جب کہ تمام شرکاء کی اشیاء آپس میں خلط ملط کرلی جائیں، اور اگر وہ غیر نقد اشیاء ذوات القیم میں سے ہوں، تو وہ شراکت میں شامل سرمایہ کا حصہ نہیں بن سکتیں۔ (۱)

بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا نقطۂ نظر زیادہ سہل اور معقول معلوم ہوتا ہے، اور یہ جدید

=کتاب الشرکۃ ، مطلب یرجح القیاس ، الفتاوی الهندیة : ۲/۳۳۵)

ما في " درر الحکام شرح مجلة الأحکام " : إذا توفي أحد الشریکین أو جن جنوناً مطبقاً تنفسخ الشرکة ، أما في صورة کون الشرکاء ثلاثة أو أکثر فیکون انفساخ الشرکة في حق المیت أو المجنون فقط وتبقی الشرکة في حق الآخرین . (۳/۳۶۷ ، المادة : ۱۳۵۲)

ما في " الدر المنتقی " : وبجنونه مطبقاً . زاد القهستاني ؛ وبالحجر علیه ولو مات أحد ثلاثة لم تنفسخ في حق الباقین . (۲/۵۲۵ ، کتاب الشرکة) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں:ص/۲۲۵)=

کاروبار کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے، اس لیے اس پر عمل کیا جاسکتا ہے (۲)، جیسا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی ''امداد الفتاویٰ'' میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " بدائع الصنائع " : أما الشركة بالأموال فلها شروط : فلا تصح الشركة في العروض . (۵/۷۷)

ما في " المغني " : فأما العروض فلا تجوز الشركة فيها في ظاهر المذهب نص عليه أحمد في رواية أبي طالب وحرب وحكاه عنه ابن المنذر . (۵/۱۲۴)

ما في " بدائع الصنائع " : وقال مالک رحمة الله تعالى عليه : هذا ليس بشرط وتصح الشركة بالعروض . (۵/۷۷)

ما في " المغني " : وعند أحمد رواية أخرى : أن الشركة والمضاربة تجوز بالعروض ، وتجعل قيمتها وقت العقد رأس المال . (۵/۱۲۵)

ما في " المغني " : وقال الشافعي : إن كانت العروض من ذوات الأمثال كالحبوب والادهان جازت الشركة بها في أحد الوجهين لأنها من ذوات الأمثال ، اشبهت النقود ويرجع عند المفاصلة بمثلها وإن لم تكن من ذوات الأمثال لم يجز وجهاً واحداً لأنه لا يمكن الرجوع بمثلها . (۵/۱۲۵)

(۲) (اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۵/ ۳۷، سرمایہ کی نوعیت)

(۳) ما في " امداد الفتاوى " : ''بظاہر اس عقد کی حقیقت شرکت عنان ہے، کیوں کہ جولوگ کمپنی قائم کرتے ہیں، وہ دوسروں کو شریک کرنے کے وقت خود کو بھی کمپنی کا ایک حصہ دار قرار دیتے اور اپنی عمارات مملوکہ متعلقہ کمپنی اور جملہ سامان ومالِ تجارت کو نقد کی طرف محمول کر لیتے ہیں، مثلاً ان لوگوں نے دس ہزار روپیہ کمپنی قائم کرنے کے لیے عمارات وسامان وغیرہ میں لگایا، تو وہ اپنے کو کمپنی کے سو حصوں کا حصہ دار ظاہر کریں گے، البتہ اس صورت میں کمپنی قائم کرنے والوں کی طرف سے شرکت بالنقد نہ ہوگی، بلکہ بالعروض ہوگی، سو بعض ائمہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے۔" فيجوز الشركة والمضاربة بالعروض بجعل قيمتها وقت العقد رأس المال عند أحمد في رواية وهو قول مالک وابن أبي ليلى كما ذكره الموفق في المغني " . (۵/۱۲۵)

پس ابتلائے عام کی وجہ سے اس مسئلہ میں دیگر ائمہ کے قول پر فتویٰ دے کر شرکتِ مذکورہ کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔'' (۳/ ۴۹۴، ۴۹۵)

عقدشرکت میں منافع کی تقسیم

مسئلہ (۳۹۲): دو افراد نے بطورِ شرکتِ عنان کے کوئی کاروبار شروع کیا، اور بوقتِ عقدِ شرکت یہ طے کیا کہ کام دونوں کریں گے، اور حاصل شدہ منافع میں سے ایک تہائی ایک شریک، اور دو تہائی دوسرے شریک کو ملے گا، تو یہ صورت جائز ہے، کیوں کہ اس طرح تقسیمِ منافع کی شرط لگانے سے افضاء الی النزاع (شریکوں کے مابین جھگڑے) کا اندیشہ نہیں رہتا ہے، البتہ کاروبار میں نقصان کی صورت میں دونوں اپنے مال کے تناسب سے نقصان میں شریک ہوں گے۔ (۱)

عقدشرکت میں تقسیمِ نفع کے وقت خاموشی

مسئلہ (۳۹۳): عقدِ شرکت میں شرکاء تقسیمِ نفع کے متعلق خاموشی اختیار کریں، نفع کے تناسب کا تذکرہ نہ کریں، تو اس صورت میں شرکاء کے مابین منافع رأس المال کے مطابق تقسیم ہوں گے، اگر رأس المال تمام شرکاء کا برابر ہو، تو نفع بھی برابر ہوگا، ورنہ رأس المال کی کمی بیشی کی صورت میں نفع بھی کم وبیش ہوگا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : إذا شرطا الربح على قدر المالين ؛ متساويا أو متفاضلا ، فلا شک أنه يجوز ويکون الربح بينهما على الشرط ، سواء شرطا العمل عليهما أو على أحدهما ، والوضيعة على قدر المالين متساويا ومتفاضلا ؛ لأن الوضيعة اسم لجزء هالک من المال فيتقدر بقدر المال . (۵۱۷/۷، کتاب الشرکة ، فصل في شروط جواز هذه الأنواع ، بيروت) (قاموس الفقہ: ۱۹۱/۴)

الحجة على ما قلنا : =

عقدشرکت میں نقصان

مسئلہ (۳۹۴): عقدشرکت میں اگر نقصان واقع ہو، تو ہر شریک اپنے مال کے تناسب سے نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ (۱)

=(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : توزيع الربح : وأما الربح فيكون على قدر رأس المال متساوياً أو متفاضلاً ، فإن كان رأس المال متساوياً بينهما (أي مناصفة) يكون الربح بينهما متساوياً ، سواء شرط العمل عليهما أو على أحدهما ، لأن استحقاق الربح عند الحنفية إما بالمال أو بالعمل أو بالتزام الضمان ، وقد وجد التساوي في رأس المال ، فينبغي التساوي في الربح . (۵/ ۳۹۰۱ ، المطلب الثالث ؛ أحكام شركة العقود)

ما في " رد المحتار " : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : فما كان من ربح فهو بينهما على قدر رؤوس أموالهما . (۶/۴۷۵ ، كتاب الشركة ، بيروت)

ما في " البحر الرائق " : (وإن شرطا مناصفة المشتري أو مثالثته فالربح كذلك وبطل شرط الفضل) بيان لما فارقت فيه وجوه العنان ، وهي أن الربح فيها على قدر الملك في المشترَى بفتح الراء ، بخلاف العنان فإن التفاضل في الربح فيها مع التساوى فى المال صحيح ، وهذا لأن الربح لا يستحق إلا بالمال أو بالعمل أو بالضمان . (۵/۳۰۵) (فتاوی حقانیہ:۶/۳۲۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كنز العمال " : عن علي في المضاربة ، والشريكين : الوضيعة على المال والربح على ما اصطلحوا عليه . (۱۵/۷۴ ، الرقم :۴۰۴۷۵ ، بيروت)

ما في " بدائع الصنائع " : والوضيعة على قدر المالين متساوياً ومتفاضلاً ، لأن الوضيعة اسم لجزء هالك من المال فيتقدر بقدر المال . (۵/۸۳ ، كتاب الشركة)

ما في " المهذب للشيرازي " : ويقسم الربح والخسران على قدر المالين .

(۲/۱۵۸ ، كتاب الشركة)

(شرکت ومضاربت عصر حاضر میں :ص/۲۱۶)

شریک کو نفع سے محروم کرنا

مسئلہ (۳۹۵): اگر کوئی ادارہ یا شرکاء اپنے کسی شریک سے یہ کہے کہ: اگر نفع دس لاکھ ہوا تو ساٹھ فیصد ہمارا چالیس فیصد تمہارا، اور اگر دس لاکھ سے زیادہ نفع ملے تو تم کو اس میں سے کچھ نہیں ملے گا، شرعاً یہ معاملہ جائز نہیں، کیوں کہ اس میں اگرچہ مکمل طور پر ایک فریق نفع سے محروم نہیں ہوتا، لیکن نفع کی ایک حد کے بعد اسے محروم کردیا جاتا ہے، گویا نفع کی ایک حد کے بعد نفع میں شرکت کی حقیقت ختم ہوجاتی ہے، لہٰذا جزوی طور پر شرکت کی حقیقت اٹھ جانے کی وجہ سے عدمِ جواز کا حکم لگایا جائے گا۔ (۱)

قرض یا غائب مال میں شرکت

مسئلہ (۳۹۶): اگر کچھ افراد مل کر شرکت کا معاملہ اس طرح کریں کہ ہر شخص اتنا اتنا سرمایہ لگائے گا، مگر کچھ لوگوں کا سرمایہ بطورِ قرض ہے، یا بطورِ مالِ غائب کے ہے، تو شرعاً یہ معاملہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ بوقتِ شرکت، شرکت کے معاملہ کا سرمایہ متعین وموجود ہونا ضروری ہے، قرض اور غیر موجود مال میں شرکت درست نہیں۔ البتہ اگر معاملہ کے وقت سرمایہ موجود نہ ہو، لیکن معاملہ طے ہوجانے کے بعد تجارت شروع کرنے سے پہلے سرمایہ حاضر کردیا جائے، تو یہ بھی شرکت کے جواز کے لیے کافی ہے۔ (۲)

---

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : شرعاً : عبارة عن عقد بين المتشاركين في الأصل والربح . (۳۶۳/۶ ، كتاب الشركة ، مجمع الأنهر: ۵۴۲/۲ ، كتاب الشركة ، الجوهرة النيّرة : ۲۱۶/۱ ، كتاب الشركة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۰۰)=

شریک کو اپنا حصہ ہبہ کر دینا

مسئلہ(۳۹۷): اگر مالِ مشترک اُن اشیاء میں سے ہو، جن کا تقسیم کیا جانا ممکن نہیں ہے، اور ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کو ہبہ کرنا چاہے، تو کرسکتا ہے، جائز ہے، کیوں کہ اس طرح کے مالِ مشترک میں ہبۂ مشاع جائز ہے، لیکن اگر مالِ مشترک اُن اشیاء میں سے ہو، جن کا تقسیم کیا جانا ممکن ہو، تو قبل از تقسیم اس کا ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أن يكون رأس مال الشركة عيناً حاضرة إما عند العقد أو عند الشراء ، وهو رأي جمهور الفقهاء ، فلا يجوز أن يكون رأس المال دينا ولا مالاً غائباً ، لأن المقصود من الشركة الربح ، وهو يتم بواسطة التصرف ، والتصرف لا يمكن في الدين ولا في المال الغائب . (۵/ ۳۸۹۰ ، ثانياً ؛ الشروط الخاصة بعقود شركات الأموال ، بدائع الصنائع :۵/ ۷۹ ، كتاب الشركة)

ما في " فتاوى قاضي خان " : أما شركة المال عنان ومفاوضة وشرط جوازهما أن يكون رأس مالهما من الأثمان من الدراهم والدنانير وأن يكون رأس المال حاضراً في المجلس أو غائباً يحضره عند الشراء لا يصلح أن يكون رأس المال دينا . (۴/ ۴۹۰ ، كتاب الشركة) (قاموس الفقہ :۴/ ۱۸۸، ۱۸۹،شرکت و مضاربت عصر حاضر میں :ص/ ۱۹۹، مالی معاملات پر غرر کے اثرات :ص/ ۱۸۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الخانية على هامش الهندية " : أحد الشريكين إذا قال لشريكه : وهبت لک حقي من الربح ، قالوا : إن كان المال قائماً لا تصح لأنها هبة المشاع فيما يقسم وإن كان الشريک استهلک المال صحت الهبة لأنها صارت ديناً بالاستهلاک ، والدين لا يقسم ، فيكون هذا هبة المشاع فيما لا يقسم فتصح .... رجل وهب نصيبه مما يقسم كالدار والأرض والمكيل والموزون من غير شريكه لا يجوز عند الكل ، وإن وهب من شريكه لا يجوز عندنا .... وفيما لا يقسم كالعبد والدّابّة والثوب والحمام يجوز هبة المشاع من الشريک وغيره في قولهم . (۳/ ۲۶۶، ۲۶۷ ، كتاب الهبة ، فصل فيما =

مخلوط مالِ شرکت ہلاک ہوجائے

مسئلہ (۳۹۸): دو شریکوں نے اپنا اپنا مال اس طرح مخلوط کردیا کہ اب وہ قابلِ امتیاز نہ رہا، اور پھر اس مال کے عوض خریداری سے پہلے کچھ مال ہلاک ہوجائے، تو نقصان دونوں کے مال کی طرف لوٹے گا، نہ کہ کسی ایک کے مال کی طرف۔ (۱)

=يكون هبة من الألفاظ وما لا يكون وفصل في هبة المشا ع)

ما في " تبيين الحقائق " : وقوله في محوز مقسوم ومشا ع لا يقسم ، لا فيما يقسم أي تجوز الهبة في محوز مقسوم وفي مشا ع لا يقسم ، ولا تجوز في مشا ع يقسم ..... وقال شيخ الإسلام علاء الدين الإسبيجابي في شرح الكافي : ..... وكذا إن وهب له نصيباً ففي بيت كبير لم يجز لأن البيت يقسم ، وكل شيء يقسم لا يجوز ، وهذا عندنا خلافاً للشافعي .

(۶/ ۵۲ ، كتاب الهبة)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : أن يكون محوزاً، فلا تجوز هبة المشا ع فيما يقسم ، وتجوز فيما لا يقسم كالعبد والحمام والدن ونحوها ، وهذا عندنا ، وعند الشافعي ليس بشرط ، وتجوز هبة المشا ع فيما يقسم وفيما لا يقسم عنده . (۸/ ۹۶، ۹۷، كتاب الهبة ، فصل في شرائطها) (فتاوی حقانیہ: ۶/ ۳۷۴، ۳۷۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وتبطل) الشركة (بهلاک المالين أو أحدهما قبل الشراء) والهلاک على مالكه قبل الخلط وعليهما بعده . (وإن اشترى أحدهما بماله وهلک) بعده (مال الآخر) قبل أن يشتري به شيئاً . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (وإن اشترى أحدهما) بيان لمفهوم تقييد الهلاک بما قبل الشراء .

(۶/ ۳۸۰ ، كتاب الشركة ، مطلب فيما يبطل الشركة)

ما في " البحر الرائق " : وأيهما هلک هلک من مال صاحبه ، إن هلک في يده فظاهر ، وكذا إذا كان في يد الآخر لأنه أمانة في يده بخلاف ما بعد الخلط حيث يهلک على الشركة لأنه لا يتميز فيجعل الهلاک من المالين . (۵/ ۲۹۵ ، كتاب الشركة ، الفقه الإسلامي=

شرکت کو ختم کردینا

مسئلہ (۳۹۹): شرکاء میں سے ہر کسی کو، ہر وقت یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ دوسرے شرکاء کی اجازت اور مشورہ کے بغیر جب چاہے اپنی شرکت کو ختم کردے۔ (۱)

=وأدلته :۳۹۱۷/۵ ، الفصل الخامس ؛ الشركات ، وأما المبطلات التي تخص بعض الشركات دون بعض . الخ)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۹۱/۶،قدیم،اسلام کا قانونِ تجارت قرآن،حدیث وفقہ کی روشنی میں:ص/۲۰۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي " البحر " عن " البزازية " : اشتركا واشتريا أمتعة ثم قال أحدهما : لا أعمل معک بالشركة وغاب فباع الحاضر الأمتعة فالحاصل للبائع وعليه قيمة المتاع ، لأن قوله : لا أعمل معک فسخ للشركة معه ، وأحدهما يملک فسخها ، وإن كان المال عروضاً ، بخلاف المضاربة هو المختار . (۳۹۵/۶ ، كتاب الشركة ، فصل فی الشركة الفاسدة ، الفتاوی الهندية : ۳۳۶/۲ ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يرى جمهور الفقهاء أن عقد الشركة عقد جائز غير لازم ، فيجوز لكل شريک أن يفسخ العقد ، إلا أن من شروط جواز الفسخ ، أن يكون بعلم الشريک الآخر ، لأن الفسخ من غير علم الشريک إضرار به . (۳۹۱۴/۵ ، الفصل الخامس ؛ الشركات ، المطلب الرابع ؛ صفة عقد الشركة ويد الشريک ، بدائع الصنائع : ۵۴۵/۷ ، كتاب الشركة ، فصل في صفة عقد الشركة ، البحر الرائق :۳۰۹/۵ ، كتاب الشركة ، فتح القدير :۱۸۱/۶ ، كتاب الشركة ، فصل في الشركة الفاسدة)

(احسن الفتاوی:۳۹۹/۶،فتاوی حقانیہ:۳۳۵/۶)

مشترکہ تجارت میں منافع کا مالک کون؟

مسئلہ (۴۰۰): بیٹا باپ کے کاروبار میں شریک رہے، تو اس کاروبار سے حاصل ہونے والا پورا نفع باپ کی ملکیت شمار ہوگا، کیوں بیٹے کی حیثیت معین ومددگار کی ہے، لہٰذا باپ اپنی زندگی میں اس مال میں جیسا چاہے تصرف کرسکتا ہے۔ تاہم رأس المال دونوں کا مشترک ہو، اور تقسیم منافع پر معاہدہ بھی ہوا ہو، تو پھر منافع حسبِ معاہدہ تقسیم ہوں گے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : الأب وابنه يكتسبان في صنعةٍ واحدةٍ ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إن كان الإبن في عياله لكونه معيناً له ، ألا ترى لو غرس شجرةً تكون للأب . (۳۹۲/۶ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " الفتاوى الهندية " : أب وابن يكتسبان في صنعةٍ واحدةٍ ولم يكن لهما مال فالكسب كله للأب إذا كان الإبن في عيال الأب لكونه معيناً ألا ترى أنه لو غرس شجرةً تكون للأب ، وكذا الحكم فی الزوجين إذا لم يكن لهما شيء ثم اجتمع بسعيهما أموال كثيرة فهي للزوج، وتكون المرأة معينة له إلا إذا كان لها كسب على حدة فهو لها . (۳۲۹/۲)

(فتاوی حقانیہ:۶/۳۳۶)

شیئرز میں ڈیفرینس برابر کرنا

مسئلہ (۴۰۱): شیئرز کی ایسی بیع وشراء کہ جس میں صرف فرق (Difference) برابر کرنا مقصود ہو، شیئرز لینا دینا مقصود نہ ہو، جیسا کہ آج کل اسٹاک ایکسچینج کمپنی میں ایک بہت بڑا کاروبار اسی قسم کا ہوتا ہے، اس میں شیئرز لینا دینا مقصود نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی شیئرز پر قبضہ ہوتا ہے، اور نہ قبضہ پیش نظر ہوتا ہے، بلکہ آخر میں جا کر آپس کا فرق (Difference) برابر کرلیا جاتا ہے، مثلاً یکم جنوری کو، ۳۰ مارچ کی تاریخ کے لیے غائب سودا کیا گیا، اور فی شیئرز دس روپئے قیمت مقرر ہوئی، لیکن جب ۳۰ مارچ کی تاریخ آئی، تو شیئرز کی قیمت بڑھ کر بارہ روپئے ہوگئی، اب بائع خریدار کو شیئرز دینے کے بجائے دو روپئے فی شیئرز ادا کرتا ہے، یا اگر قیمت گھٹ کر آٹھ روپئے رہ گئی، تو خریدار بجائے اس کے کہ بائع کو دس روپئے دے کر اس سے شیئرز وصول کرے، اسے فی شیئرز دو روپئے دیتا ہے، اس طرح سے بائع اور خریدار آپس کے فرق کو برابر کر لیتے ہیں، یہ قمار وسٹہ ہے، جو حرام ہے، شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰآيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقال قوم من أهل العلم : " القمار كله من الميسر " . وأصله من تيسير أمر الجزور بالاجتماع على القمار فيه ، وهو السهام التي يُجيلونها ، فمن خرج سهمه استحق منه ما توجبه علامة السهم ، فربما أخفق بعضهم حتى لا يحظى بشيء وينجح البعض فيحظى بالسهم الوافر ، وحقيقته تمليك المال على المخاطرة ، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار . (۲/۵۸۲، باب تحريم الخمر)=

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=ما في " سنن أبي داود " : عن عبد اللّٰه بن عمرو : " أن نبي اللّٰه ﷺ نهى عن الخمر والميسر والكوبة والغبيراء " . (ص/ ۵۱۹ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السّكر)

ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن عبد اللّٰه بن عمرو قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " إن اللّٰه حرم على أمتي الخمر والميسر " . (۱۱۸/۲ ، رقم الحديث : ۶۵۴۷)

ما في " رد المحتار " : القمار من القمر الذي يزداد تارة وينقص أخرى ، وسمي القمار قماراً لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه ، وهو حرام بالنص . (۴۹۲/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال ابن حجر المكي : الميسر : القمار بأي نوع كان ، وقال المحلي : صورة القمار المحرم التردد بين أن يغنم وأن يغرم . (۴۰۴/۳۹ ، ميسر)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : القمار لا يجوز ، لأنه تعليق المال بالخطر ، قال : وإن شرط من الجانبين فهو قمارٌ ، وإنه حرام . (۲۱۱/۴ ، كتاب الكراهية ، أحكام السباق)

(اسلام اور جدید معیشت وتجارت: ص/۷۴-۹۱)

کتاب المضاربة

☆......مضاربت کے مسائل......☆

مضاربت اور اس کا شرعی حکم

مسئلہ (۴۰۲): شریعت کی اصطلاح میں مضاربت دو فریقوں کے درمیان ہونے والے اس معاہدے کو کہتے ہیں کہ جس میں ایک فریق سرمایہ کی فراہمی اپنے ذمہ لیتا ہے، اور دوسرا فریق اپنی محنت پیش کرتا ہے، اور نفع میں دونوں طے شدہ نسبت کے مطابق شریک ہوتے ہیں، جو فریق سرمایہ فراہم کرتا ہے اسے رب المال کہتے ہیں، اور کام کرنے والے فریق کو عامل/ مضارب کہا جاتا ہے [۱]، اور وہ مال جو سرمایہ کاری میں لگایا جاتا ہے اسے رأس المال اور سرمایہ کہا جاتا ہے [۲]، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مضاربت کا عقد جائز نہ ہو، کیوں کہ یہ مجہول بلکہ معدوم اجرت پر مجہول عمل کا اجارہ ہے، لیکن کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا گیا [۳]، لہٰذا عقد مضاربت، کتاب وسنت اور اجماع کے موافق ہونے کی وجہ سے جائز اور بابرکت معاملہ ہے۔ [۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : تعريف المضاربة : هي أن يدفع المالک إلى العامل مالاً ليتجر فيه ، ويكون الربح مشتركاً بينهما بحسب ما شرطا ، وأما الخسارة فهي على رب المال وحده ، ولا يتحمل العامل المضارب من الخسران شيئاً ، وإنما هو يخسر عمله =

....

....

....

=وجهده ، وعرفها صاحب الكنز بقوله : هي شركة بمال من جانب ، وعمل من جانب ، .... والسبب فی اشتراک العاقدين فی الربح هو أن رب المال يستحق الربح بسبب ماله لأنه نماء ماله ، والمضارب يستحقه باعتبار عمله الذي هو سبب وجود الربح .

(۵/۳۹۲۴ ، المطلب الأول ، تعريف المضاربة)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : رأس المال فی اللغة : أصل المال بلا ربح ولا زيادة ، وهو جملة المال التي تستثمر فی عمل ما . وفی الاصطلاح : لا يخرج عن المعنى اللغوي .

(۶/۲۲ ، رأس المال)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : فالقياس أنه لا يجوز لأنه استيجار بأجر مجهول بل بأجر محروم ولعمل مجهول لكنا تركنا القياس بالكتاب العزيز والسنة والإجماع .

(۵/۱۰۸ ، كتاب المضاربة)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وآخرون يضربون في الأرض يبتغون من فضل اللّٰه﴾ .

(سورة المزّمّل : ۲۰)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن ابن عباس قال : " كان العباس بن عبد المطلب إذا دفع مالاً مضاربة اشترط على صاحبه أن لا يسلک به بحرا ولا ينزل به وادياً ولا يشتري به ذات كبر رطبة ، فإن فعل فهو ضامن فرفع شرطه إلى رسول اللّٰه ﷺ فأجازه " .

(۶/۱۸۴ ، كتاب القراض)

ما في " بدائع الصنائع " : فإنه روي عن جماعة من الصحابة رضي اللّٰه تعالى عنهم أنهم دفعوا مال اليتيم مضاربة ، منهم سيدنا عمر وسيدنا عثمان وسيدنا علي وعبد اللّٰه بن مسعود وعبد اللّٰه بن عمر وعبيد اللّٰه بن عمرو وسيدتنا عائشة رضي اللّٰه تعالى عنهم ، ولم ينقل أنه أنكر عليهم من أقرانهم أحد ، ومثله يكون إجماعاً . (۵/۱۰۹ ، كتاب المضاربة)

(مالی معاملات پرغرر کے اثرات: ص/۲۰۷-۲۰۹)

صورتِ مضاربت

مسئلہ (۴۰۳): ایک شخص کسی دوسرے کو ۵۰/ ہزار روپئے دے کر یہ کہے کہ؛ تم اس مال سے تجارت کرو، جتنا نفع ملے گا، اس میں سے ۶۰/ فیصد میرا ہوگا، اور بقیہ چالیس فیصد تمہارا، تو شرعاً اس عقد پر مضاربت کی تعریف صادق آرہی ہے، لہذا یہ صورت صحیح و درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : المضاربة : هي أن يدفع المالک الى العامل مالا ليتجر فيه ، ويكون الرابع مشتركاً بينهما بحسب ما شرطا اتفق أئمة المذاهب على جواز المضاربة بأدلة من القرآن والسنة والإجماع والقياس ، إلا أنها مستثناة من الغرر والإجارة المجهولة .
(۵/۳۹۲۴، ۳۹۲۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على مشروعية المضاربة وجوازها وذلک على وجه الرخصة أو الاستحسان فالقياس أنها لا يجوز .
(۳۸/۳۵ – ۳۷ ، بدائع الصنائع : ۵/۱۰۸، ۱۰۹)

ما في " المبسوط للسرخسی " : الأصل فی جواز الشركة ما روى أن السائب بن شريک جاء إلى رسول الله ﷺ فقال : أتعرفني ؟ فقال صلوات الله وسلامه عليه : وكيف لا أعرفک وكنت شريكي وكنت خير شريک لا تدارى ولا تمارى ، .... والناس يفعلون ذلک فأقرهم عليه ، وقد تعامله الناس من بعد رسول الله ﷺ إلى يومنا هذا من غير نكير منكر . (۱۱/۱۶۲، كتاب الشركة)

عقدِ مضاربت میں نفع کی تعیین

مسئلہ (۴۰۴): عقدِ مضاربت کرتے وقت اگر مضارب اور رب المال کے مابین مقدارِ نفع کی تعیین نہ ہوئی ہو، تو دونوں حاصل شدہ منافع سے آدھا آدھا وصول کریں گے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : لو قال رب المال المضارب على أن ما رزق اللّٰه تعالى من الربح بيننا جاز ويكون الربح بينهما على السواء . كذا في فتاوى قاضي خان . ولو دفع إليه ألف درهم مضاربة على أنهما شريكان في الربح ولم يبين مقدار ذلك فالمضاربة جائزة لأن مطلق الشركة يقتضي المساواة ..... والربح بينهما نصفان . (۲۸۸/۴ ، كتاب المضاربة ، الباب الثاني فيما يجوز من المضاربة من غير تسمية الربح فيها)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو قال رب المال : على أن ما رزق اللّٰه عز وجل فهو بيننا جاز وكان الربح نصفين ، لأن البين كلمة قسمة ، والقسمة تقتضي المساواة إذا لم يبين فيها مقدار معلوم ، قال اللّٰه عز وشانه : ﴿ونبّئهم أن المآء قسمة بينهم﴾ .

(۱۱۱/۵ ، كتاب المضاربة ، دار الكتب العلمية ، بيروت)

ما في " شرح المجلة " : لكن إذا عبر بالشركة على الإطلاق كقوله والربح مشترك بيننا صرف إلى المساواة فيقسم الربح مناصفة بين رب المال والمضارب .

(ص/۷۴۷ ، ۷۴۸ ، دار احياء التراث العربي بيروت)

مضاربت میں سرمایہ نقد ہو

مسئلہ (۴۰۵): کوئی شخص کسی کو گندم دے کر کہے کہ: اس کی روٹی بنا کر بیچو، جو آمدنی ہوگی اس میں سے اتنا اتنا نفع ہم دونوں کے درمیان ہوگا، تو مضاربت کی یہ صورت درست نہیں ہے، کیوں کہ مضاربت کے صحیح ہونے کے لیے سرمایہ کا نقد کی شکل میں ہونا شرط ہے [۱]، اور یہ شرط یہاں مفقود ہے۔ لیکن اگر اس طرح کی مضاربت کا معاملہ کیا گیا، تو مضارب کو روٹی بنانے کی اجرتِ مثل ملے گی، اور پورا نفع رب المال (مالک نقد) کا ہوگا۔ [۲] البتہ اگر کوئی شخص کسی کو رقم دے کر کہے کہ: گندم خرید کر ان کی روٹی بنا کر بیچو، جو نفع ہوگا، وہ ہمارے درمیان اتنا اتنا فیصد ہوگا، تو یہ صورت درست ہے، کیوں کہ یہاں سرمایہ نقد کی شکل میں موجود ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : منها أن يكون رأس المال من الدراهم أو الدنانير عند عامة العلماء ، فلا تجوز المضاربة بالعروض .... لأن المضاربة بالعروض تؤدى إلى جهالة الربح وقت القسمة ، لأن قيمة العروض تعرف بالحرز والظن ، وتختلف باختلاف المقومين والجهالة تفضى إلى المنازعة ، والمنازعة تفضى إلى الفساد ، وهذا لا يجوز .

(۸/۱۰ – ۱۲ ، كتاب المضاربة ، فصل فى شرائط الركن)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : فإذا فسدت صارت إجارة ؛ لأن الواجب فيها أجر المثل .

(۱/۲۲۴ ، كتاب المضاربة ، بيروت) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۱۴–۲۲۰)

ما في " بدائع الصنائع " : منها اعلام مقدار الربح ، لأن المعقود عليه هو الربح ، وجهالة المعقود عليه توجب فساد العقد . (۸/۲۳ ، كتاب المضاربة ، فصل في شرائط الركن)

قرض وصول کرکے مضاربت میں لگانا

مسئلہ (۴۰۶): رب المال کا کسی آدمی کے ذمہ قرض ہو، اور وہ مضارب کو اجازت دیدے کہ آپ اس قرض کو وصول کرکے اس کے ذریعہ مضاربت کرو، تو یہ صورت شرعاً درست ہوگی۔[۱]

سامان میں عقدِ مضاربت

مسئلہ (۴۰۷): عقدِ مضاربت میں سرمایہ کا نقد ہونا شرط ہے، سامان کے ذریعہ عقدِ مضاربت درست نہ ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وأما المضاربة بدين فإن على المضارب لم يجز وإن على ثالث جاز . (۸/۳۷۶ ، كتاب المضاربة) (فتاوی حقانیہ:۶/۳۴۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو كان الدين على ثالث فقال له : اقبض مالي على فلان فاعمل به مضاربة جاز . كذا في الكافي . (۴/۲۸۶ ، الباب الأول في تفسيرها وركنها وشرائطها وحكمها)

ما في " الهداية " : إذا قال له : اقبض مالي على فلان واعمل به مضاربة جاز بخلاف ما إذا قال : اعمل بالدين الذي في ذمتک حيث لا تصح المضاربة . (۳/۲۵۸ ، كتاب المضاربة)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : وشرطها أمور سبعة : كون رأس المال من الأثمان . در مختار . وفي الشامية : قوله : من الأثمان ، أى الدراهم والدنانير . (۸/۳۷۵ ، كتاب المضاربة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ما يتعلق برأس مال المضاربة من الشروط يشترط لصحة المضاربة شروط يلزم تحققها في رأس المال ، وهي أن يكون نقدًا من الدراهم والدنانير وأن يكون معلومًا وأن يكون عينًا لا دينًا . أولاً : كون رأس المال من الدراهم والدنانير ، اتفق الفقهاء في الجملة على هذا الشرط واستدل بعضهم عليه بالإجماع كما نقله الجوني من=

سرمایہ مضارِب کے حوالے کرنا

مسئلہ (۴۰۸): عقد مضاربت طے ہوجانے کے بعد، سرمایہ مضارب کے حوالے کرنا شرط ہے، حوالے کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مالک کا اس پر قبضہ بالکل ختم ہوجائے، اور مضارب کو اس پر تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہو، اگر سرمایہ مالک کے قبضے میں ہے، یا عامل ہر وقت سرمایہ میں تصرف نہیں کرسکتا، تو ایسی صورت میں مضاربت صحیح نہ ہوگی۔(۱)

= الشافعية أو بإجماع الصحابة ، كما قال غيره منهم ..... المضاربة بالعروض : ذهب الحنفية والمالكية والشافعية وهو ظاهر المذهب عند الحنابلة إلى أنه لا تصح المضاربة بالعروض مثلية كانت أو متقومة . (۳۸/۴۳ ، المضاربة بالعروض)

ما في " المبسوط للسرخسي " : قال رحمه الله تعالى : ذكر عن إبراهيم والحسن رحمهما الله تعالى قال : لا تكون المضاربة بالعروض إنما تكون بالدراهم والدنانير وبه نأخذ .

(۲۱ / ۳۱ ، باب المضاربة بالعروض)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وأما شروط رأس المال : أولاً : أن يكون رأس المال من النقود الرائجة أي الدراهم والدنانير ونحوها ، كما هو الشرط في شركة العنان ، فلا تجوز المضاربة بالعروض من عقار أو منقول عند جمهور العلماء . (۵/۳۹۳۲ ، شركة المضاربة ، بدائع الصنائع :۸/۹، كتاب المضاربة ، فصل في شرائط الركن)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : رابعاً : أن يكون رأس المال مسلماً إلى العامل ليتمكن من العمل فيه ، ولأن رأس المال أمانة في يده ، فلا يصح إلا بالتسليم وهو التخلية كالوديعة ، ولا تصح المضاربة مع بقاء يد رب المال على المال ، لعدم تحقق التسليم مع بقاء يده ، ويترتب عليه أنه لو شرط بقاء يد المالك على المال فسدت المضاربة . (۵/۳۹۳۵ ، بدائع الصنائع :۵/۱۱۷ ، كتاب المضاربة ، الموسوعة الفقهية :۳۸/۵۰)(مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۱۳،۲۱۴)

مضارب کو وقتِ معین تک خریداری کا پابند کرنا

مسئلہ (۴۰۹): رب المال مضارب کو ایک لاکھ روپیہ دے، اور یہ شرط لگائے کہ ایک سال کے بعد نئی خریداری مت کرنا، تو اس طرح کی شرط لگانا؛ ائمۂ ثلاثہ کے اقوال اور مضاربت کی حقیقت پر غور کرتے ہوئے جائز ہونا ہی راجح معلوم ہوتا ہے، لہٰذا یہ صورت جائز ہونی چاہیے، یعنی رب المال وقت معین کے بعد مضارِب کی نئی خریداری پر پابندی لگا سکتا ہے[۱]، البتہ مالکیہ کے نزدیک اس طرح کی پابندی لگانا جائز نہیں ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الإنصاف " : وإن شرط تاقيت المضاربة فهل تفسد ؟ على الروايتين : إحداهما لا تفسد ، وهو الصحيح من المذهب ، والرواية الثانية تفسد ، وإن قال : لا تبع بعد سنة بطل العقد ، وإن قال : لا تبتع بعدها صح . (۵/۳۱۸ ، كتاب الشركة ، بيروت)

ما في " التهذيب في فقه الإمام الشافعي " : أما إذا قال : على أنك بعد مضي السنة لا تشتري ولك أن تبيع فهذا جائز ، لأن مقتضى القراض أن رب المال يملك منع العامل من الشراء متى شاء ، ولا يملك منعه من البيع لينض المال . (۴/۳۸۳ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات)

ما في " المغني " : قال أبو الخطاب : في صحة شرط التاقيت روايتان : إحداهما : هو صحيح وهو قول أبي حنيفة . (۵/۱۸۵ ، جواز التاقيت في المضاربة)

(۲) ما في " عقد الجواهر الثمينة " : ولو ضيق بالتاقيت إلى السنة مثلاً ومنع عن التصرف بعدها فهو فاسد ، مثل أن يقول : قارضتك سنة .

(۲/۷۹۵ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۲۶)

دورانِ سفر مضارب کے اخراجات

مسئلہ (۴۱۰): مضارب اگر تجارت کے لیے سفر کرے، تو اس کے لیے اپنی خوراک و پوشاک مالِ مضاربت میں سے لینا جائز و درست ہے، اور اگر اپنے ہی شہر میں تجارت کرے، تو اپنی خوراک و پوشاک کا انتظام، اپنے مال سے کرے، مالِ مضاربت میں سے نہیں۔ (۱)

عقد مضاربت میں خسارہ

مسئلہ (۴۱۱): عقد مضاربت میں خسارہ اور نقصان نفع کی مقدار سے بڑھ جائے، تو یہ زائد نقصان صرف رب المال پر آئے گا، مضارب پر نہیں، کیوں کہ مضارب عقد مضاربت میں امین ہوتا ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : فإن سافر فطعامه وشرابه وکسوته ورکوبه في مال المضاربة ، وإن عمل في المصر فنفقته في ماله ..... والفرق أن النفقة تجب جزاء الاحتباس کنفقة القاضي والمرأة والمضارب في المصر ساکن بالسکنی الأصلي وإذا سافر صار محبوساً بالمضاربة فیستحق النفقة . (۴۵۸/۷ ، کتاب المضاربة ، هداية :۲۶۹/۳ ، المضاربة)

ما في " بدائع الصنائع " : ولو خرج من المصر الذي دخله للبیع والشراء بنیة العود إلی المصر الذی أخذ المال فیه مضاربة فإن نفقته من مال المضاربة حتی یدخله .

(۱۴۸/۵ ، کتاب المضاربة)(فتاوی دارالعلوم دیوبند:۱۰۷/۱۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " تبیین الحقائق " : قال رحمه اللّٰه : وکل شرط یوجب جهالة الربح یفسدها وإلا لا ، ویبطل الشرط کشرط الوضیعة علی المضارب ..... وتکون الوضیعة وهو الخسران=

مضارب پر جرمانہ

مسئلہ (۴۱۲): زید (رب المال) نے عمر (مضارب) کو افیون کی تجارت کے لیے پیسہ دیا، عمر (مضارب) نے افیون خریدا، اور اس پر جرمانہ عائد ہو گیا، تو اس نقصانِ جرم کی اگر مالک نے ذمہ داری قبول کرلی ہے، تو مالک پر ضمان لازم ہے، ورنہ مضارب پر ضمان آئے گا۔ (۱)

=علی رب المال لأن ما فات جزء من المال بالهلاک یلزم صاحب المال دون غیره والمضارب أمین فیه فلا یلزمه بالشرط فصار الأصل فیه أن کل شرط یوجب جهالة في الربح أو قطع الشرکة فیه مفسد وما لا فلا . (۵/ ۵۲۱ ، کتاب المضاربة)

ما في " رد المحتار " : قوله : (بطل الشرط) کشرط الخسران علی المضارب .

(۸/۳۷۶ ، کتاب المضاربة ، مجمع الأنهر: ۳/۴۴۷)

ما في " درر الحکام شرح مجلة الأحکام " : (یعود الضرر والخسار في کل حال علی رب المال وإذا شرط أن یکون مشترکا بینهما فلا یعتبر ذلک الشرط) . (مجلة) . وفي درر الحکام : یعود الضرر والخسار في کل حال علی رب المال إذا تجاوز الربح إذ یکون الضرر والخسار في هذا الحال جزءً ا هالکًا من المال فلذلک لا یشترط علی غیر رب المال ولا یلزم به آخر . (۳/ ۴۵۹ ، بیان أحکام المضاربة ، المادة : ۱۴۲۸ ، شرح المجلة لسلیم رستم باز: ص/۷۵۷ ، المادة : ۱۴۲۸ ، الفصل الثالث فی بیان أحکام المضاربة)

(فتاوی محمودیہ: ۱۴/ ۲۲۶، ۲۲۷، کراچی، فتاوی حقانیہ: ۶/ ۳۴۷، ۳۴۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : ولا رجوع له فیما أنفقه في الخصومة لتقاضي الدین . (۷/ ۴۵۹)

ما في " الفتاوی الهندیة " : الأصل أن ما یفعله المضارب ثلاثة أنواع : نوع یملکه بمطلق المضاربة ، وهو ما یکون من باب المضاربة وتوابعها ، ومن جملته التوکیل بالبیع والشراء للحاجة والرهن .... ونوع لا یملکه بمطلق العقد ویملکه إذا قیل له : اعمل برأیک .....=

مضاربت پر ہسپتال کا قیام

مسئلہ (۴۱۳): ایک ڈاکٹر کے پاس علاج کے ضروری سازوسامان وآلات نہیں ہیں، اب اگر وہ کسی سرمایہ دار سے سرمایہ لے کر ہسپتال قائم کرے، اور علاج کے لیے درکار سازوسامان اور آلات خریدے اور نفع دونوں میں مشترک رکھیں، تو مضاربت کی یہ صورت، جس میں ایک شریک سرمایہ لگائے، اور دوسرا شریک کام کرے، اور اس کے ذریعہ جو آمدنی حاصل ہو، اسے باہم نصف نصف تقسیم کریں، امام ابوحنیفہ، اما شافعی، اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے، ان حضرات کے نزدیک یہ عقد فاسد ہے، لیکن امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جیسے مساقات اور مزارعت میں سرمایہ کار کی طرف سے نقد رقم نہیں دی جاتی، البتہ قابلِ نفع چیز دی جاتی ہے، یعنی درخت یا زمین، عامل اس میں محنت کرتا ہے اور پھر جو آمدنی حاصل ہوتی ہے اسے باہم تقسیم کیا جاتا ہے، اور ان کا مالک بھی نہیں بدلتا، مزارعت اور مساقات کو شریعت نے جائز قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ کار ایک ایسی چیز عامل کو دے رہا ہے، جس میں محنت کر کے آمدنی حاصل کی جاسکتی ہے، لہٰذا مزارعت اور مساقات پر قیاس کرتے ہوئے مضاربت کی یہ صورت بھی جائز ہونی چاہیے، آج کل مسلمانوں کے

=وذلک مثل دفع المال مضاربة أو شركة إلى غيره وخلط مال المضاربة بماله أو بمال غيره . ونوع لا يملكه لا يطلق العقد ولا بقوله اعمل برأيک إلا أن ينص عليه رب المال وهو الاستئذان وهو أن يشترى بالدراهم والدنانير بعد ما اشترى برأس المال السلعة وما أشبه ذلک وأخذ السفاتج ، وكذا أعطاها والعتق بمال وبغير مال والكتابة والاقراض والهبة والصدقة .

(۲۹۱/۴ ، كتاب المضاربة ، الباب الرابع ، خلاصة الفتاوى :۱۸۹/۴ ، الفصل الثاني)

(فتاوی حقانیہ:۳۴۹/۶)

بڑے بڑے کاروبار انہیں بنیادوں پر چل رہے ہیں، اگر ائمۂ ثلاثہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے اسے ناجائز قرار دیا جائے، تو حرج عظیم لازم آئے گا، اس لیے تنگی اور پریشانی سے بچانے کے لیے امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق عمل کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔(۱)

مالِ مضاربت سے ملازمین کی مزدوری

مسئلہ (۴۱۴): دورانِ تجارت مضارب کا مالِ مضاربت سے مزدور اور ملازمین کی اجرتیں اور تنخواہیں ادا کرنا جائز ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المغني والشرح الكبير " : ولنا أنها عين تنمى بالعمل عليها فصح العقد ببعض نمائها كالدراهم والدنانير كالشجرة فى المساقاة والأرض في المزارعة قولهم ليس من أقسام الشركة ولا هو مضاربة ، قلنا : نعم لكنه يشبه المساقاة والمزارعة ، فإنه دفع لعين المال إلى من يعمل عليها ببعض نمائها مع بقاء عينها .... وإن دفع ثوبه إلى خياط ليفصله قمصًا ويبيعها وله نصف ربحها بحق عمله جاز نص عليه في رواية حرب ، وكذلك إن دفع غزلاً إلى رجل ينسجه بثلث ثمنه أو ربعه جاز نص عليه ، وقال مالك وأبوحنيفة والشافعي : لا يجوز شيء من ذلك لأنه عوض مجهول وعمل مجهول وقد ذكرنا وجه جوازه . (۱۹۲/۵، ۱۹۳ ، مسألة : وإن آجراهما بأعيانها) (شرکت ومضاربت عصر حاضر میں: ص/۳۰۴، ۳۰۸)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو استأجر أجيرًا يخدمه في سفره وفي مصره الذي أتاه فيخبز له ويطبخ ويغسل ثيابه ويعمل له ما لا بد له منه احتسب بذلك على المضاربة ، وكذلك لو كان معه غلمان له يعملون في المال كانوا بمنزلته ونفقتهم في مال المضاربة .

(۳۱۲/۴ ، كتاب المضاربة ، الباب الثاني عشر في نفقة المضارب)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وكل من كان مع المضارب ممن يعينه على العمل فنفقته=

عقد مضاربت فاسد ہوجائے

مسئلہ (۴۱۵): عقد مضاربت اگر فاسد ہوجائے، تو مضارب اجرتِ مثلیہ کا حق دار ہوتا ہے۔ خواہ کاروبار میں نفع ہو یا نہ ہو۔ (۱)

= من مال المضاربة كأجير يخدمه ، أو يخدم دابته ، لأن نفقهم كنفقة نفسه ، لأنه لا يتهيأ للسفر إلا لهم ...... والمراد من النفقة هنا ؛ الكسوة والطعام والادام والشراب وأجر الأجير وفراش ينام عليه . (۲۸/۷۰ ، ۷۱)

ما في " بدائع الصنائع " : وأما تفسير النفقة التي في مال المضاربة فالكسوة والطعام والادام والشراب واجر الأجير، وفراش ينام عليه وعلف دابته التي يركبها فى سفره ، ويتصرف عليها حوائجه . (۶۶/۸، المضاربة ، وأما بيان حكم المضاربة ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۳۹۵۸/۵ ، المطلب الثالث أحكام المضاربة ، أولاً ؛ أما النفقة من مال المضاربة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وإجارة فاسدة إن فسدت فلا ربح للمضارب حينئذ بل له أجر مثل عمله مطلقاً ربح أو لا . (۳۷۴/۸ ، كتاب المضاربة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وعند الحنفية : يكون للمضارب أجر مثل عمله مطلقاً ، وهو ظاهر الرواية ، ربح المال أو لا ، بلا زيادة على المشروط خلافاً لمحمد . (۷۸/۳۸)

ما في " الفتاوى الهندية " : المضارب إذا عمل في المضاربة الفاسدة وربح يكون جميع الربح لرب المال وللمضارب أجر مثله فيما عمل لا يزاد على المسمى في قول أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالى ، وإن لم يربح المضارب كان له أجر مثله . كذا في فتاوى قاضي خان . هذا جواب ظاهر الرواية . كذا في المحيط .

(۲۸۸/۴ ، كتاب المضاربة ، قبيل الباب الثاني فيما يجوز ، الفقه الإسلامي وأدلته: ۳۹۴۱/۵ ، المطلب الثالث ؛ أحكام المضاربة ، البحر الرائق:۴۴۹/۷ ، كتاب المضاربة ، دار الكتاب ديوبند ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۶۸/۵، المضاربة ، حكمها)

نفع کی ایک خاص مقدار، رب المال کے لیے متعین کرنا

مسئلہ (۴۱۶): ایک آدمی دوسرے کو مضاربت کے طور پر ایک لاکھ روپئے دے کر کہے: مجھے ہر ماہ ہزار روپئے نفع دینا ضروری ہے، خواہ تم کو کچھ نفع ملے یا نہ ملے، شرعاً مضاربت کا یہ معاملہ درست نہیں ہے، کیوں کہ مضارب یا رب المال کا کسی خاص مقدار میں منافع کا اپنے لیے متعین کرنا، خواہ ماہانہ ہو یا سالانہ، مفسدِ عقد ہے، اس سے مضاربت فاسد ہو جائے گی۔ (۱)

= سابقة الكلام ونحوه ، وبه أخذ الفقيه أبو الليث . اهـ........... وعن الإمام تخصيصه بالمعاوضات ، ولا يلي العتق والتبرع ، وعليه الفتوى . وكذا لو قال : طلقت امرأتك ووهبت ووقفت أرضك في الأصح لا يجوز . اهـ . وفي " الذخيرة " أنه توكيل بالمعاوضات لا بالإعتاق والهبات . وبه يفتي . اهـ . وفي " الخلاصة " كما في " البزازية " : والحاصل أن الوكيل وكالة عامة يملك كل شيء إلا الطلاق والعتاق والوقف والهبة والصدقة على المفتى به . (۸/۲۴۰ ، ۲۴۱ ، كتاب الوكالة ، بيروت ، الفتاوى الهندية : ۵/۵۶۵ ، كتاب الوكالة ، الباب الأول وأما ألفاظها ، فتاوى قاضي خان :۳/۱۴۷ ، كتاب الوكالة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۳۲۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : ومنها أن يكون المشروط لكل واحد منهما من المضارب وربّ المال من الربح جزءً ا شائعاً نصفاً أو ثلثاً أو ربعاً فإن شرطا عدداً مقدراً بأن شرطا أن يكون لأحدهما مائة درهم من الربح أو أقل والباقي للآخر لا يجوز والمضاربة فاسدة . =

قرض کے ذریعہ عقدِ مضاربت

مسئلہ (۴۱۷): ایک شخص کے کسی دوسرے پر کچھ روپئے قرض ہیں، اگر وہ اس مقروض سے کہے: اس قرض کو سرمایہ قرار دے کر اس سے تجارت کرو، اور جو نفع ملے گا اس میں میرا اتنا فیصد (Percent) ہوگا، شرعاً اس طرح کا معاملہ کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ صحتِ مضاربت کی چند شرطیں ہیں:

(۱) عاقدین (رب المال اور مضارِب) میں اہلیتِ توکیل ووکیل کا ہونا۔[۱]

(۲) سرمایہ کا روپیوں کی شکل میں ہونا۔[۲] (۳) سرمایہ کا معلوم ہونا۔[۳]

(۴) سرمایہ کا عین ہونا نہ کہ دَین (قرض)۔[۴]

(۵) نفع میں دونوں کا برابر کا شریک ہونا۔[۵] (۶) نفع کا معلوم ہونا۔[۶]

عقدِ مضاربت کی مذکورہ بالا صورت میں چوتھی شرط مفقود ہے، اس لیے یہ معاملہ شرعاً درست نہیں ہے۔

=(۸۵/۶، فصل وأما شرائط الرکن فبعضها یرجع إلی العاقدین)

ما في " الفتاوی الهندیة " : ومنها أن یکون نصب المضارب من الربح معلوماً علی وجه لا تنقطع به الشرکة في الربح . کذا في المحیط . فإن قال علی أن ذلک من الربح مائة درهم أو شرط مع النصف أو الثلث عشرة دراهم لا تصح المضاربة . کذا فی محیط السرخسي .

(۲۸۷/۴، کتاب المضاربة ، الباب الأول)

ما في " الجوهرة النیرة " : قوله: (ومن شرطها أن یکون الربح بینهما مشاعاً لا یستحق أحدهما منه دراهم مسماة) لأن شرط ذلک یقطع الشرکة لجواز أن لا یحصل من الربح إلا تلک الدراهم المسماة . (۲۲۶/۱، کتاب المضاربة) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۲۲)=

....

....

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : أما الذي يرجع إلى العاقدين وهما رب المال والمضارب فأهلية التوكيل والوكالة ، لأن المضارب يتصرف بأمر رب المال وهذا معنى التوكيل .

(۵/۱۱۲ ، كتاب المضاربة ، فصل أما شرائط الركن .. الخ)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : منها أن يكون رأس المال من الدراهم أو الدنانير عند عامة العلماء فلا تجوز المضاربة بالعروض . (۵/۱۱۳)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : منها : أن يكون رأس المال معلوماً فإن كان مجهولاً لا تصح المضاربة لأن جهالة رأس المال تؤدي إلى جهالة الربح وكون الربح معلوماً شرط صحة المضاربة . (۵/۱۱۴)

(۴) ما في " بدائع الصنائع " : منها : أن يكون رأس المال عيناً لا ديناً فإن كان ديناً فالمضاربة فاسدة . (۵/۱۱۴)

(۵) ما في " بدائع الصنائع " : أما الربح فلأن المضارب ملك نصف المال بالقرض فكان نصف الربح له والنصف الآخر بضاعة فی يده فكان ربحه لرب المال . (۵/۱۱۵)

(٦) ما في " بدائع الصنائع " : كون الربح معلوماً شرط صحة المضاربة . (۵/۱۱۴)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۱۰)

کتاب الإجارة

☆......اجارہ (کرایہ داری) کے مسائل......☆

عقد اجارہ

مسئلہ (۴۱۸): عقد اجارہ؛ متعین اجرت کے بدلے متعین منفعت کی بیع کو عقدِ اجارہ کہتے ہیں [۱]، عقد اجارہ شرعاً جائز ہے۔ [۲]

عقد اجارہ کے صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں:

(۱) عاقدین کی رضامندی، (۲) معقود علیہ کی تعیین، (۳) اجرت اور وصف کی تعیین، (۴) منافع کی تعیین، (۵) مدتِ اجارہ کی تعیین، (۶) مستاجِر معقود علیہ کو کس کام کے لیے استعمال کرے گا؛ اس کی تعیین، (۷) معقود علیہ کی تسلیم پر قدرت، (۸) معقود علیہ کی شرعاً اباحت، (۹) معقود علیہ پر اجرت لینے کا معروف ہونا، (۱۰) اجرت کا معقود علیہ کی جنس سے نہ ہونا۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كنز الدقائق مع البحر الرائق " : هي بيع منفعة معلومة بأجر معلوم . (۵۰۶/۷)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : هي تمليك نفع مقصود من العين بعوض .

(۶/۹، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۳۳۹/۴، فتاوى النوازل: ص/۳۷۰)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فإن اَرضعنَ لكم فاٰتوهنّ اُجورهنّ﴾ . (سورة الطلاق: ۶)

ما في " صحيح البخاري " : عن عروة بن الزبير ، عن عائشة رضي الله عنها : واستأجر رسول الله ﷺ وأبو بكر رجلا من بني الدِّيل ، ثم من بني عبد بن عدي هادياً خرِّيتاً – الخرّيت الماهر بالهداية – . (۳۰۱/۱ ، في الإجارات ، وص/۳۹۱ ، كتاب الإجارة ، احياء التراث العربي ، بيروت)=

اجارۃ المشاع

مسئلہ (۴۱۹): کوئی چیز دو یا زائد شخصوں کے درمیان مشترک ہو، تو اُن کا آپس میں ایک دوسرے کو، یا کسی اجنبی شخص کو اپنا بعض حصہ یا پورا حصہ کرایہ پر دینے کو ''اجارۃ المشاع'' کہتے ہیں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مشترک چیز کا عقد اجارہ صرف شریک کے ساتھ جائز ہے، جب کہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک شریک اور اجنبی دونوں کے ساتھ جائز ہے، اور اکثر مشائخ کے نزدیک فتویٰ امام صاحب رحمہ اللہ کے قول پر ہے، جب کہ بعض نے صاحبین کے قول پر بھی فتویٰ دیا ہے۔ (۱)

=ما في " بدائع الصنائع " : أما الأول : فالإجارة جائزة عند عامة العلماء .
(۱۴/۴ ، كتاب الإجارة) (فقہ حنفی قرآن وسنت کی روشنی میں: ۷۵/۲)

(۳) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : شرط الصحة أنواع : النوع الأول : رضاء العاقدين . النوع الثاني : تعيين المأجور . النوع الثالث : تعيين الأجرة . النوع الرابع : تعيين المنفعة . النوع الخامس : أن يمكن استيفاء المنفعة . النوع السادس : وجود شرط الانعقاد .
(۴۹۵/۱ ، ۴۹۶) (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ: ص/۴۳-۴۶، شرائط الصحۃ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : لا يجوز إجارة المشاع عند أبي حنيفة إلا من الشريك ، وقالا : إجارة المشاع جائزة . (۲۸۷/۲)

ما في " الموسوعة الفقهية المقارنة التجريد " : قال أبوحنيفة : إجارة المشاع من غير الشريك لا تجوز ، وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى : تجوز . (۳۶۵۵/۷)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وتفسد أيضاً (بالشيوع) بأن يؤجر نصيباً من داره ونصيبه من دار مشتركة من غير شريكه أو من أحد شريكيه أنفع الوسائل وعمادية من الفصل الثلاثين ، واحترز بالأصلي عن الطارئ فلا يفسد على الظاهر .... (إلا إذا آجر) كل نصيبه أو بعضه (من شريكه) فيجوز ، وجوّزاه بكل حال . وعليه الفتوى . زيلعي و بحر معزياً للمغني .=

انٹرنیٹ پر عقد اجارہ

مسئلہ (۴۲۰): جوازِ بیع کے لیے ایجاب وقبول اور حکماً اتحاد واتصال کافی ہوتا ہے، اور چونکہ انٹرنیٹ کے ذریعہ عقد اجارہ میں کتابت کے ذریعہ ایجاب وقبول اور اتحاد واتصالِ حکمی پایا جاتا ہے، لہٰذا انٹرنیٹ پر عقد اجارہ درست ہے۔[1]

=لكن رده العلامة قاسم في تصحيحه بأن ما في المغني شاذ مجهول القائل فلا يعول عليه . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (بالشيوع) أي فيما يحتمل القسمة أولا عنده ، وعليه الفتوى . " خانية " .... قوله : (على الظاهر) أي ظاهر الرواية عند أبي حنيفة ويفسدها في رواية جامع الفصولين .... قوله : (وجوّزاه بكل حال) أيسواء كان من شريكه أو لا فيما يحتمل القسمة أو لا ، لكن بشرط بيان نصيبه ، وإن لم يبين لا يجوز في الصحيح . زيلعي . قوله : (فلا يعوّل عليه) بال المعوّل عليه ما في الخانية أن الفتوى على قول الإمام ، وبه جزم أصحاب المتون والشروح فكان هو المذهب ، أفاده المصنف وعليه العمل اليوم . (۹/۶۵، باب الإجارة الفاسدة ، بيروت ، بدائع الصنائع :۴/۲۵ ، باب شرائط ركن الإجارة ، تبيين الحقائق :۶/۱۱۹)

ما في " تقريرات الرافعي على ردّ المحتار " : قال الرافعي : قول الشارح (لكن رده العلامة قاسم الخ) ما سيأتي في المتفرقات يدل على أن قولهما مفتى به أيضًا فانظره ونقل ط فيها أن قولهما مفتى به عن المضمرات . اهـ . ونقل أبو السعود في حاشية الأشباه عند قوله : وجاز استئجار طريق للمرور أن الفتوى على قولهما عن المضمرات والفتاوى الصغرى والتتمة وغيرها من الكتب المعتمدة فالترجيح قد اختلف . وقال في شرح الأشباه : أكثر المشايخ على ترجيح قوله . (۱۴/۸۰۷ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، بيروت ، القول الصواب في مسائل الكتاب :ص/۳۱۳) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص۹۷،فقہ حنفی قرآن وحدیث کی روشنی میں:۲/۸۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : واتحاد المجلس في العقود وغيرها على قسمين : حقيقي بأن يكون القبول في مجلس الإيجاب ، وحكمي إذا تفرق مجلس القبول عن مجلس =

اجیر خاص واجیر مشترک

مسئلہ (۴۲۱): کوئی کمپنی کسی آدمی کو کمپنی میں مشینوں کی درستگی کے لیے مقرر کرے، اورسامان بھی فراہم کرے، نیز اس کے کام کا وقت بھی متعین کرے، تو وہ اجیر خاص ہے [۱]، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی ایک شخص کا کام نہ کرے، بلکہ مختلف لوگوں کے کام کرے، یا کسی ایک ہی شخص کا کام کرے، مگر وقت کی تحدید نہ ہو، تو وہ اجیر مشترک ہے [۲]۔اجیر خاص مقررہ وقت میں ، مقررہ کام کو انجام دے، تو اجرتِ متعینہ کا حق دار ہوگا، اور اجیر مشترک کسی کام کے کرنے پر اپنی مقررہ اجرت کا حق دار ہوگا۔ [۳]

=الإيجاب ما في الكتابة والمراسلة فيتحدان حكما. (۱/۲۰۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما مع اتحاد المجلس الحكمي فلا يختلف الأمر عند الحنفية في اشتراط القبول في مجلس العلم، وهو الصحيح عند الحنابلة. (۱/۲۰۸)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يصح التعاقد بالكتابة بين حاضرين أو باللفظ من حاضر والكتابة ، وكذلک ينعقد البيع إذا أوجب العاقد البيع بالكتابة إلى غائب بمثل عبارة : بعتک داري بكذا ، أو أرسل بذلک رسولا فقبل المشتري بعد اطلاعه على الإيجاب من الكتابة أو الرسول صح العقد . (۹/۱۳، الأحكام الفقهية للتعامل الإلكترونية :ص/۱۳۰-۱۳۴، للشيخ عبد الرحمن بن عبد الله السند) (انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ:ص/۳۸۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : والثاني وهو الأجير (الخاص) ويسمى أجير وحد وهو من يعمل لواحد ، عملا مؤقتاً بالتخصيص . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى : قوله : (لواحد) أي لمعين واحدا أو أكثر ، قال القهستاني : لو =

اجرت کی تعیین

مسئلہ (۴۲۲): کوئی شخص کسی کو اپنی چیز فروخت کرنے کا وکیل بنائے، اور اس کی اجرت متعین نہ کرے، بلکہ اسے یہ کہے کہ مجھ کو اتنی قیمت چاہیے، اس سے زائد جتنی بھی رقم ملے گی وہ آپ کی اجرت ہوگی، شرعاً یہ معاملہ درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں اجرت مجہول ہے۔[1]

=استأجر رجلان أو ثلاثة رجلا لرعي غنم لهما أو لهم خاصة كان أجير خاصاً ...... قوله : (عملاً مؤقتاً) خرج من يعمل لواحد من غير توقيت كالخياط . (۹/ ۸۱)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (الأجراء على ضربين : مشترک وخاص ، فالأول من يعمل لا لواحد) كالخياط ونحوه (أو يعمل له عملاً غير مؤقت) . [در مختار] . وفي الشامية : قوله : (من يعمل لا لواحد) قال الزيلعي : معناه من لا يجب عليه أن يختص بواحد عمل لغيره أو لم يعمل . (۹/ ۸۱ ، كتاب الإجارات ، مطلب أجير خاص)

(۳) ما في " رد المحتار " : قوله : (وليس للخاص أن يعمل لغيره) بل ولا أن يصلي النافلة . قال في التاترخانية : وفي فتاوى الفضلي : وإذا استأجر رجلا يوما يعمل كذا فعليه أن يعمل ذلک العمل إلى تمام المدة ولا يشتغل بشيء آخر سوى المكتوبة . وقد قال بعض مشايخنا : له أن يؤدي السنة أيضا ، واتفقوا أنه لا يؤدي نفلا ، وعليه الفتوى .

(۹/ ۹۶، مطلب ليس للأجير الخاص أن يصلي النافلة ، بيروت)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ولا يستحق المشترک الأجر حتى يعمل كالقصار ونحوه) كفتال وحمال ودلال وملاح . [در مختار] وفي الشامية : قوله : (حتى يعمل) لأن الإجارة عقد معاوضة فتقتضي المساواة بينهما ، فما لم يسلم المعقود عليه للمستأجر لا يسلم له العوض والمعقود عليه هو العمل أو أثره على ما بينا ، فلا بد من العمل . زيلعي .

(۹/ ۸۸، مبحث للأجير المشترک ، بيروت)

الحجة على ما قلنا : =

دوسرے کی زمین پر ناحق قبضہ

مسئلہ (۴۲۳): کسی شخص نے اپنی زمین کسی کو کرایہ پر دیدی، اور مدتِ کرایہ داری ختم ہوگئی، یا اصل کرایہ دار کا انتقال ہوگیا، تو شرعاً اسے اپنی زمین خالی کرانے کا حق حاصل ہے (۱)، کرایہ دار یا اس کے ورثاء کا، کورٹ کے ذریعہ مالکِ زمین کو مزید کرایہ داری کا معاملہ کرنے، یا زمین بیچنے پر مجبور کرنا شرعاً جائز نہیں ہے (۲)، ہاں اگر دوسری جگہ منتقل ہونے میں مشکلات درپیش ہوں، تو مالک زمین کو مزید کرایہ داری کا معاملہ کرنے یا زمین کے بیچنے پر راضی کرلیں (۳)، خواہ کرایہ میں اضافہ کرکے ہو، یا زمین کی قیمت میں زیادتی کرکے، لیکن اس کے باوجود بھی اگر وہ مزید کرایہ داری کا معاملہ کرنے یا زمین کے بیچنے پر راضی نہ ہو، تو اسے اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا (۴)، البتہ اگر کرایہ دار نے اس زمین پر عمارت بنائی ہے، تو تعمیر کردہ عمارت کا وہ مالک رہے گا، جس کو توڑ کر اس کے ملبے کو وہاں سے اٹھایا جاسکتا ہے، یا پھر وہ عمارت مالک زمین ہی کو بیچ دے، اور اس کی قیمت میں تعمیر شدہ عمارت کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ گری ہوئی

=(۱) ما في " مراسيل أبي داود " : عن أبی سعيد الخدري رضي الله تعالی عنه : " أن رسول الله ﷺ نهی عن استيجار الأجير حتی يبين له أجره " . (ص/۱۰ ، باب التجارة)

ما في " الفتاوی الهندية " : ومنها (أی من شروط صحة العقد) أن تكون الأجرة معلومة .

(۴/۴۱۱ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسير الإجارة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : شرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضي إلی المنازعة . (۹/۷ ، كتاب الإجارة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۹۳)=

عمارت کے ملبہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا(۵)، رہی یہ بات کہ! اگر کورٹ میں کیس داخل کیا گیا اور فیصلہ کرایہ دار کے حق میں ہوا، تو بھی کرایہ دار کے لیے اس زمین کا حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ دوسرے کی زمین پر ناحق قبضہ کرنا ہوگا، جو حرام ہے(۶)، نیز کورٹ کا کرایہ دار کے حق میں فیصلہ کرنے سے اس کے لیے اس زمین پر ملکیت بھی ثابت نہیں ہوگی، کیوں کہ اس صورت میں اسبابِ ملک میں سے کوئی سبب نہیں پایا گیا۔(۷)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : وإن كان استأجرها كل شهر فلكل واحد منهما أن ينقض الإجارة عند رأس الشهر . (۱۴۶/۱۵ ، باب إجارة الدور والبيوت)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : وتنفسخ بموت أحد عاقدين عقدها لنفسه .

(۹۸/۹، باب فسخ الإجارة)

(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي حرة الرقاشي عن محمد قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا ! لا تظلموا ، ألا ! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " .

(ص/۲۵۵ ، باب الغصب والعارية ، الفصل الأول ، رقم :۲۹۴۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما شرائط الصحة فمنها : رضا المتعاقدين .

(۴۱۱/۴ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول)

ما في " الكافي في الفقه الحنفي " : والبيع شرعاً : مبادلة المال بالمال بالتراضي ..... فإذا فقد التراضي بأن المكره عقارهُ خوفاً على نفسه فالبيع فاسد وموقوف ، فإن قبل البائع وقبض الثمن انقلب نافذاً . (۱۰۸۸/۳ ، ۱۰۸۹ ، كتاب البيوع ، مكتبة مؤسسة الرسالة بيروت)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلآ أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما شرائط الصحة فمنها ؛ رضا المتعاقدين ، ومنها ؛ أن تكون الأجرة معلومة . (۴۱۱/۴ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسير الإجارة)=

اووَرٹائم (Overtime) میں صرف حاضری

مسئلہ (۴۲۴): ایک شخص اوور ٹائم (Overtime) تو دیتا ہے، لیکن اس میں کام نہیں کرتا ہے، بلکہ یونہی فضول گزار دیتا ہے، کیوں کہ کوئی نگرانی کرنے والا نہیں ہوتا ہے، اگر اس شخص کی حیثیت اجیرِ خاص کی ہے، تو اجیرِ خاص اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ مفوّضہ امر (سپرد کیے گئے کام) کو پورا کرے، اور اگر وہ مفوضہ امر پورا کرنے سے باز رہے، تو اجرت کا مستحق نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ اس صورت میں محض تسلیمِ نفس سے استحقاقِ اجرت ثابت نہیں ہوگا، لہٰذا اس کے لیے اوورٹائم (Overtime) کی اضافی اجرت لینا شرعاً درست نہیں ہے۔[1]

=(۴) ما في " مسند أحمد بن حنبل " : عن عمرو بن يثربي قال : خطبنا رسول الله ﷺ فقال : ألا ! ولا يحل لإمرئ من مال أخيه شيء إلا بطيب نفس منه " .

(۵/۱۱۳ ، كتاب البيوع ، رقم : ۲۱۱۱۹ ، ۲۱۱۲۰ ، مؤسسة قرطبة القاهرة)

(۵) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتصح إجارة أرض للبناء والغرس ، فإن مضت المدة قلعهما وسلمها فارغة لعدم نهايتها إلا أن يغرم له الموجر قيمته أى البناء والغرس مقلوعاً ، بأن تقوم الأرض بهما وبدونهما فيضمن ما بينهما ويتملكه ...... فأفاد أنه لا يلزمه القلع لو رضى المؤجر بدفع القيمة . (۹/۳۶ ، ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافاً فيها)

(۶) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سلمة بن عبد الرحمٰن كانت بينه وبين أناس خصومة في أرضٍ ، فدخل على عائشة فذكر لها ذلك ، فقالت : يا أبا سلمة ! اجْتنب الأرض، فإن رسول الله ﷺ قال : " من ظلم قِيدَ شِبرٍ من الأرض طُوِّقَه من سبع أرضين " .

(۱/۴۵۳ ، كتاب بدء الخلق ، باب ما جاء في سبع أرضين ، رقم : ۳۱۹۵)

(۷) ما في " الدر المختار مع الشامية " : اعلم أن أسباب الملك ثلاثة : ناقل كبيع وهبة وخلافة كارث ، واصالة وهو الاستيلاء حقيقة بموضع اليد ، أو حكماً بالتهيئة كنصب شبكة الصيد .

(۱۰/۴۶ ، كتاب الصيد) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۶۳۵،۶۳۶،کراچی)=

ٹی وی کیبل کنیکشن ، وی سی آر کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۲۵): موجودہ زمانے میں ٹی وی (T.V.) سی ڈی (C.D) وی سی آر (V.C.R) وغیرہ کا استعمال عام ہو چکا ہے، یہاں تک کہ بہت سے لوگ کیبل کنیکشن (Cable Connection) سی ڈیز، وی سی آر، اور فلمی کیسٹس (Filmy Cassette,s) وغیرہ کا بزنس (Business) کرتے ہیں، اوراس کو کرایہ پر بھی دیتے ہیں، جب کہ عموماً ان چیزوں کا غالب استعمال ناجائز امور ہی میں ہوتا ہے، اس لیے ان تمام چیزوں کی خرید وفروخت اور ان کو کرایہ پر دینا شرعاً درست نہیں ہے[1]، لہٰذا اس کی آمدنی بھی ناجائز ہوگی، اوراس رقم سے حج یا عمرہ کرنا، اسی طرح اس سے زکوۃ، صدقات اور صدقۂ فطر وغیرہ دینا سب ناجائز ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " شرح المجلة " : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان فى مدة الإجارة حاضرا للعمل ، ولا يشترط أن يتمكن من العمل ، فلو سلم نفسه ولم يتمكن منه لعذر كالمطر والمرض فلا أجر له . (الدر المنتقى) . لكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (ص/۲۳۹ ، الباب الأول في الضوابط العمومية)

ما في " فتاوى النوازل " : وأجير الواحد لا يعمل في ذمة الإجارة لغيره عملاً ، لأن المدة خصّت للمستأجر ولو عمل لآخر عملاً ينقص من أجرته بقدر ما عمل فلو عين له العمل في هذه المدة . (ص/۳۸۲ ، مسائل متفرقة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب﴾ . (سورة المائدة : ۲)=

ڈرائیور کو گاڑی یا رکشا چلانے کے لیے دینا

مسئلہ (۴۲۶): آج کل شہروں میں گاڑی یا رکشا مالکان اپنی گاڑی یا رکشا، ڈرائیور کو کرایہ پر چلانے کے لیے دیتے ہیں، اور یوں کہتے ہیں کہ تم دن بھر گاڑی یا رکشا چلاؤ، اور حاصل ہونے والے کرایہ میں سے ہمیں، مثلاً: دوسو روپئے دینا، بقیہ جتنا بھی بچ جائے وہ تمہارا ہوگا، شرعاً یہ عقد جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ عقد نہ مضاربۃً درست ہے، اس لیے کہ اس میں رأس المال بشکل نقد نہیں بلکہ بشکل عروض ہے، جب کہ

=ما في " روح المعاني " : (ولا تعاونوا على الإثم والعدوان) فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .
(۸۵/۴ ، أحكام القرآن للجصاص : ۲/ ۳۸۱)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا تصح الإجارة لعسب التيس) وهو نزوه على الإناث ، (و) لا لأجل المعاصى مثل (الغناء والنوح والملاهى) ولو أخذ بلا شرط يباح . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قوله : (والملاهى) كالمزامير والطبل ، وإذا كان اللهو لغير اللهو فلا بأس به . (۶۴/۹، مطلب فى الاستيجار على المعاصي ، الموسوعة الفقهية : ۲۹۰/۱ ، الإجارة على المعاصي والطاعات) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶۰/۷، جدید، محمود الفتاویٰ: ۲۸/۳، کتاب البیوع، احسن الفتاویٰ: ۵۳۸/۶، باب البیع الفاسد والباطل)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله) .... وهذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه ويوفى دينه ، وإلا فلا زكوٰة كما لو كان الكل خبيثاً ، كما فى النهر عن الحواشى السعدية . " در مختار " . وفي الشامية : قوله : (لو كان الكل خبيثاً) فى " القنية " ولو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة ، لأن الكل واجب التصدق عليه ، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه ، ومثله في البزازية . (۲۰۱/۳ ، الفتاوى التاتارخانية : ۵۲/۲، الفصل العاشر في بيان ما يمنع وجوب الزكاة ، خلاصة الفتاوى : ۲۴۵/۱ ، الفصل التاسع في الحظر والإباحة)
(فتاویٰ محمودیہ: ۳۲۴/۹، حرام مال پر زکوٰۃ، کراچی)

مضاربت کے صحیح ہونے کے لیے رأس المال کا بشکل نقد ہونا ضروری ہے [۱]، نیز اِس عقد میں ایک فریق- مالک- کے لیے نفع کی ایک خاص مقدار بھی متعین ہے، جب کہ عقد مضاربت میں نفع کی کسی خاص مقدار کو، کسی ایک فریق کے لیے متعین کرنا شرعاً درست نہیں ہے [۲]۔ اور نہ ہی اجارۃً صحیح ہے، اس لیے کہ اس معاملے میں شئ مستاجَر- گاڑی یا رکشہ- جس کرایہ (دوسو روپئے) کے عوض کرایہ پر لیا گیا، کرایہ دار اِس سے زیادہ کرایہ سواریوں سے وصول کرتا ہے، اور یہ دونوں کرایے ایک ہی جنس (روپیوں) سے ہیں، لہٰذا یہ زائد وصول کیا جانے والا کرایہ- کرایہ دار کے لیے جائز نہیں ہے، اس لیے یہ معاملہ شرعاً درست نہیں ہونا چاہیے [۳]۔ البتہ جواز کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ گاڑی یا رکشہ کا مالک کسی شخص کو اپنی گاڑی یا رکشہ چلانے کے لیے متعین اجرت پر رکھ لے، کہ اِس صورت میں گاڑی یا رکشہ سے حاصل ہونے والا پورا کرایہ گاڑی یا رکشہ مالک کا ہوگا، اور ملازم اپنی اجرتِ متعینہ کا حقدار ہوگا۔ [۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الجوهرة النيرة " : (ولا تصح المضاربة إلا بالمال الذي بينّا أن الشركة تصح به) يعني أنها لا تصح إلا بالدراهم والدنانير . (۱/۲۲٦، كتاب المضاربة)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : (ومن شرطها أن يكون الربح بينهما مشاعاً لا يستحق أحدهما منه دراهم مسمّاةً) ؛ لأن شرط ذلک يقطع الشركة لجواز أن لا يحصل من الربح إلا تلک الدراهم المسماة . قال في شرحه : إذا دفع إلى رجل مالا مضاربة على أن ما رزق الله فللمضارب مائة درهم ، فالمضاربة فاسدة . (۱/۲۲٦، كتاب المضاربة ، المغني لإبن قدامة:۵/۱۹۱)

(۴) ما في " الجوهرة النيرة " : (الإجارة عقد على المنافع بعوض) .... (ولا يصح حتى تكون المنافع معلومة ، والأجرة معلومة) ؛ لأن الجهالة في المعقود عليه وبدله يفضي =

رہنمائی کی اجرت

مسئلہ (۴۲۷): اگر کوئی شخص کسی متعین آدمی سے کہے کہ؛ تو مجھے فلاں جگہ کی طرف، یا فلاں چیز کی رہنمائی کرے گا، تو میں تجھ کو اتنا انعام دوں گا، شرعاً یہ جائز ہے، اب اگر وہ شخص اس کے ساتھ چل کر اس کی رہنمائی کردے، تو اس کو اس کے چلنے کی وجہ سے اجرِ مثل ملے گا، کیوں کہ یہ ایسا عمل ہے جو عقدِ اجارہ کی وجہ سے واجب ہے۔[1]

=إلى المنازعة كجهالة الثمن والمبيع . (۱/۶۷۵، كتاب الإجارة)

(۴) ما في " الجوهرة النيرة " : وأما إذا قوبلت بجنسها كما إذا استأجر دارًا بسكنى دار أخرى ، أو ركوب دابة بركوب دابة أخرى ، أو زراعة أرض بزراعة أرض أخرى ، فالإجارة فاسدة ؛ لأن الجنس بانفراده يحرم النساء . كذا في الينابيع . (۱/۶۷۵، كتاب الإجارة)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۱۷، ۲۱۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وإن قال على سبيل الخصوص بأن قال لرجل بعينه إن دللتني على كذا فلك كذا ، إن مشى له فدله فله أجر المثل للمشي لأجله ، لأن ذلك عمل يستحق بعقد الإجارة . (۹/۱۱۱، مطلب ضل له شيء فقال : من دلني عليه فله كذا)

(الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۴/۴۴۰)

ما في " قواعد الفقه " : استحقاق الأجرة بعمل لا بمجرد قول . (ص/۵۷)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۲۰)

تجارت میں قرض کا مال دے کر نفع کی تعیین

مسئلہ (۴۲۸): ایک دوکاندار کے پاس نقد رقم بھی ہے، دوکان میں سامان تجارت بھی رکھا ہوا ہے، اور کچھ ادھار کھاتے بھی ہیں، اس سے کوئی شخص کہتا ہے کہ آپ ایک سال کے لیے مجھ سے ایک لاکھ روپئے لے لیں، اس سے تجارت کریں، اور پھر سال بھر کے بعد جو نفع ہو، اس میں سے اتنے فیصد مجھے دیدیں، شرعاً یہ صورت درست نہیں ہے، کیوں کہ فقہائے کرام نے قرضہ جات اور غائب اموال میں شرکت کو ناجائز فرمایا ہے[1]، البتہ شریعت کے ایک اصول پر غور کرنے سے مذکورہ صورت کا جواز معلوم ہوتا ہے، وہ اصول یہ ہے کہ؛ بعض مرتبہ کوئی چیز قصداً تو ناجائز ہوتی ہے، مگر ضمناً وتبعاً جائز ہوتی ہے۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : ومنها : أن یکون رأس مال الشرکة عیناً حاضراً لا دینا ولا مالاً غائباً ، فإن کان لا تجوز عنانا کانت أو مفاوضةً ، لأن المقصود من الشرکة الربح وذلک بواسطة التصرف ، ولا یمکن في الدین ولا المال الغائب فلا یحصل المقصود .

(۵/۷۹ ، المغنی : ۵/۱۲۷)

(۲) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجیم الحنفي " : الرابعة : یفتقر في التوابع ما لا یفتقر في غیرها ، وقریب منها یفتقر في الشيء ضمناً ما لا یفتقر قصداً . (۱/۴۵ ، التابع تابعٌ)

ما في " قواعد الفقه " : الأصل أنه قد یثبت الشيء تبعاً وحکما وإن کان قد یبطل قصداً . (ص/۱۲)

ما في " المعاییر الشرعیة " : لا تجوز أن تکون الدیون وحدها حصة في رأس مال الشرکة إلا في الحالات التی تکون فیها الدیون تابعة لغیرها مما یصح جعله رأس مال الشرکة مثل تقدیم مصنع رأس مال الشرکة مما له ومما علیه . (ص/۲۰۸ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات :ص۱۹۰)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات :ص/۱۸۹)

فیصد کے حساب سے اجرت

مسئلہ(۴۲۹): آج کل بہت سارے ادارے اور افراد اپنے کام کا معاوضہ فیصد (Percentage) کے حساب سے مقرر کر لیتے ہیں، جیسا کہ ''بینک'' اپنے کام کا معاوضہ سروس چارج (Service Charge) کے نام سے وصول کرتا ہے، اور یہ سروس چارج فیصد کے حساب سے ہوتا ہے، اسی طرح مثلاً ''اسٹیٹ ایجنسی'' والے بروکر حضرات اصل رقم پر فیصد کے حساب سے اجرت وصول کرتے ہیں، تو شرعاً اس طرح اجرت وصول کرنے کا حکم یہ ہے کہ یہ اجرت جو فیصد کے حساب سے وصول کی جارہی ہے، اگر وہ اجرتِ مثل ہو، یا باہمی رضامندی سے طے ہو تو جائز ہے۔

اس مسئلے کی نظیر وہ مسئلہ ہے جس میں فقہاء کرام رحمہم اللہ نے دلال کی اجرت کے بارے میں بحث کی ہے، کہ دلال کی اجرت بھی فیصد کے حساب سے ہوتی ہے، اس کے بارے میں متأخرین حنفیہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اصول اور قاعدہ کے لحاظ سے تو یہ اجرت جائز نہیں ہونی چاہیے تھی، کیوں کہ اس میں اجرت اور عمل کی مقدار متعین نہیں ہے، لیکن کثرتِ تعامل کی وجہ سے فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ یہ اجرت پہلے سے طے ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' صحيح البخاري '' : باب أجرة السمسرة – ولم ير ابن سيرين وعطاء وابراهيم والحسن بأجر السمسار بأساً ، وقال ابن عباس : لا بأس أن يقول : بع هذا الثوب فما زاد على كذا وكذا فهو لک ، وقال ابن سيرين : إذا قال : بعه بكذا وكذا فما كان من ربح فهو لک أو بيني وبينک فلا بأس به . (۱/۳۰۳ ، كتاب الإجارة ، باب أجر السمسار)

ما في '' رد المحتار '' : قال في '' التاتر خانية '' : وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل،=

بیرون ملک سے بذریعہ بینک تجارت

مسئلہ (۴۳۰): آج کل لوگ بیرون ممالک سے مال منگوا کر تجارت کرتے ہیں، مال منگوانے کی صورت میں خریدار مال کی قیمت بذریعہ بینک ادا کرتا ہے، مثلاً ہندوستان کا ایک تاجر جاپان کے ایک تاجر سے کچھ مال منگواتا ہے، تو جاپان کا تاجر ہندوستان کے تاجر سے کہتا ہے کہ تم اپنے کسی مقامی بینک کے ذریعہ میرے حق میں ایک لیٹر آف کریڈٹ کھول دو، ہندوستان کا بینک اپنی جاپان کی شاخ کو اس لیٹر آف کریڈٹ کے ذریعہ ہدایت کردے گا کہ وہ جاپان کے تاجر کا مال جہاز سے روانہ کرنے کے متعلق ضروری کاغذات وصول کرکے، اس کو مال کی قیمت ادا کردے، تو اس صورت میں بینک چوں کہ خریدار کا وکیل ہے، اس لیے بذریعہ بینک قیمت ادا کرنا درست ہے، اور جب مال جاپانی شاخ کے قبضہ میں آجائے، تو ہندوستانی خریدار کے لیے اس کی بیع جائز ہے۔[1]

=وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاک حرام عليهم . وفي " الحاوی " : سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار ، فقال : أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسداً لكثرة التعامل ، وكثير من هذا غير جائز فيجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام .
(۹/ ۷۵ ، كتاب الإجارة ، مطلب فی أجرة الدلال)

ما في " الفتاوی البزازية على هامش الهندية " : إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاک وما لا يقدر فيه الوقت ولا مقدار العمل لما كان للناس به حاجة جاز ويطيب الأجر المأخوذ لو قدر أجر المثل . (۵/ ۴۰ ، نوع فی المتفرقات)

(انعام الباری: ۶/ ۴۶۳، امداد الفتاوی: ۳/ ۳۶۶، جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ: ص/ ۱۸۸)

الحجة على ما قلنا :=

آبِ زم زم کی تجارت

مسئلہ (۴۳۱): آبِ زمزم کی تجارت میں بظاہر کوئی امر، مانعِ جواز نہیں، کہ وہ متقوم بھی ہے (۱)، اور احراز سے ملک بھی ثابت ہوجاتی ہے (۲)، نیز بلانکیر ماء زمزم کے بیچنے کا تعامل بھی ہے (۳) محض متبرک ہونا بیع کے لیے مانع نہیں بن سکتا، کیوں کہ قرآن کریم سب سے زیادہ متبرک ہونے کے باوجود اس کی بیع وشرا سب جائز ہے (۴)، اور خریدار کا کافر ہونا بھی بظاہر مانعِ صحتِ بیع نہیں (۵)، ہاں! احتمالاً مخل احترام ہونے کی بنا پر خلافِ اولیٰ یا مکروہ کہا جاسکتا ہے۔ (۶)

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فابعثوٓا أحدكم بورقكم هذهٖٓ إلى المدينة فلينظر أيهآ أزكى طعامًا﴾ . (سورة الكهف : ۱۹)

ما في " جامع الترمذي " : عن حكيم بن حزام ، أن رسول الله ﷺ بعث حكيم بن حزام ليشتري له أضحية بدينار ، فاشترى أضحية فاربح فيها ديناراً ، فاشترى أخرىٰ مكانها ، فجاء بالأضحية والدينار إلى رسول الله ﷺ ، فقال : " ضحّ بالشاة وتصدّق بالدينار " . (۱/۲۳۸ ، أبواب البيوع)

ما في " الهداية " : قال : كل عقد جاز أن يقعده الإنسان بنفسه ، جاز أن يؤكله به غيره ، لأن الإنسان قد يعجز عن المباشرة بنفسه على اعتبار بعض الأحوال ، فيحتاج إلى أن يؤكل به غيره ، فيكون بسبيل منه دفعاً للحاجة ، وقد صح أن النبي ﷺ وكل بالشراء حكيم بن حزام وبالتزويج عمر بن أم سلمة . (۳/۱۷۷ ، كتاب الوكالة) (احسن الفتاویٰ:۶/۵۲۴،جدید مسائل کا حل:ص/۲۱۹)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " قبض الوكيل كقبض مؤكله " . (۲/۸۰۳ ، القاعدة : ۱۳۳۸)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " فعل الوكيل كفعل المؤكل " . (۲/۸۰۰ ، القاعدة : ۱۳۱۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وأما شرائط المعقود عليه فأن يكون موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً في نفسه . (۵/۴۳۳ ، كتاب البيوع)=

....

=ما في " رد المحتار " : وشرط المعقود عليه ستة : كونه موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً في نفسه. (۱۱/۷ ، كتاب البيوع ، شرائط البيع أنواع أربعة)

(۲) ما في " رد المحتار " : وقال الرَّملي : إن صاحب البئر لا يملك الماء كما قدمه في " البحر " .... وهذا مادام في البئر ، أما إذا أخرجه منها بالاحتيال كما في السواني ، فلا شك في ملكه له لحيازته له في الكيزان ، ثم صبه في البرك بعد حيازته . تأمل .

(۱۸۹/۷ ، كتاب البيوع ، صاحب البئر)

(۳) ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " العادة محكمة " . (۲۴۹/۱ ، الأشباه: ۳۲۸/۱)

ما في " شرح عقود رسم المفتي " :

والعرف في الشرع له اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار

قال في المستصفىٰ : العرف والعادة ما استقر في النفوس من جهة العقول ، وتلقته الطباع السليمة بالقبول . (ص/۱۷۵ ، بحث العرف والعادة)

(۴) ما في " الموسوعة الفقهية " : وذهب بعض السلف إلى إجازة بيعها ، منهم محمد بن الحنفية ، والحسن ، وعكرمة ، والشعبي ، لأن البيع يقع على الورق والجلد وبدل عمل يد الكاتب ، وبيع ذلك مباح، قال الشعبي : لا بأس ببيع المصحف، إنما يبيع الورقَ وعملَ يديه . (۱۷/۳۸ ، بيع المصحف وشراؤه)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل اللّٰه البيع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما في " التفسير المنير " : تضمنت الآيات أمور خمسة : الموضوع الأول ، إباحة سائر البيوع التي ليس فيها نهي شرعي عنها . (۱۰۲/۳ ، تحت قوله : أحل اللّٰه الخ)

(۶) ما في " الفتاوى الهندية " : وليس يستحسن كتابة القرآن على المحاريب والجدران لا يخاف من سقوط الكتابة وأن توطأ . (۱۰۹/۱ ، كتاب الصلاة ، الباب السابع)

ما في " رد المحتار " : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور " . (۲۲۳/۵ ، نعمانيه)

ما في " المقاصد الشرعية " : ان الذرائع تعدّ وسائل إلى المقاصد ، وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶) (امداد الفتاوی:۳/۱۱۵،۱۱۶)

ڈرائیونگ لائسنس

مسئلہ (۴۳۲): موٹر ڈرائیونگ اسکول والوں کا لائسنس بنا کر دینا اور اس پر اجرت کا لینا جائز ہے، یہ اجارہ، اجارۂ صحیحہ ہے، اس لیے کہ اس میں ان کو دو قسم کی محنت کرنی پڑتی ہے:

(۱) متعلقہ محکمہ کو درخواست وغیرہ دینا۔ (۲) پھر درخواست کو وصول کرنے کے بعد اُسے درخواست دہندہ کو پہنچانا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قالت إحدٰهما يٰأبت استأجره﴾ . (سورة القصص : ۲۶)

ما في " البحر المحيط " : وفي قولها : (استأجره) دليل على مشروعيته الإجارة عندهم ، وكذا كانت في كل ملة ، وهي من ضرورة الناس .... وهذا مما انعقد عليه الإجماع .

(۱۴۹/۷ ، كذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي :۲۷۵/۱۳)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أجمع العلماء على أنه جائز أن يستأجره الراعي شهوراً معلومة بأجرة معلومة . (۱۷۵/۱۳)

ما في " معارج التفكر ودقائق التدبر " : (على أن تأجرني) : أي على شرط أن تكون أجيرًا لي تعمل بأمري . (۳۸۳/۹) (جدید مسائل کا حل:ص/۳۸۷،احسن الفتاوی:۳۳۲/۷)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن عتبة بن المنذر قال : كنا عند رسول الله ﷺ ، فقرأ (طٰسٓمٓ) حتى بلغ قصة موسى عليه السلام ، قال : " إن موسى عليه السلام آجر نفسه ثمان سنين ، أو عشرًا على عفة فرجه وطعام بطنه " . (ص/۱۷۶ ، باب إجارة الأجير على طعام بطنه ، رقم الحديث : ۲۴۴۴)

ما في " رد المحتار " : (هي) لغة إسم للأجرة ، وهو ما يستحق على عمل الخير ، ولذا يدعى به ، يقال : أعظم الله أجرك ، وشرعاً : (تمليک نفع ... بعوض) . (۶/۹ ، كتاب الإجارة)

ما في " الفتاوى الهندية " : (أما بيان أنواعها) فنقول : إنها نوعان ؛ نوع يرد على منافع الأعيان كاستيجار الدور والأراضي .... ونوع يرد على العلم كاستيجار المحترفين للأعمال كالقصارة والخياطة والكتابة ، وما أشبه ذلک ، كذا في المحيط . (۴۱۱/۴ ، كتاب الإجارة ، الباب الأول في تفسير الإجارة)

جہاز میں کرایہ پر لی ہوئی جگہ کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۳۳): کسی شخص نے اپنا سامان روانہ کرنے کے لیے، بحری جہاز میں کوئی جگہ کرایہ پر لی ہو، اب وہ اپنی اس جگہ کو نفع کے ساتھ دوسرے کو کرایہ پر دے رہا ہو، تو یہ اجارۃ علی الاجارۃ (اجارہ در اجارہ) کہلائے گا، اور یہ صورت اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ یہ اجارہ اجرتِ اُولیٰ یا اس سے کم پر ہو، نفع کے ساتھ نہ ہو، اگر نفع کے ساتھ کرایہ پر دیا، تو اس اضافی رقم کو فقراء پر صدقہ کرنا ہوگا، ہاں! اگر اجارۂ اُولیٰ اور اجارۂ ثانیہ دونوں کی اجرت خلافِ جنس ہو، یا مستاجر اول اجرت پر لی ہوئی چیز میں کوئی اضافہ کرے، یا اس کی اصلاح کرے، تو ان صورتوں میں اجارۂ ثانیہ اجارۂ اُولیٰ سے زیادہ پر بھی جائز ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا استأجر داراً وقبضها ثم آجرها فإنه يجوز إن آجرها بمثل ما استأجرها أو أقل وإن آجرها بأكثر مما استأجرها فهي جائزة أيضاً إلا أنه إن كانت الأجرة الثانية من خلاف جنسها طابت له الزيادة ولو زاد فى الدار زيادة كما لو وتد فيها وتداً أو حفر فيها بئراً أو طيناً أو أصلح أبوابها أو شيئاً من حوائطها طابت له الزيادة .

(۴/۴۲۵ ، كتاب الإجارة ، الباب السابع في إجارة المستأجر)

ما في " رد المحتار " : قوله : (للمستأجر أن يؤجر المؤجر من غير مؤجره ، وأما من مؤجره فلا) يجوز ...... قال العلامة : أي ما استأجره بمثل الأجرة الأولىٰ أو بانقص ، فلو أكثر تصدق بالفضل إلا في مسألتين ، كما مر أول باب ما يجوز من الإجارة .... عن الخلاصة أن المستأجر الثاني إذا آجرها من المستأجر الأول يصح .

(۹/۱۰۷ ، كتاب الإجارة ، مسائل شتى ، مطلب في إجارة المستأجر)

ما في " الموسوعة الفقهية " : جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والشافعية والأصح عند=

بلا ٹکٹ سفر کرنا

مسئلہ (۴۳۴): اگر کوئی شخص کئی مرتبہ ایک اسٹیشن سے دوسرے اسٹیشن تک بلا ٹکٹ سفر کرے، جو جائز نہیں ہے، تو اسے چاہیے کہ جتنی دفعہ اس نے بلا ٹکٹ سفر کیا، اتنی دفعہ کے کرایہ کا حساب لگا کر ٹکٹ خرید لے اور ضائع کر دے، اس طرح ان شاء اللہ اس کا ذمہ فارغ ہو جائے گا، کیوں کہ اس صورت میں حق، صاحبِ حق کو پہنچ جاتا ہے۔[1]

=الحنابلة) على جواز إيجاز المستأجر إلى غير المؤجر الشيء الذي استأجر وقبضه في مدة العقد ، ما دامت العين لا تتأخر باختلاف المستعمل .... إيجاز المستأجر لغير المؤجر بزيادة، ذهب الحنفية إلى جواز الإجارة الثانية إن لم تكن الأجرة فيها من جنس الأجرة الأولى ، للمعنى السابق ، أما إن اتحد جنس الأجرتين فإن الزيادة لا تطيب للمستأجر وعليه أن يتصدق ، وصحت الإجارة الثانية لأن الفضل فيه شبهة ، أما إن كان أحدث زيادة في العين المستأجرة فتطيب الزيادة لأنها في مقابلة الزيادة المستحدثة . (۱/۲۶۷ ، إجارة ، إيجار المستأجر العين لآخر)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : كل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوصل بها إلى الحلال فهي حسنة . (۶/۳۹۰ ، كتاب الحيل ، الفصل الأول في بيان جواز الحيل وعدم جوازها) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۴۳۱)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأصل أن المستحَق بجهة إذا وصل إلى المستحِق بجهة أخرى اعتبروا أصلاً بجهة مستحقة إن وصل إليه من المستحق عليه ، وإلا فلا .

(۷/۲۱۵ ، كتاب البيوع ، مطلب : رد المشتري فاسداً إلى بائعه الخ)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ، ويتصدق به بنية صاحبه . (۷/۲۲۳ ، كتاب البيوع)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الواجب في الكسب الخبيث ، وهو تفريغ الذمة منه برده إلى أربابه إن علموا ، وإلا إلى الفقراء . (۳۹/۴۰۷ ، الكسب الناشي عن الميسر)

(الفتاوى الهندية : ۵/۳۴۹ ، كتاب الكراهية ، الباب الخامس عشر في الكسب)

ویڈیو فلمیں کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۳۵): ویڈیو فلمیں کرائے پر دینے کا کاروبار جائز نہیں ہے [۱]، اس کی آمدنی بھی حرام ہے، لہٰذا اس کاروبار کو ترک کرکے حلال روزی تلاش کرنا چاہیے [۲] اور چونکہ حرام آمدنی کے استعمال سے فرائض واعمال بھی قبول نہیں ہوتے [۳]، گرچہ فرض ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے، اس لیے توبہ واستغفار بھی کرنا چاہیے۔ [۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جواهر الفقه " : والثالث : بيع أشياء ليس لها مصرف إلا في المعصية ، فيتمحض بيعها وإجارتها وإن لم يصرح بها ، ففي جميع هذه الصور قامت المعصية بعين هذا العقد ، والعاقدان كلاهما آثمان ، بنفس العقد ، سواء استعمل بعد ذلک أم لا .

(۲/۴۴۸ ، تفصيل الكلام في مسئلة الإعانة على الحرام ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۳۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وأفاد كلامهم إن قامت المعصية بعينه يكره تحريماً ، وإلا فتنزيهاً . الدر المختار . قوله : (تحريماً) وظاهر كلامهم أن الكراهية لتعليلهم بالإعانة على المعصية . (۶/۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمةً إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا كلوا من طيبٰت ما رزقنكم﴾ . (البقرة : ۱۷۲)

ما في " شعب الإيمان للبيهقي " : عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة". (۶/۴۰۲ ، في حقوق الأولاد والأهلين)

(۳) ما في " كنز العمال " : عن ابن مسعود رضي الله عنه : " ... وإن كان لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحاً ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولىٰ به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتنبت اللحم " . (۴/۸ ، كتاب البيوع ، رقم الحديث : ۹۲۶۲)=

مشترکہ لاؤڈاسپیکر کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۳۶): اگرکوئی مسلم وغیر مسلم مشترکہ لاؤڈاسپیکر مع گراموفون خریدیں، تاکہ ہندو ومسلم کی ناجائزتقریبات میں انہیں کرایہ پردے کرکرایہ وصول کریں، تو یہ شرعاً تعاون علی الاثم ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، البتہ اگر یہ دونوں چیزیں جائز وناجائزتقریبات میں کرایہ پر دی جاتی ہیں اور آمدنی کومشترک ہی رکھا جاتا ہے، اور جائزآمدنی غالب ہو، تو نصف آمدنی بحصۂ رسد لینا درست ہے، ورنہ نہیں۔ (۱)

=(۴) ما في " القرآن الکریم " :﴿إلا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً فأولٰئک یبدّل اللّٰہ سیئاتهم حسنٰت ، وکان اللّٰہ غفوراً رحیماً﴾ . (سورة الفرقان : ۷۰)

ما في " شعب الإیمان للبیهقي " : عن ابن مسعود رضي اللّٰہ عنه قال : قال رسول اللّٰہ ﷺ : " التائب من الذنب کمن لا ذنب له " . (۵/ ۴۳۹ ، باب في معالجة کل ذنب بالتوبة)

ما في " کنز العمال " : عن أبي ذر رضي اللّٰہ عنه قال : " إذا عملتَ سیئة فاتبعها حسنة تمحها" . (۴/۸۷ ، کتاب التوبة ، رقم الحدیث : ۱۰۱۷۷)

ما في" کنز العمال " : عن أنس بن مالک رضي اللّٰہ عنه : " إذا تاب العبد أنسی اللّٰہ الحفظة ذنوبه ، وأنسی ذلک جوارحه ومعالمه من الأرض ، حتی یلقی اللّٰہ ولیس علیه مشاهد من اللّٰہ بذنب " . (۴/۸۷ ، کتاب التوبة ، رقم الحدیث : ۱۰۱۷۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم ": ﴿تعاونوا علی البرّ والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " التفسیر المظهري " : أي علی امتثال أمر اللّٰہ تعالی . والتقوی أي الانتهاء عما نهی عنه کي یتقي نفسه عن عذاب اللّٰہ . ﴿ولا تعاونوا علی الإثم﴾ یعني لا تعاونوا علی ارتکاب المنهیات ، ولا علی الظلم تشفي صدورکم بالانتقام . (۳/۴۸)

ما في " الجامع لأحکام القرآن للقرطبي " :﴿ولا تعاونوا علی الإثم﴾ وهو الحکم اللاحق=

عورتوں کا تجارت کرنا

مسئلہ (۴۳۷): عام حالات میں بے پردہ ہوکر عورتوں کا دکان پر بیٹھ کر تجارت کرنا شرعاً ناجائز ہے[۱]، البتہ ضرورۃً پورے پردہ کے ساتھ تجارت کرسکتی ہے۔[۲]

= عن الجرائم . (۴۷/۶)

ما في " التفسير المنير " : ﴿تعاونوا على البر﴾ وهو كل خير أمر به الشرع أو نهى عنه من المنكرات ..... ولا تتعاونوا على الإثم ، وهو الذنب والمعصية ، وهي كل ما منعه الشرع ...... والإثم والعدوان يشتمل كل الجرائم التي يأثم فاعلها . (۴۱۸/۳)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا تصح الإجارة لعسب التيس) وهو نزوه على الإناث (و) لا لأجل المعاصي مثل (الغناء والنوح والملاهي) .

(۶۴/۹ ، كتاب الإجارة ، مطلب في الاستيجار على المعاصي)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز الاستيجار على الغناء والنوح ، وكذا سائر الملاهي ، لأنه استيجار على المعصية ، والمعصية لا تستحق بالعقد . (۳۰۳/۳ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة) (جدید مسائل کا حل:ص/ ۱۶۸، ۱۶۹،فتاویٰ محمودیہ:۲۱۲/۱۴،کتاب الشرکۃ،کراچی)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الحكم على الغالب دون النادر " .

(۷۳۴/۲ ، الفتاوى الهندية :۳۴۳/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا ، البزازية على هامش الهندية : ۳۶۰/۶ ، الرابع في الهدية)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقرن في بيوتكنّ ولا تبرّجن تبرُّجَ الجاهليّة الأولى﴾ .

(سورة الأحزاب : ۳۳)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وفيه الدلالة على أن النساء مأمورات بلزوم البيت منهياتٌ عن الخروج . (۴۷۱/۳ ، سورة الأحزاب ، الآية/۳۳)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإذا سألتموهنّ متاعاً فاسئلوهنّ من ورآء حجاب﴾ . [الأحزاب :۵۳] . وقوله تعالى : ﴿يآيها النبي قل لأزواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ=

پرنٹنگ پریس میں ملازمت

مسئلہ (۴۳۸): اگر کوئی شخص پرنٹنگ پریس میں کام کرتا ہو، اور وہ اخباروں میں خبروں کے ساتھ بہت سی جاندار تصویریں بھی چھاپتا ہو، تو اس صورت میں ایسے شخص کے لیے جانداروں کی تصویروں کا چھاپنا، شائع کرنا، اور ایسی پریس میں ملازمت بھی ناجائز ہے، کیوں کہ ناجائز کاموں کی ملازمت بھی ناجائز ہوتی ہے (۱)، البتہ اگر جاندار کی تصویروں کے ساتھ دوسری جائز چیزیں بھی چھاپی جاتی ہوں، اور جائز چیزیں زیادہ ہوں، تو ایسی آمدنی پر حرام کا حکم نہیں لگایا جائے گا، پھر بھی بہتر یہی ہے کہ اس طرح کی ملازمت نہ کرے۔ (۲)

= من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " مشكوة المصابيح " : " لعن الله الناظر والمنظور إليه " .

(ص/۲۷۰ ، باب النظر إلى المخطوبة)

ما في " جامع الترمذي " : عن النبي ﷺ قال : " المرأة عورة ، فإذا خرجت استشرفها الشيطان " . (۱/۲۲۱)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا يبيتنّ رجل عند امرأة ثيّب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرم " .

(ص/۲۲۸ ، كتاب النكاح ، باب بيان العورات)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : كذلک يجوز للمرأة معاملة الرجال ببيع أو شراء أو إجارة أو غير ذلک . (۲۳۸/۳۲ ، اختلاط الرجال بالنساء)

(رد المحتار : ۲۳۷/۵ ، دار احياء التراث العربي ، الاختيار لتعليل المختار : ۱۵۴/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقالوا لا تذرُنَّ آلهتكم ولا تذرُنَّ ودًّا ولا سُواعاً =

....

....

....

=ولا يغوثَ ويعوقَ ونسرًا﴾ . (سورة نوح : ٢٣)

ما في " بيان القرآن للتهانوي " : قوله تعالى : ﴿ولا تذرُنَّ ودًّا .. الخ﴾ لما كان هذا مآل اتخاذ صورهم مع إباحة نفس التصوير ، حينئذ دل على أن الاهتمام بحفظ آثار الصلحاء إذا اخيف منه مفسدة يجب تركه . (٢/ ۴٣ ، حاشية مسائل السلوک)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " :﴿لا تذرُنَّ الهتكم﴾ قلت : وبهذا المعنى فسر ما جاء في صحيح مسلم من حديث عائشة : أن أمّ حبيبة وأمّ سلمة ذكرتا كنيسةً رأينَها بالحبشة تسمى مارية ، فيها تصاوير لرسول الله ﷺ، فقال رسول الله ﷺ : " إن أولٓئک إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجداً ، وصوّروا فيه تلک الصور ، أولٓئک شرار الخلق عند الله يوم القيامة " . (١٨/ ٣٠٨ ، سورة نوح)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عائشة رضي الله عنها ، عن النبي ﷺ قال : يا عائشة ! "أشدّ الناس عذاباً يوم القيامة الذين يضاهئون بخلق الله تعالى " الحديث.(٢/ ٢٠١ ، قديمي)

ما في " تكملة فتح الملهم " : (الذين يضاهون بخلق الله) المضاهاة : المشابهة ، والمراد الذين يصورون صور ذوي الأرواح ، فإنهم يدعون عملاً أنهم يخلقون صورهم ، والعياذ بالله العظيم . (١٠/ ١۴٩ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان ، رقم الحديث :۵۴٩۴)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (لا تصح الإجارة لعسب التيس ..... ولا لأجل المعاصي مثل الغناء والنوح والملاهي) . در مختار . (٩/ ٦۴ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، كذا في الهداية : ٣/ ٣٠٣ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " العناية شرح الهداية " : (ولا يجوز الاستئجارة على الغناء والنوح ، وكذا سائر الملاهي) ..... فإنه لو استحقت به لكان وجوب ما يستحق المرء به عقاباً مضافاً إلى الشرع وهو باطل . (٢١٩/٥) (جدید مسائل کا حل:ص/ ١٧١، فتاوی محمودیہ:١٩/ ۴٧٨)

(٢) ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الحكم على الغالب دون النادر " . (٢/ ٧٢۴)

بیئر بار اور میوزک ہاؤس میں ملازمت

مسئلہ (۴۳۹): اگر کسی شخص کی ملازمت ایسی جگہ پر ہو، جہاں گناہ کا کام ہوتا ہے، اور اس ملازم شخص کو بھی اس میں شریک ہونا پڑتا ہے، جیسے رقص، بیئر بار اور موسیقی وغیرہ کی جگہیں، تو اسے اس ملازمت کا ترک کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اس طرح کی جگہوں پر ملازمت کرنا شرعاً ناجائز ہے، اور اس سے حاصل آمدنی بھی ناجائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . [المائدة : ۱] ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضلّ عن سبيل الله بغير علم﴾ . (لقمٰن : ٦)

ما في " البحر المحيط " : الإثم المعاصي ، والعدوان التعدّي في حدود الله ، قاله عطاء ، وقيل : الإثم الكفر والعصيان ، والعدوان البدعة ، وقيل : الإثم الحكم اللاحق للجرائم ، والعدوان ظلم الناس ، وقال الزمخشري : الانتقام والتشفّي ، قال : ويجوز أن يراد العموم لكل إثم وعدوان . (۳/۵۹۰)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : الآية على ما صح في تفسيره ، عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه ، حيث قال : هو واللّٰهِ الغناء ، وروى الحسن أن لهو الحديث كل ما شغلک عن عبادة الله تعالى، وذكره من السمر ، والأضاحيک ، والخرافات ، والغناء ونحوها . (۳/۲۰۴)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : ثم هذا كله كلام على الغناء من حيث أنه غناء مع قطع النظر عما ينضم إليه ، من المنكرات والمعاصي عادة باجتماع أهل الهوى ، والسماع عن النساء ، والأجنبيات ، أو من الأمارد ، أو سماع ما يتضمن الحرام من الكلام كالتشبيب بامرأة مسماة معروفة حية ، أو كغيبة إنسان أو الإفتراء عليه والاستهزاء به ، وأمثال ذلک مما يحرم نثراً ونظماً وغناءً وبلا غناء ، فإن ذلک بمعزل عما نحن فيه ، فإنه حرام بإطباق النصوص ، وبإجماع المسلمين ، لا يختلف فيه مسلمان . (۳/۲۲٦)=

بینک کی ملازمت

مسئلہ (۴۴۰): بینک کی ملازمت کے سلسلے میں فقیہ عصر، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

''دراصل بینک کی ملازمت ناجائز ہونے کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں، ایک وجہ یہ ہے کہ ملازمت میں سود وغیرہ کے ناجائز معاملات میں اِعانت ہے، دوسرے یہ کہ تنخواہ حرام مال سے ملنے کا احتمال ہے، ان میں سے پہلی وجہ یعنی حرام کاموں میں مدد کا جہاں تک تعلق ہے، شریعت میں مدد کے مختلف درجے ہیں، ہر درجہ حرام نہیں، بلکہ صرف وہ مدد ناجائز ہے جو براہِ راست حرام کام میں ہو، مثلاً سودی معاملہ کرنا، سود کا معاہدہ لکھنا، سود کی رقم وصول کرنا وغیرہ [۱]، لیکن اگر براہِ راست سودی معاملے میں انسان کو ملوّث نہ ہونا پڑے، بلکہ اس کے کام کی نوعیت ایسی ہو جیسے ڈرائیور، چپراسی، یا جائز ریسرچ وغیرہ تو اس میں چونکہ براہِ راست مدد نہیں ہے، اس لیے اس کی گنجائش ہے، جہاں تک حرام مال سے تنخواہ ملنے کا تعلق ہے، اس کے بارے میں شریعت کا اُصول یہ ہے کہ اگر ایک مال حرام اور حلال سے مخلوط ہو اور حرام مال زیادہ ہو، تو اس سے تنخواہ یا ہدیہ لینا جائز نہیں، لیکن اگر حرام

=ما في " مشكوة المصابيح " : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع " . (ص/۴۱۱)

ما في " نيل الأوطار " : وقال : " استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر " . (۱۰۳/۸) (فتاویٰ عثمانی:۳۶۶/۳،کتاب الاجارۃ)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الإعانة على محظور محظور " . (۶۴۴/۲ ، قاعدة : ۲۰۳)=

مال کم ہوتو جائز ہے[۲]، بینک کی صورتِ حال یہ ہے کہ اس کا مجموعی مال کئی چیزوں سے مرکب ہوتا ہے: (۱) اصل سرمایہ، (۲) ڈپازیٹرز کے پیسے، (۳) سود اور حرام کاموں کی آمدنی، (۴) جائز خدمات کی آمدنی، اس سارے مجموعے میں صرف نمبر تین (سود اور حرام کاموں کی آمدنی) حرام ہے، باقی کو حرام نہیں کہا جاسکتا، اور چونکہ ہر بینک میں نمبر ایک (اصل سرمایہ) و نمبر دو (ڈپازیٹرز کے پیسے) کی اکثریت ہوتی ہے، اس لیے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجموعے میں حرام غالب ہے، لہٰذا کسی جائز کام کی تنخواہ اس سے وصول کی جاسکتی ہے۔ یہ بنیاد ہے جس کی بنا پر علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ بینک کی ایسی ملازمت جس میں خود کوئی حرام کام کرنا نہ پڑتا ہو، جائز ہے، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ اس سے بھی اجتناب کیا جائے۔"[۳]

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن جابر رضي الله عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربا وموكله ، وكاتبه ، وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷ ، كتاب البيوع)

(مشكوة المصابيح :ص/۲۴۴ ، باب الربوا ، الفصل الأول ، قديمي)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : هذا تصريح بتحريم كتابة المبايعة بين المترابيين والشهادة عليهما ، وفيه تحريم الإعانة على الباطل . (۲/۲۷)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور ، لأن الغالب في مالهم الحرمة إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كان صاحب تجارة أو زرع فلا بأس به ، لأن أموال الناس لا تخلو عن قليل حرام فالمعتبر الغالب ، وكذا أكل طعامهم ... آكل الربوا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام لا يقبل ولا يأكل ما لم يخبره أن ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه وإن كان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هديته والأكل منها ... الخ . (۵/۳۴۲ ، ۳۴۳)

(۳) ما في " الموسوعة الفقهية " : طلب الحلال فرض على كل مسلم ، وقد أمر الله تعالى=

انٹرنیٹ کیفے میں ملازمت

مسئلہ (۴۴۱): ملازم کی ذمہ داری اگر انٹرنیٹ پر غلط اور ناجائز امور کو انجام دینے کی ہے، تو اُس کے لیے اِس ملازمت کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے [۱]، اور اگر صحیح اور اُمورِ مباحہ کو انجام دینے کی ذمہ داری ہے، تو جائز ہے۔ [۲]

= بالأكل من الطيبات ، فقال سبحانه وتعالى : ﴿يآيها الذين اٰمنوا كلوا من طيّبٰت مما رزقنكم﴾. (۲۴۴/۳۴ ، و ۴۰۷/۳۹ ، رد المحتار : ۲۲۳/۷، السير الكبير : ۴/۴ ، الفتاوى الهندية : ۳۴۹/۵ ، المحيط البرهاني : ۹۷/۶) (فتاویٰ عثمانی:۳/ ۳۹۵، ۳۹۶، کتاب الاجارہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير ، لأنه معصية والاستيجار على المعاصي باطل . (۱۶/ ۳۷، ۳۸)

ما في " رد المحتار " : (لا تصح الإجارة لعسب التيس) ولا لأجل المعاصى مثل الغناء كالمزامير والطبل . (۶۴/۹، الاستيجار على المعاصي ، البحر الرائق :۳۴/۸)

(۲) ما في " رد المحتار " : وإذا كان الطبل لغير اللهو فلا بأس به . (۶۴/۹)

ما في " بدائع الصنائع " : وتجوز الإجارة للحجامة وأخذ الأجرة عليها لأن الحجامة أمر مباح . (۴۲/۴)

غیر مسلموں کے تہواروں میں منڈپ کرایہ پر دینا

مسئلہ (۴۴۲): کسی بھی مسلمان شخص کا غیر مسلموں کے تہواروں؛ گنیش وِسرجن دیوالی یا ہولی وغیرہ میں، منڈپ، یا اپنی گاڑی وغیرہ کا کرایہ پر دینا، یہ جانتے ہوئے کہ- اپنا منڈپ وغیرہ کرایہ پر دینے میں اُن کے تہواروں کو پختگی دینا ہے- اعانت علی المعصیت اور رضا بالکفر والشرک- میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے[1]، نیز کرایہ داری کا یہ معاملہ اجارۂ فاسدہ ہے[2]، اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی شرعاً ناجائز ہے، لہٰذا اس آمدنی کو فقراء وغرباء پر صدقہ کردے[3]، اور اگر کرایہ داری کا یہ معاملہ عدمِ واقفیت کی وجہ سے کیا ہے، تو توبہ واستغفار کرلے۔[4]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " روح المعاني " : (ولا تعاونوا) فيعم النهى كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصى ويندرج فيه النهي عن التعاون على الإعتداء والإنتقام ، وعن ابن عباس .... فسر الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه والعدوان بمجاوزة ما حده سبحانه لعباده فى دينهم وفرضه عليهم . (۱/۸۵) (کتاب الفتاویٰ:۵/۴۰۶)

ما في " الفتاوى الهندية " : ذمي سأل مسلماً على طريق البيعة لا ينبغي للمسلم أن يدله على ذلک لأنه إعانة على المعصية . (۲/۲۵۰ ، كتاب السير ، الباب الثامن فى الجزية)

ما في " الفتاوى الهندية " : إن رضى بكفر غيره ليعذب على الخلود لا يكفر ، وإن رضي بكفره ليقول في الله ما لا يليق بصفاته يكفر . وعليه الفتوىٰ . (۲/۲۵۷ ، كتاب السير ، موجبات الكفر أنواع)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (لاتصح الإجارة ...) ..... (و) لا لأجل المعاصي ، مثل (الغناء والنوح والملاهي) . (در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين =

فیکٹری میں ملازمت

مسئلہ (۴۴۳): جس فیکٹری وکمپنی کا کاروبار حلال ہے، اس میں ملازمت کرنا درست ہے[۱]، لیکن اگر وہ فیکٹری وکمپنی حرام اشیاء کا کاروبار کرتی ہو، یا حرام اشیاء مثلاً: شراب، بیئر وغیرہ کی تشہیر کرتی ہو، تو اس میں ملازمت کرنا شرعاً درست نہیں، کیوں کہ اجارہ علی المعصیت (گناہ کے کام پر اجارہ) یا تعاوُن علی المعصیت (گناہ کے کام پر ایک دوسرے کی مدد) دونوں منع ہیں۔[۲]

=الشامي رحمه الله : قوله : (الملاهي) كالمزامير والطبل . (۹/۶۴، في الاستيجار على المعاصي)

(۳) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه .(۷/۲۲۳، مطلب فيمن ورث مالاً حراما)

(۴) ما في " شرح الفقه الأكبر " : اعلم أن من أراد أن يكون مسلماً عند جميع طوائف الإسلام فعليه أن يتوب من جميع الآثام صغيرها وكبيرها سواء ما يتعلق بالأعمال الظاهرة أو بالأخلاق الباطنة ، ثم يجب عليه أن يحفظ نفسه فى الأقوال والأفعال والأحوال من الوقوع فى الإرتداد ، نعوذ بالله من ذلك فإنه مبطل للأعمال وسوء خاتمة المال . (ص/۱۶۱، بحث التوبة ، مكتبه حقانيه)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : ثالثاً : ويشترط أن تكون المنفعة مباحة الاستيفاء ، وليست طاعة مطلوبة ، ولا معصية ممنوعة . (۱/۲۶۰)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " سنن ابن ماجة " : عن أنس قال : " لعن رسول الله ﷺ فى الخمر عشرة ؛ عاصرها ، ومعتصرها ، والمعصورة له ، وحاملها ، والمحمولة له ، وبائعها ، والمبيوعة له ، وساقيها ، والمستقاة له ، حتى عدّ عشرة من هذا الضرب " .

(ص/۲۴۲ ، كتاب الأشربة ، باب لعنت الخمر على عشرة أوجه)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۶/۵۶۰،۵۶۱،فتاویٰ رحیمیہ:۹/۲۲۱)

ٹھیکیداری کا پیشہ

مسئلہ (۴۴۴): حکومت، کسی ادارے، یا کسی فرد نے کسی شخص کو کسی کام کا ٹھیکہ دیا، اوراس کی تمام تفصیلات بھی طے کی گئیں، مثلاً ایک اسکول بنانا ہے، جس کا طول وعرض یہ ہوگا، اور تعمیری کام میں استعمال ہونے والا سامان اس کوالٹی کا ہوگا وغیرہ، اور ٹھیکیداراس کومنظور کرلے، کہ میں اتنے روپئے لے کر یہ کام کردوں گا، تو یہ عقد اجارہ (ٹھیکیداری کا معاملہ) درست ہے[1]، اور ٹھیکیدار پر لازم ہے کہ طے شدہ تفصیلات کے مطابق کام کو مکمل کرکے دیدے، خواہ اس میں روپیہ برابر خرچ ہو، یا کم زیادہ خرچ ہو، اور سب درست ہے، کوئی مکان تعمیر کرانا ہو یا سڑک بنوانا ہو، سب کا یہی حال ہے[2]، البتہ نفع خوری کے جذبے سے طے شدہ تفصیلات کے مطابق کام کرکے نہ دینا، اور ٹھیکے کی رقم کو زیادہ سے زیادہ پس انداز کرنے کی کوشش کرنا شرعاً جائز ودرست نہیں ہے، اور نہ ہی اس طرح کی رقم جائز وحلال ہوگی۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " النتف في الفتاوى " : واعلم أن صحة الإجارة متعلقة بشيئين : إعلام الأجر وإعلام العمل .

(ص/۳۳۸ ، كتاب الإجارة) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۵۷۱،۵۷۲، کراچی)

ما في " النتف في التفاوى " : والإجارة لا تخلو من وجهين : إما أن تقع على وقت معلوم أو على عمل معلوم ، فإن وقعت على عمل معلوم فلا تجب الأجرة إلا بإتمام العمل إذا كان العمل مما لا يصلح أوله إلا بآخره وإن كان يصلح أوله دون آخره فتجب الأجرة بمقدار ما عمل . (ص/۳۳۸ ، كتاب الإجارة)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : استأجر ليبنى له حائطاً بالآجر والجص وعلم طوله وعرضه جاز ...... ولو استأجر لحفر البئر إن لم يبين الطول والعرض والعمق جاز استحساناً ، ويؤخذ بوسط ما يعمله الناس . كذا في الوجيز للكردري . (۴/۴۵۱)

گانے کا پیشہ

مسئلہ(۴۴۵): گانے کا پیشہ بہر صورت ممنوع ہے، اگر اشعار کے مضامین خلافِ شرع ہوں، اور ساتھ ہی آلاتِ لہو کا بھی استعمال ہو، تو ایسے گانوں کا سننا اور سنانا دونوں ناجائز وحرام ہے، اور اس پر ملنے والی اجرت بھی حرام ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليُضلّ عن سبيل الله بغير علم﴾ . (لقمٰن : ٦)

ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : الآية على ما صح في تفسيره عن عبد الله بن مسعود حيث قال : هو والله الغناء ، وروى الحسن أن لهو الحديث كل ما شغلک عن عبادة الله تعالى ، وذكره من السمر والأضاحيک والخرافات والغناء ونحوها . (۲۰۴/۳)

وما في " أحكام القرآن للتهانوي " : ثم هذا كله كلام على الغناء ، من حيث أنه غناء مع قطع النظر عما ينضم إليه ، من المنكرات والمعاصي عادة باجتماع أهل الهوى والسماع عن النساء والأجنبيات ، أو من الأمارد أو سماع ما يتضمن الحرام من الكلام كالتشبيب بامرأة مسماة معروفة حية أو كغيبة إنسان ، أو الافتراء عليه والاستهزاء به ، وأمثال ذلک مما يحرم نثراً ونظماً وغناء وبلا غناء ، فإن ذلک بمعزل عما نحن فيه ، فإنه حرام باطباق النصوص وبإجماع المسلمين لا يختلف فيه مسلمان . (۲۲٦/۳)

ما في " مشكوة المصابيح " : قال رسول الله ﷺ : " الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع " . (ص/۴۱۱)

ما في " الموسوعة الفقهية " : من شروط الإجارة ، أن تكون المنفعة المعقود عليها مباحة شرعاً ، وبناء على ذلک فإن الاستئجار للغناء المحرم والنوح لا يجوز ، لأنه استئجار على معصية ، والمعصية تستحق بالعقد . (۲۹٦/۳۱)

ما في " حاشية الشلبي على تبيين الحقائق " : (ولا يجوز على الغناء والنوح والملاهي) قال شيخ الإسلام علاء الدين الإسبيجابي في " شرح الكافي " : ولا تجوز الإجارة على شيء=

وکالت کا پیشہ

مسئلہ (۴۴۶): دورِ حاضر میں وکالت کا پیشہ چوں کہ جھوٹ، فریب اور چرب لسانی کا ذریعہ ہوتا ہے، اور حق و باطل میں کوئی لحاظ باقی نہیں رہتا، لہٰذا وکالت کا پیشہ ترک کرکے اور کوئی حلال روزی تلاش کرنا چاہیے [۱]، ہاں! اگر اس بات کا التزام ہو کہ جو حق پر ہوگا اسی کی وکالت کرے گا، اور خود کو اس پر پورا اطمینان بھی ہو، تو پھر پیشۂ وکالت جائز ہے، اور وکیل اس صورت میں متعینہ اجرت کا حق دار ہوگا۔ [۲]

= من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللّهو ولا على الحداء وقراء ة الشعر ولا غيره ، ولا أجر في ذلك ، وهذا كله قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم اللّٰه تعالى لأنه معصية ولهو ولعب ، والاستئجار على المعاصي واللعب لا يجوز ، لأنه منهي عنه .

(۱۱۸/۲ ، الفتاوى الهندية : ۴۴۹/۴)

(جامع الفتاوی:۱۲/۴،فتاوی محمودیہ:۱۱۱/۱۷،قوالی اوراس کی آمدنی،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على عدم جواز التوكيل في المعاصي كالجنايات مثل : القتل والسرقة والغصب والقذف ونحو ذلك ، لأن هذه الأفعال محرمة فلا يصح فعلها من المؤكل ولا من الوكيل .

(۳۱/۴۵ ، الأمور التي لا يصح التوكيل فيها ، ثالثا : المعاصي ، وكالة)

(۲) ما في " جمع الجوامع " : قال رسول اللّٰه ﷺ :" آجرت نفسي من خديجة سفرتين بقلوص" . (۲۳/۱ ، رقم :۳ ، الهمزة مع الألف ، السنن الكبرى للبيهقي : ۱۹۵/۶ ، الإجارة ، باب جواز الإجارة ، رقم :۱۱۶۴۲ ، سنن ابن ماجة :ص/۱۷۶ ، كتاب الرهون ، باب أجر الأجراء ، رقم :۲۴۴۳ ، أعطوا الأجير أجره . الخ)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالى عنه ، عن النبي ﷺ قال : " ما بعث اللّٰه نبياً إلا رعى الغنم ، فقال أصحابه : وأنت ؟ فقال : نعم ، كنت أرعى على قراريط=

....

....

....

....

....

....

= لأهل مكة ''. (ص/ ۱ ۹ ۳ ، كتاب الإجارة ، باب رعي الغنم على قراريط ، رقم :۲۲۶۲)

ما في '' مرقاة المفاتيح '' : (أرعى على قراريط) جمع قيراط ، وهو نصف دانق ، وهو سدس درهم (لأهل مكة) أي استأجرني أهل مكة على رعي الغنم كل يوم بقيراط .

(۶/ ۱ ۶ ۱ ، كتاب البيوع ، باب الإجارة ، رقم الحديث :۲۹۸۴)

ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : الوكالة بأجر تصح الوكالة بأجر وبغير أجر ، لأن النبي ﷺ كان يبعث عماله لقبض الصدقات ، ويجعل لهم عمولة ، ولهذا قال له ابناء عمه : '' لو بعثتنا على هذه الصدقات فنؤدي إليک ما يؤدي الناس ، ونُصيب ما يصيبه الناس '' . أي العمولة ، لأن الوكالة عقد جائز لا يجب على الوكيل القيام بها ، فيجوز أخذ الأجرة فيها ، بخلاف الشهادة ، فإنها فرض يجب على الشاهد أدائها ...... وإذا كانت الوكالة بأجر أي (بجعل) فحكمها حكم الإجارات ، فيستحق الوكيل الجُعل بتسليم ما وكل فيه إلى المؤكل ...... فله الأجر . (۵/ ۱ ۹ ۶ ، ۲ ۹ ۶ ، الفصل التاسع الوكالة ، الوكالة بأجر)

(جدید مسائل کا حل:ص/۵۸۶،امداد الفتاوی:۳/۳۱۹،جدید معاملات کے شرعی احکام:۱/ ۲۲۸)

ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : والدليل على جواز التوكيل بالخصومة هو حاجة الناس، إذ ليس كل أحد يهتدي إلى وجوه الخصومات، وقد صح أن علياً وكل عقيلاً عند أبي بكر رضي الله عنهم ، وبعدما أسن وكل عبد الله بن جعفر عند عثمان رضي الله عنهما، وقال: إن للخصومة قُحَماً وإن الشيطان ليحضرها وإني لأكره أن أحضرها . (۵/۴۰۷۲)

وفيه أيضاً: الأصل في الوكالة الإباحة ، وقد تصبح مندوبة إن كانت إعانة على مندوب، وقد تصير مكروهة إن أعانت على مكروه، وقد تكون حراماً إن أعانت على حرام ، وقد تكون واجبة إن دفعت ضرراً عن الموكل . (۵/ ۱ ۶ ۰ ۴)

تاڑ اور کھجور کے درخت اجارہ پر لینا

مسئلہ (۴۴۷): تاڑ اور کھجور کے درختوں کو کرایہ پر دینا تاکہ کرایہ پر لینے والا شخص اس سے تاڑی نکالے، شرعاً جائز ودرست نہیں، کیوں کہ یہ اجارہ استہلاکِ عین پر ہوا، نہ کہ استہلاکِ منافع پر، جب کہ اجارہ استہلاکِ منافع پر ہوتا ہے، نہ کہ استہلاکِ عین پر، نیز یہ معاملہ بیع بھی نہیں، کیوں کہ صحتِ بیع کے لیے مبیع کا مقدور التسلیم ہونا ضروری ہے، جب کہ مذکورہ صورت میں مبیع مقدور التسلیم نہیں ہے، بلکہ بعض صورتوں میں موجود بھی نہیں۔ لہٰذا اِس معاملے سے بچنا ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " رد المحتار " : وإنما لا يصح استئجار الأشجار أيضاً لما مرّ أنها تمليك منفعة .

(۹/ ۱۰ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا تجوز إجارة الشجر على أن الثمر للمستأجر .

(۴/ ۴۴۲ ، كتاب الإجارة ، الباب الخامس عشر في بيان ما يجوز من الإجارة وما لا يجوز)

ما في " المحيط البرهاني " : وإذا اشترى ثمرة في نخل ، ثم استأجر النخل مدة لتنقيتها فيها لم يجز ، لأنها ليست من إجارات الناس .

(۹/ ۱۸۵ ، كتاب الإجارة ، الفصل الخامس عشر : في بيان ما يجوز من الإجارات وما لا يجوز)

(امداد الفتاویٰ: ۳/ ۳۸۷، کتاب الاجارہ)

ہارمونیم کی تجارت

مسئلہ (۴۴۸): ہارمونیم گانے بجانے کا آلہ ہے، اس کی تجارت کرنا تعاون علی الاثم کی بنا پر مکروہ ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " التفسير لإبن كثير " : يأمر الله تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات وهو البر ، وترک المنكرات وهو التقوى ، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم . (۱/۴۷۸ ، سورة المائدة)

ما في " رد المحتار " : ويكره تحريماً بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم ، لأنه إعانة على ا لمعصية ، وبيع ما يتخذ منه كالحديد ونحوه . " الدر المختار " . وفي الشامية : قوله : لأنه إعانة على المعصية ، لأنه يقاتل بعينه بخلاف ما لا يقاتل به ، إلا بصنعة تحدث فيه كالحديد ، ونظيره كراهة بيع المعازف ، لأن المعصية تقام بها عينها، ولا يكره بيع الخشب المتخذة هي منه . (۶/۳۲۳ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۱۲۸)

ما في " النهر الفائق " : وكره بيع السلاح من أهل الفتنة ...... لأنه إعانة على المعصية .... وعرف بهذا أنه لا يكره بيع ما لم تقم المعصية به ، كبيع الجارية المغنية .

(۳/۲۶۸ ، كتاب الجهاد ، باب البغاة)

ما في " البحر الرائق " : وكره بيع السلاح من أهل الفتنة ، لأنه إعانة على المعصية قيد بالسلاح ، لأن بيع ما يتخذ منه السلاح كالحديد ونحوه لا يكره . (۵/۲۴۰ ، باب البغاة)

ما في " الهداية " : ويكره بيع السلاح من أهل الفتنة وفي عساكرهم ، لأنه إعانة على المعصية .... وإنما يكره بيع نفس السلاح لا بيع ما لا يقاتل به إلا بصنعة ، ألا ترى أنه يكره بيع المعازف ، ولا يكره بيع الخشب . (۲/۶۱۱ ، كتاب السير ، باب البغاة)

جانور ذبح کرنے کی اجرت

مسئلہ (۴۴۹): اگر کسی شہر میں قصاب لوگ از خود کسی جانور کو ذبح نہ کرتے ہوں، بلکہ کسی دیندار مسلم کو بلوا کر ذبح کراتے ہوں، اور پھر اسے ذبح کرنے کی اجرت دیتے ہوں، تو اس شخص کا ذبح کرنے کی اجرت لینا شرعاً جائز ہے۔ (۱)

ٹیکسی اور رِکشا کا کرایہ میٹر کے حساب سے لینا

مسئلہ (۴۵۰): مسافر کا بغیر کرایہ متعین کیے ہوئے ٹیکسی یا رِکشا وغیرہ کو میٹر کے مطابق کرایہ پر لینا جائز ہے، کیوں کہ یہ بیعِ تعاطی ہی کی ایک صورت ہے، جو بر بنائے عرف واستحسان جائز ہے، لیکن رِکشا مالک کا منزل پر پہنچنے کے بعد میٹر کے حساب سے زائد پیسے مانگنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ معاہدہ کے خلاف ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ويجوز الاستيجار على الذكاة لأن المقصود منها قطع الأوداج دون إفاتة الروح ، وذلک يقدر عليه .... كذا فى السراج الوهاج .

(۴/۴۵۴ ، كتاب الإجارة ، فصل فى المتفرقات)

ما في " الفتاوى الولوالجية " : ولو استأجر لاستيفاء قصاص له في الطرف جاز بالإجماع ، وعند محمد من له القصاص في النفس أو الطرف إذا استأجر انساناً يستوفي القصاص جاز ، هو يقول : الإجارة وقعت على عمل معلوم فى وسع الأجير إيفاؤه ببدل معلوم فيجوز قياساً على ما لو استأجر للذبح أو لقطع الطرف قصاصاً . (۳/۳۳۸ ، كتاب الإجارة ، الفصل الأول، بدائع الصنائع : ۴/۳۲) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۵۶۲،۵۶۳،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : التعاطي في البيع ..... أن يأخذ المشتري المبيع =

گائے پالنے کے لیے دینا

مسئلہ (۴۵۱): اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو ایک گائے اس شرط پر پالنے کے لیے دے کہ تم اس کو ایک سال تک پالو، ایک سال تک اس کا دودھ تمہارا ہوگا، اور گائے اور بچے میرے ہوں گے، اس طرح کا اجارہ، اجارۂ فاسدہ کہلاتا ہے، گائے، دودھ اور بچے سب مالک ہی کے ہوں گے، اور شخص آخر کو محض اجرتِ مثل ملے گی، اس لیے کہ اجارۂ فاسدہ میں مستأجر کو اجرتِ مثل ملتی ہے۔ (۱)

=ویدفع للبائع الثمن ، أو یدفع البائع المبیع فیدفع له الآخر الثمن ، من غیر تکلم ولا إشارة ، ویکون التعاطي فی البیع وغیره من المعاوضات ، اختلف الفقهاء في انعقاد البیع بالتعاطي ، فذهب الحنفیة والمالیکة والحنابلة ، وفي قول للشافعیة إلی جواز البیع بالتعاطي ، ...... وقال ابن قدامة في الاستدلال المشروعیة بیع التعاطي : إن الله أحل البیع ، ولم یبین کیفیته ، فوجب الرجوع فیه إلی العرف ، ...... جوزها الحنفیة والمالکیة والحنابلة ، الإجازة بالتعاطي ، وقالوا : إنما هي کالبیع ، وقد اقتصرت علی المنافع دون العین ، ...... وقال ابن عابدین : وفي التاتارخانیة أن أبا یوسف سئل عن الرجل یدخل السفینة أو یحتجم أو یفتصد أو یدخل الحمام أو یشرب من ماء السقاء ثم یدفع الأجرة وثمن الماء ، فقال : یجوز استحساناً ولا یحتاج إلی العقد قبل ذلک . (۱۲/ ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰)

ما في " جمهرة القواعد الفقهیة " : المسلمون عند شروطهم . (۱/ ۱۷۲، للدکتور علي أحمد الندوي) (احسن الفتاوی:۸/ ۹۰، جامع الفتاوی:۶/ ۴۷۵، آپ کے مسائل اوران کا حل:۶/ ۱۹۴)

(فقہی مقالات:۳/ ۲۲۴-۲۶۰، مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/ ۸۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن عبد الله بن عمر قال : سمعت رسول الله ﷺ یقول : " انطلق ثلاثة رهط ممن کان قبلکم ، حتی آووا المبیت إلی غار فدخلوه ، فانحدرت صخرة من الجبل ، فسدّت علیهم الغار ، فقالوا : إنه لا ینجیکم من هذه الصخرة إلا أن تدعو =

....

....

....

=اللّٰه بصالح أعمالكم .... وقال الثالث : اللّٰهم إني استأجرت أجراء فأعطيتهم أجرهم ، غير رجل واحد ترك الذي له وذهب، فثمرت أجره حتى كثرت منه الأموال ، فجاء ني بعد حين ، فقال : يا عبد اللّٰه ! أدِّ إلي أجري ، فقلت له : كل ما ترى من أجرك ، من الإبل والبقر والغنم والرقيق ، فقال : يا عبد اللّٰه ! لا تستهزئ بي ، فقلت : لا أستهزئ بك ، فأخذه كله فاستاقه فلم يترك منه شيئاً " . الحديث . (ص/۳۹۳ ، كتاب الإجارة ، باب من استأجر أجيراً فترك أجره ، فعمل فيه المستأجر فزاد)

ما في " رد المحتار " :وعلى هذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين ، فما حدث فهو لصاحب البقرة ، والآخر مثل علفه وأجر مثله . " تاتارخانية " .

(۳۹۵/۶ ، كتاب الشركة ، مطلب يرجح القياس)

ما في " فتاوى قاضي خان " : رجل أخذ من رجل بقرة على أن ما يحصل من لبنها من المصل والسمن والرائب يكون بينهما ، لا يجوز ، وما اتخذ المدفوع إليه من لبنها من المصل والسمن يكون له لانقطاع حق المالك عن ذلك ، وعلى المدفوع إليه مثل ما أخذ من ألبان البقرة ، لأن اللبن مثلي ، وعلى مالك البقرة قيمة علفها .

(۲۲/۳ ، كتاب الإجارات ، باب الإجارة الفاسدة)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي " فتاوى آهو" : قال القاضي بديع الدين : أعطى بقرة على أن يكون اللبن والسمن بينهما ؟ قال : الشركة فاسدة ، وكذلك لو قال : لبنها وما يحدث من ضرعها لك ، وتعاهدها علفها عليك ، فهي فاسدة ...... وعلى هذا إذا دفع الدجاجة إلى رجل بالعلف ليكون البيض بينهما نصفان .

(۴۵۶/۵ ، كتاب الشركة بالأعمال ، كذا في المحيط البرهاني :۴۱۴/۶ ، كتاب الشركة، الفصل السادس في الشركة بالأعمال ، الفتاوى الهندية :۳۳۵/۲ ، كتاب الشركة ، الباب الخامس في الشركة الفاسدة) (جدید مسائل کا حل:ص/۲۴۷،فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۵۹۷،۵۹۸،کراچی)

اجرت سے زائد رقم دینا

مسئلہ (۴۵۲): بعض مرتبہ انسان اپنے کسی ملازم، نوکر یا کسی اور کام کے واسطے لیے گئے آدمی کو اس کی اجرت سے زائد رقم دیتا ہے، جسے بخشش یا اوپر کی آمدنی کہا جاتا ہے، شرعاً اس کا دینا لینا جائز، بلکہ مستحب ہے [۱]، لیکن لینے والوں کو اپنے مقررہ معاوضہ سے زیادہ کی طمع اور حرص نہیں ہونی چاہیے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط " : اعلم بأن الهبة عقد جائز ثبت جوازه بالكتاب والسنة ، أما الكتاب فقوله تعالى : ﴿فإن طبن لكم عن شيء منه نفساً فكلوه هنيّاً مريّاً﴾ . [النساء :۴] وإباحة الأكل بطريق الهبة دليل جواز الهبة ، والسنة حديث أبي هريرة أن النبي ﷺ قال : " الواهب أحق بهبته ما لم يثبت منها ، ولأنه من باب الإحسان واكتساب سبب التودّد بين الأخوان وكل ذلک مندوب إليه بعد الإيمان وإليه أشار رسول الله ﷺ بقوله : " تهادوا تحابوا ".
(۱۲/ ۵۶ ، كتاب الهبة)

ما في " مجمع الأنهر " : (هي) لغة تفضل على الغير ، ولو غير مال ويتعدى بنفسه ...... وشرعاً : (تمليک عين) حالاً ولو هازلاً أو مازحاً (بلا) .... (عوض) ..... وأفاد أنها تصح بالتعاطى فإن سببها الثواب الدنيوي كالعوض والثناء أو الأخروي كالنعيم المخلد كما فى النهاية وغيرها . (۳/ ۴۸۹ ، كتاب الهبة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (هي) لغة : التفضل على الغير ولو غير مال . وشرعًا : (تمليک العين مجانا) أي بلا عوض ، .... (وسببها : إرادة الخير للواهب) دنيوي كعوض ومحبة وحسن ثناء . وأخروي ، قال الإمام أبو منصور : يجب على المؤمن أن يعلم ولده الجود والإحسان كما يجب عليه أن يعلمه التوحيد والإيمان ، إذ حبّ الدنيا رأس كل خطيئة . نهاية مندوبة . وقبولها سنة . قال ﷺ : " تَهَادَوْا تَحَابُّوْا " .

(۸/ ۴۸۸ ، ۴۸۹ ، كتاب الهبة ، بيروت) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/ ۱۹۱، قدیم)=

سفارشات پر اجرت

مسئلہ (۴۵۳): کسی کی سفارش پر اجرت لینا جائز نہیں ہے[۱]، نیز لی ہوئی اجرت کسی نیک کام میں استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، بلکہ اس مال کو اصل مالک کی طرف لوٹانا ضروری ہے، اگر وہ معلوم ہو، ورنہ صاحبِ مال کی طرف سے صدقہ کی نیت کرکے؛ صدقہ کردے۔[۲]

=ما في " الفتاوى الهندية " : ولو وهب المستأجر من الآجر ..... جاز ..... وكذا في محيط السرخسي . (۴/۳۷۷ ، كتاب الهبة ، الباب الثاني فيما يجوز من الهبة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تفسير الكشّاف " : ﴿من يشفع شفعة حسنة يكن له نصيب منها﴾ . الشفاعة الحسنة ؛ هي التي روعى بها حق مسلم ، ودفع بها شر أو جلب إليه خير وابتغى بها وجه الله ولم توخذ عليها رشوة وكانت فى أمر جائز لا فى حد من حدود الله ولا فى حق من الحقوق ..... وعن مسروق أنه شفع شفاعة فأهدى إليه المشفوع جارية فغضب وردها . (۱/۵۳۲)

ما في " بذل المجهود في حل سنن أبي داود " : عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه ، عن النبي ﷺ قال : " من شفع لأخيه شفاعة فاهدى له هدية عليها فقبلها ، فقد أتى بابا عظيماً من أبواب الربوا " . وفي حاشيته : وذلک لأن الشفاعة الحسنة مندوب إليها ، وقد تكون واجبة فأخذ الهدية عليها يضيع أجرها كما أن الربوا يضيع الحلال .

(۱۱/۲٦۸ ، كتاب البيوع ، باب فى الهدية بقضاء الحاجة)

(۲) ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب ردّه عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه . (۷/۳۰۱) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۴۵۹،کراچی)

ویٹر کو بخشش دینا

مسئلہ (۴۵۴): ایک شخص کسی دوکان، یا ہوٹل وغیرہ میں ملازم ہے، مالک دوکان یا ہوٹل اس کو تنخواہ بھی دیتا ہے، لیکن کچھ گاہک ایسے ہوتے ہیں جو ملازم، ویٹر کی کارکردگی سے خوش ہوکر اسے (ٹِپ) یعنی بخشش کے نام سے کچھ رقم دیتے ہیں، تو ملازم کا اس بخشش کا لینا حلال ہے، مگر اس کو حق سمجھنا، اس کا مطالبہ کرنا، اور جو نہ دے اس کو حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الجائزة : العطية إذا کانت علی سبیل الإکرام ، یقال : أجازه ، أی أعطاه جائزة والجمع جوائز ، وقریب منها التحفة فهی ما اتحفته غیرک من البر ، .... أن الجائزة بلا مقابل ولا تعاقد ولا علم بها . (۱۵/۷۶)

ما في " درر الحکام شرح مجلة الأحکام " : (العطیة التي أعطیت للخدمة من الخارج لا تحسب من الأجرة) .... مثلاً لو استأجر أحد خادماً علی أن یعطیه فی الشهر کذا غرشاً ووهب أحد الناس ذلک الخادم فی أیام عید أو غیره مقداراً من الدراهم وسلمها له أصبحت تلک الدراهم الموهوبة مالاً للخادم ولیس لسیده أن یقول : (إن تلک الهبة لي لکونه في خدمتي ولذلک فلي أن أحسبها من أجرته) . (۱/۶۵۳ ، المادة :۵۶۷ ، إجارة الآدمي)

مجرم کو پکڑنے پر انعام رکھنا

مسئلہ (۴۵۵): آج کل حکومتیں کسی بڑے مجرم کو پکڑنے کے لیے اخباروں میں ان کی تصویروں کے ساتھ اشتہار دیتی ہے؛ کہ جو شخص اس مجرم کو پکڑ کر لائے گا، اسے اتنا اتنا انعام ملے گا، شرعاً یہ عقدِ جعالہ کی ایک جدید صورت ہے، جس میں اجرت عامل کے نتیجۂ عمل پر ہوتی ہے، لہٰذا اس طرح کا معاملہ بر بنائے استحسان جائز ہے۔(۱)

گم شدہ چیز پہنچانے پر انعام کا اعلان

مسئلہ (۴۵۶): کسی شخص نے اعلان کیا کہ جو شخص میرے گمشدہ سامان کو فلاں جگہ پہنچا دے گا میں اسے اتنا انعام دوں گا، اور کسی بھی شخص نے اس کے سامان کو مطلوبہ جگہ پر پہنچا دیا، تو احناف کے نزدیک وہ انعام کا مستحق نہیں ہوگا(۲)،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الجعالة لغة ؛ هي ما يجعل لإنسان على فعل شيء أو ما يعطاه الإنسان على أمر فعله ، تسمى عند القانونين الوعد بالجائزة ، ..... وإنما أجازوا أى الحنفية فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق ..... وتجوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة ، بدليل قوله تعالىٰ فى قصة يوسف مع إخوته : ﴿قالوا نفقد صُواع الملك ولمن جآء به حمل بعير وأنا به زعيم﴾ . (۳۸۶۴/۵ – ۳۸۶۶ ، الفصل الرابع الجعالة أو الوعد بالجائزة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۱۳۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن المعقول أن حاجة الناس قد تدعو إليها لرد مال ضائع أو عمل لا يقدر عليه الجاعل ولا يجد ممن يتطوع به . (۲۰۹/۱۵)=

اور ائمۂ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک انعام کا مستحق ہوگا (۳)، اور ''اسلامی قانونِ اجارہ'' میں ہے کہ یہ عقد موجودہ زمانہ میں بکثرت ہوتا ہے، اس لیے عمومِ بلویٰ کے پیشِ نظر فقہائے ثلاثہ کے مذہب کو اختیار کرنا اور فتویٰ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (۴)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في '' رد المحتار '' : من ضاع له شيء فقال : من دلني عليه فله كذا فالإجارة باطلة ، لأن المستأجر له غير معلوم والدلالة ليست بعمل يستحق به الأجر فلا يجب الأجر .

(۶/ ۳۳۹ ، كتاب اللقطة ، ديوبند)

ما في '' المبسوط للسرخسي '' : لو قال : من ردّه فله كذا ولم يخاطب به قوماً بأعيانهم فرده أحدهم لا يستحق شيئاً ، ثم هذا تعليق استحقاق بالخطر وهو قمار والقمار حرام في شريعتنا.

(۱۱/ ۲۰ ، كتاب الإباق)

(۳) ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : وتجوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة ، بدليل قوله تعالى في قصة يوسف مع إخوته : ﴿قالوا نفقد صواع الملك ولمن جآء به حمل بعير وأنا به زعيم﴾ .[يوسف : ۱۲/ ۷۲] أي كفيل . وبدليل ما جاء في السنة من أخذ الأجرة على الرقية بالفاتحة (أم القرآن) وهو ما رواه الجماعة إلا النسائي عن أبي سعيد الخدري : '' أن أناساً من أصحاب رسول الله ﷺ أتوا حيا من أحياء العرب ، فلم يُقروهم (بضيوفهم) ، فبينماهم كذلک إذ لدغ سيد أولئک ، فقالوا : هل فيكم راق ؟ فقالوا : لم تقرونا ، فلا نفعل أو تجعلوا لنا جعلاً ، فجعلوا لهم قطيع شاء ، فجعل رجل يقرأ بأم القرآن ويجمع بزاقه ، ويتفل ، فبرأ الرجل ، فأتوهم بالشاء ، فقالوا : لا نأخذها حتى نسأل رسول الله ﷺ ، فسألوا رسول الله ﷺ عن ذلک فضحک ، وقال : وما أدراک ، إنها رقية ؛ خذوها واضربوا لي فيها بسهم ''. (۵/ ۳۸۶۶ ، مشروعية الجعالة)

(۴) (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ: ص/ ۸۲)

انعام کی حیثیت اور مقدار کی تعیین

مسئلہ (۴۵۷): اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے، اور وہ اعلان کرے کہ جو شخص میری فلاں گم شدہ چیز مجھ کو لا کر دے گا، میں اسے ایک قیمتی انعام دوں گا، لیکن اس نے انعام کی حیثیت اور مقدار متعین نہیں کیا، جب کہ "**جُعْل**"جس کو انعام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کا متعین اور مباح ہونا ضروری ہے [۱]، اگر متعین نہ ہو تو اس سے جعالت فاسد ہوگی، اور کام کرنے والے کو اجرتِ مثل ملے گی۔ [۲]

نوٹ: فقہائے حنفیہ **جِعَالَہ** کو صرف مسئلہ اِباق کی حد تک جائز مانتے ہیں، اور ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک جِعَالہ مسئلۂ اِباق، گمشدہ اشیاء کے لوٹانے میں اور اس کے علاوہ دیگر امور میں بھی جائز ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قالوا نفقد صُواع الملك ولمن جآء به حِمل بعير وأنا به زعيم﴾ . (سورة يوسف : ۷۲)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : تعريف الجعالة شرعًا : التزام عوض معلوم على عمل معين أو مجهول ، عسر عمله . (۵/۳۸۶۴ ، الفصل الرابع الجعالة)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شروط الجعالة : ثالثاً : أن تكون المنفعة معلومة حقيقة ، مباحاً الإنتفاع بها شرعاً . (۵/۳۸۶۹ ، شروط الجعالة)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : كون الجعل (أو الأجرة) مالاً معلوماً ، فإن كان الجعل مجهولا فسد العقد لجهالة العوض ، مثل من وجد سيارتي فله ثوب ، أو أرضيه ، ونحوه ويكون للواجد (الراد) أجرة مثله ، كالإجارة الفاسدة . (۵/۳۸۶۹ ، شروط الجعالة)

(۳) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : لا تجوز الجعالة عند الحنفية لما فيها من الغرر أي=

انعام کی تعیین کے ساتھ دن کی تعیین

مسئلہ (۴۵۸): اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی ہو، اور وہ یہ اعلان کرے کہ جو میری فلاں گم شدہ چیز اتنے اتنے دنوں میں لاکر دے گا، اسے اتنا اتنا انعام دوں گا، تو مالکیہ کے نزدیک جعالہ کی صحت کے لیے شرط یہ ہے کہ مدت متعین نہ کرے، اور دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ مدت وعمل کا متعین کرنا صحیح ہے، لہٰذا عامل اگر مقررہ مدت میں گمشدہ چیز لے آتا ہے، تو انعام کا مستحق ہوگا، اور اگر مقررہ میں نہ لائے، تو انعام کا مستحق نہ ہوگا۔ (۱)

=جهالة العمل والمدة قياساً على سائر الإجارات التي يشترط لها معلومية العمل والمأجور والأجرة والمدة ، وإنما أجازوا فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق .... وتجوز الجعالة شرعًا عند المالكية والشافعية والحنابلة .

(۵/۳۸۶۵، ۳۸۶۶ ، مشروعية الجعالة) (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ: ص/۹۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : رابعاً : اشترط المالكية ألا يحدد للجعالة أجل ، وقال غيرهم : يصح الجمع بين تقدير المدة والعمل ، مثل من خاط لي هذا الثوب في يوم فله كذا ، فإن أتى به في المدة استحق الجعل ، ولم يلزمه شيء آخر ، وإن لم يف به فيها فلا يلزمه شيء له ، وذلک بخلاف الإجارة . (۵/۳۸۷۰ ، شروط الجعالة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تأقيت العمل : قال المالكية والشافعية يشترط لصحة عقد الجعالة عدم تأقيت العمل بوقت محدد ، فله دينار ولم يصح العقد ، .... إلا أن المالكية قالوا : إن تأقيت العمل يفسد العقد فی حالة ما إذا لم يشترط العامل أن له أن يترک العمل متى شاء ، ويكون له من العوض بحساب ما عمل ، لأن العامل دخل في العقد على أن يتم العقد . (۱۵/۲۱۵)

قرض واپس دلانے پر انعام

مسئلہ (۴۵۹): اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے یہ کہے: اگر تم فلاں شخص سے میرا قرض واپس دلا دو، تو میں تمہیں اتنا انعام دوں گا، یا تمہیں وصول کردہ رقم میں سے اتنا فیصد دوں گا، تو یہ عقدِ جعالہ کی ایک جدید صورت ہے، جس میں اجرت عامل کے نتیجۂ عمل پر ہوتی ہے، لہٰذا اس طرح کا معاہدہ کرنا بر بنائے عرف جائز ہے۔ (۱)

کاروبار کی ترقی کے لیے ملازمین کو زائد رقم دینا

مسئلہ (۴۶۰): آج کل تاجر حضرات اپنے کاروبار کو ترقی دینے کے لیے کسی شخص کو اپنے کاروبار میں ملازم رکھتے ہیں، اس شرط پر کہ تنخواہ کے علاوہ بھی کچھ اور رقم بطورِ انعام دی جائے گی، تاکہ ملازم واجیر کاروبار کو ترقی دینے میں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں، تو شرعاً اس طرح کرنا جائز ہے، اور تنخواہ سے زائد ملنے والی یہ رقم تبرع واحسان شمار ہوگی، اجرت میں شمار نہ ہوگی۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الجعالة لغة : هي ما يجعل للإنسان على فعل شيء أو ما يعطاه الإنسان على أمر فعله ، وتسمى عند القانونين الوعد بالجائزة ، ...... وإنما أجازوا أي الحنفية فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق ، .... وتجوز الجعالة شرعاً عند المالكية والشافعية والحنابلة ، بدليل قوله تعالىٰ في قصة يوسف مع أخوته : ﴿قالوا نفقد صُواع الملك ولمن جآء به حمل بعير وأنا به زعيم﴾ . (۳۸۶۶-۳۸۶۴/۵ ، الفصل الرابع ، الجعالة أو الوعد بالجائزة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ومن المعقول أن حاجة الناس قد تدعو إليها لرد مال ضائع ، أو عمل لا يقدر عليه الجاعل ولا يجد من يتطوع به . (۲۰۹/۱۵) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۰۹-۱۳۸)

(۲) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : العطية التي أعطيت للخدمة من الخارج=

گیسٹ ہاؤس میں اجنبی مرد وعورت کی رہائش

مسئلہ (۴۶۱): گیسٹ ہاؤس بنوانا اوراس میں ٹھہرنے کا کرایہ لینا درست ہے[۱]، اوراس کوشش کے باوجود کہ وہاں کوئی برائی ہونے نہ پائے، پھر بھی آنے والے برائی کریں (مثلاً کوئی شخص کسی اجنبیہ عورت کوساتھ لاکراسے اپنی بیوی بتلاتا ہے،اور پھراسی گیسٹ ہاؤس میں اس کولے کررہتا ہے،اورغلط کام کرتا اورکرواتا بھی ہے)،تواب اس کا گناہ گیسٹ ہاؤس والوں پرنہیں ہوگا،اور جو کرایہ وصول کیا گیاوہ جائزودرست ہوگا،اس کوناجائزنہیں کہاجائیگا۔[۲]

= لا تحسب من الأجرة ، أي العطية التي تعطى للخادم من أحد الناس لا تحسب من الأجرة التي يأخذها من سيده . (۱/۶۵۳ ، إجارة الآدمي) (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ:ص/۲۲۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (وجاز إجارة بيت الخ) هذا عنده أيضاً ، لأن الإجارة على منفعة البيت ، ولهذا يجب الأجر بمجرد التسليم .(۹/۵۶۲ ، الحظر، فصل في البيع)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا استأجر الذمي من المسلم دارًا يسكنها فلا بأس بذلك وإن شرب فيها الخمر أو عبد فيها الصليب أو أدخل فيها الخنازير ولم يلحق المسلم في ذلك بأس لأن المسلم لا يؤاجرها لذلك إنما آجرها للسكنى . كذا في المحيط .

(۴/۴۵۰ ، الفصل الرابع في فساد الإجارة)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : فقال السرخسي : .... والمعصية في فعل المستأجر دون قصد رب الدار ، فلا إثم على رب الدار في ذلك .

(ص/۴۳۳ ، إجارة المنازل على البنوك)

(فتاوی محمودیہ:۱۶/۵۶۹،کراچی)

فائنانس کمپنی کو کرایہ پر جگہ دینا

مسئلہ (۴۶۲): فائنانس کمپنی (Finance Company) یعنی سرمایہ کار کمپنی کو اپنی جگہ کرایہ پر دینا، تاکہ یہ کمپنی اس جگہ میں اپنا دفتر قائم کرے، اور پھر اپنے گاہکوں کو سود پر قرض وغیرہ دے، شرعاً جائز ودرست نہیں ہے، کیوں کہ جس طرح سود کا لین دین سخت گناہ اور حرام ہے[1]، اسی طرح سودی معاملات میں تعاون کرنا بھی معصیت وگناہ ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أحل الله البيع وحرّم الرّبوٰا﴾ . (سورة البقرة :۲۷۵)
﴿وذروا ما بقي من الربوٰآ إن كنتم مؤمنين﴾ . (سورة البقرة :۲۷۸)
ما في " صحيح مسلم " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (۲/۲۷)
(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
ما في " رد المحتار " : وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز . (۹/۵۱۸، الحظر والإباحة)
ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)
ما في " إعلام المؤقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود . (۳/۱۷۵)
(کتاب الفتاوی:۵/۴۰۸، ۴۰۹)

انشورنس ادارہ کوکرایہ پرجگہ دینا

مسئلہ (۴۶۳): انشورنس ادارہ قائم کرنے کے لیے اپنی جگہ کرایہ پر دینا یا فروخت کرنا یہ اعانت علی المعصیت (گناہ کے کام پر اعانت ومدد) ہے، اور اعانت علی المعصیت جائز نہیں [۱]، لیکن چوں کہ مالک زمین مالک ومختار ہے، لہٰذا اگر وہ اپنی جگہ کرایہ پر دیدیتا ہے، یا بیچ دیتا ہے، تو اس کرایہ، یا بیچنے سے حاصل ہونے والی رقم اس کے لیے حلال ہوگی۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا اللّٰه إن اللّٰه شديد العقاب﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " روح المعاني " : (ولا تعاونوا على الإثم والعدوان) فيعم النهي كل ما هو مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۸۵/۴)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن جابر رضى اللّٰه تعالى عنه قال : " لعن رسول اللّٰه ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال : هم سواء " . (۲۴۴/۱ ، باب الربوا)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال النووي : فيه تصريح لتحريم كتابة المترائبين والشهادة عليهما وبتحريم الإعانة على الباطل ، وقال النبي ﷺ : هم سواء ، أي في أصل الإثم .

(۴۳/۶ ، باب الربوا ، الفصل الأول)

(۲) ما في " أصول الشاشي " : وحرمة الفعل لا تنافي بترتب الأحكام كطلاق الحائض والوضوء بالمياه المغصوبة والاصطياد بقوس مغصوبة والذبح بسكين مغصوبة ، والصلوٰة في الأرض المغصوبة والبيع في وقت النداء فإنه يترتب الحكم على هذه التصرفات مع اشتمالها على الحرمة . (۴۸/۱ ، الأصل الأول الكتاب ، فصل في النهي)

مسلم معمار کے ہاتھوں سودی بینک یا مندر کی تعمیر

مسئلہ (۴٦۴): فی نفسہٖ معمار اور مستری کے کام میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے [۱]، بینک کا سودی کاروبار کرنا، اور مندر میں بت پرستی کرنا، یہ اُن فاعلین کا فعل ہے، جس کا وبال اور گناہ انہی پر ہوگا، لہٰذا معمار اور مستری کے لیے بینک اور مندر کی تعمیر کی اجرت لینا جائز تو ہے [۲]، البتہ مزاجِ شریعت کے خلاف ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ فانطلقا حتىٰ إذا أتيآ أهل قرية ٍن استطعما أهلها فأبوا أن يضيّفوهما فوجدوا فيها جدارًا يريد أن ينقضّ فأقامه قال لو شئت لتَّخذتَ عليه أجرًا﴾ .

(سورة الكهف: ۷۷)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ولو استأجر الذمي مسلماً ليبنى له بيعة أو كنيسة جاز ويطيب له الأجر . كذا في المحيط . (۴/۴۵۰)

وفيه أيضًا : مسلم آجر نفسه من مجوسي ليوقد له النار لا بأس به . كذا في الخلاصة .

(۴/۴۵۰)

وفيه أيضًا : إذا استأجر الذمي من المسلم بيتاً ليبيع فيه الخمر جاز عند أبي حنيفة رحمه اللّٰه تعالى خلافاً لهما . كذا في المضمرات . (۴/۴۴۹)

(۳) ما في " نوازل فقهية معاصرة " : فقال السرخسي : لا بأس بأن يؤاجر المسلم دارًا من الذمي ليسكنها ، فإن شرب فيها الخمر ، أو عبد فيها الصليب ، أو أدخل فيها الخنازير ، لم يلحق للمسلم إثم في شيء من ذلک ، لأنه لم يؤاجرها لذلک ، والمعصية فى فعل المستأجر دون قصد رب الدار ، فلا إثم على رب الدار فى ذلک ، ويعرف جوازه من بعض تصريحات الفقهاء ، ولكن طبيعة الإسلامية تأبى عن قبولها .

(ص/۴۳۳ ، ۴۳۴ ، إجارة المنازل على البنوک)

(احسن الفتاوی: ۷/ ۳۲۹، سودی کاروبار کرنے والے اداروں میں بجلی کی فٹنگ، کتاب الاجارہ)

کرایہ کی سائیکل گم ہوجائے

مسئلہ (۴۶۵): اگر کسی شخص نے سائیکل دکان سے، کوئی سائیکل کرایہ پر لی، اور اسے محفوظ جگہ پر رکھا، پھر وہ سائیکل وہاں سے گم ہوگئی، تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ اس کی طرف سے تعدّی (زیادتی) نہیں پائی گئی، ہاں! اگر وہ اُسے محفوظ جگہ نہ رکھے، اور کوئی اسے لے جائے، تو اس صورت میں اس پر ضمان واجب ہوگا، کیوں کہ اس کی طرف سے تعدّی پائی گئی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا يضمن ما هلک في يده وإن شرط عليه الضمان) لأن شرط الضمان في الأمانة باطل كالمودع (وبه يفتىٰ) كما في عامة المعتبرات ، وبه جزم أصحاب المتون فكان هو المذهب . (۹/۷۶) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۵۲۸،کراچی)

ما في " المختصر القدوري " : والمتاع أمانة في يده إن هلک لم يضمن شيئاً عند أبي حنيفة . (ص/۳۷۸ ، الهداية :۳/۳۰۸ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير ، البحر الرائق : ۸/۴۶ ، باب ضمان الأجير ، تبيين الحقائق : ۶/۱۳۷ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

ما في " شرح المجلة " : المأجور أمانة في يد المستأجر إن كان عقد الإجارة صحيحا أو لم يكن . [المادة :۶۰۰] المأجور أمانة في يد المستأجر إن كان عقد الإجارة صحيحا أو فاسدا أو باطلا بالنسبة إلى الأجر والمستأجر لما بينهما من الاتفاق .... يلزم الضمان على المستأجر لو تلف المأجور أو طرأ على قيمته نقصان بتعديه ، مثلاً لو ضرب المستأجر دابة الكراء فماتت منه أو ساقها بعنف وشدة فهلكت لزمه ضمان قيمتها . [المادة :۶۰۲] .... حركة المستأجر على خلاف المعتاد تعد ويضمن الضرر والخسارة التي تتولد منها مثلا لو استعمل الثياب التي استكراها على خلاف عادة الناس وبليت يضمن كذلک لو احترقت الدار المأجورة بظهور حريق فيها بسبب اشعال المستأجر النار أزيد من الناس يضمن . [المادة :۶۰۳] . (۱/۲۹۵ - ۲۹۸ ، ضمان الإجارة وعدمه)

ڈاکیہ کا پیسے وصول کرنا

مسئلہ (۴۶۶): آج کل ڈاکیہ لوگ جب کسی کا منی آرڈر لاتے ہیں، تو اس شخص سے جس کا منی آرڈر آیا ہے کچھ نہ کچھ رقم ضرور لیتے ہیں، جب کہ منی آرڈر بھیجنے والا منی آرڈر کرتے وقت ہی اس کا معاوضہ (فیس) ادا کرچکا ہوتا ہے، اور ڈاکیہ کو حکومت ڈاک رسانی کی خدمت کا معاوضہ ادا کرتی ہے، اس لیے ڈاکیہ کا منی آرڈر پہنچانے پر رقم کا مطالبہ کرنا قطعاً جائز نہیں، کیوں کہ یہ رشوت کے حکم میں ہے، اور شرعاً رشوت لینا جائز نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿سمّٰعون للكذب اكّٰلون للسُّحت﴾ . (سورة المائدة : ۴۲)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال ابن مسعود وغيره : السحت الرشا .

(۱۸۳/۳ ، المائدة)

ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله بن عمرو رضى الله تعالى عنه قال : " لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي " . (۲۴۸/۱ ، أبواب الأحكام ، في الراشي والمرتشي)

ما في " اعلاء السنن " : والحاصل أن حد الرشوة هو ما يؤخذ عما وجب على الشخص سواء كان واجباً على العين أو على الكفاية ، وسواء كان حقاً للشرع كما فى القاضى وأمثاله .

(۶۷/۱۵ ، كتاب القضاء ، باب الرشوة ، تحقيق معنى الرشوة)

(کتاب الفتاوی: ۳۸۹/۵، منی آرڈر کی اجرت)

قلی کا زیادہ قیمت لینا

مسئلہ (۴٦۷): آج کل ریلوے اسٹیشنوں پر قلیوں کی بھر مار رہتی ہے، وہ لوگوں کا سامان اٹھاتے ہیں، اس میں کبھی کسی سے زیادہ رقم لیتے ہیں، اور کسی سے کچھ کم، جب کہ سرکار کی طرف سے یہ متعین ہوتا ہے کہ کتنے سامان پر کتنی قیمت لیں گے، تو ریاستی جائز قوانین کی پابندی کرنا شرعاً ضروری ہے [۱]، اس کی خلاف ورزی کرنا اپنے جان و مال کو خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے، جس سے شریعت نے منع کیا ہے [۲]، لیکن اجارہ چونکہ مستاجر اور اجیر (مالک ومزدور) کے درمیان ان کی رضامندی سے طے شدہ عقد کا نام ہے، اس میں کسی ثالث (تیسرے فریق) کی دخل اندازی سے اس کی صحت پر (جب کہ یہ اجارہ صحیح ہو) کوئی اثر نہیں پڑتا [۳]، لہٰذا قلی لوگوں کا زیادہ رقم لینا درست ہے، اور لی گئی رقم بھی حلال ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (أمر السلطان إنما ینفذه) أی یتبع ولا تجوز مخالفته .... صاحب البحر ذکر ناقلاً عن أئمتنا أن طاعة الإمام في غیر معصیة واجبة ، فلو أمر بصوم یوم وجب ، وقدمنا أن السلطان لو حکم بین الخصمین ینفذ في الأصح .
(۱۰٦/۸ ، کتاب القضاء ، مطلب طاعة الإمام واجبة)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة﴾ . (سورة البقرة: ۱۹۵)

(۳) ما في " الفتاوی الهندیة " : وأما شرائط الصحة فمنها رضا المتعاقدین ومنها أن یکون المعقود علیه وهو المنفعة معلوماً علماً یمنع المنازعة ، فإن کان مجهولاً جهالة مفضیة إلی المنازعة یمنع صحة العقد وإلا فلا . (۴۱۱/۴ ، کتاب الإجارة)=

رقم لے کر ویزا دلوانا

مسئلہ (۴۶۸): کسی شخص کو ویزا درکار تھا، اس نے اپنے طور پر غیر ملکی سفارت خانہ سے ویزا حاصل کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہوسکا، اب دوسرا شخص اس سے یہ کہے کہ اگر آپ مجھے اتنی رقم دو، تو میں آپ کو ویزا دلواتا ہوں، تو اگر اس آدمی کو باقاعدہ طور پر ایک یا دو دن کے لیے اجیر (مزدور) بنالیا گیا، تو اس رقم کے لینے دینے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر شخص مذکور کے لیے مدتِ اجارہ متعین نہیں کی گئی، تو یہ اجارہ، اجارۂ فاسدہ ہوجائے گا، اور شخصِ مذکور اجرتِ مثل کا حق دار ہوگا، نہ کہ اجرتِ متعینہ کا۔[1]

=ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : شرائط الصحة أنواع ؛ النوع الأول : رضاء العاقدين ، النوع الثاني : تعيين الأجرة ، النوع الثالث : تعيين المأجور . (۱/۴۹۶ ، كتاب الإجارة ، الفصل الثاني في شروط إنعقاد . الخ) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۶۰۷،۶۰۸، کراچی)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يلزم في صحة الإجارة أي (عدم فسادها) تعيين الماجور ..... لأن الجهل بالمأجور يستلزم الجهل بالمنفعة وهو مما يؤدي إلى التنازع فإن تعين المأجور بعد العقد وحصل رضاء الطرفين فالإجارة صحيحة . (۱/۵۰۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى قاضي خان " : أهل بلدة ثقلت عليهم المؤنات فاستأجروا رجالاً بأجر معلوم ليذهب إلى السلطان ويرفع القصة ليخفف عنهم السلطان نوع تخفيف وأخذ الأجر من عامة أهل البلدة من الأغنياء والفقراء قالوا : إن كان بحال لو ذهب إلى بلدة السلطان يتهيأ له اصلاح الأمر فى يوم أو يومين جاز الإجارة ، وإن كان بحال لا يحصل المقصود فى يوم أو يومين وإنما يحصل فى مدة فإن وقتوا الإجارة وقتاً جازت الإجارة وله كل المسمى وإن لم يوقتوا فسدت الإجارة وكان له أجر المثل على أهل البلدة على قدر مؤنتهم ومنافعتهم. (۱۸/۳، باب الإجارة الفاسدة ، الفتاوى الهندية :۵۲۶/۴ ، الباب الثاني والثلاثون في المتفرقات ، شرح المجلة: ص/۳۰۶ ، المادة :۵۴۰) (فتاوی حقانیہ:۶/۲۶۸)

بکری کی پیداوار میں برابر کی حصہ داری

مسئلہ (۴۶۹): کوئی شخص اپنی بکری، مرغی وغیرہ دوسرے شخص کو پالنے کے لیے دیدے، کہ اس سے پیدا شدہ بکریوں اور مرغیوں کو آپس میں برابری کے طور پر تقسیم کرلیں گے، تو یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے، اس لیے پیدا شدہ بچے، بکری یا مرغی والے کے ہوں گے، اور جس نے پالا پوسا وہ اجرتِ مثل، اور چارہ پانی کے لیے جو کچھ خرچ کیا اس کا حق دار ہوگا۔ (۱)

ٹیوب ویل کا پانی اجرت پر دینا

مسئلہ (۴۷۰): ٹیوب ویل کے پانی کی اجرت اور مدت اگر متعین ہو، تو اس کو اجرت پر دینا جائز ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى الكاملية " : سئلت عن البقرة دفعها مالكها لرجل على أن يعلفها ويقوم بها وما حدث عنها من النتاج يكون بينهما نصفين فهل لا يصح ؟ فالجواب : لا يصح وما حدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله . (ص/۵۵ ، كتاب الشركة ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۵۹۶، کراچی) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۵۹۶، ۵۹۷، کراچی)

ما في " الفتاوى الهندية " : دفع بقرة إلى رجل على أن يعلفها وما يكون من اللبن والسمن بينهما انصافاً فالإجارة فاسدة وعلى صاحب البقرة للرجل أجر قيامه وقيمة علفه إن علفها من علف هو ملكها لا على ما سرحها في المرعى ويرد كل اللبن إن كان قائماً ، وإن أتلف فالمثل إلى صاحبها ...... وكذا لو دفع الدجاج على أن البيض بينهما لا يجوز والحادث كله لصاحب الدجاج . (۴/ ۴۴۵ ، كتاب الإجارات ، الباب الخامس عشر ، الفصل الثالث)

الحجة على ما قلنا : =

ایامِ تعطیلات کی تنخواہ

مسئلہ (۴۷۱): ایامِ تعطیلات چوں کہ ایامِ عمل کے تابع ہوتے ہیں، اس لیے چھٹیوں کی تنخواہ مدرسینِ مدرسہ کو لینا جائز ہے، مدرسین اجیرِ خاص کی حیثیت رکھتے ہیں، اور معروف بھی یہی ہے کہ اساتذہ کی چھٹیوں کی تنخواہ وضع نہیں کی جاتی ہے، لہٰذا ''اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ'' قاعدے کے تحت اس تنخواہ کا لینا جائز ہوگا۔ (۱)

=(۱) ما في '' خلاصة الفتاوی '' : عقد الإجارة لا یجوز إلا أن یبین البدل من الجانبین جمیعًا، أما بیان المنفعة فبإحدی معان ثلاثة : بیان الوقت وهو الأجل وبیان العمل وبیان المکان . (۳/۱۰۳، الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة : ۵/۱۱)

ما في '' درر الحکام شرح مجلة الأحکام '' : یشترط أن تکون الأجرة معلومة . (۱/۵۰۳)

(الدر المختار مع الشامیة : ۲/۱۶۷) (فتاوی حقانیہ:۶/۲۵۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في '' درر الحکام شرح مجلة الأحکام '' : إذا استوجر استاذ لتعلیم علم کالفقه ، والنحو، والصرف ، فإن ذکرت مدة کالشهر والسنة ، وذکرت الأجرة أیضاً صحت الإجارة، وانعقدت علی المدة ، حتی أن الأستاذ یستحق الأجرة لکونه حاضراً ، ومهیئاً للتعلیم قرأ التلمیذ أو لم یقرأ ، لأن الأستاذ قد أصبح أجیرًا خاصًّا . (۱/۲۵۴)

ما في '' الأشباه والنظائر لإبن نجیم '' : ومنها : البطالة فی المدارس کأیام الأعیاد ، ویوم عاشوراء ، وشهر رمضان في درس الفقه ، لم أرها صریحةً في کلامهم ، والمسألة علی وجهین ، فإن کانت مشروطة لم یسقط من المعلوم شيء ، وإلا فینبغي أن یلحق ببطالة القاضي . (أشباه) وفي شرح الحموي علی الأشباه لإبن نجیم : قوله : ومنها : البطالة في المدارس الخ ، فی الذخیرة : قال أبو اللیث : من یأخذ الأجرة من الطّلبة فی یوم لا درس علیه أرجو أن یکون جائزًا . انتهی . (۱/۳۳۵ ، الفن الأول في القواعد الکلیة – النوع الأول ، القاعدة السادسة : العادة محکمة) (احسن الفتاویٰ:۷/۲۸۷،فتاوی رحیمیہ:۹/۳۰۲)

حج میں جانے والے مدرس یا ٹیچر کی تنخواہ

مسئلہ (۴۷۲): اگر مدرس کو رکھتے وقت اس کے ساتھ حج بیت اللہ کے سلسلے میں کسی قسم کا کوئی معاہدہ کیا گیا تھا، تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا، خواہ یہ معاہدہ کل تنخواہ دینے کا ہو، یا نصف کا، یا رخصت بلا تنخواہ، ہر قسم کا معاہدہ شرعاً ہوسکتا ہے [۱]، اور اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا تھا، تو اگر مدرسہ کا اس کے متعلق کوئی طے شدہ دستور ہے، جس سے مدرس بھی واقف ہے، تو اسی کے مطابق عمل ہوگا [۲]، ورنہ عُرف ورَواج کا اعتبار ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ . (الإسراء :۳۳)

ما في " التفسير المنير " : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولا﴾ . أى أوفوا بالعهد الذى تعاهدون عليه الناس وبالعقود التى تعاملونهم بها ، فإن العهد والعقد كل منهما يسأل صاحبه عنه ونظير الآية : ﴿يآيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . فالعهد فضيلة وميثاق والعقد التزام وارتباط ، والاخلال بالعهد خيانة ونفاق ، والتخلل من العقد اهدار للثقة وتضيع للحقوق ، فيجب شرعاً الوفاء بالعهد ، وتنفيذ مقتضى العقد فمن أخلف بوعده ولم يوف بعهده ولم ينفذ التزام عقده وقع فى الإثم والمعصية وأخل بمقتضى الإيمان والدين ، والعهد أمر عام يشمل كل ما بين الإنسان وبين الله والنفس والناس والعقد كل التزام يلتزمه الإنسان كعقد اليمين والنذر ، وعقد البيع والشركة والإجارة والصلح والزواج وكل عقد لأجل توثيق الأمر وتوكيده فهو عهد . (۷۸/۸)

ما في " فيض القدير للمناوي " : " المسلمون على شروطهم " . أى الجائزة شرعاً أى ثابتون عليها واقفون عندها وفى التعبير بعلى إشارة إلى علو مرتبتهم وفى وصفهم بالإسلام ما يقتضى الوفاء بالشرط ويحث عليه . (۲۷۲/۶)

(۲) ما في " قواعد الفقه " : المعروف بالعرف كالمشروط شرعاً . (ص/۱۲۵)

(فتاوی مفتی محمود:۵۶۳/۳)

امام ومؤذن کے ایام غیر حاضری کی تنخواہ

مسئلہ (۴۷۳): امام ومؤذن کی حیثیت اجیرِ خاص کی ہے، اور اجیرِ خاص کا حکم یہ ہے کہ جن ایام میں عمل سے غیبت رہی، وہ ان ایام کی تنخواہ کا حق دار نہیں ہوگا[1]، سوائے اس غیبت کے جو معروف ہو (یعنی وہ ایام غیر حاضری جن میں عامۃً تنخواہ وضع نہیں کی جاتی ہے)، اس کی تنخواہ لینا درست ہے[2]، البتہ اگر امامت کا معاملہ طے کرتے وقت یہ شرط لگائی گئی ہو کہ امام صاحب مہینہ ڈیڑھ مہینہ غیر حاضر رہے، تب بھی وہ تنخواہ کے حق دار ہوں گے[3]، تو اس صورت میں تنخواہ دینا لازم ہوگا، اور امام صاحب کا مطالبہ کرنا بھی جائز ہوگا، اور اگر بوقتِ تقرری ایسی کوئی شرط نہیں لگائی گئی تھی، تو دونوں باتیں شرعاً درست نہیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنوير الأبصار مع الدر والرد " : الأجراء على ضربين : مشترک وخاص ..... والثاني الخاص : وهو من يعمل لواحد مؤقتاً بالتخصيص ، ويستحق الأجر بتسليم نفسه فى المدة وإن لم يعمل . تنوير مع الدر . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : وحكمها .... أي الأجير الخاص لا يمكنه أن يعمل لغيره لأن منافعه فى المدة صارت مستحقة للمستأجر والأجر مقابل بالمنافع ، ولهذا يبقى الأجر مستحقاً وإن نقض العمل .

(۹/۷۵، ۷۶ – ۸۱، ۸۲ ، كتاب الإجارة ، مبحث الأجير المشترک)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان فى مدة الإجارة حاضراً للعمل ، ولا يشترط عمله بالفعل ولكن ليس له أن يمتنع عن العمل ، وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (۱/۴۵۸ ، المادة :۴۲۵)

(۲) ما في " رد المحتار " : قال الشامي رحمه الله : وفى القنية من باب الإمامة : إمام =

سرکاری ملازم کا ڈیوٹی ادا کیے بغیر تنخواہ لینا

مسئلہ (۴۷۴): سرکاری ملازم اجیرِ خاص کے درجے میں ہوتا ہے، لہٰذا باقاعدگی کے ساتھ ڈیوٹی ادا کرنے پر تنخواہ واجرت کا مستحق ہوگا، اور ڈیوٹی ادا نہ کرنے پر تنخواہ لینا جائز نہیں ہے۔ (۱)

=یترک الإمامة لزیارة أقربائه في الرساتیق أسبوعاً أو نحوه لمصیبة أو لاستراحة لا بأس به ، ومثله عفو في العادة والشرع ، وهذا مبنی علی القول بأن خروجه أقل من خمسة عشر یوماً بلا عذر شرعي لا یسقط معلومه ، وقد ذکر فی الأشباه والنظائر في قاعدة : " العادة محکمة" . عبارة القنیة هذه ، وحملها علی أنه یسامح أسبوعاً في کل شهر ، واعترضه بعض محشیه بأن قوله فی کل شهر لیس في عبارة القنیة ما یدل علیه ، قلت : والأظهر ما في آخر شرح منیة المصلي للحلبي أن الظاهر أن المراد في کل سنة . (۶/ ۲۳۰، کتاب الوقف ، مطلب فیما إذا قبض المعلوم وغاب قبل تمام السنة ، الأشباه والنظائر لإبن نجیم : ۱/ ۳۳۷)

ما في " درر الحکام شرح مجلة الأحکام " : " المعروف عرفًا کالمشروط شرطاً " .

(۱/ ۵۱ ، المادة: ۴۳ ، شرح القواعد الفقهیة :ص/ ۲۳۷)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : عن عمرو بن عوف المزني ، عن أبیه ، عن جده أن رسول اللّٰه ﷺ قال : "المسلمون علی شروطهم إلا شرطاً حرم حلالاً أو أحل حراماً " . (۱/ ۲۵۱ ، کتاب البیوع ، أبواب الأحکام) (فتاوی دارالعلوم:۳/ ۸۷، ۸۸، کتاب الفتاوی:۲/ ۳۱۳، ۳۱۴)

ما في " جمهرة القواعد الفقهیة " : " المسلمون عند شروطهم " . (۱/ ۱۷۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : والثاني وهوالأجیر الخاص ویسمی أجیر وحد وهو من یعمل لواحدٍ عملاً موقتاً بالتخصیص ویستحق الأجر بتسلیم نفسه في المدة وإن لم یعمل کمن استؤجر شهراً للخدمة أو شهراً لرعي الغنم المسمی بأجر مسمی .... ولیس للخاص أن یعمل لغیره ، ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل ..... وإن لم یعمل أي إذا تمکن من العمل فلو سلم نفسه ولم یتمکن منه لعذر کمطر ونحوه لا أجر له . =

غیر حاضری کے باوجود مدرسین کا تنخواہ لینا

مسئلہ (۴۷۵): اگر کسی شہر میں کوئی نیا مدرسہ یا اسکول کا افتتاح عمل میں آیا ہو، اور افتتاح کے ساتھ ہی اساتذہ کا تقرر بھی عمل میں آچکا ہو، جب کہ طلبہ ابھی مدرسہ میں حاضر نہیں ہیں، اور طلبہ کے نہ ہونے کی وجہ سے اساتذہ بھی اسکول یا مدرسہ میں حاضر نہیں ہوتے ہیں، تو ان حالات میں اساتذۂ کرام کا تنخواہ لینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ مدرس کی حیثیت اجیرِ خاص کی ہے، اور اجیرِ خاص اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ مدتِ اجارہ میں عمل کے لیے حاضر ہو۔ (۱)

=(۸۲/۹ ، کتاب الإجارة ، البحر الرائق : ۵۲/۸ ، کتاب الإجارة)

ما في " المبسوط للسرخسي " : ان أجير الواحد لا يكون ضامناً لما تلف في يده من غير صنعه وهو الذي يستوجب البدل بمقابلة منافعه حتى إذا سلم النفس استوجب الأجر وإن لم يستعمله صاحبه ، ولا يملك أن يؤجر نفسه من آخر في تلك المدة .

(۱۱۵/۱۵ ، کتاب الإجارة)

(فتاویٰ محمودیہ:۵۷۲/۱۶،کراچی،فتاویٰ حقانیہ:۲۵۰/۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفي الحموي : سئل المصنف لعدم وجود الطلبة ، فهل يستحق المعلوم ؟ أجاب : إن فرغ نفسه للتدريس بأن حضر المدرسة المعيّنة لتدريسه استحق المعلوم ، لا مكان التدريس لغير الطلبة المشروطين . (۴۴۴/۶)

ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان فى مدة الإجارة حاضراً للعمل .... غير أنه يشترط أن يتمكن من العمل ، فلو سلم نفسه ولم يتمكن فيه لعذر كالمطر والمرض ، فلا أجر له ، ولكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (۲۳۹/۱)

اَخراجات سے زائد رقم کی جعلی رسید بنوانا

مسئلہ (۴۷۶): اگر کسی کمپنی کی طرف سے یہ طے ہو کہ ملازم دورانِ سفر آنے والے تمام اَخراجات خود برداشت کرے، پھر ان کا ثبوت ٹکٹ وغیرہ کی صورت میں جمع کرائے، کمپنی اس کے مطابق اس کو رقم دیدے گی، اس صورت میں اگر کوئی ملازم اَخراجات سے زائد رقم کی جعلی رسید بنواتا ہے، تو یہ دھوکہ دہی ہے، جو شرعاً منع ہے[1]، لہٰذا اَخراجات سے زائد رقم کی جعلی رسیدیں (Invoices) بنواکر رقم حاصل کرنا ممنوع وحرام ہوگا، اور یہ رقم اس ملازم کے لیے حلال نہ ہوگی، بلکہ متعلقہ کمپنی کو واپس کردینا ضروری ہوگا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : قال النبي ﷺ : " من غشّنا فليس منا " ..... والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغش وقالوا : الغش حرام . (۱/۲۴۵ ، أبواب البيوع ، باب ما جاء في كراهية الغش)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا تأكلوٓا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارةً عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " صحيح مسلم " : " كل المسلم على المسلم حرام ؛ دمه وماله وعرضه " .

(۲/۳۱۷ ، كتاب البر ، باب تحريم الظن والتجسس والتنافس)

ما في " بدائع الصنائع " : قال النبي ﷺ : " لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه " . فلا يصح مع الكراهة والهزل والخطأ . (۵/۵۳۸ ، كتاب الإجارة)

ما في " رد المحتار " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه . (۷/۲۲۳ ، كتاب البيوع ، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية :۶/۳۶۰ ، كتاب الكراهية ، الرابع في الهدية) (تجارتی کمپنیوں کا لائحہ عمل :ص/۱۰۰)

ایامِ احتجاج کی تنخواہ

مسئلہ (۴۷۷): سرکاری ونجی مدارس کے اساتذہ اجیرِ خاص کے حکم میں ہیں، اور اجیرِ خاص اجرت کا مستحق اس وقت ہوتا ہے، جب کہ وہ مفوّضہ امر (سپرد کیا گیا کام) کو پورا کرے، اگر وہ مفوضہ امر پورا کرنے سے باز رہے، تو اجرت کا مستحق نہیں ہوتا ہے، کیوں کہ اس صورت میں محض تسلیمِ نفس سے استحقاقِ اجرت ثابت نہیں ہوگا، اس لیے اگر اساتذہ مفوّضہ کام کو پورا نہ کریں، احتجاج وہڑتال کریں، اور طلبہ کو پڑھانے سے باز رہیں، تو ان کے لیے ان ایام کی تنخواہ لینا شرعاً جائز نہیں ہے، گرچہ مدرسہ کے وقت میں حاضر رہے ہوں۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح المجلة " : الأجير الخاص يستحق الأجرة إذا كان في مدة الإجارة حاضراً للعمل ، ولا يشترط أن يتمكن من العمل فلو سلم نفسه ولم يتمكن منه لعذر كالمطر والمرض فلا أجر له . " الدر المنتقى " . لكن ليس له أن يمتنع عن العمل وإذا امتنع لا يستحق الأجرة . (ص/۲۳۹ ، الباب الأول في الضوابط العمومية)

معاہدہ کی خلاف ورزی پر زرِ ضمانت ضبط کرنا

مسئلہ (۴۷۸): اگر کرایہ دار نے کرایہ داری کا معاملہ کرتے وقت، مالکِ مکان یا دکان سے یہ معاہدہ کیا کہ میں مکان یا دکان اپنے ذاتی کاروبار کے لیے لے رہا ہوں، جب تک میں آباد رہوں گا صرف اپنا کاروبار کروں گا، اور کسی بھی شخص کو اس میں نہیں رکھوں گا، یا کسی اور سے اس مکان یا دکان میں کاروبار نہیں کراؤں گا، اور نہ اس دکان کو کسی ناجائز ذریعہ سے کسی دوسرے شخص کو ٹھیکہ یا پگڑی پر دوں گا، تو اُس پر اِس معاہدہ کی پابندی ضروری ہوگی، اگر وہ اس کے خلاف کرے، تو اُسے اِس معاہدہ پر عمل کے لیے مجبور کیا جائے گا[1]، البتہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں مالکِ مکان یا دکان کو اس کے زرِ ضمانت کو ضبط کرنے کا شرعاً حق نہیں ہوگا۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير للشوكاني " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . قال الزجاج : المعنى أوفوا بعقد الله عليكم وبعقدكم بعضكم على بعض ، والعقد الذي يجب الوفاء به ما وافق كتاب الله وسنة رسول الله . (۱/۴۴۴ ، سورة المائدة : ۱)

(۲) ما في " فتح القدير للشوكاني " : قوله تعالى ﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . والحاصل أن ما لم يبح الشرع أخذه من مالكه فهو مأكول بالباطل وإن طابت به نفس مالكه . (۱/۱۵۴ ، سورة البقرة : ۱۸۸)

ما في " بدائع الصنائع " : قال النبي ﷺ : " لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب من نفسه " . (۵/۵۳۷)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۶/ ۳۵، کتب خانہ نعیمیہ)

کتاب الکفالة

☆......کفالہ کے مسائل......☆

عقد کفالہ

مسئلہ (۴۷۹): کفالہ؛ لغت میں ''ضم'' یعنی ملانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، کفالہ کی اصطلاحی تعریف: ''کسی مطالبے کے معاملے میں ایک شخص کی ذمہ داری کے ساتھ کسی دوسرے کی ذمہ داری کو ملا دینا''۔ ''کفالہ'' کہلاتا ہے[1]، کفالہ کی مشروعیت کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' المبسوط للسرخسي '' : قال الشيخ الإمام السرخسي : الكفالة مشتقة من الكفل ، وهو الضم ..... (أحدهما) الضم فى المطالبة .... (والطريق الآخر) أن تنضم ذمة الكفيل إلى ذمة الأصيل في ثبوت أصل الدين . (۱۹/۱۶۴ ، كتاب الكفالة)

ما في '' تنوير الأبصار مع الدر والرد '' : (هي) لغةً الضم ..... وشرعاً: (ضم ذمة) الكفيل (إلى ذمة) الأصيل (في المطالبة مطلقاً) بنفس أو بدين أو عين . (۷/۴۳۰ ، كتاب الكفالة)

ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : الكفالة لغة : .... هى الضم .... واصطلاحاً في الأصح عند الحنفية : هي ضم ذمة إلى ذمة في المطالبة مطلقاً أي ضم ذمة الكفيل إلى ذمة المدين في المطالبة بنفس أو بدين أو عين . (۶/۴۱۴۳ ، كتاب الكفالة ، تعريفها)

(۲) ما في '' الفقه الإسلامي وأدلته '' : الكفالة في الجملة مشروعة بالكتاب والسنة والإجماع . (۶/۴۱۴۲ ، الكفالة ، مشروعية الكفالة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۹۴)

عقد کفالہ میں مکفول عنہ کی جہالت

مسئلہ (۴۸۰): کوئی آدمی اپنے مخاطب سے یہ کہے کہ؛ اس شہر والوں میں سے جس کے ذمہ بھی تمہارا قرض واجب ہے، میں اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں، اور مخاطب اسی مجلس میں مقروض کا نام بھی بتلا دے تو یہ درست ہے، اگرچہ کفیل کے کلام میں مکفول عنہ مجہول ہے، مگر مکفول لہٗ کے اپنے مدیون کا نام بتلا دینے کی وجہ سے جہالت ختم ہوگئی، لہٰذا عقد کفالہ کی یہ صورت شرعاً درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ولا) تصح أيضاً (بجهالة المكفول عنه) فی تعليق وإضافةٍ . (۴۶۰/۷)

ما في " ترتيب اللآلي في سلک الأمالي " : جهالة المكفول له تبطل الكفالة وكذا جهالة المكفول عنه . (۲۱۹/۱)

ما في " تبيين الحقائق " : وجهالة المكفول له أو المكفول عنه تمنع حتى لو قال : من غصبک من الناس أو بايعک أو قتلک فأنا كفيل عنه ، أو قال : من عصبته أنت أو قتلته فأنا كفيل له عنک لا يجوز . (۳۶/۵) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۳۰۹)

مال مجہول کی ضمانت لینا

مسئلہ (۴۸۱): اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے مجہول وغیر متعین مال کی ضمانت لے، مثلاً؛ یہ کہے کہ تمہارا جتنا بھی قرضہ فلاں شخص کے ذمہ ہے، میں ان سب کا ضامن ہوں، یا یہ کہے کہ تم فلاں کو جتنا بھی قرض دو گے میں اس کا ضامن ہوں، تو اس طرح کا معاملہ کرنا شرعاً درست ہے، کیوں کہ ائمۂ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک کفالہ میں مالِ مجہول کی ضمانت لینا جائز ہے۔ [1]

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : قوله : (ولو المال مجهولاً) لابتنائها على التوسع ، وقد أجمعوا على صحتها بالدرک مع أنه لا يعلم كما يستحق من المبيع .

(۷/۴۵۳ ، كتاب الكفالة ، مطلب كفالة المال قسمان)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ضمان المجهول لا يشترط فى الكفالة بالمال عند الجمهور الفقهاء أن يكون الدين معلوم القدر والصفة والعين ، فتصح الكفالة بالمعلوم كقوله : تكفلت عنه بألف ، أو بالمجهول كقوله : تكفلت عنه بمالک عليه ، أو بما يدريک فى هذا البيع من الضمان ، لأن الكفالة عقد تبرع مبينة على التوسع ، فيحتمل فيها الجهالة بعكس البيع . (۶/۴۱۶۲ ، كتاب الكفالة ، المبحث الثاني)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۲،۳۰۳)

کفالہ کو شرط کے ساتھ معلق کرنا

مسئلہ (۴۸۲): حنفیہ کے نزدیک عقدِ کفالہ کو کسی شرط سے معلق کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(ا) پہلی صورت: ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے جو اس عقد کے ملائم اور مناسب ہو۔ ایسی شرط کے ساتھ عقد کو معلق کرنا جائز ہے، اس کی مزید تین صورتیں ہیں:

۱- ایسی شرط لگائی جائے جس کے پائے جانے سے حق ادا کرنا لازم ہو جاتا ہو، جیسے یوں کہا جائے کہ: اگر کوئی شخص اس مبیع کا مالک نکل آیا، تو میں اس کی قیمت کی ادائیگی کی ضمانت لیتا ہوں۔

۲- ایسی شرط لگائی جائے جس کی وجہ سے کفیل کے لیے اپنا حق وصول کرنا آسان ہو، مثلاً زید بکر کی طرف سے کفیل بنتے ہوئے یوں کہے کہ: اگر بکر آ گیا تو میں اس کی طرف سے ضامن ہوں۔

۳- ایسی شرط لگائی جائے جس کے پائے جانے کی صورت میں مکفول لہ، یعنی صاحبِ حق کے لیے اپنا حق وصول کرنا بہت مشکل ہو جائے، مثلاً زید بکر کی طرف سے ضامن بنتے ہوئے یوں کہے کہ: اگر بکر ملک چھوڑ کر باہر چلا گیا، تو میں اس کی طرف سے ادائیگیٔ حق کا ضامن ہوں۔ ظاہر ہے کہ اگر بکر واقعۃً ملک چھوڑ کر باہر چلا گیا، تو صاحبِ حق کے لیے اس سے اپنا حق وصول کرنا مشکل ہو جائے گا۔

ان تین صورتوں میں عقدِ کفالہ کی تعلیق جائز ہے۔ [1]

(۲) دوسری صورت: ایسی شرط کے ساتھ معلق کیا جائے جو عقدِ کفالہ کے ملائم اور مناسب نہ ہو، جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ: اگر بارش ہوگئی تو میں زید کی طرف سے ضامن ہوں ورنہ نہیں۔ اس قسم کی شرط کے ساتھ عقد کو معلق کرنا جائز نہیں۔

تعلیق کے بارے میں حنفیہ کے اصل اُصول کی روشنی میں عقدِ کفالہ کی تعلیق مطلقاً جائز ہونی چاہیے تھی، کیوں کہ کفالہ عقودِ معاوضہ میں سے نہیں، لیکن دوسری صورت میں تعلیق کو اس لیے ناجائز قرار دیا گیا ہے کہ اس صورت میں غرر اور خطر بہت واضح ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : وتصح لو علقت بشرط صحيح ملائم أي موافق للكفالة بأحد أمور الثلاثة بكونه شرطاً للزوم الحق كان استحق المبيع أو شرطاً لإمكان الاستيفاء نحو إن قدم زيد فعليّ ما عليه من الدين وهو مكفول عنه ، أو شرطاً لتعذره أي الاستيفاء نحو إن غاب زيد عن المصر فعليّ وأمثلته كثيرة فهو جملة الشروط التي يجوز تعليق الكفالة بها . (۴۵۷/۲ ، كتاب الكفالة ، قبيل مطلب في تعليق الكفالة)

(البحر الرائق : ۳۷۹/۶ ، كتاب الكفالة)

(۲) ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ولا تصح) إن علقت بغير ملائم (نحو إن هبت الريح أو جاء المطر) لأنه تعليق بالخطر ولا يلزم المال . (۴۵۹/۷)

ما في " البحر الرائق " : ويصح تعليق الكفالة بشرط ملائم كشرط وجوب الحق .... ولا يصح بنحو إن هبت الريح . (۳۷۰/۶ ، كتاب الكفالة ، تبيين الحقائق: ۳۶/۵)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۹۷، ۲۹۸)

کفالت کی اضافت مدتِ غیر متعینہ کی طرف

مسئلہ(۴۸۳): اگر کوئی شخص عقدِ کفالہ کی اضافت مستقبل کی ایسی مدت کی طرف کرے، جس کا پایا جانا غیر یقینی ہو، جیسے بارش کا برسنا، تو یہ اضافت باطل ہو جائے گی، اور حق کی ادائیگی فوراً لازم ہو جائے گی، اور اگر وہ مدت یقینی ہو تو ایسی صورت میں کفالہ کا معاملہ بھی صحیح ہے، اور اس مدت کے آنے پر ادائیگی بھی لازم ہو جائے گی۔ (۱)

مکفول لہ کی جہالت

مسئلہ(۴۸۴): مکفول لہ کی جہالتِ فاحشہ عقد کفالہ کو فاسد قرار دیتی ہے، جیسے کہ اگر کوئی شخص کسی سے عقد کفالہ اس طرح کرے کہ جس شخص کا بھی تجھ پر قرض ہے، میں تمہاری طرف سے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوں، تو یہ عقد کفالہ جہالتِ فاحشہ کی بنا پر شرعاً صحیح نہیں ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " التنویر مع الدر والرد " : تصح لو علقت بشرط صریح ملائم أی موافق للکفالة بأحد أمور الثلاثة ، بکونه شرط للزوم الحق ..... أو شرطاً لإمکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیه من الدین ..... وهو مکفول عنه أو شرطاً لتعذره أی الاستیفاء نحو إن غاب زید عن المصر فعلي وأمثلته کثیرة ، فهذه جملة الشروط التی یجوز تعلیق الکفالة بها ولا تصح إن علقت بغیر ملائم نحو إن هبت الریح أو جاء المطر لأنه تعلیق بالخطر . (۸/۴۵۷ ، مطلب فی تعلیق الکفالة بشرط غیر ملائم ، البحر الرائق : ۶/۳۷۰ ، کتاب الکفالة)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۹۷)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولمن جآء به حمل بعیر وأنا به زعیم﴾ . (یوسف:۷۲)

ما في " صحیح البخاري " : عن أبي هریرة رضي الله تعالی عنه : " فمن تُوُفِّيَ من المؤمنین=

مکفول لہ کے آنے تک دوسرے کا کفیل بننا

مسئلہ (۴۸۵): اگر کوئی شخص کسی کی طرف سے کفیل بنے، اور یوں کہے کہ اگر مکفول لہ ایک مہینے تک آ گیا، تو پھر وہ خود ہی اپنے ذمہ کو پورا کرے گا، اور اگر ایک مہینہ تک نہیں آیا، تو میں اس کی طرف سے کفیل ہوں، عقد کفالہ کی یہ صورت فقہاء کے مابین مختلف فیہ ہے، حنفیہ میں سے امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور مالکیہ وحنابلہ رحمہم اللہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، جب کہ امام محمد اور امام شافعی رحمہما اللہ اس صورت کو ناجائز کہتے ہیں، اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ایسی شرط لگانا مقتضائے عقد میں شامل ہے یا نہیں؟ جن حضرات نے اسے جائز قرار دیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ ایسی شرط بھی عقد کفالہ کے لیے ملائم اور مناسب ہے، اور عقد کفالہ کے

=فترک دَینًا فعليّ قضاؤُہ". (۱/۳۰۸، رقم الحدیث :۲۲۴۳)

ما في " اعلاء السنن " : أن المانع هو الجهالة الفاحشة كما إذا ضمن ما على أحد من الناس وهم غير معلومين أو كل لأحد من الناس وهم غير محدودين وأما إذا ضمن ما على أحد من جماعة معلومة أو كفل لأحد من الناس وهم محدودين فيجوز بدليل احتجاجهم بقوله تعالى : ﴿ولمن جآء به حمل بعير وأنا به زعيم﴾ . [سورة يوسف:۷۲] وهو كفالة للمجهول ولكن الجهالة غير فاحشة لأن المراد من جاء به منهم وهم محدودون فكذا ههنا لأن المراد بمن توفي من المؤمنين من توفي من أهل المدينة الذين كان رسول الله ﷺ يصلى على جنائزهم ويتنكب عن الصلوٰة على من مات منهم مديوناً من غير وفاء وكانوا معلومين محدودين .

(۱۴/۵۴۸، كتاب الكفالة)

ما في " رد المحتار " : قوله : (ولا بجهالة بالمكفول له) قلت : الظاهر أن المانع هنا جهالة متفاحشة لما علمت آنفاً من قول " الكافي " . لو قال : أنا كفيل بفلان أو فلان جاز . تأمل.

(۷/۴۶۰، كتاب الكفالة ، مطلب في تعليق الكفالة)(مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۳۰۶)

مقتضیٰ میں داخل ہے، جب کہ ناجائز کہنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں غیر یقینی کیفیت اور خطر کی خرابی پائی جاتی ہے، اس لیے یہ صورت جائز نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : وإذا تكفل برجل إلى أجل إن جاء به فيه وإلا لزمه ما عليه صح وبه قال أبو حنيفة وأبو يوسف ، وقال محمد بن الحسن والشافعي : لا تصح الكفالة ولا يلزمه ما عليه لأن هذا تعليق الضمان بخطر فلم يصح كما علقه بقدوم ، ولنا أن هذا موجب الكفالة ومقتضاه فصح اشتراطه ، ..... ومبنى الخلاف ههنا على الخلاف فى أن هذا مقتضى الكفالة وقد دللنا عليه . (۳۰۳/۶ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وللفقهاء فى حكم الكفالة المعلقة خلاف يمكن ذهب الحنفية إلى صحة الكفالة المعلقة على شرط ملائم ، وهو شرط الذى يكون سبباً لوجوب كقول الكفيل للمشترى ، إذا استحق المبيع فأنا ضامن الثمن ، أو الشرط الذى يكون سبباً لإمكان الاستيفاء ، كقول الكفيل للدائن : إذا قدم فلان أى المكفول عنه، فأنا كفيل بدينک عليه .... وذهبوا كذلک إلى صحة الكفالة المعلقة بشرط جرى به العرف ، كما لو قال الكفيل : إن لم يؤد فلان مالک عليه من دين إلى ستة أشهر فأنا له ضامن ، لأنه علق الكفالة بالمال بشرط متعارف فصح . (۲۹۱/۳۴ ، كفالة)

قرض کی ادائیگی کا ذمہ لینا

مسئلہ (۴۸۶): کوئی شخص دوسرے شخص سے یوں کہے کہ؛ ان پندرہ آدمیوں میں سے جس کا قرض تم پر واجب ہے، میں اس کی ادائیگی کا ضامن ہوں، تو ایسی صورت میں مکفول لہ کے لیے تین شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

(۱) مکفول لہ معلوم ہو۔ (۲) مکفول لہ مجلس عقد میں حاضر ہو۔ (۳) مکفول لہ عاقل ہو[1]، لہٰذا مذکورہ صورت شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں مکفول لہٗ معلوم ومتعین نہیں ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شروط المكفول له : يشترط في المكفول له وهو الدائن شروط وهي : أولاً : أن يكون معلوماً ، فلو كفل إنسان لأحد من الناس فلا تجوز الكفالة ، لأنه إذا كان المكفول له مجهولاً لا يتحقق المقصود من الكفالة وهو التوثق .... ثانياً : أن يكون المكفول له حاضراً فى مجلس العقد ..... فلو كفل إنسان لغائب عن المجلس ، فبلغه الخبر فأجاز لا تجوز الكفالة عندهما (أبي حنيفة ومحمد رحمهما اللّٰه تعالى) إذا لم يقبل به حاضر في المجلس ...... ثالثاً : أن يكون المكفول له عاقلاً ، .... فلا يصح قبول المجنون والصبي غير المميز لأنهما ليسا أهلاً لصدور القبول عنهما باعتباره ركناً فى العقد . (۴۱۵۵/۶ ، ۴۱۵۶ ، شروط المكفول له)

ما في " بدائع الصنائع " : منها : أن يكون معلوماً حتى أنه إذا كفل لأحد من الناس لا تجوز ، لأن المكفول له إذا كان مجهولاً لا يحصل ما شرع له الكفالة وهو التوثق . ومنها : أن يكون في مجلس العقد . (۶۰۶/۴ ، كتاب الكفالة) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۰۸)

(۲) ما في " رد المحتار" : (ولا تصح بجهالة المكفول له) . (تنوير الأبصار) . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : والحاصل أن جهالة المكفول له تمنع صحة الكفالة مطلقاً .
(۴۶۰/۷ ، ۴۶۱ ، كتاب الكفالة ، مطلب في تعليق الكفالة بشرط)

مکفول عنہ کا مجہول ہونا

مسئلہ (۴۸۷): عقدِ کفالہ میں مکفول عنہ کی جہالت، عقدِ کفالہ کو اس وقت ناجائز قرار دیتی ہے، جب کہ عقدِ کفالہ معلَّق ہو، یا مستقبل کی طرف مضاف ہو،
مثالِ اول؛ کوئی شخص یوں کہے: اگر کسی نے تجھ سے کوئی چیز غصب کرلی، تو میں اس کا ضامن ہوں۔
مثالِ ثانی؛ کوئی شخص یوں کہے کہ جو کچھ تمہارا لوگوں پر واجب ہوگا، میں اس کا ضامن ہوں۔ (۱)

مصنوعات کی لائف ٹائم گارنٹی

مسئلہ (۴۸۸): دورِ حاضر میں بعض کمپنیاں اپنی مصنوعات کی خریداری پر گاہک کو سال دو سال، یا لائف ٹائم گارنٹی دیتی ہیں، یہ گارنٹی صورت کے لحاظ سے کفالہ بالدرک ہے (درک کے معنی حصول/ پانے کے ہیں)، یعنی اگر مشتری مبیع میں کوئی عیب پائے تو بائع اس کا کفیل ہوگا، جب کہ کفالہ بالدرک بالاجماع صحیح ہے،

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : والحاصل جهالة المكفول له تمنع صحة الكفالة مطلقاً ، وجهالة المكفول به لا تمنع مطلقاً ، وجهالة المكفول عنه في التعليق والإضافة تمنع صحة الكفالة وفي التنجيز لا تمنع . (۱۷۲/۷، العناية شرح الهداية :۸۹/۴ ، الجوهرة النيرة : ۲۶۰/۱ ، رد المحتار : ۵۸۵/۷ ، الدراية على هامش الهداية : ۱۱۶/۲)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۳۰۸)

اسی طرح خود کفالہ میں بھی فقہاء کے ہاں توسع پایا جاتا ہے، اس کے علاوہ کفالہ بلکہ اکثر معاملات کا تعلق عرف کے ساتھ ہے، آج کل کوئی چیز فروخت کرتے وقت گارنٹی دینا کاروبار کا ایک اہم جز بن گیا ہے، چونکہ آج کل دو نمبر (نقلی) چیزیں عام طور پر تیار ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے گارنٹی دینا اور لینا ناگزیر ہو گیا ہے، اور ویسے بھی عام طور پر عالمی اور ملکی منڈیوں میں ایک رواج سا بن گیا ہے کہ لوگ گارنٹی والی چیز بلا کسی حجت کے خرید لیتے ہیں، لہٰذا گارنٹی پر خرید و فروخت کرنا عرف اور عموم بلویٰ کی وجہ سے جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : ولأن الكفالة جوازها بالعرف . (۲۰۶/۴ ، كتاب الكفالة)

ما في " العناية على هامش فتح القدير " : تكفلت عنه بمالك عليه أو بما يدركك في هذا البيع ، يعني من الضمان بعد ان كان ديناً صحيحاً ، لأن مبنى الكفالة على التوسع فإنها تبرع .... وعلى الكفالة بدرك ، بفتح الراء وسكونها ، وهو التبعة ، دليل على جوازها بالمجهول لا يصح ، لأنه التزام ، فلا يصح مجهولاً كالثمن في البيع ، وقلنا : إن الضمان بدرك صحيح بالإجماع ، وهو ضمان المجهول . (۱۷۲/۷ ، كتاب الكفالة)

ما في " الهداية " : وأما الكفالة بالمال فجائزة معلوماً ما كان المكفول به أو مجهولاً إذا كان ديناً صحيحاً ...... أو بما يدركك في هذا البيع ، لأن مبنى الكفالة على التوسع فيحتمل فيها الجهالة ، وعلى الكفالة بالدرك إجماع . (۹۸/۳ . ۱۰۰ ، كتاب الكفالة)

ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : رجل باع داراً وكفل رجل المشتري بما أدركه فيها من درك ، فأخذ المشتري بذلك عنه رهناً ، ذكر في الأصل أن الرهن باطل ، ولا ضمان على المرتهن ، والكفالة جائزة . (۶۴/۳) (فتاوی حقانیہ:۳۶۴/۶)

ما في " قواعد الفقه " : " استعمال الناس حجة يجب العمل بها " . (ص/۵۷)

كتاب الحوالة

☆......حوالہ کے مسائل......☆

عقدِ حوالہ

مسئلہ (۴۸۹): حوالہ کا لفظ ''تحویل'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ شرعی اصطلاح میں؛ کسی قرض کا ایک ذمہ سے کسی دوسرے با اعتماد ذمہ کی طرف منتقل ہونے کا نام حوالہ ہے[۱]، فقہائے کرام کی اصطلاح میں ؛قرض کا اصل یعنی مقروض کے ذمہ سے محتال علیہ یعنی ادائیگی کی ذمہ داری لینے والے کی طرف با اعتماد طریقے سے منتقل ہونا، حوالہ کہلاتا ہے[۲]، حوالہ بالدین شرعاً جائز اور درست ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : الحوالة في اللغة : من حال الشيء حولا وحُؤُولا ، تحوَّل ، وتحوَّل من مكانه انتقل عنه وحوّلتُه تحويلاً نقلتُه من موضِع إلى موضِع ، ..... والحوالة في الاصطلاح : نقل الدين من ذمة إلى ذمة . (۱۸/ ۱۶۹ ، حواله) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۷۸،۲۷۹)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (هي) لغة : النقل ، وشرعاً : (نقل الدين من ذمة المحيل إلى ذمة المحتال عليه) . (تنوير مع الدر) . وفي الشامية : وفي " المغرب " : تركيب الحوالة يدل على الزوال والنقل ومنه التحويل ، وهو نقل الشيء من محل إلى محل . (۵/۸ ، كتاب الحوالة)

(۲) ما في " العناية شرح الهداية " : وفي اصطلاح الفقهاء : تحويل الدين من ذمة الأصيل إلى ذمة المحتال عليه على سبيل التوثق به . (۱۳۹/۴ ، كتاب الحوالة)

(۳) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الحوالة بالدين جائزة بالسنة والإجماع استثناء من منع التصرف في الدين بالدين . (۴۱۸۸/۶ ، المبحث الأول ، الحوالة)

حوالہ مطلقہ اور حوالہ مقیدہ

مسئلہ (۴۹۰): حوالہ مطلقہ: وہ حوالہ ہے جس میں محتال علیہ کے ذمہ محیل کا کوئی قرضہ یا کوئی چیز نہیں ہوتی، بلکہ وہ اپنی طرف سے محیل کا قرضہ ادا کرتا ہے۔

حوالہ مقیدہ: وہ ہے کہ اس میں محتال علیہ کے ذمہ پہلے سے محیل کا کوئی قرض یا کوئی چیز ہوتی ہے، اور اسی قرض یا چیز کی قیمت کے بقدر وہ محیل کے قرضہ کی ادائیگی کی ذمہ داری اٹھاتا ہے(۱)، حوالہ کی مذکورہ دونوں صورتیں درست ہیں۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدرر الأحكام في شرح غرر الحكام لملا خسرو " : قال القاضي ملا خسرو الحنفي : اعلم أن الحوالة إما مطلقة أو مقيدة ، أما المطلقة فهي أن يرسلها إرسالاً لا يقيدها بدين له على المحال عليه ولا بعين له في يده أو يحيله على رجل ليس له عليه دين ولا في يده عين له . وأما المقيدة فهي أن يكون للمحيل مال عند المحتال عليه من وديعة أو غصب أو عليه دين فقال : احلت الطالب عليک بالألف الذي له عليّ على أن تؤديها من المال الذي لي عليک وقبل المحتال عليه .

(۲/۳۰۹ ، مير محمد كتب خانه كراچي ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۷۹،۲۸۰)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : الحوالة على ضربين : (۱) مطلقة (۲) مقيدة ، فالمطلقة : أن يقول لرجل : احتل لهذا عني بألف درهم فيقول : احتلت ، والمقيدة : أن يقول : احتل بالألف التي لي عليک فيقول : احتلت وكلاهما جائزان . (۲/۲۶۶ ، كتاب الحوالة)

ما في " بدائع الصنائع " : والجملة أن الحوالة نوعان : مطلقة ومقيدة ، فالمطلقة أن يحيل بالدين على فلان ولا يقيده بالدين الذيعليه ، والمقيدة بأن يقيده بذلک والحوالة بكل واحدة من النوعين جائزة ، لقوله عليه السلام : " من أحيل على مليءٍ فليتبع من غير فصل " .

(۷/۴۱۸ ، كتاب الحوالة ، فصل في شروط الركن)

ٹریولر چیک کے ذریعے حوالہ

مسئلہ (۴۹۱): عصرِ حاضر میں حوالہ کی ایک صورت یہ رائج ہے کہ مثلاً ایک شخص ہندوستان سے سعودی عرب جارہا ہے، اس کے پاس کچھ رقم ہے، بینک اسی کے حساب سے ریالوں میں اسے چیک جاری کردیتا ہے، مثلاً وہ پندرہ ہزار روپئے ہندوستانی جمع کراتا ہے، تو ایک ہزار سعودی ریال کا چیک مل جاتا ہے، اسے عربی میں ''الشیک السیاحیۃ'' اور انگریزی میں ''ٹریولر چیک'' (Traveller Check) کہتے ہیں، اس چیک کی بنیاد پر وہ سعودی عرب میں متعلقہ بینک سے مطلوبہ رقم حاصل کرسکتا ہے، لیکن بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس چیک کے ذریعے رقم نکلوانے کے بجائے اتنی رقم کی کسی دکان وغیرہ سے خریداری کرلیتا ہے، اور اس چیک کی پشت پر دستخط کرکے دکاندار کے حوالے کردیتا ہے، اس طرح دستخط کرنے کو ''**تظہیر**'' (Endorsement) کہتے ہیں، دکاندار وہ چیک متعلقہ بینک کے پاس لے جاکر مطلوبہ رقم حاصل کرلیتا ہے۔ گویا اس معاملے میں ٹریولر چیک ہولڈر جو کہ دکاندار کا مقروض بن جاتا ہے، اس قرض کی ادائیگی اپنے مقروض (بینک) کی طرف منتقل کردیتا ہے، اس طرح یہاں ایک حوالہ مقیدہ کا عقد وجود میں آتا ہے، جس میں یہ شخص محیل (Transferor)، دکاندار محال (Transferee) اور بینک محال علیہ (Payer) ہوتا ہے[۱]۔ تو اس طرح کا حوالہ شرعاً درست ہے، کیوں کہ یہ حوالہ، حوالہ مقیدہ ہے، جو جائز ہے۔[۲]

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

....

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في " تکملة فتح الملهم " : ثم ان معظم الأوراق المالية التی يتعامل الناس اليوم حکم التعامل بها حکم الحوالة کالشيک المصرفي (Bank Chaque)....... وإذا صحت الحوالة بهذه الأوراق المالية فإنها سندات ديون ...... والقبض علی هذه الأوراق ليس قبضاً للثمن وإنما هو احتيال للدين . (۱/۵۱۵)

(۲) ما في " الجوهرة النيرة " : الحوالة علی ضربين : (۱) مطلقة (۲) مقيدة ، فالمطلقة : أن يقول لرجل : احتل لهذا عني بألف درهم فيقول : احتلت ، والمقيدة : أن يقول : احتل بالألف التی لي عليک فيقول : احتلت وکلاهما جائزان . (۲/۲۶۶، کتاب الحوالة)

ما في " بدائع الصنائع " : والجملة أن الحوالة نوعان : مطلقة ومقيدة ، فالمطلقة أن يحيل بالدين علی فلان ولا يقيده بالدين الذي عليه ، والمقيدة بأن يقيده بذلک والحوالة بکل واحدة من النوعين جائزة ، لقوله عليه السلام : " من أحيل علی ملیٍٔ فليتبع من غير فصل " .

(۷/۴۱۸ ، کتاب الحوالة ، فصل في شروط الرکن)

(مالی معاملات پرغرر کے اثرات: ص/ ۲۸۷)

قرض کی جگہ چیک جاری کرنا

مسئلہ (۴۹۲): چیک کی شرعی حیثیت سند وحوالہ کی ہے، اور یہ حوالہ اس وقت صحیح ہوگا جب محال علیہ (بینک) اس کو قبول کرے، اور حاملِ چیک کو چیک میں مکتوب رقم نقد ادا کردے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه وفتاوى البيوع " : لا يجوز التعامل بالشيک في بيع الذهب أو الفضة ، وذلک لأن الشيکات ليست قبضاً وإنما هي وثيقة حوالة فقط ، بدليل أن الذي أخذ الشيک لو ضاع منه لرجع على الذي أعطاه إياه ولو كان قبضاً لم يرجع عليه ، وبيان ذلک أن الرجل لو اشترى ذهباً بدراهم واستلم البائع الدراهم فضاعت منه لم يرجع على المشتري، ولو أنه أخذ من المشتري شيکاً ثم ذهب به ليقبضه من البنک ثم ضاع منه فإنه رجع على المشتري بالثمن ، وهذا دليل على أن الشيک ليس بقبض ، وإذا لم يکن قبضاً لم يصح البيع ..... إلا إذا كان الشيک مصدقاً من قبل البنک واتصل البائع بالبنک وقال : أبق الدراهم عندک وديعة لي ، فهذا قد يرخص فيه . (ص/۳۹۹ ، مكتبة دار ابن رجب)

ما في " بدائع الصنائع " : أما ركن الحوالة : فهو الإيجاب والقبول ، الإيجاب من المحيل والقبول من المحال عليه والمحال جميعاً فالإيجاب أن يقول المحيل للطالب : احلتک على فلان ، هکذا ، والقبول من المحال عليه والمحال أن يقول كل واحد منهما قبلت أو رضيت أو نحو ذلک مما يدل على القبول والرضا وهذا عند أصحابنا . (۴۱۵/۷)

كتاب الوكالة

☆......وکالت کے مسائل......☆

عقدِ وکالہ

مسئلہ (۴۹۳): کسی کام میں تصرف کرنے کے لیے اپنے بجائے، کسی دوسرے کو مقرر کرنا عقدِ وکالہ کہلاتا ہے[۱]، اور وہ جائز ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وهو إقامة الغير مقام نفسه في التصرف . (۷/۲۳۵ ، الوكالة)

ما في " بدائع الصنائع " : وهو تفويض التصرف والحفظ إلى الوكيل . (۵/۱۵ ، الوكالة)

ما في " الدرا لمختار مع الشامية " : وهو إقامة الغير مقام نفسه في تصرف جائز معلوم .

(۸/۲۱۳ ، كتاب الوكالة)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : التوكيل صحيح بالكتاب والسنة ، قال تعالى : ﴿فابعثوٓا احدكم بورقكم﴾ . ووكل عليه الصلاة والسلام حكيم بن حزام بشراء أضحية ، وعليه الإجماع . (۸/۲۱۰ ، كتاب الوكالة)

ما في " البحر الرائق " : وكان البعث فيهم بطريق الوكالة وشرع من قبلنا شرع لنا إذا قصه الله تعالى ورسوله من غير انكار ولم يظهر نسخه ، ووكل عليه السلام حكيم بن حزام بشراء أضحية وانعقد الإجماع . (۷/۲۳۹ ، كتاب الوكالة)

ما في " الهداية " : وقد صح أن النبي ﷺ وكل بالشراء حكيم بن حزام وبالتزويج عمر بن أم سلمة . (۳/۱۶۱ ، كتاب الوكالة)

وکالت میں جہالتِ فاحشہ

مسئلہ (۴۹۴): ایک شخص کسی سے تجارت کا مال منگوائے، اور وکیل سے صرف یہ کہے کہ؛ میرے لیے کپڑے خرید کر لانا، اور کپڑے کی نوعیت بیان نہ کرے، تو اس میں جہالتِ فاحشہ پائی جارہی ہے، اس لیے یہ صورت شرعاً درست نہیں ہے۔ [۱]

کسی چیز کے خریدنے کا مطلق وکیل بنانا

مسئلہ (۴۹۵): اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنے لیے گھوڑا خریدنے کا وکیل بنائے، اور مطلق کہے کہ؛ تم میرے لیے گھوڑا خرید لاؤ، تو شرعاً یہ وکالت درست ہے، کیوں کہ اس میں معمولی جہالت پائی جارہی ہے، جو منافیٔ وکالت نہیں ہے، نیز وکیل اپنے مؤکل کے لیے اس کی مالی حیثیت کا اندازہ لگا کر گھوڑا خریدیگا۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير مع الدر والرد " : لو وكله بشراء ثوب أو دابة لا يصح وإن سمى ثمناً للجهالة الفاحشة . (۸/ ۲۲۰ ، كتاب الوكالة ، باب الوكالة بالبيع والشراء)

ما في " بدائع الصنائع " : لا يجوز التوكيل به إلا بعد بيان النوع وذلک نحو أن يقول : اشتر لي ثوباً لأن الثوب يقع على أنواع مختلفة من ثوب الإبريسم والقطن والكتان وغيرهما فكانت الجهالة كثيرة فمنعت صحة التوكيل فلا يصح وإن سمى الثمن لأن الجهالة بعد بيان الثمن متفاحشة . (۵/ ۲۱ ، كتاب الوكالة ، التوكيل بحقوق العباد)

ما في " مجمع الأنهر " : لا يصح التوكيل بشراء شيء يشمل أجناساً كالرقيق والثوب والدابة للجهالة الفاحشة . (۳/ ۳۱۳ ، باب الوكالة بالبيع والشراء) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات)

(۲) ما في " مجمع الأنهر مع الدر المنتقى " : الأصل أنها إن عمت أو علمت أو جهلت =

کسی کو اپنے معاملات میں وکیل بنانا

مسئلہ (۴۹۶): حنفیہ کے نزدیک وکالت کی ابتداءً دو قسمیں ہیں:

(۱) وکالتِ عامہ! (۲) وکالتِ خاصہ!

وکالتِ عامہ: کوئی شخص کسی دوسرے کو تمام کاموں میں وکیل بنادے، مثلاً یوں کہے کہ: "أنت وکیلي في کلّ شيء"۔ تم ہر چیز میں میرے وکیل ہو۔ وکالت کی یہ صورت عندالحنفیہ جائز ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس عمومی وکالت کی وجہ سے وکیل کو، کون کون سے تصرفات کا حق حاصل ہوگا، اس بارے میں تین اقوال ہیں:

۱- پہلا قول یہ ہے کہ اس وکالت کی وجہ سے وکیل ہر قسم کے تصرف کا مالک بن جائے گا، یہاں تک کہ اسے یہ اختیار بھی حاصل ہوگا کہ اس عمومی وکالت کی بنیاد پر مؤکل کی بیوی کو طلاق دے دے، البتہ اگر کسی دلیل سے معلوم ہو جائے کہ اس عمومی وکالت میں بیوی کو طلاق دینے (یا غلام کو آزاد کرنے) کی اجازت شامل نہیں، تو پھر اس کی اجازت نہ ہوگی۔

۲- دوسرا قول یہ ہے کہ طلاق، عتاق (غلام کو آزاد کرنے) اور مؤکل کی طرف

=جهالة يسيرة وهي جهالة النوع المحض كفرس صحت .... (وكذا إن سمى نوع الدابة كالفرس، والبغل أو بين ثمن الدار ...... فقال: ابتع لي ما رأيت جاز).

(۳/۳۱۳، ۳۱۴، باب الوكالة بالبيع والشراء) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۳۲۴)

ما في " رد المحتار ": (وكله بشراء ثوب هروي أو فرس أو بغل صح) بما يتحمله حال الآمر. " زيلعي ". در مختار. وفي الشامية: قوله: " زيلعي " عبارته لأن الوكيل قادر على تحصيل مقصود المؤكل بأن ينظر في حاله. (۸/۲۱۹، باب الوكالة بالبيع والشراء)

سے کوئی چیز وقف کرنے کے علاوہ ہر قسم کے تصرف کی اجازت ہوگی، یعنی وکیل ان تین کاموں کے علاوہ ہر کام مؤکل کی طرف سے اس کا وکیل بن کر، کر سکے گا، البتہ اگر کسی دلیل سے یہ معلوم ہو جائے کہ مؤکل کی طرف سے ان تین کاموں کی اجازت دی گئی ہے، تو پھر وکیل ان تین تصرفات کا بھی مالک ہو جائے گا۔

پہلے اور دوسرے قول میں فرق یہ ہے کہ- پہلے قول کے اعتبار سے اصل یہ ہے کہ وکالت تمام تصرفات وافعال کو شامل ہے، البتہ اگر کسی فعل کو مستثنیٰ کر دیا جائے، تو وہ مستثنیٰ ہو جائے گا، اور دوسرے قول کے اعتبار سے اصل یہ ہے کہ مذکورہ افعال عقدِ وکالت میں شامل نہیں، البتہ بعد میں کسی دلیل کے ذریعے ان کو شامل کیا جائے، تو وہ شامل ہو جائیں گے۔

۳- تیسرا قول یہ ہے کہ اس عمومی وکالت کی وجہ سے وکیل کو صرف عقودِ معاوضہ کرنے کی اجازت ہوگی، باقی معاملات جیسے طلاق، عتاق، ہبہ، وقف اور تبرّعات وغیرہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یہی قول راجح ہے۔ [۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وهو خاص وعام كأنت وكيلي في كل شيء ، عم الكل حتى الطلاق . قال الشهيد : وبه يفتى . وخصه أبو الليث بغير طلاق وعتاق ووقف ، واعتمده في " الأشباه " ، وخصه قاضي خان بالمعاوضات ، فلا يلي العتق والتبرعات وهو المذهب كما في " تنوير البصائر " و " زواهر الجواهر " . وسيجيء أن به يفتى ، واعتمده في " الملتقط " فقال : وأما الهبات والعتاق فلا يكون وكيله عند أبي حنيفة خلافاً لمحمد . [در مختار] . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله : واختلفوا في طلاق وعتاق ووقف ، فقيل يملک ذلک لإطلاق تعميم اللفظ ، وقيل لا يملک ذلک إلا إذا دل دليل=

كتاب المساقاة والمزارعة

☆......مساقات ومزارعت کے مسائل......☆

عقد مساقات

مسئلہ (۴۹۷): کچھ پیداوار کے بدلے درخت عامل کے حوالہ کرنے کا نام مساقات ہے، اور صاحبین (امام ابویوسف وامام محمد رحمہما اللہ) اس کے جواز کے قائل ہیں۔ [۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : هى معاقدة دفع الأشجار إلى من يعمل فيها على أن الثمرة بينهما وهى كالمزارعة يعني لا يجوز عند الإمام ويجوز عندهما .

(۲۹۸/۸ ، كتاب المساقات ، تبيين الحقائق : ۴۴۲/۶ ، كتاب المساقات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال الجرجاني : هي دفع الشجر إلى من يصلحه بجزء من ثمره وهي جائزة شرعاً ، وهو قول المالكية والحنابلة والشافعية ومحمد وأبي يوسف من الحنفية وعليه الفتوىٰ عندهم . (۱۱۲/۳۷) (قاموس الفقہ :۸۵/۵)

عقدِ مزارعت

مسئلہ (۴۹۸): مزارَعت پیداوار کے کچھ حصے کے عوض بٹائی کے معاملہ کو کہتے ہیں، اور ظاہرِ روایت کے مطابق مزارعت کی صرف تین قسمیں جائز ہیں:

(۱) زمین اور بیج ایک جانب سے، اور بیل وعمل (محنت) دوسرے کی جانب سے۔

(۲) زمین ایک کی طرف سے اور بیل، بیج اور عمل ومحنت دوسرے کی طرف سے۔

(۳) زمین بیل اور بیج ایک کی طرف سے، اور محنت دوسرے کی طرف سے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكذا صحت لو كان الأرض والبذر لزيد والبقر والعمل للآخر ، أو الأرض له والباقي للآخر أو العمل له والباقي لآخر فهذه الثلاثة جائزة .

(۳۳۷/۹ ، كتاب المزارعة)

ما في " الهداية " : إن كانت الأرض لواحد والبقر والعمل لواحد جازت المزارعة لأن البقر آلة العمل وإن كان الأرض لواحد والعمل والبقر والبذر لواحد جازت لأنه استيجار الأرض ببعض معلوم من الخارج وإن كانت الأرض والبذر والبقر لواحد والعمل من الآخر جازت لأنه استأجره للعمل بآلة المستأجر .

(۴۰۹/۴ ، كتاب المزارعة ، بدائع الصنائع : ۲۶۰/۵ ، كتاب المزارعة)

(فتاوی حقانیہ: ۴۳۱/۶)

کسی ایک فریق کے لیے پیداوار کی ایک خاص مقدار متعین کرنا

مسئلہ (۴۹۹): اگر کوئی شخص اپنی زمین کسی دوسرے کو مزارعت کے طور پر دے، اس شرط پر کہ فلاں حصہ کی پیداوار میں لوں گا، اس طرح کی تعیین کے ساتھ مزارعت کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ ہوسکتا ہے جس حصہ کی پیداوار کی شرط لگائی گئی ہے، اس حصہ میں کچھ بھی پیداوار نہ ہو، جب کہ اس صورت میں مالکِ زمین کا نقصان ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس حصہ کی پیداوار مالکِ زمین کے لیے متعین کی گئی اس میں زیادہ پیداوار ہو، جب کہ اس میں کاشتکار کا نقصان ہے، اور یہ مزاجِ شریعت کے خلاف ہے، اس لیے یہ صورت ناجائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : فإن شرط لأحدهما قفزانا مسماة ، فهي باطلة ، لأن به تنقطع الشركة لأن الأرض عساها لا تخرج إلا هذا القدر ، وصار كاشتراط دراهم معدودة لأحدهما في المضاربة . (۴/۴۱۰)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة أو ما يخرج من موضع معين . (۹/۳۳۲)

ما في " البحر الرائق " : يعنى لو شرطا لأحدهما قفزانا معلومة تفسد لأنه يودي إلى قطع الشركة في المسمى . (۸/۲۹۳) (فتاوی محمودیہ:۱۷/۱۷۰،۱۷۱، کراچی)

عقدِ مزارعت میں پیداوار سے ایک تہائی یا چوتھائی وصول کرنا

مسئلہ (۵۰۰): اگر کوئی شخص اپنی زمین مزارعت کے طور پر دے، اس شرط پر کہ کل پیداوار سے ایک تہائی یا چوتھائی حصہ میں لے لوں گا، یہ عقد شرعاً درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وقال صاحبا أبي حنيفة (أبو يوسف ومحمد) ، ومالک وأحمد وداود الظاهري ، وهو رأي جمهور الفقهاء : المزارعة جائزة ، بدليل أن النبي ﷺ عامل أهل خيبر بشطر ما يخرج من ثمر أو زرع ..... والعمل والفتوى عند الحنفية على قول الصاحبين ، لحاجة الناس إليهم ولتعاملهم ، وهذا هو الراجح . وهي تشبه الشركة والإجارة ، فهي مشاركة في الناتج بين صاحب الأرض والمزارع بنسبة متفق عليها كالنصف أو الثلث للمزارع . (۴۶۸۵/۶ ، الفصل الخامس ، المزارعة والمساقاة ، المبحث الأول)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومنها أن يكون ذلک البعض من الخارج معلوم القدر من النصف أو الثلث أو الربع أو نحوه . (۲۳۵/۵ ، كتاب المزارعة ، الباب الأول)

ما في " كتاب الفقه على المذاهب الأربعة " : حكم المزارعة وركنها وشروطها : الحنفية قالوا : ركن المزارعة الذي يتم العقد به هو الإيجاب والقبول بين المالک والعامل ، فإذا قال صاحب الأرض للعامل دفعت إليک هذه الأرض لتعمل فيها مزارعة بالنصف أو الثلث وقال العامل قبلت فقد تم التعاقد بينهما . (۸/۳ ، حكم المزارعة وركنها وشروطها وما يتعلق بها)

کتاب الرهن

☆......گروی کے مسائل......☆

عقدرہن

مسئلہ (۵۰۱): کسی حق کی وجہ سے کسی چیز کو روکے رکھنا، جس کے ذریعہ اس حق کو وصول کرنا ممکن ہو؛ رہن (گروی) کہلاتا ہے [۱]، رہن کا ثبوت قرآن کریم وحدیث شریف دونوں سے ثابت ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : وشرعاً : جعلُ عينٍ ماليّةٍ وثيقةً بدين يُستوفى منها أو من ثمنها إذا تعذّر الوفاء . (۱۷۵/۲۳)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : حبس شيء بحق يمكن استيفاؤه منه .

(۴۲۵۷/۵ ، الفصل الثاني عشر المبحث الأول ، تعريف الرهن)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرِهٰن مقبوضة﴾ . (البقرة :۲۸۳) . وفيه أيضًا : ﴿كل نفس بما كسبت رهينة﴾ . (المدثر :۳۸)

ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضى اللّٰه تعالى عنها : " أن النبي ﷺ اشترى من يهودي طعاماً إلى أجل ورهنه درعه " . (۳۴۱/۱ ، باب من رهن درعه) (قاموس الفقہ :۵۰۱/۳)

عقدرہن کی شرطیں

مسئلہ (۵۰۲): عقد رہن کی تین شرطیں ہیں: (۱) شئ مرہون معلوم ہو۔(۱) (۲) شئ مرہون راہن کی ملکیت میں ہو۔(۲) (۳) شئ مرہون بوقتِ عقدِ رہن موجود ہو۔(۳)

بلا اجازت کسی کی چیز رہن رکھنا

مسئلہ (۵۰۳): ایک آدمی نے کسی دوسرے سے قرض لیا، اور کسی تیسرے شخص کی چیز اس کی اجازت کے بغیر بطورِ رہن رکھ دیا، شرعاً اس طرح کا معاملہ کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ شئ مرہون کا راہن کی ملکیت میں ہونا شرط ہے، اور وہ یہاں مفقود ہے۔(۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أن يكون معلوماً كما يشترط في المبيع أن يكون معلوماً . (۶/۴۲۳۳)

ما في " بدائع الصنائع " : وهو أن يكون ...... معلوماً مقدور التسليم . (۵/۱۹۵ ، الرهن)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وأن يكون مملوكاً للراهن . (۶/۴۲۳۴)

ما في " بدائع الصنائع " : وهو أن يكون ..... مملوكاً معلوماً مقدور التسليم .

(۵/۱۹۵ ، كتاب الرهن)

(۳) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وهو أن يكون موجوداً وقت العقد مقدور التسليم فلا يجوز رهن ما ليس بموجود عند العقد ولا رهن ما يحتمل الوجود والعدم . (۶/۴۲۳۱ ، بدائع الصنائع : ۵/۱۹۵ ، كتاب الرهن) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات: ص/۲۴۶-۲۴۸)=

شئ مرہون پر مرتہن کا قبضہ

مسئلہ (۵۰۴): شئ مرہون پر مرتہن کا قبضہ ہونا ضروری ہے، لہٰذا مرتہن اگر شئ مرہون راہن کے پاس امانت رکھ دے، یا اجرت پر دیدے، تو عقدِ رہن باقی نہیں رہے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۴) ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى المرهون فأنواع : منها أن يكون محلاً قابلاً للبيع وهو أن يكون موجوداً وقت العقد مالا مطلقاً متقوماً مملوكاً معلوماً مقدور التسليم . (۱۹۵/۵ ، كتاب الرهن ، الفتاوى الهندية :۴۳۲/۵ ، كتاب الرهن ، الباب الأول)
(مالی معاملات پر غرر کے اثرات)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فرِهٰن مقبوضة﴾ . (سورة البقرة :۲۸۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز الرهن إلا مقبوضاً فقد أشار إلى أن القبض شرط جواز الرهن . (۴۳۳/۵)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها: أن يكون مقبوض المرتهن أو من يقوم مقامه ..... وقال ابن أبي ليلى : لا يصح الرهن إلا بقبض المرتهن . (۱۹۸/۵ ، ۱۹۹)

ما في " الذخيرة للقرافي " : إذا قبض الرهن ثم أودعه الراهن أو آجره إياه أو رده إليه بأي وجه كان ، خرج من الرهن . (ص/۲۳۴ ، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۵۵)

اڑتے ہوئے پرندے یا بھگوڑے غلام کو رہن میں رکھنا

مسئلہ (۵۰۵): صحتِ عقدِ رہن کی شرط یہ ہے کہ جس چیز کو رہن رکھا جارہا ہے، راہن اُسے مرتہن کے حوالہ کرنے پر قادر بھی ہو، اگر حوالہ کرنے پر قادر نہ ہو، تو عقدِ رہن جائز ودرست نہیں ہوگا، جیسے اڑتے ہوئے پرندے اور بھگوڑے غلام کا رہن پر رکھنا، کیوں کہ اس میں راہن شئ مرہون کو سپرد کرنے پر قادر نہیں ہے۔ (۱)

غاصب یا متلِف سے رہن کا مطالبہ

مسئلہ (۵۰۶): کسی شخص نے دوسرے کی کوئی چیز تلف کردی، یا غصب کرکے ہلاک کردیا، تو اس پر اس ضماناً اس شئ کی قیمت لازم ہوگی، اب اگر وہ ضمان کی ادائیگی کے لیے روپیہ پیسہ نہ پائے، تو اس سے کسی چیز کے رہن رکھنے کا مطالبہ کرنا شرعاً جائز ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿فرِهٰن مقبوضة﴾ . (سورة البقرة :۲۸۳)

ما في " الفتاوی الهندیة " : لا یجوز الرهن إلا مقبوضاً فقد أشار إلی أن القبض شرط جواز الرهن . (۴۳۳/۵) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۴۸)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها: أن یکون مقبوض المرتهن أو من یقوم مقامه ..... وقال ابن أبي لیلی : لا یصح الرهن إلا بقبض المرتهن . (۱۹۸/۵، ۱۹۹)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : والمضمون نوعان : دین وعین ، أما الدین فیجوز الرهن به بأي سبب من الإتلاف والغصب والبیع ونحوها لأن الدیون کلها واجبة علی اختلاف أسباب وجوبها فکان الرهن بها رهناً بمضمون فیصح . (۲۰۶/۵)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : ویجوز الرهن بالأعیان المضمونة بعینها کالمغصوبة ، وبدل الخلع والصداق وبدل الصلح . (۱۷۹/۲۳) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۷۱)

خریدار کا بیوپاری سے رہن کا مطالبہ

مسئلہ (۵۰۷): کسی شخص نے کسی سے کوئی چیز خریدی، مگر اسے اندیشہ یہ ہے کہ جو چیز میرے ہاتھ بیچی گئی، ہوسکتا ہے وہ چوری کی ہو، اس لیے وہ بیوپاری سے اس کی کسی چیز کو اپنے پاس رہن رکھنے کا مطالبہ کرے، اسے فقہی اصطلاح میں ''رہن بالدرک'' کہا جاتا ہے[1]، حضراتِ فقہاء کرام کے نزدیک رہن کی یہ صورت باطل ہے، اور علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اس کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " العناية " : إن الدرک هو رجوع المشتري بالثمن على البائع عند استحقاق المبيع . (۲۴۰/۶)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والمعاوضات والتمليكات لا يصح أن تضاف إلى المستقبل لما في الإضافة من الخطر والغرر ، والرهن بالدرک من هذا القبيل .

(۴۲۲۷/۶ ، رهن بالدرک)

ما في " الهداية " : والرهن بالدرک باطل والكفالة بالدرک جائزة ، والفرق أن الرهن للاستيفاء قبل الوجوب وإضافة التمليک إلى زمان في المستقبل لا تجوز . (۵۲۷/۲)

ما في " كتاب الفقه على المذاهب الأربعة " : وإذا اشترى شخص من آخر داراً ولكنه خشي أن تكون مملوكة لغيره ، أو لغيره فيها حق فأخذ منه رهنا على هذا الخوف ، فإن الرهن يقع باطلاً ويسمى رهن الدرک ، لأن الخوف ليس مالاً حتى يصح أن يكون سبباً للرهن .

(۲۷۶/۲ ، شروط الرهن ، الجوهرة النيرة : ۵۱۷/۱)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۷۳)

مشترک چیز رہن رکھنا

مسئلہ (۵۰۸): حنفیہ کے نزدیک شئ مشاع یعنی مشترک چیز کو رہن رکھنا جائز نہیں ہے(۱)، جب کہ جمہور علماء (سوائے حنفیہ) رہنِ مشاع کو جائز قرار دیتے ہیں(۲)، ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی اپنی کتاب ''مالی معاملات پر غرر کے اثرات'' میں رقم طراز ہیں کہ اگر چہ فقہائے احناف نے مشاع چیز کے رہن کو ناجائز قرار دیا ہے، لیکن ائمۂ ثلاثہ کے دلائل بھی بہت قوی معلوم ہوتے ہیں، خصوصاً اس لیے کہ مشاع چیز کو رہن رکھنے سے قرضے کی وصولی کا مقصد حاصل ہوسکتا ہے، اور حنفی مسلک کے مطابق مشاع (مشترک) چیز کی بیع جائز ہے (اس لیے رہنِ مُشاع بوقتِ ضرورت جائز ہونا چاہیے [مرتّب])، نیز آگے تحریر فرماتے ہیں: البتہ عام حالات میں جہاں رہنِ مشاع کی واقعی ضرورت نہ ہو، اس سے بچنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أما مذهب الحنفية فهو أن لا يجوز رهن المشاع .

(۴۲۵۵/۶ ، رهن المشاع)

(۲) ما في " الفقه الإسلامی وأدلته " : وأما مذهب الجمهور غير الحنفية : فهو أنه يصح رهن المشاع أو هبته أو التصدق به أو وقفه ، كرهن كله ، من الشريک وغيره ، محتملا للقسمة أم لا ، لأن كل ما يصح بيعه يصح رهنه ، ولأن الغرض من الرهن استيفاء الدين من ثمن المرهون ببيعه عند تعذر الاستيفاء من غيره ، والمشاع قابل للبيع ، فأمكن الاستيفاء من ثمنه والقاعدة عندهم كل ما جاز بيعه جاز رهنه من مشاع و غيره . (۴۲۵۶/۶ ، رهن المشاع)

(۳) (مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۲۶۰-۲۶۴)

شئ مرہون راہن کو عاریت پر دینا

مسئلہ (۵۰۹): شئ مرہون پر مرتہن کا دائمی قبضہ ضروری ہے، اور دائمی قبضے سے مراد یہ ہے کہ مرہونہ چیز حسی طور پر بالفعل مرتہن کے قبضے میں ہمیشہ رہے، بلکہ مرتہن کو مرہونہ چیز کا قبضہ کرنے کا دائمی حق رہے، یعنی وہ جس وقت چاہے مرہونہ چیز پر قبضہ کر کے اپنا قرض وصول کر لے [1]، اس لیے عاریت کے معاملے میں حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ اگر مرتہن نے راہن کو شئ مرہون عاریت پر دیدی، تو اس سے عقد رہن ختم نہ ہوگا، البتہ وہ چیز جب تک راہن کے پاس رہے گی، مرتہن کے ضمان سے نکل جائے گی، پھر جب مرتہن دوبارہ اس پر قبضہ کرلے گا، تو مرتہن کے ضمان میں داخل ہو جائے گی۔ [2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : ولسنا نعني وجود يد المرتهن حينا وإنما نعني استحقاق دوام اليد وبالإعادة من الراهن أو الغصب لا ينعدم الاستحقاق .

(۲۱/۶۷، كتاب الرهن)

(۲) ما في " الهداية " : وإذا أعار المرتهن الرهن للراهن ليخدمه أو ليعمل له عملاً فقبضه خرج من ضمان المرتهن لمنافاة بين يد العارية ويد الرهن ، فإن هلك في يد الراهن هلك بغير شيء لفوات القبض المضمون ، وللمرتهن أن يسترجعه إلى يده لأن عقد الرهن باق إلا في حكم الضمان في الحال .

(۵۳۰/۴ ، كتاب الرهن ، باب التصرف في الرهن والجناية عليه وجنايته على غيره)

راہن یا مرتہن کا انتقال ہوجائے

مسئلہ (۵۱۰): دو شخصوں نے عقد رہن کیا، اور شیٔ مرہون پر قبضہ سے پہلے ہی کوئی ایک پاگل ہوگیا، یا مرگیا، یعنی عقد کا اہل نہیں رہا، تو حنفیہ کے نزدیک عقدِ رہن باطل ہوجائے گا[1]، جب کہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک عقدِ رہن باطل نہیں ہوگا، بلکہ راہن کا ولی اس کا قائم مقام ہوجائے گا[2]، اور مالکیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر راہن عقد کرنے کا اہل نہ رہے، تو یہ عقد باطل ہوجائے گا، لیکن مرتہن اگر عقد کے قابل نہ رہے، تو عقد باطل نہ ہوگا، اس لیے کہ عقد رہن مرتہن کے قول سے مکمل ہوا ہے، اور اس کو باقی رکھنے میں مرتہن کی منفعت بھی ہے، جب کہ عقد کو باطل قرار دینے میں اس کا نقصان ہے، لہٰذا مرتہن کے ولی کو اس کے قائم مقام قرار دے کر عقدِ رہن صحیح ہوگا۔[3]

الحجة عل ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : فإن جن أحد العاقدين بعد العقد ، وقبل القبض ، أو عته أو مات ، بطل العقد عند الحنفية لزوال أهلية العاقد قبل تمام العقد . (۶/ ۴۲۴۱)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وقال الشافعية في الأصح والحنابلة : لا يبطل الرهن ، كالبيع الذي فيه الخيار ، ويقوم ولي المجنون أو المعتوه مقامه ، كما يقوم الوارث مقام الميت المورث .
(۶/ ۴۲۴۱ ، شروط القبض)

(۳) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وقال المالكية : يبطل الرهن بموت الراهن أو جنونه أو إفلاسه ، أو مرضه المتصل بموته قبل القبض ، ولا يبطل بموت المرتهن ، أو تفليسه ، أو الحجر عليه للجنون ، لأن العقد تم بالقبول ، وفي إمضائه منفعة ظاهرة للمرتهن ، فيقوم وارثه مقامه في القبض . (۶/ ۴۲۴۲ ، شروط القبض) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۵۴)

عقدِ رہن سے رجوع

مسئلہ (۵۱۱): عقدِ رہن اسی وقت صحیح ہوگا جب راہن، شیٔ مرہونہ کو مرتہن کے سپرد کرے، اور مرتہن اس پر قبضہ کرلے[۱]، لیکن اگر راہن شیٔ مرہونہ پر قبضہ دینے سے پہلے ہی رہن رکھنے سے انکار کرتا ہے، تو شرعاً یہ جائز ودرست ہے، کیوں کہ شیٔ مرہونہ پر قبضہ دینے سے پہلے، راہن کے لیے عقدِ رہن کو فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿فرِهٰن مقبوضة﴾ . (سورة البقرة :۲۸۳)

ما في " الفقه الإسلامی وأدلته " : اتفق العلماء في الجملة علی أن القبض شرط في الرهن ، .... ودلیلهم قوله تعالی : ﴿فرهٰن مقبوضة﴾ . [البقرة :۲۸۳] فلو لزم بدون القبض لم یکن للتقیید به فائدة ، فقد علقه سبحانه بالقبض فلا یتم إلا به ولأن الرهن عقد تبرع أو إرفاق (أي نفع) یحتاج إلی القبول ، فیحتاج إلی القبض لیکون دلیلاً علی إمضاء العقد .

(۶/۴۲۳۷ ، المطلب الخامس)

(۲) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : قال الجمهور غیر المالکیة : القبض لیس شرط صحة وإنما هو شرط لزوم الرهن فلا یلزم الرهن إلا بالقبض فما لم یتم القبض یجوز للراهن أن یرجع عن العقد وإذا سلمه الراهن للمرتهن وقبضه لزم الرهن ولم یجز للراهن أن یفسخه وحده بعد القبض . (۶/۴۲۳۷ ، المطلب الخامس ، شرط تمام الرهن ، قبض المرهون)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۴۸، ۲۴۹)

مرہون پر قبضے کے لیے راہن کی اجازت

مسئلہ (۵۱۲): صحتِ عقدِ رہن کے لیے شئ مرہون پر قبضہ شرط ہے، اور قبضہ کے لیے راہن کی اجازت ضروری ہے، اس کے بعد ہی رہن کے احکام جاری ہوں گے، لیکن اگر مرتہن شئ مرہون پر راہن کی اجازت کے بغیر زبردستی قبضہ کرلے، تو اس صورت میں یہ عقدِ رہن صحیح نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کے احکام جاری ہوں گے۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : أولاً : أن يكون بإذن الراهن ، اتفق العلماء على أنه لا بد لصحة القبض من إذن الراهن بالقبض ، إذ به يلزم الرهن ، ويسقط حق الراهن في الرجوع عن الرهن ، فإن تعدى المرتهن فقبضه بغير إذنه لم يثبت حكمه وكان بمنزلة من لم يقبض رهناً . (۶/۴۲۴۰ ، المطلب الخامس ، شروط القبض)

ما في " بدائع الصنائع " : منها : أن يكون بإذن الراهن ؛ لما ذكرنا في الهبة أن الإذن بالقبض شرط صحته فيما له صحة بدون القبض وهو البيع فَلأن يكون شرطاً فيما لا صحة له بدون القبض أولیٰ ، ولأن القبض في هذا الباب يشبه الركن كما في الهبة فيشبه القبول ، وكذا لا يجوز من غير رضا الراهن ، كذا هذا . (۵/۱۹۹ ، كتاب الرهن ، الكلام في القبض)

ما في " المهذب للشيرازي " : لم يلزم من غير قبض كالهبة فإن كان المرهون في يد الراهن لم يجز للمرتهن قبضه إلا بإذن الراهن ، لأن للراهن أن يفسخه قبل القبض فلا يملك المرتهن اسقاط حقه من غير إذنه . (۱/۳۰۵ ، بحوالہ مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۴۹)

رہن رکھتے وقت قرض کی صراحت

مسئلہ (۵۱۳): ایک شخص پر کسی دوسرے شخص کے دو الگ الگ قرض ہیں، اور وہ رہن رکھتے وقت یہ صراحت نہ کرے کہ یہ رہن قرضِ اول کے بدلے ہے، یا قرضِ ثانی کے بدلے، تو یہ عقدِ رہن شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ صحتِ عقدِ رہن کے لیے شرط ہے کہ مرہون بہٖ معلوم ہو؛ یعنی یہ کس قرض کے بدلے ہے؟[1]

اپنے ماتحت کی کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھنا

مسئلہ (۵۱۴): باپ اپنے بچے، اور وصی یتیم کی کسی چیز کو رہن پر رکھے، تو شرعاً یہ جائز ودرست ہے۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(١) ما في " بدائع الصنائع " : منها أن یکون محلاً قابلاً للبیع ..... وأن یکون معلوماً .

(۸/۱۴۱، کتاب الرهن ، فصل في تفضیل الشرائط)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الشرط الثالث : أن یکون الحق المرهون به معلوما ، فلا یصح الرهن بحق مجهول، فلو أعطاه رهناً بأحد دینین له ، دون أن یعینه ، لم یصح الرهن .

(۵/۴۲۲۸ ، المطلب الثالث ، شروط المرهون به)(مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۷۰)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : فأما کونه مملوکاً للراهن فلیس بشرط لجواز الرهن حتی یجوز رهن مال الغیر بغیر إذنه بولایة شرعیة ، کالأب والوصي یرهن مال الصبي بدینه وبدین نفسه . (۵/۱۹۶ ، شرائط الرهن)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجدید " : وللأب أن یرهن بدین علیه متاعاً لطفله ، لأن له إیداعه ، وهذا أولی لهلاکة مضموناً ، ولأن قیام المرتهن بحفظه أبلغ مخافة الغرامة ، بینما الودیعة أمانة وهي غیر مضمونة ، والوصي کذلک ، وقال أبو یوسف وزفر : لا یملکان ذلک وقولهما قیاس ، والأول الظاهر وهو الاستحسان . (۴/۴۶۹ ، حکم رهن الأب والوصي مال الصغیر)=

شیئرز کو بطور رہن رکھنا

مسئلہ (۵۱۵): فقہائے احناف رحمہم اللہ نے مشاع چیز کے رہن رکھنے کو ناجائز قرار دیا ہے[۱]، لیکن ائمۂ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ) اس کے جواز کے قائل ہیں، اوران کے دلائل بھی قوی ومضبوط ہیں، لہٰذا شیئرز کو بطورِ رہن رکھنا جائز ہونا چاہیے، اور''**المجلس الشرعي البحرین**'' نے اسلامی مالیاتی اداروں کو مشاع چیز کے رہن رکھنے کی اجازت دی ہے، البتہ یہ شرط عائد کی ہے کہ مشاع چیز کے اندر حصۂ مرہونہ کی تحدید ضروری ہے، یعنی یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ اس کا اتنے فیصد حصہ رہن ہے۔[۲]

=ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : يجوز للإنسان كما بان سابقاً أن يرهن ملك الغير بإذنه كالمستعار والمستأجر ، وليس لأحد رهن ملك غيره إلا بولاية عليه ، فإذا لم يكن له ولاية في الرهن ، وسلم المرهون إلى المرتهن كان بهذا التسليم متعدياً وغاصباً .

(۴۲۶۵/۶ ، رهن ملك الغير) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۲۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وإنما لم يجز لأن موجب الرهن الحبس الدائم ، وفي المشاع يفوت الدوام لأنه لا بد من المهاياة فيصير كأنه قال : رهنتك يوماً دون يوم ، وتمامه في الهداية .

(۷۹/۱۰ ، باب ما يجوز ارتهانه وما لا يجوز ، بدائع الصنائع :۲۰۵/۵ ، الهداية :۵۰۸/۲)

(۲) ما في " المغني لإبن قدامة " : فصل : وكل عين جاز بيعها جاز رهنها لأن مقصود الرهن الاستيثاق بالدين في استيفائه من ثمن الرهن إن تعذر استيفائه من ذمة الراهن ، وهذا يتحقق في كل عين جاز بيعها ، ولأن ما كان محلاً للبيع كان محلاً لحكمة الرهن ومحل الشيء محل الحكمة إلا أن يمنع مانع من ثبوته أو يفوت شرط فينتفى الحكم لإنتفائه فيصح رهن المشاع لذلك ، وبه قال ابن أبي ليلى ومالك والبيهقي والأوزاعي وسواء والعنبري=

شئ مرہون سے متعلق کاغذات مرتہن کے حوالہ کرنا

مسئلہ (۵۱۶): عصرِ حاضر میں رہن کی ایک جدید صورت بہت زیادہ متعارَف اور مروَّج ہے، جسے ''رہن سائل'' (Floating Charge) کہا جاتا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں راہن شئ مرہونہ مرتہن کے حوالہ نہیں کرتا، بلکہ اس کے بجائے اس کی ملکیت کے کاغذات قبضے میں دیدیتا ہے، جیسے گھر رہن رکھا تو مرتہن گھر اپنے قبضہ میں نہیں لیتا، بلکہ اس کی ملکیت کے کاغذات اپنے پاس رکھتا ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ راہن متعلقہ کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے مرہونہ چیز آگے فروخت نہیں کرسکتا، اور مرتہن کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ اگر وقتِ مقررہ پر اس کا دین وصول نہ ہو، تو وہ اس چیز کو فروخت کر کے اپنا حق وصول کرسکتا ہے، گویا یوں سمجھا جائے گا کہ مرتہن کا اس پر قبضہ باقی ہے، اور یہ قبضہ حکمی کہلائے گا، ''رہن سائل'' میں فریقین (راہن ومرتہن) کو مصلحت اور فائدہ حاصل ہے، مرتہن کا فائدہ یہ ہے کہ وہ شئ اس کے ضمان میں نہیں رہتی، اور راہن کا فائدہ یہ ہے کہ وہ اسے استعمال کرتا رہتا ہے، اور خاص طور پر بین الاقوامی تجارت میں جہاں بائع اور مشتری دونوں مختلف شہروں میں رہتے ہوں، اس

= والشافعي وأبو ثور . (۴/۴۰۷)

ما في " المعايير الشرعية " : ويجوز رهن المشاع مع تحديد النسبة المرهونة منه ، من ذلك رهن الأسهم . (۱۴۲۳، ۲۰۰۲ ، الهيئة ، [هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الإسلامية ، البحرين : ص/۶۴، بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات:ص/۲۶۴ ، الفقه على المذاهب الأربعة : ۲/۲۷۳ ، شروط الرهن)

وقت شئ مرہون پر قبضہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے، اس لیے کہ شئ مرہون کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے میں بڑے اخراجات ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں دین کی توثیق کی ''رہن سائل'' کے علاوہ کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی، لہٰذا اس کے اندر حصر اور تضییق کی ضرورت نہیں، اور ظاہراً یہ جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : الرهن شرعاً : حبس الشيء بحق يمكن أخذه منه كالدين ...... وقوله : (يمكن استيفاؤه منه) أى يمكن استيفاء الحق من الرهن . (۴/ ۴۴۱ ، الرهن)

ما في " الموسوعة الفقهية " : الرهن شرعاً : جعل عين مالية وثيقة بدين يستوفي منها أو من ثمنها إذا تعذر الوفاء . (۲۳/۱۷۵ ، رهن)

ما في " بحوث في قضايا فقهية معاصرة " : الرهن السائل : وهناك نوع آخر من الرهن يوجد في قوانين كثير من البلاد الإسلامية ، لا يقبض فيه المرتهن على الشيء المرهون ، وإنما يبقى بيد الراهن ، ولكن يحق للدائن إذا قصر الدين في الأداء ، أن يطالب بيعه استيفاء لدينه من حصيلة بيعه ، وهذا النوع من الرهن يسمى أحياناً " الرهن الساذج " (Simple Mortgage) وأحياناً ، " الذمة السائلة " (Floating Charge) وهذا مثل أن يرهن الدين سيارته لدى الدائن ، ولكن تبقى السيارة بيد الدين الراهن ، يستعملها لصالحه كيف يشاء ، ولكن لا يجوز له نقل ملكيتها إلى شخص ثالث حتى يفتك الرهن السائل بتسديل الدين ، ويثبت للدائن المرتهن حق في بيعها إذا قصر صاحبها في أداء دينه .... ولكن ههنا ملاحظ أذكرها لتأمل الفقهاء المعاصرين ، وهي : ۱- إن المرتهن في (الرهن السائل) وإن كان لا يقبض الشيء المرهون ولكنه في عموم الأحوال يقبض على مستندات ملكيته .... ۲- إن علة اشتراط القبض في الرهن ، كما ذكره الفقهاء ، هو تمكن المرتهن من استيفاء دينه ببيع ذلك الشيء عند الحاجة ، وإن هذا المقصود حاصل في (الرهن السائل) على أساس مشروط الاتفاقية المعترف بها قانوناً ، فيحتمل يكون القبض الحسي غير لازم في الصورة المذكورة ، لحصول المقصود بهذه المشروط المقررة . ۳- المقصود =

شئ معدوم کو رہن رکھنا

مسئلہ (۵۱۷): رہن کی شرائط میں سے ہے کہ شئ مرہونہ بوقتِ عقد موجود اور مقدور التسلیم ہو، معدوم نہ ہو، جیسے یوں کہنا: میری بکری جو بچہ جنے گی میں اسے رہن رکھتا ہوں، یا یوں کہنا: میرے درخت پر اس سال جو پھل آئے گا وہ رہن رکھتا ہوں، ان صورتوں میں رہن کی شرائط مفقود ہیں، اس لیے رہن کا یہ معاملہ شرعاً درست نہیں ہے۔[1]

=من الرهن هو توثيق الدين ، وقد أجازت الشريعة لحصول هذا المقصود أن يحبس الدائن ملك المديون ويمنعه عن التصرف فيه إلى أن يتم تسديد الدين ، فإن رضي الدائن بحصول مقصوده بأقل من ذلك وهو أن يبقى العين المرهونة بيد الراهن ، ويبقى للمرتهن حق الاستيفاء فقط ، فلا يرى في ذلك أي محظور شرعي .

(ص/۱۴ – ۱۶ ، الرهن السائل ، أحكام البيع بالتقسيط ، مكتبه وحيديه دهلي)

(انعام الباری: ۷/۸۲۰، اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۳/۱۰۰، مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/ ۲۶۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وأما الذي يرجع إلى المرهون فأنواع : منها أن يكون محلاً قابلاً للبيع ، وهو أن يكون موجوداً وقت العقد مالاً ، مطلقاً ، متقوماً ، مملوكاً ، معلوماً ، مقدور التسليم ؛ ونحو ذلك ، فلا يجوز رهن ما ليس بموجود عند العقد ، ولا رهن ما يحتمل الوجود والعدم ، كما إذا رهن ما يثمر نخيله العام ، أو ما تلد أغنامه السنة أو ما في بطن هذه الجارية ونحو ذلك . (۸/ ۱۴۱ ، كتاب الرهن ، بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : فلا يجوز رهن ما ليس بموجود عند العقد ولا رهن ما يحتمل الوجود والعدم ، كما لو رهن ما يثمر شجرة هذا العام ، أو تلد أغنامه هذه السنة ، أو رهن الطير الطائر والحيوان الشارد ، ونحوه مما لا يتأتى في استيفاء الدين منه ولا يمكن بيعه . (۶/ ۴۲۳۱ ، الفصل الثاني عشر، الرهن ، المطلب الرابع ، شروط المال المرهون ، الفتاوى الهندية : ۵/ ۴۳۲ ، الرهن)

مرتہن کا رہن سے نفع حاصل کرنا

مسئلہ (۵۱۸): مرتہن کا شیٔ مرہونہ سے فائدہ اٹھانا، نفع حاصل کرنا بالکل جائز نہیں ہے، گرچہ راہن نے صراحۃً اجازت دی ہو، یا عرفاً اس کا رَواج ہو۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوحنيفة وأبو يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى : لا يجوز للمرتهن الانتفاع بشيء من الرهن ولا للراهن أيضاً . (۱/۶۴۴)

ما في " البحر الرائق " : ولا ينتفع المرتهن بالرهن استخداماً وسكنىً ولبساً وإجارةً ، لأن الرهن يقتضى الحبس إلى أن يستوفي دينه دون الإنتفاع فلا يجوز الإنتفاع إلا بتسليط منه .

(۸/۴۳۸ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " رد المحتار " : لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه وإن أذن له الراهن ، لأنه أذن له فى الربا ، لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون رباً ، وهذا أمر عظيم . (۱۰/۷۰)

(فتاوی محمودیہ:۲۰/ ۱۲۵، جامع الفتاوی:۴/۶۳۳، احسن الفتاوی:۸/ ۴۹۸، دارالاشاعت کراچی)
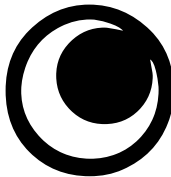
کتاب الغصب

☆......غصب کے مسائل......☆

میونسپلٹی کی زمین پر قبضہ وتصرف

مسئلہ(۵۱۹): سرکاری زمینیں جو پنچائیت یا میونسپلٹی وغیرہ کی زمینیں کہلاتی ہیں، یا شارعِ عام، جس کے ساتھ عوام کا حقِ استفادہ متعلق ہوتا ہے، انہیں متعلقہ محکمہ کی اجازت کے بغیر اپنے قبضہ وتصرف میں لانا اور عوام کو تکلیف ومشقت میں ڈالنا شرعاً جائز نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ . (سورة البقرة : ۱۸۸)

ما في " روح المعاني " : والمراد من الأكل ما يعمّ الأخذ والاستيلاء ، وعبر به لأنه أهم الحوائج ، وبه يحصل اتلاف المال غالباً . (۶۳۲/۲)

وما في " روح المعاني " : (الباطل) الحرام كالسرقة والغصب ، وكل ما لم يأذن بأخذه الشرع . (۱۰۵/۲)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : اتفق العلماء من أهل السنة على أن من أخذ ما وقع عليه اسم مال قلّ أو كثر انه يفسق بذلک وانه محرم عليه أخذه . (۳۴۰/۲)

ما في" القرآن الكريم " : ﴿والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنٰت بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً وإثماً مبيناً﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۸)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : (والذين يؤذون) بوجه من وجوه الأذى ، من قول أو فعل ومعنى (بغير ما اكتسبوا) أنه لم يكن ذلک لسبب فعلوه يوجب عليهم الأذية ويستحقونها به. (۴۲۶/۲)=

....

....

....

....

=ما في" الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أذية المؤمنين والمؤمنات هي أيضاً بالأفعال والأقوال القبيحة ..... لأن أذاه في الجملة حرام . (۲۴۰/۱۴)

ما في " الصحيح لمسلم " : قال رسول الله ﷺ : " إن دمائكم وأموالكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا " . (۱۰۰/۵ ، بيروت)

ما في " صحيح البخاري " : عن سعيد بن زيد قال : قال رسول الله ﷺ : " من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا ، فإنه يُطوَّقُه يوم القيامة من سبع أرضين " .

(ص/ ۴۵۷ ، كتاب بدء الخلق ، باب ما جاء في سبع أرضين ، بيروت)

ما في " فتح الباري شرح البخاري " : قال الخطابي : قوله : (طوقه) له وجهان : أحدها : أن معناه أنه يكلف نقل ما ظلم منها في القيامة إلى المحشر ...... الثاني : معناه أنه يعاقب بالخسف إلى سبعين أرضين ، أي فتكون كل أرض في تلك الحالة طوقاً في عنقه . انتهى .... وفي الحديث تحريم الظلم والغصب ، وتغليظ عقوبته ، وإمكان غصب الأرض ، وأنه من الكبائر ، قاله القرطبي . (۱۳۰/۵)

ما في " رد المحتار " : لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ، ولا ولايته .

(۲۴۰/۹ ، كتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

ما في " الهداية " : وعلى الغاصب ردّ العين المغصوبة ، معناه : ما دام قائماً ، لقوله عليه السلام : .... " لا يحل لأحد أن يأخذ متاع أخيه لاعباً ولا جاداً ، فإن أخذه فليردّ عليه " .

(۳۷۳/۳ ، كتاب الغصب ، كذا في مجمع الأنهر : ۷۸/۴ ، كتاب الغصب ، تبيين الحقائق : ۳۱۵/۶ ، كتاب الغصب)

(فتاوی محمودیہ: ۱۷/ ۱۴۲، ۱۴۳، کراچی، کفایت المفتی: ۸/ ۱۷۵، جدید مسائل کا حل: ص/ ۳۰۰)

کمیونسٹ ملک میں رہائش پذیر مسلموں کے اموال

مسئلہ (۵۲۰): اگر کسی ملک پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہوجائے، اور اکثر مسلمان وہاں سے ہجرت کرجائیں، اور بعض مسلمان باقی رہ جائیں، تو جن لوگوں نے کمیونسٹوں کے قبضے کے بعد ہجرت نہیں کی اور انہیں کے ساتھ رہ رہے ہیں، اور مجاہدین کے خلاف ان کی اعانت نہیں کرتے ہیں، تو گرچہ یہ لوگ ہجرت نہ کرنے کی وجہ سے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں، لیکن شریعتِ مقدسہ ان کو قصداً وارادۃً قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے، البتہ ان کے اموال کو ضبط کرنا جب کہ اس سے کفار کو فائدہ پہنچ رہا ہو، درست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في" القرآن الكريم " : ﴿إن الذين توفّٰهم الملٰئكة ظالمي أنفسهم ، قالوا فيم كنتم ، قالوا كنا مستضعفين في الأرض ، قالوا ألم تكن أرض اللّٰه واسعة فتهاجروا فيها ، فأولٰئك مأوٰهم جهنّم وساء ت مصيرًا﴾ . (النساء : ۹۷)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿ألم تكن أرض اللّٰه واسعةً﴾ ويفيد هذا السؤال والجواب أنهم ماتوا مسلمين ظالمين لأنفسهم في تركهم الهجرة . (۳۴۶/۵)

ما في " كتاب شرح السير الكبير " : لو رمىٰ رجل من المسلمين رجلاً واقفاً في صف المشركين وهو مسلم قد جاء به المشركون مكرهاً ، والرامي لا يعلم أنه مسلم ، أو يعلم إلا أنه لم يتعمده بالرمية ، أو تعمده وهو لا يدري أنه مسلم ، فهذا كله سواء ، وليس على الرامي فيه دية ولا كفارة ، لأنه قد حل له الرمي إلى صف المشركين مطلقاً إلا أن يعلم مسلماً بعينه قد جاء به العدو مكرهاً ، فتعمد بالرمي وهو يعلم حاله فحينئذٍ يلزمه القود في القياس ، لأنه عمد محض ، والعمد موجب للقعود ، وهذا قياس يؤيده بالنص ، وهو قوله عليه السلام : "العمد قود " . وفي الاستحسان لا قود عليه ، لأنه في صف المشركين ، والرمي إلى =

بزور وزبردستی کسی کی زمین لے لینا

مسئلہ (۵۲۱): کسی شخص کا اپنے گھر کی توسیع کے لیے کسی دوسرے شخص کی زمین کو اس کی رضامندی کے بغیر لے لینا، جب کہ اس شخص کا نام بھی دستاویزات میں لکھا ہو، شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ کسی کی زمین غصب کرنا گناہِ کبیرہ ہے، بروزِ قیامت غاصب کے گلے میں ساتوں زمینوں کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا[1]، لہٰذا اگر کسی شخص نے کسی کی کوئی زمین غصب کرلی ہو، تو اس کو چاہیے کہ شخصِ آخر کی زمین خالی کرکے واپس دیدے[2]، یا ملبے وغیرہ کی قیمت

=صفهم مباح ، ولكن عليه الدية في ماله .

(۴/۲۲۴ ، باب قلع الماء عن أهل الحرب وتحريق حصونهم ونصب المجانيق عليها)

ما في " رد المحتار " : نحاربهم (أهل الحرب) بنصب المجانيق وحرقهم وغرقهم ، وقطع أشجارهم ورميهم ، لكن جواز التحريق والتغريق مقيد كما في شرح السير ، بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلك بلا مشقة عظيمة ، فإن تمكنوا بدونها فلا يجوز ، لأن فيه إهلاک أطفالهم ونسائهم ومن عندهم من المسلمين .

(۶/۱۶۰ ، كتاب الجهاد ، مطلب في أن الكفار مخاطبون ندباً)

ما في " بدائع الصنائع " : لو أسلم حربي في دار الحرب ولم يهاجر إلينا فقتله مسلم عمداً أو خطأً فلا شيء عليه إلا الكفارة ، وعند أبي يوسف عليه الدية في الخطايا .

(۶/۶۹ ، كتاب السير ، لو أسلم أحد الأبوين)

ما في " الفتاوى الكاملية " : من يدخل تحت جوارهم وأمانهم من غير إعانة لهم بنفسه وبماله ولا يكون عيناً لهم علينا ولا رداءً دونهم لا يباح قتله ، وإنما هو عاص معصية لا تبيح ما عصمه الإسلام من دمه وماله ، وإنما أبيح أخذ أموالهم أيضاً لكونهم يعينون به العدو على مقاتل الإسلام ومقاومته ومناواته ومناهفته ، فأبيح أخذه لذلک . (بحوالہ فتاوی حقانیہ: ۵/۳۰۶)=

لے لے اور وہ مکان اس شخص کو دیدے، یا زمین کی قیمت شخصِ آخر کو دیدے، اس طرح یہ زمین اس کی ہوجائے گی، غرض کہ آپسی سمجھوتہ سے معاملہ حل کرلیا جائے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا يأخذ أحد شبراً من الأرض بغير حقه إلا طوقه الله إلى سبع أرضين يوم القيامة " .

(۲/۳۳ ، كتاب المساقات ، باب تحريم الظلم والغصب)

ما في " التنوير مع الدر والرد " : (ومن بنى أو غرس في أرض غيره بغير إذنه أمر بالقلع والرد) ...... وللمالك أن يضمن له قيمة بناء أو شجر أمر بقلعه إن نقصت الأرض به .

(۹/۲۳۴ ، كتاب الغصب ، قبيل مطلب زرع في أرض . الخ)

(۲) ما في " شرح المجلة " : إن كان المغصوب أرضاً فبنى الغاصب فيها بناءً ..... أو غرس فيها أشجارًا فإنه يؤمر بقلعها ورد الأرض ، وإن كانت قيمة البناء والغراس أكثر من قيمة الأرض . (ص/۵۰۲ ، رقم المادة : ۹۰۶)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والصُّلح خيرٌ﴾ . (سورة النساء : ۱۲۸)

ما في " حاشية الشلبي على تبيين الحقائق " : ﴿الصّلح خير﴾ . [النساء : ۱۲۸] عرف بالألف واللام فيقتضي أن يكون كل الصلح خيرًا وكل خير مشروع .

(۵/۴۶۷ ، كتاب الصلح ، بيروت)

(فتاوی محمودیہ: ۱۷/۱۴۴، کراچی)

کتاب اللقطة

☆......لقطہ کے مسائل......☆

سیلاب میں بہہ کرآئی چیزوں کا استعمال

مسئلہ (۵۲۲): سیلاب وغیرہ میں بہت سی چیزیں بہہ کرآتی ہیں، ان کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں، کیوں کہ یہ لقطہ کی طرح ہیں، اور لقطہ کا حکم یہ ہے کہ مالک کو تلاش کرکے اس کے حوالہ کیا جائے، ہاں ! اگر خود غریب مصرفِ صدقہ ہے، تو خود بھی استعمال کرسکتا ہے، لیکن اگر مالک آئے اور مطالبہ کرے، تو اس کی قیمت اپنے پاس سے ادا کردے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : اللقطة أمانة إذا أشهد الملتقط أن يأخذها ليحفظها فيردّها على صاحبها . (۲۹۱/۲)

ما في " البحر الرائق " : قوله : وينتفع بها لو فقيراً وإلا تصدّق على أجنبي ، ولأبويه وزوجته ، وولده لو فقيرًا ، أن ينتفع الملتقط باللقطة بأن يتملكها ، بشرط كونه فقيرًا نظرًا من الجانبين كما جاز الدفع إلى فقير آخر . (۲۶۴/۵)

ما في " الفتاوى الهندية " : إن كان الملتقط محتاجاً فله أن يصرف اللقطة إلى نفسه بعد التعريف ، وإن كان الملتقط غنياً لا يصرفها إلى نفسه ، بل يتصدق على أجنبي أو أبويه ، أو ولده ، أو زوجته إذا كانوا فقراء . (۲۹۱/۲)

ما في " رد المحتار " : وفي القنية : لو رجا وجود المالك وجب الإيصاء ، فإن جاء مالكها بعد التصدق خير بين إجازة فعله ، ولو بعد هلاكها . (در مختار) . وفي الشامية : (وفي القنية) وما يتصدق به الملتقط بعد التعريف وغلبه ظنه أنه لا يوجد صاحبه لا يجب إيصاء ه ، وإن كان يرجو وجود المالك وجب الإيصاء ، والمراد الإيصاء بضمانها إذا ظهر صاحبها ، ولم يجز تصدق الملتقط لا الإيصاء بعينها قبل التصدق بها ، لكنه مفهوم بالأولى ، فلذا عمم الشارح . (۳۳۸/۶ ، مجمع الأنهر : ۵۲۶/۲)

کتاب الهبة والوصية

☆......ہبہ اور وصیت کے مسائل......☆

عقدِ ہبہ

مسئلہ (۵۲۳): بلاعوض اپنی زندگی میں کسی شخص کو اپنے مال کا مالک بنانے کا نام ہبہ ہے[۱]، اور ہبہ امرِ مشروع ہے[۲]، ہبہ کے مکمل ہونے کے لیے قبضہ کا ہونا ضروری ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التعريفات للجرجاني " : الهبة في اللغة : التبرع . وفي الشرع : تمليك العين بلا عوض . (ص/ ۲۵۱)

ما في " مجمع الأنهر " : هي تمليك عين بلا عوض . (۴۸۹/۳)

(۲) ما في " مجمع الزوائد " : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : قال رسول الله ﷺ : " تهادوا تحابّوا " . (۱۸۵/۴ ، كتاب البيوع ، باب الهدية)

ما في " الهداية " : الهبة عقد مشروع لقوله عليه السلام : " تهادوا تحابوا " . وعلى ذلك انعقد الإجماع . (۲۸۳/۳)

ما في " مجمع الأنهر " : وهي أمر مندوب وصنع محمود محبوب ، قال ﷺ : " تهادوا تحابوا " . (۴۹۰/۳ ، كتاب الهبة ، تبيين الحقائق :۴۸/۴) (قاموس الفقہ :۳۲۶/۵)

(۳) ما في " الهداية " : وتصح بالإيجاب والقبول والقبض ..... والقبض لا بد منه لثبوت الملك . (۲۸۳/۳ ، كتاب الهبة) (کتاب الفتاوی:۶/ ۳۱۷، ۳۱۸، نعیمیہ)

ما في " تبيين الحقائق " : وأما القبض فلا بد منه لثبوت الملك لقوله عليه السلام : " لا تجوز الهبة إلا مقبوضة " . (۴۹/۴ ، كتاب الهبة ، مجمع الأنهر:۴۹۱/۳ ، كتاب الهبة)

ہبہ واپس لینا

مسئلہ (۵۲۴): کسی نے اجنبی شخص کو ہبہ کیا، پھر واپس لے لیا، تو ہبہ کا واپس لینا درست تو ہے[۱]، مگر مکروہِ تحریمی ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : يصح الرجوع فيها كلا أو بعضاً ويكره ويمنع . (۴۹۹/۳)

ما في " تبيين الحقائق " : قال رحمه الله تعالى : صح الرجوع فيها .

(۶۱/۴، باب الرجوع في الهبة)

ما في " بدائع الصنائع " : هي ثبوت ملك غير لازم في الأصل وللواهب أن يرجع في هبته .

(۱۸۲/۵)

(۲) ما في " الهداية " : وإذا وهب هبة لأجنبي فله الرجوع فيها ..... وقوله في الكتاب فله الرجوع لبيان الحكم أما الكراهة فلازمة لقوله عليه السلام : " العائد فى هبته كالعائد في قيئه" . وهذا الاستقباح . (۲۸۹/۳ ، باب ما يصح الرجوع وما لا يصح)

اعضائے انسانی کا ہبہ یا وصیت

مسئلہ (۵۲۵): بہت سے لوگ یہ وصیت کر جاتے ہیں کہ میرے مرنے کے بعد میرے ہاتھ، پیر، کان، ناک، آنکھ وغیرہ عطیہ ہیں، تا کہ میرے ان خوبصورت اعضا سے دوسرا شخص استفادہ کر سکے، شرعاً ایسی وصیت کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ کسی بھی چیز کے ہبہ یا عطیہ کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ شئ مال ہو، اور دینے والے کی ملک ہو، اسی طرح وصیت کے لیے بھی شرط یہ ہے کہ جس شئ کی وصیت کی جا رہی ہو، وہ شئ مال ہو، اور قابلِ تملیک ہو[۱]، جب کہ انسانی اعضا نہ تو مال ہیں اور نہ ہی انسان اپنے کسی عضو کا مالک ہے، اس لیے انسان اپنے اعضا میں سے کسی عضو کا نہ ہبہ کر سکتا ہے، اور نہ ہی عطیہ دینے کی وصیت کر سکتا ہے، نیز انسانی اعضا کا استعمال کسی بھی حال میں درست نہیں۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : ومنها أن يكون مالاً متقوماً فلا تجوز هبة ما ليس بمال أصلاً ...... ومنها أن يكون مملوكاً للواهب فلا تجوز هبة مال الغير بغير إذنه . (۴/۳۷۴)

ما في " بدائع الصنائع " : ومنها أن يكون مالا أو متعلقاً بالمال لأن الوصية إيجاب الملك أو إيجاب ما يتعلق بالملك من البيع والهبة والصدقة والاعتاق ومحل الملك هو المال فلا تصح الوصية بالميتة والدم لأنهما ليسا بمال في حق أحد . (۶/۴۵۷ ، كتاب الوصايا)

(۲) ما في " شرح كتاب السير الكبير " : الآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه في حياته فكما يحرم التداوي بشيء من الآدمي الحي إكراماً له فكذلك لا يجوز التداوي بعظم الميت ، قال رسول الله ﷺ : " كسر عظم الميت ككسر عظم الحيّ " .

(۱/۹۲ ، باب دواء الجراحة)(فتاویٰ بینات:۴/۳۵۱-۳۵۴)

کتاب العاریة

☆......عاریت کے مسائل......☆

اعارہ/ عاریت

مسئلہ (٥٢٦): اعارہ لغۃً: عاریت پر کسی کو کوئی چیز دینا، اصطلاحاً: بغیر عوض کے کسی کو کسی چیز کی منفعت کا مالک بنانا(١)، شرعاً اعارہ مندوب ہے۔(٢)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الإعارة : ماخوذة من عار إذا ذهب وجاء ... واصطلاحاً : تمليك المنفعة بغير عوض . (٤٠٣٥/٦ ، الفصل الثامن : الإعارة ، المعجم الوسيط : ٦٥٧ ، التعريفات الفقهية :ص/١٤١، حرف العين)

(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوى﴾ . (سورة المائدة : ٢)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ويمنعون الماعُون﴾ . (سورة الماعون : ٧)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والإعارة قربة مندوبة إليها لقوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البرّ والتقوىٰ﴾ . [المائدة :٢/٥] وفسّر جمهور المفسّرين قوله تعالى : ﴿ويمنعون الماعون﴾ . [الماعون :١٠٧/٧] بما يستعيره الجيران بعضهم من بعض كالدلو والفأس والإبرة ونحوها .

(٤٠٣٦/٥ ، الفصل الثامن : الإعارة ، المبحث الأول : تعريف الإعارة ومشروعيتها)

کتاب الحظر والإباحة

☆......مباح اور ممنوع چیزوں کے مسائل......☆

کراٹے کے استاذ کو جھک کر سلام

مسئلہ (۵۲۷): بہت سارے اسکولوں میں کراٹے سکھائے جاتے ہیں، طلبہ جب اپنے اساتذہ کے سامنے آتے ہیں، تو ہاتھ کھلا چھوڑ کر ان کے سامنے اس طرح جھکتے ہیں جس میں رکوع کی ہیئت پائی جاتی ہے، فقہاء کرام نے اس طرح کی تعظیم کو مکروہ کہا ہے، کیوں کہ ماسوی اللہ کسی کی بھی ایسی تعظیم کرنا جس میں رکوع کی طرح جھکنا پایا جائے، غیر اللہ کو سجدہ کرنے کے مترادف ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أنس رضي الله تعالى عنه قال : " قال رجل : يا رسول الله ! الرجل منا يلقي أخاه أو صديقه أينحني له ؟ قال : لا " .. الحديث . (۱۰۲/۲ ، قديمي)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (أينحني له) من الإنحناء ، وهو إمالة الرأس و الظهر تواضعاً وخدمة (قال : لا) أي فإنه في معنى الركوع ، وهو كالسجود من عبادة الله سبحانه .

(۴۹۸/۸ ، كتاب الآداب ، باب المصافحة والمعانقة)

ما في " الفتاوى الهندية " : الإنحناء للسلطان أو لغيره مكروه ، لأنه يشبه فعل المجوس ، ويكره الإنحناء عند التحية، وبه ورد النهي . (۳۶۹/۵ ، كتاب الكراهية)

ما في " مجمع الأنهر " : وفي العمادية : ويكره الإنحناء ، لأنه يشبه فعل المجوس .

(۲۰۶/۴ ، كتاب الكراهية ، قبيل فصل في بيان أحكام الاستبراء)

ما في " رد المحتار " : وفي الزاهدي : الإيماء في الإسلام إلى قريب الركوع كالسجود ، وفي المحيط : انه يكره الإنحناء للسلطان وغيره . (۴۲۸/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

بلاضرورت تصویر

مسئلہ (۵۲۸): بلاضرورت تصویر کھینچنا، کھنچوانا اور رکھنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں (۱)، جو شخص پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کی ضرورت کے بغیر تصویر کھینچتا، کھنچواتا یا رکھتا ہے، وہ فاسق ہے، اور فاسق کی شہادت مردود ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشدّ الناس عذاباً عند الله المصورون " . (۲/۸۸۰ ، كتاب اللباس ، باب التصاوير)

عن عبد الله بن عمر أن رسول الله ﷺ قال : " إن الذين يصنعون هذه الصور يعذّبون يوم القيامة يقال لهم: أحيوا ما خلقتم " ...... عن أبي طلحة قال : قال رسول الله ﷺ : " لا تدخل الملئكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير " . (۲/۸۸۰ ، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : اتفقوا على أن الإعلان بكبيرة يمنع الشهادة ، وفي الصغائر إن كان معلناً بنوع فسق مستشنع يسميه الناس بذلک فاسقاً مطلقاً لا تقبل شهادته .

(۳/۴۶۶ ، كتاب الشهادات ، الفصل الثاني فيمن لا تقبل شهادته لفسقه)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين الفقهاء في اشتراط عدالة الشهود ، لقوله تعالى : ﴿وأشهدوا ذَوَيْ عدل منكم﴾ ولذا لا تقبل شهادة الفاسق . (۲۶/۲۲۳)

ما في " رد المحتار " : العدل من يجتنب الكبائر كلها ، حتى لو ارتكب كبيرة تسقط عدالته وفي الصغائر العبرة للغلبة ، أو الإصرار على الصغيرة فتصير كبيرة ، ولذا قال : وغلب صوابه . قال في الهامش : لا تقبل شهادة من يجلس مجلس الفجور والمجانة والشرب وإن لم يشرب ، هكذا في " المحيط " . "فتاوى هنديه " . وفيها : والفاسق إذا تاب لا تقبل شهادته ما لم يمض عليه زمان يظهر عليه أثر التوبة ، والصحيح أن ذلک مفوض إلى رأي القاضي .

(۸/۱۶۸ ، كتاب الشهادات ، باب القبول وعدمه)

مکان میں فوٹو اور تصاویر

مسئلہ (۵۲۹): جاندار کی فوٹو اور تصویریں قصداً مکان میں رکھنا حرام ہے[۱]، اور بلا قصد کسی اخبار یا کتاب میں رہ جائے تو یہ حرام نہیں، مگر مکروہ یہ بھی ہے، اور رحمت کے فرشتے روکنے کے لیے کافی ہے۔[۲]

تخم ریزی کے لیے غلہ کی ذخیرہ اندوزی

مسئلہ (۵۳۰): بعض کسان لوگ بیج کے لیے غلہ روکے رکھتے ہیں، اور یہ نیت کرتے ہیں کہ تخم ریزی کے وقت فروخت کروں گا، تو ان کا یہ عمل شرعاً درست ہے، کیوں کہ یہ احتکار نہیں ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في شرح المسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو إناء وحائط وغيرها .

(۴۱۶/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، كذا في البحر الرائق : ۴۸/۲ ، كتاب الصلاة ، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها) (کفایت المفتی :۹/ ۲۳۸)

ما في " عمدة القاري " : إن عائشة رضي الله عنها حدثته : " أن النبي ﷺ لم يكن يترک في بيته شيئاً فيه تصاليب إلا نقضه " . (۱۱/۲۲ ، باب نقض الصور ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي طلحة ، عن النبي ﷺ قال : " لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة " . (۲۰۰/۲ ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان) (جامع الفتاوی:۴/ ۴۰)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكره احتكار قوت البشر والبهائم في بلد يضر بأهله .... فإن لم يضر لم يكره .(در مختار) . وفي الشامية : الاحتكار لغة احتباس=

مسجد کے قریب آلاتِ لہو ولعب کا استعمال

مسئلہ (۵۳۱): آلاتِ لہو ولعب کا استعمال اگر مسجد کے قریب استخفاف واذلالِ دین، یا اہلِ دین کو غصہ دلانے یا مشغول کرنے کے لیے ہو، تو موجبِ کفر ہے [۱]، اور اگر اس نیت سے نہ ہو تب بھی کراہت سے خالی نہیں۔ [۲]

= الشيء انتظاراً لغلائه . (۴۸٦/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " تبيين الحقائق " : احتكار قوت الآدمي والبهيمة في بلد يضر بأهله أي يكره الاحتكار في القوت إذا كان يضر بأهل البلد .... بخلاف ما إذا لم يضر بأن كان المصر كبيراً ، لأنه حابس ملكه من غير إضرار بغيره . (٦٠/٧ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " مجمع الأنهر " : (ويكره الاحتكار) هو لغة : احتباس الشيء انتظاراً لغلائه ، .... وشرعاً : اشتراء طعام ونحوه وحبسه إلى الغلاء أربعين يوماً . (۲۱۳/۴ ، كتاب الكراهية)

ما في " بدائع الصنائع " : الاحتكار فهو أن يشتري طعاماً في مصر ، ويمتنع عن بيعه وذلك يضر بالناس ، وكذلك لو اشتراه من مكان قريب يحمل طعامه إلى المصر ، وذلك المصر صغير ، وهذا يضر به يكون محتكراً ، وإن كان مصراً كبيراً لا يضر به لا يكون محتكراً .
(۳۰۸/۴ ، كتاب الكراهية ، حكم الاحتكار)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : ويكره في أقوات الآدميين والبهائم في موضع يضر بأهله وشرطه أن يكون مصراً يضر به الاحتكار ، لأنه تعلق به حق العامة ، وشرط بعضهم الشراء في وقت الغلاء وينتظر زيادة الغلاء ، والكل مكروه . (۴۱۴/۴ ، ۴۱۵ ، كتاب الكراهية)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما كان صلوتهم عند البيت إلا مكآء و تصدية ، فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون﴾ . (سورة الأنفال : ۳۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : فيه ردّ على الجهال من الصوفية الذين يرقصون ويصفقون ، وذلك كله منكر ينزه عن مثله العقلاء ، ويتشبه فاعله بالمشركين فيما كان يفعلونه عند البيت ، وقال : ويتشبه أن يشغلوا بذلك محمداً ﷺ عن الصلوٰة . =

ربڑ کی مصنوعی عورت

مسئلہ (۵۳۲): بیوی اور باندی کے علاوہ کسی اور طریقے سے جنسی خواہش کو پورا کرنا جائز نہیں ہے [۱]، یہی حکم ربڑ کی مصنوعی عورت سے جماع کرنے کا ہے، لیکن اگر کسی نیم پاگل شخص کے متعلق مسلمان حاذق ڈاکٹر نے یہ کہا ہو کہ کسی عورت کے ساتھ جماع کرنے سے ہی اُس کا علاج ہوسکتا ہے، لیکن کوئی اس سے شادی کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، اوراس کے علاوہ کوئی دوا بھی نہ ہو، اور نہ دوا ملنے کی توقع ہو، نیز اس سے شفا کا یقین ہو، تو ایسی صورت میں تداوی بالمحرمات کے قاعدے سے علاجاً، اس نیم پاگل کے لیے ربڑ کی عورت سے جماع کرنے کی اجازت ہوگی۔ [۲]

=(۴۰۰/۷، ۴۰۱، سورۃ التوبۃ)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن أظلم ممن منع مسٰجد اللّٰه أن يُذكر فيها اسمه وسعى في خرابها ، اولٰئک ما كان لهم أن يدخلوها إلا خآئفين﴾ . (سورة البقرة : ۱۱۴)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكره كل لهو لقوله عليه السلام : " كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة : ملاعبته أهله ، وتاديبه لفرسه ، ومناضلته بقوسه " . (۴۸۱/۹)

وما في " الدر المختار مع الشامية " :وفي السراج : ودلت المسألة أن الملاهي كلها حرام . (۴۲۴/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين هم لفروجهم حٰفظون O إلا علٰى أزواجهم أو ما ملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين O فمن ابتغٰى ورآء ذلک فأولٰئک هم العٰدون﴾ .

(سورة المؤمنون : ۵ ، ۶ ، ۷)=

....

....

....

....

=ما في " رد المحتار " : لو أدخل ذكره في حائط أو نحو ، حتى أمنى أو استمنى بكفه بحائل يمنع الحرارة يأثم أيضًا ، ويدل أيضًا على ما قلنا في الزيلعي ، حيث استدل على عدم حلّه بالكف ، بقوله تعالى : ﴿والذين هم لفروجهم حٰفظون .. إلى .. هم العٰدون﴾ ، وقال : فلم يبح الاستمتاع إلا بهما أي بالزوجة والأمة ، فأفاد عدم حل الاستمتاع ، أي قضاء الشهوة بغيرهما . (۳۳۲/۳ ، كتاب الصوم ، مطلب في حكم الاستمناء باليد)

(۲) ما في " رد المحتار " : (واختلف في التداوي بالمحرم) ففي النهاية عن الذخيرة : يجوز إن علم فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر .... لكن قد علمت أن قول الأطباء لا يحصل به العلم والظاهر أن التجربة يحصل به العلم .

(۳۲۵/۱ ، كتاب الطهارة ، مطلب في التداوي بالمحرم)

ما في " بدائع الصنائع " : أما الحديث فقد ذكر قتادة : " أن النبي ﷺ أمر بشرب ألبانها دون أبوالها " . فلا يصح التعلق به على يحتمل أن النبي ﷺ عرف بطريق الوحي شفاء هم فيه ، والاستشفاء بالحرام جائز عند التيقن لحصول الشفاء فيه ، كتناول الميتة عند المخمصة ، والخمر عند العطش ، وإساغة اللقمة ، وإنما لا يباح بما لا يستيقن حصول الشفاء به . (۱۹۷/۱ ، كتاب الطهارة ، حكم الأرواث)

ما في " جامع الترمذي " : عن أنس : أن ناساً من عرينة قدموا المدينة فاجتووها فبعثهم رسول اللّٰه ﷺ في إبل الصدقة ، وقال : " اشربوا من ألبانها وأبوالها " . الحديث .

(۲۱/۱ ، كتاب الطهارة ، باب ما جاء في بول ما يؤكل لحمه)

ما في " العرف الشذي " : وفي كلام ابن حزم : أن التداوي بالمحرم جائز حالة الاضطرار قطعاً ، فإن القرآن يجوز أكل الميتة والخنزير حالة الاضطرار . (۱۰۹/۱)

(منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/ ۴۰۷-۴۰۹ جدید مسائل کا حل:ص/ ۳۱۷،۳۱۸)

ٹیسٹ ٹیوب بے بی

مسئلہ (۵۳۳): اگر کسی شخص کو اولاد نہ ہوتی ہو، لیکن کوئی ڈاکٹر شوہر سے یہ کہے کہ تم اپنے ہاتھ سے مادۂ منویہ نکال کر دو، تمہاری اہلیہ کی بچہ دانی میں کسی آلہ کے ذریعہ منتقل کریں گے، اور اس عمل سے امید ہے کہ بچہ پیدا ہو جائے گا، تو مشت زنی کی اجازت تو نہیں ہے [۱]، البتہ بوقتِ صحبت عزل کا طریقہ اختیار کر کے منی محفوظ کی جا سکتی ہے، اولاد حاصل کرنے کا یہ طریقہ ضرورۃً جائز ہے، جب کہ شوہر خود یہ عمل کرے [۲]، مگر یہ طریقہ غیر فطری اور مکروہ ہے، اور ڈاکٹر سے ایسا عمل کرانا قطعی حرام ہے، کیوں ستر عورت فرض ہے، اور عورت کی شرمگاہ یہ سترِ غلیظ ہے۔ [۳]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " کنز العمال " : عن أنس رضي اللّٰہ عنه ، عن النبي ﷺ : " سبعة لا ینظر اللّٰہ إلیهم یوم القیامة ، ولا یزکّیهم ، ولا یجمعهم مع العالمین ، یدخلهم النار أول الداخلین إلا أن یتوبوا ، فمن تاب تاب اللّٰہ علیه ؛ الناکح یده ، والفاعل والمفعول به " .

(۱۶/ ۳۹ ، رقم الحدیث : ۴۴۰۳۳)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غیر متجانف لإثم ، فإن اللّٰہ غفور رحیم﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجیم " : " الضرورات تبیح المحظورات " . (۱/ ۳۰۷)

ما في " فقه النوازل " : إن الأسلوب الأول الذي توخذ فیه النطفة الذکریة من رجل متزوج ، ثم تحقن في رحم زوجته نفسها في طریقة التلقیح الداخلي ، هو أسلوب جائز شرعاً .

(۴/ ۸۰ ، حکم التلقیح الاصطناعي)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : إن طرق التلقیح الصناعي المعروفة في هذه الأیام هي =

افزائشِ نسل کے لیے جانوروں کو انجکشن لگانا

مسئلہ (۵۳۴): حیوانات میں چونکہ نسب کا لحاظ رکھنا شرعی اعتبار سے ضروری نہیں، اور جانوروں میں اصل ماں ہوتی ہے، اور بچہ حلت وحرمت میں ماں کے تابع ہوتا ہے، اس لیے جانوروں کی افزائشِ نسل کے لیے انجکشن لگانا قبیح عمل نہیں ہے۔ (۱)

=سبع :...... السابعة : أن توخذ بذرة الزوج وتحقن في الموضع المنسب من مهبل زوجته أو رحمها تلقيحاً داخلياً .... أما الطريقان ، السادس والسابع فقد رأى مجلس المجمع أنه لا حرج من اللجو إليها عند الحاجة مع التاكيد على ضرورة أخذ كل الاحتياطات اللازمة .

(قرار رقم :۴ ، بشان أطفال الأنابيب)

(۳) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي سعيد الخدري ، عن أبيه ، أن رسول الله ﷺ قال : "لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة " . الحديث . (۱/۱۵۴ ، قديمي)

ما في " المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج " : وأما أحكام الباب ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذا نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع ، وهذا التحريم في حق غير الازواج . (۳/۱۴۵ ، باب تحريم النظر إلى العورات)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال النووي رحمه الله : نظر الرجل إلى المرأة الأجنبية حرام من كل شيء من بدنها ، وكذلک نظر المرأة إلى الرجل ، سواء كان بشهوتها أو بغيرها .

(۶/۲۵۲ ، كتاب النكاح ، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات)(فتاوی رحیمیہ:۱۰/۱۷۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ومن جهة أخرى اتفاق الجميع على أن لحم البغل لا يؤكل وهو من الفرس، فلو كانت أمه حلاله لكان حكمه حكم أمه ، لأن حكم الولد حكم الأم ، إذ هو كبعضها ، ألا ترى أن حمارة أهلية لو ولدت من حمار وحشي لم يؤكل ولدها ، ولو ولدت حمارة وحشية من حمار أهلي أكل ولده ، فكان الولد تابعاً لأمه دون أبيه . (۳/۲۳۹)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا كان الولد بين وحشي وأهلي ، فإن كانت الأم أهلية=

دھات سے جاندار کا مجسمہ بنانا

مسئلہ(۵۳۵): کسی بھی جاندار کا مجسمہ اور شکل بنانا، خواہ کسی بھی دھات سے ہو، سخت حرام اور گناہِ کبیرہ ہے(۱)، اگر مشرکین کی عبادت کی اشیاء مثلاً مورتی وغیرہ بنائی جاتی ہو، تو براہِ راست تعاون علی الشرک کی بنا پر مزید حرام اور عذابِ الٰہی کا باعث ہوگا۔(۲)

= جازت التضحية بالولد ، وإن كانت وحشية لا تجوز ، لأن الولد جزء من الأم . (۲۲/۱۲)

ما في" الفتاوى الهندية " : ولا يجوز في الأضاحي شيء من الوحشي ، فإن كان متولداً من الوحشي والإنسي فالعبرة للأم . (۲۹۷/۵) (فتاویٰ حقانیہ:۳۹۹/۲)

ما في" الهداية " : والمولود بين الأهلي والوحشي يتبع الأم ، لأنها هي الأصل في التبعية ، حتى إذا نزأ الذئب على الشاة يضحى بالولد . (۴۳۳/۱ ، بدائع الصنائع : ۲۰۵/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشدّ الناس عذاباً عند الله المصورون " . (۸۸۰/۲ ، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

وفيه أيضاً : عن عبد الله بن عمر ، أن رسول الله ﷺ قال : " إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة ، يقال لهم : أحيوا ما خلقتم " . (۸۸۰/۲ ،عذاب المصورين يوم القيامة)

وفيه أيضاً : عن أبي طلحة قال : قال رسول الله ﷺ :" لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير" . (۸۸۰/۲ ، كتاب اللباس)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قال في التوضيح : التمثال إذا كان لغير حيوان كالشجر جائز ، وإن كان لحيوان فما له ظلٌ ويقيم فهو حرام بإجماع ، وكذا يحرم وإن لم يقم كالعجين .... فالحاصل أن المنع من اتخاذ الصور مجمع عليه فيما بين الأئمة الأربعة إذا كانت مجسدة ، أما غير المجسدة منها فاتفق الأئمة الثلاثة على حرمتها أيضاً قولاً واحداً .

(۱۳۸/۱۰ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

(۲) ما في " القرآن الكريم " :﴿وتعاونوا على البر والتقوى ، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)=

مقدس اوراق بیت الخلا میں لے جانا

مسئلہ (۵۳۶): شریعتِ اسلامی میں ہر معظم شئ کی تعظیم واحترام کا حکم دیا گیا ہے، چونکہ آیات قرآنی اور احادیث وغیرہ کے اوراق انتہائی معظم اور مکرم ہیں، اور بیت الخلا میں ساتھ لے جانے سے ان کی تحقیر ہوتی ہے، اس لیے قصداً ایسا کرنے سے اجتناب کیا جائے، رسول اللہ ﷺ بذات خود بیت الخلا جاتے وقت اپنی انگوٹھی اتار لیتے تھے، جس میں ''محمد رسول اللہ'' لکھا ہوا تھا، البتہ اگر ایسے اوراق کے رکھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ نہ ہو، اور اُن کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو، تو پھر اِس صورت میں ساتھ لے جانے سے گناہ نہ ہوگا۔ (۱)

=ما في " التفسير لإبن كثير " : يأمر الله تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة على فعل الخيرات ، وهو البر ، وترک المنكرات وهو التقوى ، وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم. (۱/۴۷۸) (جدید مسائل کا حل: ص/ ۵۸۸، ۵۸۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يمسّه إلا المطهّرون﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما في " سنن أبي داود " : عن أنس قال : " كان النبي ﷺ إذا دخل الخلاء وضع خاتمه " .

(۱/۴ ، كتاب الطهارة ، باب الخاتم يكون فيه ذكر الله تعالى يدخل به الخلاء)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الا يحمل مكتوباً ذكر اسم الله عليه ، أو كل اسم معظم كالملائكة ، والعزيز ، والكريم ، ومحمد ، وأحمد ، لما روى أنس : " أن النبي ﷺ كان إذا دخل الخلاء وضع خاتمه ، وكان فيه محمد رسول الله ، فإن احتفظ به ، واحترز عليه من السقوط فلا بأس . (۱/۲۵۵ ، باب آداب قضاء الحاجة)

ما في " رد المحتار " : رقية في غلاف متجاف لم يكره دخول الخلاء به ، والاحتراز أفضل ، الظاهر أن المراد بها ما يسمّونه الآن بالهيكل ، والحمائل المشتمل على الآيات القرآنية ،=

چوہوں کو زہر دے کر مارنا

مسئلہ(۵۳۷): بسا اوقات گھروں میں چوہے بہت زیادہ ہوجاتے ہیں، اور گھروں میں رکھے ہوئے غلہ جات اور دیگر اسباب کو کافی نقصان پہنچاتے ہیں، تو ایسی صورت میں اُن کو زہر دے کر مارنا، یا ویسے ہی مارنا دونوں صورتیں درست ہیں۔(۱)

=فإذا كان غلافه منفصلاً عنه كالمشمّع ونحوه دخول الخلاء .

(۱/۲۸۸ ، كتاب الطهارة ، قبيل باب المياه ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " حلبي كبير " : ويكره دخول المخرج أي الخلاء وفي اصبعه خاتم فيه شيء من القرآن ، أو من أسمائه تعالى لما فيه من ترك التعظيم ، وقيل لا يكره إن جعل فصه إلى باطن الكف ، ولو كان ما فيه شيء من القرآن ، أو من أسمائه تعالى في جيبيه لا بأس به ، والتحرز أولىٰ . (ص/۶۰ ، مطلب في أصح القولين)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . (۱/۳۰۷)

(فتاوی حقانیہ:۲/۶۰۱،فتاوی محمودیہ:۳/۵۲۶،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وجاز قتل ما يضر منها ككلب عقور وهرة تضر .

(۱۰/۴۰۰ ، كتاب الخنثى ، مسائل شتىٰ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " البزازية على هامش الهندية " : المختار أن النملة إذا ابتدأت بالأذى لا بأس بقتلها وإلا يكره ..... قتل القملة لا يكره ..... الهرة إذا كانت مؤذية لا تضرب ولا تعرك أذنها بل تذبح بسكّين حادّ .(۶/۳۷۰ ، كتاب الكراهية ، الفصل الثامن في القتل)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرر يزال " . (۱/۳۰۵ ، القاعدة الخامسة)

(فتاوی محمودیہ:۱۸/۲۷۹،کراچی)

ٹی وی (TV) ام الخبائث

مسئلہ (۵۳۸): ٹی وی (TV) ام الخبائث ہے، معاشرہ میں عریانی، فحاشی زناکاری، بدکاری، ڈاکہ زنی، اولاد کا بے مہار ہوکر اپنے والدین کے لیے وبال جان بننے، نوجوانوں کے دین سے برگشتہ ہونے اور پورے معاشرے کے لیے ناسور بننے کا ذریعہ اور اصل سبب ہے، جو وعیدیں تصویر کے مسئلہ میں لکھی گئی ہیں، وہ تمام وعیدیں ٹی وی پر بطریقِ اَولیٰ منطبق ہوتی ہیں، جو شخص اس گناہِ کبیرہ اور بے حیائی کا مرتکب ہو، وہ بہت بڑا فاسق ہے، اور اس کی شہادت مردود ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى في باب قبول الشهادة وعدمه : تقبل من أهل الهواء أي أصحاب بدع (إلى أن قال) ومن يرتكب صغيرة بلا اصرار إن اجتنب الكبائر ، وغلب صوابه على صغائره " درر " وغيرها ، وقال : وهو معنى العدالة ، وفي الخلاصة : كل فعل يرفض المروء ة والكرم كبيرة ، وأقره ابن كمال وقال : ومتى ارتكب كبيرة سقطت عدالته . (۹۳/۲ ، الشهادات ، باب القبول وعدمه)

ما في " رد المحتار " : وقال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى معزياً إلى الفتاوى الصغرى : العدل من يجتنب الكبائر كلها ، حتى لو ارتكب كبيرة تسقط عدالته ، وفي الصغائر العبرة للغلبة ، أو الإصرار على الصغيرة ، فتصير كبيرة ، ولذا قال : وغلب صوابه ، قال في الهامش : لا تقبل شهادة من يجلس مجلس الفجور والمجانة والشرب وإن لم يشرب هكذا في المحيط والفتاوى الهندية ، وفيها : والفاسق إذا تاب لا تقبل شهادته ما لم يمض عليه زمان يظهر عليه أثر التوبة ، والصحيح أن ذلك مفوض إلى رأي القاضي . قوله : (كبيرة) الأصح أنها كل ما كان شيعاً بين المسلمين ، وفيه هتك حرمة الدين كما بسطه القهستاني وغيره ، كذا في شرح الملتقى ، وقال في الفتح : وما في الفتاوى الصغير : =

بے پردگی کی حالت میں ہسپتال میں ولادت

مسئلہ(۵۳۹): اگر کسی شخص نے اپنی منکوحہ کے لیے پہلی زچگی کے وقت گھر پر انتظام کیا، لیکن بچہ کسی طرح بھی نہ ہوا، مجبوراً ہسپتال لے جانا پڑا، اور بذریعۂ آپریشن بچہ کی ولادت ہوئی، ہسپتال میں کوئی پردے کا انتظام نہیں تھا، اب جب دوسری مرتبہ ولادت کا وقت قریب آیا، تو گھر پر انتظام میں جان کو خطرہ ہے، اورہسپتال میں علیحدہ کمرہ لے کر بے پردگی میں کچھ حدتک کمی بھی ہوسکتی ہے، لیکن اس شخص کے پاس اتنا پیسہ نہیں ہے،تو ولادت کے لیے ہسپتال لے جاسکتا ہے، کیوں کہ یہ بے پردگی انتہائی مجبوری کے باعث ہے، نہ اختیاری ہے نہ خوشی سے ہے، اللہ پاک اپنے بندوں کی مجبوریوں کوخوب جانتے ہیں۔ (۱)

=العدل من يجتنب الكبائر كلها ، حتى لو ارتكب كبيرة تسقط عدالته ، وفي الصغائر العبرة للغلبة لتصير كبيرة حسن . (۱۶۸/۸ ، الشهادات ، القبول وعدمه) (احسن الفتاوی:۷/۲۲۳)

ما في " الموسوعة الفقهية " : لا خلاف بين الفقهاء في اشتراط عدالة الشهود ، لقوله تعالى : ﴿وأشهدوا ذَوَيْ عدلٍ منكم﴾ ولهذا لا تقبل شهادة الفاسق . (۲۲۳/۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : في المحيط : ...... ويجوز النظر إلى الفرج للخاتن والقابلة وللطبيب عند المعالجة ، ويغضّ بصره ما استطاع . كذا في السراجية .... امرأة أصابتها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه ، لا يحل أن ينظر إليها ، لكن تعلّم امرأة تداويها ، فإن لم يجدوا امرأة تداويها ، ولا امرأة تتعلّم ذلک إذا علمت وخيف عليها البلاء أو الوجع أو الهلاک فإنه يستر منها كل شيء إلا موضع تلک القرحة ، ثم يداويها الرجل ويغضّ بصره ما استطاع إلا عن ذلک الموضع . (۳۲۹/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن فيما يحل للرجل ، وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۴۰۹/۳ ، كتاب =

شاپ ایکٹ کا شرعی حکم

مسئلہ (۵۴۰): آج کل ملکوں میں ایک قانون جاری ہے، جسے شاپ ایکٹ کہتے ہیں، اس قانون کے تحت رات ۱۲/ بجے کے بعد دکان کھولنا، یا زیادہ محنت کرنا جرم ہوتا ہے، اور دکان کھلی رکھنے والے سے جرمانہ بھی وصول کیا جاتا ہے، جب کہ شریعتِ اسلامیہ نے اگرچہ بیوعات اور کسبِ معاش میں عموماً اوقات کی پابندی نہیں لگائی ہے، البتہ حکومتِ وقت کو اس بات کا اختیار ہے کہ مقاصدِ عامہ کے پیشِ نظر وہ مباحات پر پابندی لگائے، شاپ ایکٹ کے تحت ۱۲/ بجے کے بعد دکانوں کے بند کروانے میں عیاشوں اور بدنیتوں کے چلنے پھرنے، اور بہت سی بدعنوانیوں اور بے حیائیوں کا سدّ باب ہوتا ہے، اس لیے رعایا کے ہر فرد کو حکومت کے اس قانون کا اتباع لازم ہے۔(۱)

=الحظر والإباحة ، باب فيما يكره من النظر والمسّ ، رد المحتار : ۹/ ۵۴۲ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ ، دار الكتاب ديوبند)

ما في " العناية " : (ويجوز للطبيب أن ينظر إلى موضع المرض منها) للضرورة (وينبغي أن يعلّم امرأة مداواتها) لأن نظر الجنس إلى الجنس أسهل (فإن لم يقدروا يستر كل عضو سوى موضع المرض) ثم ينظر ويغضّ ما استطاع ، لأن ما ثبت بالضرورة يتقدر ، وصار كنظر الخافضة والختان . (۱۱۶/۶ ، كتاب الكراهية ، فصل في الوطء)

(فتاوی محمودیہ: ۱۹/ ۲۴۰، جدید مسائل کا حل: ص/ ۴۷۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأولي الأمر منكم﴾ . (سورة النساء : ۵۹)

ما في " صحيح مسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ :=

مکہ ومدینہ میں غیر قانونی طور پر رہائش

مسئلہ (۵۴۱): مکہ اور مدینہ میں غیر قانونی طور پر رہنا درست نہیں ہے۔[1]

="علیک السمع والطاعة فی عسرک ویسرک ومنشطک ومکرهک وأثرة علیک" .
(۱۲۴/۲)

ما في " صحیح البخاري " : عن عبد اللّٰه بن عمر ، عن النبي ﷺ قال : " السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما أحب وکره ما لم یؤمر بمعصیة ، فإذا أمر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة" . (۱۰۵۷/۲ ، رقم : ۷۱۴۴)

ما في " رد المحتار " : قال فی المعراج : لأن طاعة الإمام فیما لیس بمعصیة واجبة .
(۷۵۰/۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵)

ما في " روح المعاني " : واختار البلخي أنها اقتحام الحرب من غیر مبالاة وإیقاع النفس فی الخطر والهلاک . (۱۱۷/۲)

وما في " القرآن الکریم " : ﴿یٰٓأیها الذین اٰمنوا أوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " مشکوة المصابیح " : عن عبد اللّٰه بن عمرو .... : أربع من کن فیه کان منافقاً خالصاً ...... وإذا عاهد غدر ، وإذا خاصم فجر " . متفق علیه .
(ص/۱۷ ، باب الکبائر وعلامات النفاق)

ما في " مرقاة المفاتیح " : وإذا عاهد غدر أی نقض العهد ابتداءً ، وقال ابن حجر : إذا خالف ترک الوفاء . (۲۱۴/۱ ، کتاب الإیمان ، باب الکبائر وعلامات النفاق)

ما في " درر الحکام " : الضرر یزال ، لأن الضرر هو ظلم وغدر والواجب عدم إیقاعه .
(۳۷۱)

(معارف القرآن مفتی شفیع:۱۲/۳۰)

سی این این (.C.N.N) نشریاتی بین الاقوامی ادارہ

مسئلہ (۵۴۲): سی ، این ، این ، (.C.N.N) ایک نشریاتی بین الاقوامی ادارہ ہے، جو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف زہر افشانی کرتا ہے، اور پروپیگنڈہ کے ذریعہ مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کرتا ہے، جب کہ اس نشریاتی بین الاقوامی ادارہ کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے سے کچھ بھی ہونے والا نہیں ہے، کیوں کہ عزت وذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے [1]، ہاں! اسلام کے نام لیواؤں کے لیے ضروری ہے کہ جو کوئی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف الزام تراشی کرے، اس کے خلاف جمہوری طریقہ سے احتجاج کریں [2]، اور اس کی نشریات کا بائیکاٹ کریں، اور جس طرح بھی ممکن ہو، اُس کے اِس غلط پروپیگنڈہ کا جواب مُثْبَت ومُسْکِت (خاموش) انداز میں دیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل اللّٰهم مٰلک الملک تؤتی الملک من تشآء وتنزع الملک ممن تشآء وتعزّ من تشآء وتذلّ من تشآء بیدک الخیر إنک علی کل شيء قدیر﴾.
(سورة آل عمران : ۲۶)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الدّين عند اللّٰه الإسلام﴾ . (سورة آل عمران : ۱۹)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرين﴾ . (سورة آل عمران : ۸۵)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ . (سورة الأنفال : ۶۰)

ما في " أحكام القرآن للجاص " : قوله تعالى : ﴿وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل﴾. أمر اللّٰه تعالى المؤمنين في هذه الآية بإعداد السلاح والكراع قبل وقت القتال=

مدرسہ کے تختۂ سیاہ پر عبارتوں کی ترکیب وغیرہ لکھنا

مسئلہ (۵۴۳): متولی اور مہتمم مدرسہ، مدرسہ کے لیے رقم دینے والوں کی طرف سے وکیل ہے، اور وکیل کو مؤکل کی تصریح کے خلاف خرچ کرنے کا حق نہیں ہے، اس لیے اگر کسی طالب علم کو مدرسہ کی کسی چیز مثلاً؛ چوک وغیرہ استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئے، تو مہتمم مدرسہ سے اجازت لے لے، اگر وہ اجازت دیدیں تو استعمال کرے، ورنہ بلا اجازتِ مہتمم، مدرسہ کی اشیاء کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

=إرهاباً للعدو والتقدم فى إرتباط الخيل استعداداً لقتال المشركين ، وقد روي في القوة أنها الرمي . (۸۸/۳ ، سورة الأنفال)

ما في " سنن أبي داود " : عن عقبة بن عامر الجهني يقول : سمعت رسول الله ﷺ وهو على المنبر يقول : ﴿وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ . ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي " . (ص/ ۳۴۰ ، كتاب الجهاد)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وهنا : الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره . (۱۷۷/۳ ، الزكاة ، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاءً)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : وفي الجامع الصغير : سئل الشيخ الإمام أبوحفص عمن دفع زكاة ماله إلى رجل وأمر أن يتصدق بها ، فأعطى ولد نفسه الكبير والصغير أو امرأته وهم محاويج ، وفي الخانية : ولا يمسك لنفسه شيئاً جاز ، وفي الظهيرية : ولو أن صاحب المال قال له : ضع حيث شئت ، له أن يمسك لنفسه ، هذا إذا كان المأمور فقيراً .

(۴۸/۲ ، كتاب الزكوٰة ، الفصل التاسع) (فتاویٰ محمودیہ:۴۷۲/۱۵)

ما في " شرح المجلة لسليم رستم باز " : المال الذي قبضه الوكيل بالبيع والشراء وإيفاء=

مخلوط تعلیم

مسئلہ (۵۴۴): جب لڑکی بالغ یا بلوغ کے قریب ہوجائے تو اس پر پردہ لازم ہے[۱]، مخلوط تعلیم میں فتنہ کا قوی اندیشہ ہے[۲]، اس لیے لڑکیوں کو مخلوط تعلیم دلانا درست نہیں ہے، آپ ﷺ نے عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط کو منع فرمایا ہے۔[۳]

=الدين واستيفائه ، والمال الذي قبضه الوكيل بقبض العين بحسب وكالته هو في حكم الوديعة بيد الوكيل فإذا تلف بلا تعد ولا تقصير لا يلزم الضمان والمال ، .... لأن يد الوكيل والرسول يد نيابة عن المؤكل . (ص/۷۸۴، المادة : ۱۴۶۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها النبي قل لأزواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن شهاب عن نبهان مولى أم سلمة أنه حدثه أن أم سلمة حدثته أنها كانت عند رسول الله ﷺ وميمونة ، قالت : فبينا نحن عنده ، أقبل ابن أم مكتوم ، فدخل عليه ، وذلك بعد ما أمرنا بالحجاب فقال رسول الله ﷺ : " احتجبا منه " ، فقلت : يا رسول الله ! أليس هو أعمىٰ لا يبصرنا ولا يعرفنا ؟ فقال رسول الله ﷺ : " أفعمياوان أنتما؟ ألستما تبصرانه ؟ " . (۱۰۶/۲ ، أبواب الاستيذان)

(۲) ما في " حجة الله البالغة " : قال الإمام الشاه ولي الله : اعلم أنه لما كان الرجال يهيجهم النظر إلى النساء على عشقهنّ ، والتوجه بهنّ ، ويفعل بالنساء مثل ذلك ، وكان كثيراً ما يكون ذلك سبباً ، لأن يبتغى قضاء الشهوة منهن على غير السنة الراشدة ، كإتباع من هى فى عصمة غيره ، أو بلا نكاح ، أو غير اعتبار كفاء ة ، والذى شوهد من هذا الباب يغنى عما سطر فى الدفاتر ، اقتضت الحكمة أن يسدّد هذا الباب . (۲۱۹/۲ ، سدّ باب الفساد الجنسي)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين رجال لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة كمسه ، وإن أمن الشهوة لأنه أغلظ . (۷۲/۲ ، باب شروط الصلاة)=

صابون اور ٹوتھ پیسٹ کا استعمال

مسئلہ (۵۴۵): آج کل بہت سی صابون اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ بنانے والی کمپنیاں خنزیر کے بعض مادے، مثلاً: چربی وغیرہ کا استعمال کرتی ہیں، اور ان اشیاء کو عوام استعمال بھی کرتی ہے، اس سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر یہ ہے کہ جب صابون یا ٹوتھ پیسٹ بنالیا جاتا ہے، تو یہ ناپاک مادّے کیمیاوی ترکیب کے ذریعے اپنی اصل ماہیت سے تبدیل کر لیے جاتے ہیں، اور اُن کا اصل مادّہ ختم ہوجاتا ہے، لہٰذا اس کا استعمال کرنا اور بیچنا درست ہے۔ (۱)

=(۳) ما في " جامع الترمذي " : " لا يخلون رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان " .
(۱/ ۲۲۰ ، باب كراهية الدخول على المغيبات)
ما في " جامع الترمذي " : عن عبد الله ، عن النبي ﷺ : " المرأة عورة ، فإذا خرجت استشرفها الشيطان " . (۱/ ۲۲۲ ، كتاب الطلاق) (فتاوی محمودیہ: ۳/ ۳۷۹، ۳۸۰، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : بعض أنواع الصابون الذي يصنع من شحم الخنزير بعد تغيير تركيبها الكيميائى وصفاتها حيث تتحقق عملية الاستحالة وبذلك يصبح الصابون المنتج من الخنزير أو الميتة طاهراً حلالاً وهذا ما صدرت به فتوى من الندوة الفقهية الطبية الثامنة (السابقة) حيث نصت على أن الصابون الذى ينتج من استحالة شحم الخنزير أو الميتة يصير طاهراً بتلك الاستحالة ويجوز استعماله . (ص/ ۲۵۱)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويطهر زيت تنجّس بجعله صابوناً . به يفتى للبلوى .(در مختار) . وفي الشامية : قوله : (ويطهر زيت) ثم هذه المسئلة قد فرعوها على قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذي عليه الفتوى ، واختاره أكثر المشائخ خلافاً لأبى يوسف كما في شرح المنية والفتح وغيرهما ، وعبارة المجتبىٰ : جعل الدهن النجس في صابون يفتى=

نل کنکشن میں موٹر لگا کر پانی نکالنا

مسئلہ (۵۴۶): آج کل گھروں میں حکومت سے منظور شدہ پانی کے نل لگوائے جاتے ہیں، مگر اس میں پانی کم آتا ہے، تو لوگ اپنی ذاتی بجلی کی موٹر لگا کر زیادہ پانی کھینچتے ہیں، اس صورت میں جن لوگوں کے پاس اپنی ذاتی موٹریں نہیں ہوتیں اُن کو پریشانی ہوتی ہے، اس طرح کا کام کرنے میں اگر حکومت کی طرف سے اجازت نہ ہو، تو یہ قانوناً وشرعاً ناجائز وحرام ہے، قانوناً اس لیے کہ حکومت نے آب نوشی کے لیے جو نل مہیا کیے ہیں، وہ سب لوگوں کو برابر برابر پانی فراہم کرنے کے لیے لگا کر دیئے ہیں، اور لوگوں نے حکومت کے اس پروگرام اور شرائط کو قبول کرتے ہوئے پانی کی لائن حاصل کی ہیں، اس لیے اب اگر کوئی شخص گورنمنٹ کی جانب سے موٹر پر پابندی کے باوجود موٹر لگا کر زیادہ پانی حاصل کرتا ہے، تو وہ اس زائد پانی لینے اور موٹر لگانے میں حکومت کے ساتھ کیے گئے معاہدہ (Treaty) کی خلاف ورزی کرنے والا ہے، جس کی بنا پر وہ قانوناً مجرم ہے (۱)، اور شرعاً اس لیے کہ اس طرح کرنے سے دوسروں کو ایذا پہنچتی ہے، اور ایذائے مسلم حرام ہے (۲)، نیز اس طرح پانی لینا چوری ہے، جو شرعاً وقانوناً جرم ہے (۳)، اس میں اپنی جان ومال، عزت وعظمت کو خطرے میں ڈالنا بھی ہے (۴)، یہ فعل قبیح اور شنیع بھی ہے، کیوں کہ اس میں بہت سارے لوگوں (صارفین جو

= بطهارته لأنه تغير والتغير يطهر عند محمد . ويفتى به للبلوى .

(۱/ ۴۵۰ ، باب الأنجاس ، البحر الرائق : ۱/ ۳۹۵ ، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس الفتاوى الهندية : ۱/ ۴۵۱ ، الباب السابع في النجاسة) (فتاوی محمودیہ: ۱۸/ ۲۰۶، کراچی)=

پورے پیسے ادا کر کے پانی خریدتے ہیں، مگر لائن میں بجلی کی موٹر لگا کر پانی کھینچنے والے کے عمل سے وہ پانی سے محروم رہتے ہیں) کے حق میں دراندازی[۵] اور چوری کرنا لازم آتا ہے، لہٰذا اس سے احتراز لازمی وضروری ہے۔

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا اَوفوا بالعقود﴾ . (سورة المائدة : ۱)
﴿واَوفوا بالعهد إن العهد كان مسئوولا﴾ . (سورة الإسراء : ۳۴)
ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد اللّٰه بن عمرو .... : " أربع من كنّ فيه كان منافقاً خالصاً .... وإذا عاهد غدر " . متفق عليه . (ص/۱۷ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)
ما في " مرقاة المفاتيح " : وإذا عاهد غدر . أي نقض العهد ابتداء ، وقال ابن حجر : إذا خالف ترك الوفاء . (۱/۲۱۴ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)
(۲) ما في " مشكوة المصابيح " : عن عبد اللّٰه بن عمرو قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ، والمهاجر من هجر ما نهى الله عنه " . هذا لفظ البخاري ، ولمسلم قال : إن رجلاً سأل النبي ﷺ : أي المسلمين خير ؟ قال : " من سلم المسلمون من لسانه ويده " . (ص/۱۲ ، كتاب الإيمان)
(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي هريرة رضي اللّٰه تعالى عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " ولا يسرق السّارق حين يسرق وهو مؤمن .... فإياكم إياكم " . متفق عليه .
(ص/۱۷ ، باب الكبائر وعلامات النفاق)
(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولاتلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة: ۱۹۵)
ما في " روح المعاني " : واختار البلخي أنها افتحام الحرب من غير مبالاة وايقاع النفس في الحظر والهلاک . (۲/۱۱۷)
(۵) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وكل من شركاء الملک أجنبي في الامتناع عن تصرف مضر في مال صاحبه لعدم تضمنها الوكالة . (ص/۳۷۰ ، كتاب الشركة)
(فتاویٰ بینات: ۴/ ۴۴۷)

دوسرے کے پاسپورٹ پر اپنا فوٹو چسپاں کرنا

مسئلہ (۵۴۷): کسی خاص شخص کے ویزے یا پاسپورٹ پر اپنا یا کسی دوسرے کا فوٹو چسپاں کر کے از خود بیرون ملک جانا، یا کسی دوسرے کو بھیجنا، اور اس پر خطیر رقم لینا درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ معاملہ جھوٹ اور دھوکہ دہی پر مشتمل ہے، اور اسلام نے ہمیں ایسی چیزوں سے منع کیا ہے، لہٰذا اس طرح کا کاروبار کرنا حرام ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یٰٓأیها الذین اٰمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارة عن تراض منکم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما في " صحیح مسلم " : عن عبد اللّٰه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " إن الصدق یهدي إلی البرّ وإن البرّ یهدي إلی الجنة ..... وإن الکذب یهدي إلی الفجور وإن الفجور یهدي إلی النار ، وإن الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللّٰه کذاباً " . (۳۲۵/۲ ، باب قبح الکذب)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي هریرة رضي اللّٰه تعالی عنه ، أن رسول اللّٰه ﷺ مرّ علی صبرة طعام فأدخل یده فیها فنالت أصابعه بللاً ، فقال : " أفلا جعلته فوق الطعام حتی یراه الناس ؟ " ، ثم قال : " من غش فلیس منا " . (۲۴۵/۱)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : اتفق الفقهاء علی أن الغش حرام ، سواء أکان بالقول أم بالفعل وسواء أکان بکتمان العیب في المعقود علیه أو الثمن أم بالکذب والخدیعة ، وسواء أکان في المعاملات أم في غیرها من المشورة والنصیحة . (۲۱۹/۳۱)

ہوٹل کا صابون گھر لے جانا

مسئلہ (۵۴۸): ہوٹلوں میں استعمال کے لیے جو صابون وغیرہ دیئے جاتے ہیں، ان کا اپنے گھر لے جانا درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ چیزیں استعمال کے لیے اباحۃً دی جاتی ہیں، نہ کہ تملیکاً، اور جو چیزیں اباحۃً دی جاتی ہیں، اُن اشیاء کا اپنے گھر لے جانا درست نہیں ہے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : إباحة العباد كذلك علی نوعين : نوع يكون التسليط فيه علی العين لاستهلاكها . ونوع يكون التسليط فيه علی العين للانتفاع بها فقط . **إباحة الاستهلاک** : لهذه الإباحة جزئيات كثيرة نكتفي منها بما يأتي : الولائم بمناسباتها المتعددة والمباح فيها الأكل والشرب دون الأخذ . (۱/۱۳۲، إباحة)
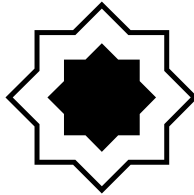
كتاب اللباس والزينة

☆......لباس اور زیب وزینت کے مسائل......☆

کفار وفساق کا لباس

مسئلہ (۵۴۹): جو لباس کفار یا فساق کا شعار ہو، ان کا پہننا منع ہے، اور جو لباس ان کا شعار نہ ہو، اس کا پہننا جائز ہے، جیسے قمیص، علی گڑھی پاجامہ۔ اور پینٹ (پتلون) پہننے کا رَواج مسلمانوں میں بھی عام ہو چکا ہے، مگر آج بھی اُسے غیر اسلامی لباس سمجھا جاتا ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے، ہاں! اگر پتلون اتنی چست ہو کہ اس سے اعضا کی بناوٹ اور ساخت نظر آئے، تو اس کا پہننا ممنوع ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' سنن أبي داود '' : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : '' من تشبّه بقوم فهو منهم '' . (ص/ ۵۵۹ ، كتاب اللباس) (فتاوی محمودیہ:۱۹/ ۲۸۸، کراچی، احسن الفتاوی:۸/ ۶۴)

ما في '' مرقاة المفاتيح '' : أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره ، أو بالفساق أو بالفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ، فهو منهم ، أي في الإثم والخير . (۸/ ۲۲۲)

ما في '' تكملة فتح الملهم '' : فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة ، لا تقره الشريعة الإسلامية ، مهما كان جميلاً ، أو موافقاً لدور الأزياء ، وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره ، فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز . (۴/ ۸۸ ، كتاب اللباس والزينة ، المكتبة الأشرفية)

ما في '' رد المحتار '' :أقول : مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة ، ولو كثيفاً لا ترى البشرة منه . (۹/ ۵۲۶ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

موجودہ برقع

مسئلہ (۵۵۰): آج کل عورتیں برقع یا چادر اس طرح اوڑھتی ہیں کہ ماتھے تک بال وغیرہ ڈھک جاتے ہیں، اور نیچے سے چہرہ ناک تک ڈھکا رہتا ہے، صرف آنکھیں کھلی رہتی ہیں، اس طرح کا برقع پہننا گرچہ درست ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ آنکھ کے حصہ پر ایسی جالی ہو جس سے آنکھیں نظر نہ آئیں، کیوں کہ آنکھوں ہی آنکھوں میں بھی بہت سی باتیں ہوتی اور کیجاتی ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : واختلف الناس في صورة ارخائه ، فقال ابن عباس وعبيدة السليماني : ذلك أن تلويه المرأة حتى لا يظهر منها إلا عين واحدة تبصر بها ، وقال ابن عباس أيضا وقتادة : ذلك أن تلويه فوق الجبين وتشده ، ثم تعطفه على الأنف وإن ظهرت عيناها ، لكنه يستر الصدر ومعظم الوجه ، وقال الحسن : تغطي نصف وجهها .
(۲۴۳/۱۴)

ما في " روح المعاني " : واختلف في كيفية هذا التستر ، فأخرج ابن جرير ، وابن المنذر وغيرهما ، عن محمد بن سيرين قال : سألت عبيدة السلماني عن هذه الآية " يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ " فرفع ملحفة كانت عليه فتقنع بها وغطى رأسه كله حتى بلغ الحاجبين وغطى وجهه ، وأخرج عينه اليسرى من شقّ وجهه الأيسر ، وقال السدي : تغطى إحدى عينيها وجبهتها والشق الآخر إلا العين .... وفي رواية أخرى عن الحبر ، رواها ابن جرير ، وابن أبي حاتم ، وابن مردويه تغطي وجهها من فوق رأسها بالجلباب، وتبدي عيناً واحدة ....
وأنت تعلم أن وجه الحرّة عندنا ليس بعورة ، فلا يجب ستره ، ويجوز النظر من الأجنبي إليه إن أمن الشهوة مطلقاً ، وإلا فيحرم ، وقال القهستاني : منع النظر من الشابة في زماننا، ولو=

عورت باپردہ گھر سے نکلے

مسئلہ (۵۵۱): اگر کسی عورت کو گھر سے باہر کسی کام سے جانا ہو، تو اس پر لازم ہے کہ وہ بھرپور لباس اور پردہ کے ساتھ نکلے، نگاہیں نیچی رکھے، اجنبی مردوں کے ساتھ تنہائی اور اختلاط سے گریز کرے[1]، اور ضرورت پوری ہوتے ہی فوراً اپنے گھر لوٹ جائے، کیوں کہ سخت ضرورت کے موقع پر ہی عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنا جائز ہے۔[2]

= بلا شهوة . (۱۲/۱۲۷ ، ۱۲۸)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين، وإظهار الستر والعفاف ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ . (۳/۴۸۶)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وستر عورته ووجوبه عام ، ولو في الخلوة على الصحيح ...... للحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين ، وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال ، لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة .

(۲/ ۶۹ ، ۷۲ ، كتاب الصلاة ، مطلب في ستر العورة) (کتاب الفتاوی:۶/۸۳،۸۴،نعیمیہ)

ما في " نصب الراية " : وبدن الحرة كلها عورة إلا وجهها وكفيها ، لقوله عليه الصلاة والسلام : " المرأة عورة مستورة " . واستثناء العضوين للابتلاء بابدائهما . (۱/۳۸۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبيّ قل لأزواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " :في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها على الأجنبيين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ .

(۳/۴۸۶)=

گھر کے ملازموں سے پردہ

مسئلہ (۵۵۲): عام طور پر گھر کے اجنبی ملازموں سے گھر کی عورتیں پردہ نہیں کرتیں، جب کہ ان سے پردہ کرنا بھی فرض ہے، اس فرض سے بے توجہی کے بڑے سنگین نتائج معاشرے پر مرتب ہورہے ہیں، کہ آئے دن ملازموں کی طرف سے گھر کی عورتوں کی عصمت دری کے واقعات، اخباروں کی سرخیاں بنتے جارہے ہیں، اس لیے گھر کے اجنبی ملازموں سے پردے کا اہتمام کیا جائے۔ [1]

=ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقل للمؤمنٰت يغضضنَ من أبصارهنّ﴾ . (سورة النور : ۳۱)

ما في " التفسير المظهري " : لا يجوز للمرأة إبداء وجهها لرجل ذي اربة غير الزوج والمحرم ، فإن عامة محاسنها في وجهها ، فخوف الفتنة في النظر إلى وجهها أكثر منه في النظر إلى سائر أعضائها ، وإن كان المراد بها مواضع الزينة فمعنى الاستثناء إلا ما ظهر منها عند الضرورات ، ضرورة الخروج لقضاء الحوائج، أو ضرورة الاستشهاد ، ونحو ذلك يدل على عدم جواز إبداء المرأة وجهها . (۳۷۷/۶)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أمر اللّٰه سبحانه وتعالى المؤمنين والمؤمنات بغضّ الأبصار عما لا يحل، فلا يحل للرجل أن ينظر إلى المرأة ، ولا المرأة إلى الرجل ، فإن علاقتها به كعلاقته بها ، وقصدها منه كقصده منها. (۲۲۷/۱۲)

ما في " جامع الترمذي " : قال رسول اللّٰه ﷺ : " المرأة عورة ، فإذا خرجت استشرفها الشيطان " . (۲۲۱/۱)

(۲) ما في " كنز العمال " : قال عليه الصلاة والسلام : " ليس للنساء نصيب في الخروج إلا مضطرة " . (۱۶۳/۱۶)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . " الضرورة تتقدر بقدر الضرورة " . (۳۰۷/۱ ، ۳۰۸)

الحجة على ما قلنا :=

ملازمہ کے ساتھ خلوت

مسئلہ (۵۵۳): موجودہ دور میں عورتوں میں ملازمتوں کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، پرائیویٹ آفسوں میں عورتوں کو اپنے سیکریٹری کے طور پر رکھا جاتا ہے، اور آفس مالکان ان سے تنہائی میں خوش گپیوں میں مصروف دکھائی دیتے ہیں، جب کہ شریعتِ مطہرہ نے اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، تو ان کے ساتھ دل بہلانے اور خوش گپیوں کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے، جو شرعاً ناجائز وحرام ہے۔(۱)

=(۱) ما في " القرآن الکریم " :﴿یٰٓأیها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنین یدنین علیهنّ من جلابیبهنّ﴾ . (سورۃ الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : في هذه الآیة دلالة علی أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبیین، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا یطمع أهل الریب فیهنّ . (۴۸۶/۳)

ما في " القرآن الکریم " :﴿وقرن في بیوتکنّ ولا تبرّجن تبرّج الجاهلیّة الأولی﴾ .

(سورۃ الأحزاب : ۳۳)

ما في " مشکوٰة المصابیح " : " لعن اللّٰه الناظر والمنظور إلیه " . (ص/۲۷۰)

وفیه أیضًا : عن عقبة بن عامر رضي اللّٰه تعالی عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " إیاکم والدخول علی النساء ، فقال رجل : یا رسول اللّٰه ! أرأیت الحمو ؟ قال : الحمو الموت " .

(ص/۲۷۰ ، باب النظر إلی المخطوبة)

ما في " تبیین الحقائق " :لا یجوز النظر إلی المرأة لما فیه من خوف الفتنة ، ولهذا قال علیه الصلاة والسلام : "المرأة عورة مستورة " . " زیلعي " . (۳۹/۷) (فتاویٰ محمودیہ:۲۰۶/۱۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿قل للمؤمنین یغضّوا من أبصارهم﴾ . ﴿وقل للمؤمنٰت یغضضن من أبصارهنّ﴾ . (سورۃ النور : ۳۰ ، ۳۱)=

لیڈی ڈاکٹر کا نامحرموں سے پردہ

مسئلہ (۵۵۴): لیڈی ڈاکٹر کا خواہ اپنے مطب میں ہو یا کسی اسپتال میں، نامحرموں کے سامنے اپنے چہرے کو کھولنا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے اوپر کوئی ایسا نقاب ڈالے رہے، جس سے بے پردگی نہ ہو۔[1]

=ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : أمر اللّٰه سبحانه وتعالى المؤمنين والمؤمنات بغضّ الأبصار عما لا يحل، فلا يحل للرجل أن ينظر إلى المرأة ، ولا المرأة إلى الرجل ، فإن علاقتها به كعلاقته بها ، وقصدها منه كقصده منها . (۱۲/ ۲۲۷)

ما في " جامع الترمذي " : أن النبي ﷺ قال : " لا يخلونّ رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان " . (۱/ ۲۲۱ ، رقم الحديث : ۱۱۷۱)

ما في " الهداية " : ولا يجوز أن ينظر الرجل إلى الأجنبية إلا إلى وجهها وكفيها .... فإن كان لا يأمن الشهوة لا ينظر إلى وجهها إلا لحاجة ، لقوله عليه السلام : " من نظر إلى محاسن امرأة أجنبية عن شهوة صُبّ في عينه الآنک يوم القيامة " . فإن خاف الشهوة لم ينظر من حاجة تحرزا عن المحرم . (۴۴۲/۲ ، كتاب الكراهية)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما النظر إلى الأجنبيات فنقول : يجوز النظر إلى مواضع الزينة الظاهرة منهنّ، وذلک الوجه والكف في ظاهر الرواية ، وإن غلب على ظنه أنه يشتهي فهو حرام ، النظر إلى وجه الأجنبية إذا لم يكن عن شهوة ليس بحرام ، لكنه مكروه . (۳۲۹/۵)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (فإن خاف الشهوة) أو شک (امتنع نظره إلى وجهها) فحل النظر مقيد بعدم الشهوة وإلا فحرام ، وهذا في زمانهم ، وأما في زماننا فمنع من الشابة ، (فإن خاف الشهوة) مقيد بعد الشهوة النظر إلى وجه الأجنبية الحرة ليس بحرام ، ولكنه يكره لغير حاجة ، وظاهره الكراهة ولو بلا شهوة . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (وإلا فحرام) أي إن كان عن شهوة حرم (وأما في زماننا فمنع من الشابة) لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة . (۴۵۱/۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين =

....

....

....

....

....

=يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبين ، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ .

(۴۸۶/۳ ، باب حجاب النساء)

ما في " القرآن الكريم " :﴿وقل للمؤمنٰت يغضضن من أبصارهنّ ويحفظن فروجهنّ ولا يبدين زينتهنّ﴾ . (سورة النور : ۳۱)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : وقد قال ابن خويذمنداد من علمائنا : إن المرأة إذا كانت جميلة وخيف من وجهها وكفيها الفتنة فعليها ستر ذلك . (۲۲۹/۱۲ ، النور)

ما في " التفسير المظهري " : لا يجوز للمرأة إبداء وجهها لرجل ذي اربة غير الزوج والمحرم ، فإن عامة محاسنها في وجهها ، فخوف الفتنة في النظر إلى وجهها أكثر منه في النظر إلى سائر أعضائها . (۳۷۷/۶ ، سورة النور)

ما في " سنن أبي داود " : عن أم سلمة قالت : "كنت عند رسول الله ﷺ وعنده ميمونة ، أقبل ابن أم مكتوم فدخل عليه ، وذلك بعد أمرنا بالحجاب ، فقال رسول الله ﷺ : احتجبا منه ، فقلنا : يا رسول الله ﷺ ! أليس هو أعمى لا يبصرنا ولا يعرفنا ؟ فقال النبي ﷺ: "أفعمياوان أنتما؟ ألستما تبصرانه؟" . (ص/۵۶۸ ، باب في قوله تعالى : وقل للمؤمنٰت الخ)

ما في " رد المحتار " : وفي شرح الكرخي : النظر إلى وجه الأجنبية الحرة ليس بحرام ، ولكنه يكره لغير حاجة ، وظاهره الكراهة ولو بلا شهوة ، قوله : (وإلا فحرام) أي إن كان عن شهوة ، قوله : (وأما في زماننا فمنع من الشابة) لا لأنه عورة ، بل لخوف الفتنة .

(۴۵۱/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

گھر کی خادماؤں سے پردہ

مسئلہ (۵۵۵): بہت سے گھروں میں اجنبیہ عورتوں کو ملازمہ اور خادمہ کی حیثیت سے رکھا جاتا ہے، وہ عام طور پر پردہ کرنے میں بے احتیاطی برتتی ہیں کہ کبھی سر کھلا ہوتا ہے، تو کبھی آستین چڑھی ہوتی ہے، اور گھر کے مرد اُن سے پردہ نہیں کرتے، جب کہ ان سے پردہ کرنا بھی ضروری ہے(۱)، اسی طرح ان خادماؤں پر بھی لازم ہے کہ کام کرتے وقت اوڑھنی کو نہ اتاریں، آستین کو نہ چڑھائیں، تاکہ وہ گناہ سے بچ جائیں۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم﴾ . (سورة النور : ۳۰)

ما في " روح المعاني " : ثم إن غضّ البصر عما يحرم النظر إليه واجب ، ونظرة الفجاء ة التي لا تعمد فيها معفو عنها. (۱۰/۲۰۴)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال ابن عطية : ويظهر لي بحكم ألفاظ الآية أن المرأة مامورة بأن لا تبدي ، وإن تجتهد في الإخفاء لكل ما هو زينة ، ووقع الاستثناء فيها يظهر بحكم ضرورة حركة فيما لا بد منه ، أو إصلاح شان ونحو ذلک . (ما ظهر) على هذا الوجه مما تؤدي إليه الضرورة في النساء ، فهو المعفو عنه ...... قال ابن عباس : ..... ظاهر الزينة هو الكحل والسّوار والخضاب إلى نصف الذراع والقرطة والفتخ ، ونحو هذا فمباح أن تبديه المرأة لكل من دخل عليها من الناس . (۱۲/۲۲۹)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا يبدين زينتهنّ إلا ما ظهر منها﴾ . (سورة النور : ۳۱)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : ﴿ولا يبدين زينتهنّ إلا لبعولتهنّ﴾ والزينة التي تبديها لهولاء قرطاها ، وقلادتها ، وسوارها ، فأما خلخالها ونحوها وشعرها فإنها لا تبديه إلا لزوجها. (۵/۷۶)=

....

....

....

....

....

....

=ما في " مراسيل أبي داود " : عن قتادة أن النبي ﷺ قال : " إن الجارية إذا حاضت لم يصلح أن يرى منها إلا وجهها ويداها إلى المفصل " . (ص/۱۸ ، كتاب اللباس)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أن لا تخرج لعملها متبرّجة متزيّنة بما يثير الفتنة ، قال ابن عابدين : وحيث أبحنا لها الخروج ، فإنما يباح بشرط عدم الزينة وتغيير الهيئة إلى ما يكون داعية لنظر الرجال والاستمالة . [۷/۸۴ ، انوثة] ..... ومع ذلک فالإسلام لا يمنع المرأة من العمل ، فلها أن تبيع وتشتري ..... وليس لأحد منعها من ذلک ما دامت مراعية أحكام الشرع وآدابه ، ولذلک أبيح لها كشف وجهها وكفيها ، قال الفقهاء : لأن الحاجة تدعو إلى إبراز الوجه للبيع والشراء ، وإلى إبراز الكفّ للأخذ والإعطاء . (۷/۸۲)

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن بريدة ، عن أبيه رفعه قال : " يا علي ! لا تتبع النظرة النظرة ، فإن لک الأولى ، وليس لک الآخرة " .

(۳/۵۲۷ ، رقم الحديث : ۲۷۷۷ ، في نظر الفجاءة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : ومعنى نظر الفجاءة أن يقع بصره على الأجنبية من غير قصد ، فلا إثم عليه في أول ذلک ، ويجب أن يصرف بصره في الحال ، فإن صرف في الحال فلا إثم عليه ، وان استدام النظر أتم لهذا الحديث، فإنه ﷺ أمره بأن يصرف بصره مع قوله تعالى : ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم﴾ . (۱۰/۲۰۸ ، كتاب الآداب ، باب نظر الفجاءة)

ما في " الهداية " : عن أبي يوسف رحمه اللّٰه تعالى أنه يباح النظر إلى ذراعيها أيضاً ، لأنه قد يبدو منها عادة . (۴/۴۴۲ ، كتاب الكراهية)

(جدید مسائل کا حل:ص/۴۱۳،امداد الفتاوی:۴/۲۰۰،اصلاحِ خواتین:ص/۳۵۳)

محارم کے سامنے آدھی آستین کا قمیص

مسئلہ (۵۵۶): گھر میں عورت کے لیے اپنے محارم کے سامنے آدھی آستین کی قمیص پہننے میں کوئی حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ ایسی قمیص نہ پہنے، کیوں کہ اس میں بے پردگی کا احتمال ہے[1]، گھر کے باہر آدھی آستین والی قمیص پہن کر نکلنا، یا گھر میں غیر محارم کے سامنے آدھی آستین والی قمیص پہن کر آنا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا يبدين زينتهنّ إلا لبعولتهنّ﴾ الآية . (سورة النور : ۳۱)

ما في" التفسير المظهري " : وأباح لهم أن ينظروا منهنّ ما يبدو عند المحنة والخدمة ، وهو الوجه والرأس والصدر والساقان والعضدان . (۳۸۹/۶)

ما في " الهداية " : وينظر الرجل من ذوات محارمه إلى الوجه والرأس والساقين (والذراع والكف والقدم) ولا ينظر إلى ظهرها وبطنها وفخذها ، والأصل فيه قوله تعالى : ﴿ولا يبدين زينتهنّ﴾ . (۴۶۱/۴ ، كتاب الكراهية)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : وقد قال ابن خويذمنداد من علمائنا : أن المرأة إذا كانت جميلة ، وخيف من وجهها وكفيها الفتنة ، فعليها ستر ذلک . (۲۲۹/۱۲)

(۲) ما في" القرآن الكريم " :﴿يآيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : في هذه الآية تدل على أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبيين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ .

(۴۸۶/۳ ، باب حجاب النساء)

عورت کا مرد ڈاکٹر سے علاج کروانا

مسئلہ (۵۵۷): اگر کسی ہسپتال میں بآسانی لیڈی ڈاکٹر مل جائے، یا سخت ضرورت نہ ہو، تو عورت کے لیے مرد ڈاکٹر سے مستور اعضاء کا علاج کروانا جائز نہیں، لیکن اگر لیڈی ڈاکٹر نہ ہو اور ضرورت، ضرورتِ شدیدہ ہو، تو پھر عورت کے لیے مرد ڈاکٹر سے مستور اعضاء کا علاج کرانے کی گنجائش ہے، اور اس صورت میں بھی بقدرِ ضرورت ہی ستر کھولنے کی اجازت ہے، نیز مرد ڈاکٹر کو بھی چاہیے کہ وہ حتی الامکان غیر ضروری مقام پر نگاہ نہ پڑنے دیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : امرأة أصابتها قرحة في موضع لا يحل للرجل أن ينظر إليه ، لا يحل أن ينظر إليهما ، لكن تعلم امرأة تداويها ، فإن لم يجدوا امرأة تداويها ولا امرأة تتعلم ذلك إذا علمت ، وخيف عليها البلاء والوجع أو الهلاك ، فإنه يستر منها كل شيء إلا موضع تلك القرحة ، ثم يداويها الرجل ويغض بصره ما استطاع إلا عن ذلك الموضع ، ولا فرق في هذا بين ذوات المحارم وغيرهنّ ، لأن النظر إلى العورة لا يحل بسبب المحرمية. (۵/ ۳۳۰ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن فيما يحل للرجل النظر الخ)

ما في " رد المحتار " : إذا كان المرض في سائر بدنها غير الفرج يجوز النظر إليه عند الدواء لأنه موضع ضرورة، وإن كان في موضع الفرج ، فينبغي أن يعلم امرأة تداويها ، فإن لم توجد وخافوا عليها أن تهلك أو يصيبها وجع لا تحتمله يستروا منها كل شيء إلا موضع العلة ، ثم يداويها الرجل ، ويغضّ بصره ما استطاع إلا عن موضع العلة ، ثم يداويها الرجل ويغضّ بصره ما استطاع إلا عن موضع الجرح . (۹/ ۴۵۳ ، الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

ما في " ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر " : ويحرم النظر إلى العورة إلا عند الضرورة كالطبيب أي له النظر إلى موضع النظر ضرورة ، فيرخص له احياء لحقوق الناس ودفعاً =

سونے، چاندی یا ریشمی کام والی ٹوپی یا جوتی

مسئلہ (۵۵۸): ایسی ٹوپی، جوتی یا کپڑا جس میں خالص سونے (زَری)، چاندی یا ریشم سے کام کیا گیا ہو، مردوں کے لیے اُن کا استعمال جائز نہیں ہے، ہاں! اگر عرض میں چار انگل سے کم ہو، تو پھر اس کا استعمال درست ہے۔ (۱)

=لحاجتهم .(۴/ ۱۹۹ ، كتاب الكراهية ، فصل في النظر ونحوه)

ما في " تبيين الحقائق " : وفي النظر الطبيب إلى موضع المرض ضرورة فيرخص لهم احياء لحقوق الناس ودفعاً لحاجتهم ، فصار كنظر الختان والخافضة .... وينبغي للطبيب أن يعلم امرأة إن أمكن ، لأن نظر الجنس أخف ، وإن لم يمكن ستر كل عضو منها سوى موضع المرض ثم ينظر ويغضّ بصره عن غير ذلک الموضع ما استطاع ، لأن ما ثبت للضرورة يتقدر بقدرها . (۷/ ۴۰ ، كتاب الكراهية ، فصل في النظر واللمس)

(كذا في الدر المنتقى في شرح الملتقى مع المجمع : ۴/ ۱۹۹ ، فصل في النظر ونحوه)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . " ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها " . (۱/ ۳۰۷ . ۳۰۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿اولٓئک لهم جنّٰت عدن تجري من تحتهم الأنهٰر يُحلّون فيها من أساور من ذهب ويلبسون ثياباً خضراً من سندس واستبرق﴾ . (سورة الكهف : ۳۱)

ما في " الدر المنثور " : وأخرج النسائي والحاكم عن عقبة بن عامر ، أن رسول اللّٰه ﷺ كان يمنع أهل الحلية والحرير ، ويقول : " إن كنتم تحبّون حلية الجنة وحريرها فلا تلبسوهما في الدنيا " . (۴/ ۴۰۱)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبيي موسى الأشعري رضي اللّٰه عنه ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : " حرم لباس الحرير والذهب على ذكور أمتي وأحل لإناثهم " . (۲/ ۵۷۵)

ما في " العرف الشذي شرح الترمذي " : قال الحنفية : ويجوز الحرير للرجال قدر أربع أصابع ، والعبرة لأصابع اللابس ، ولبس الثوب الذي لحمته وسداه حرير حرام ، والذي =

....

....

....

....

....

=لحمته غير حرير جائز ، والعكس غير جائز ، ولو كان الحرير مطرزاً فكذلک التفصيل ، الطراز السنجاف والمنسوج (کشیده) إن كان مفرقاً وقدراً زائداً على أربعة أصابع فلا يجوز .... والنعل المزركش إن كان مقفرقاً فلا يجوز ، وإلا فيجوز .

(۲۴۸/۳ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في الحرير والذهب ، رقم الحديث : ۱۷۲۰)

(كذا في عارضة الأحوذي : ۱۶۳/۷ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في الحرير والذهب)

ما في " رد المحتار " : وفي الفتاوى الهندية : يكره أن يلبس الذكور قلنسوة من الحرير أو الذهب أو الفضة أو الكرباس الذي خيط عليه إبريسم كثير أو شيء من الذهب أو الفضة أكثر من قدر أربع أصابع اهـ . وبه يعلم حكم العرقية المسماة بالطاقية ، فإذا كانت منقشة بالحرير وكان أحد نقوشها أكثر من أربع أصابع لا تحل ، وإن كان أقل تحلّ ، وإن زاد مجموع نقوشها على أربع أصابع بناء على ما مر من أن ظاهر المذهب عدم جمع المتفرق .

(۴۳۱/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(الفتاوى الهندية : ۳۳۲/۵ ، الباب التاسع في اللبس وما يكره من ذلک وما لا يكره)

ما في " مجمع الأنهر " : ويحل للنساء لبس الحرير ، ولا يحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم ..... قوله : (كالعلم) أي في عرض الثوب ، فلو في طوله كره .

(۱۹۲/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفيه المرخص العلم في عرض الثوب ، قلت : ومفاده أن القليل في طوله يكره . انتهى . قال المصنف : وبه جزم ملا خسرو ، وصدر الشريعة ، لكن اطلاق الهداية وغيرها يخالفه . (۲۳۸/۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

(جدید مسائل کا حل :ص/۳۹۳،فتاوی محمودیہ:۳۰۴/۱۹،کراچی)

کشتی نما ٹوپی

مسئلہ (۵۵۹): کشتی نما گاندھی ٹوپی ہندوستان میں زمانۂ دراز سے مستعمل ہے، تحریکِ آزادی کے زمانہ میں اس کا نام گاندھی ٹوپی رکھ لیا گیا، اس ٹوپی کا پہننا جائز ہے، محض اس کا نام ''گاندھی ٹوپی'' ہوجانے سے اس کا پہننا ناجائز نہیں ہوگا(۱)، حدیث پاک میں غیروں کی مشابہت سے جو منع کیا گیا، اس سے مراد ایسی مشابہت ہے، جو اس غیر قوم کے ساتھ مخصوص ہو، یا وہ اس قوم کا شعار ہو، اور اِس نیت سے اُسے اختیار کیا جائے کہ وہ ان کے مشابہ ہوجائے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ . (البقرة : ۲۹)

ما في " جامع الترمذي " : عن سلمان (رضي الله عنه) قال : سئل رسول الله ﷺ عن السمن والجبن والفراء ، فقال : " الحلال ما أحل الله في كتابه ، والحرام ما حرم الله في كتابه ، وما سكت عنه فهو مما عفا عنه " . (۱/۳۰۳ ، كتاب اللباس ، باب ما جاء في لبس الفراء ، قديمي)

ما في " تحفة الأحوذي شرح الترمذي " : قال القاضي الشوكاني في " إرشاد السائل إلى أدلة المسائل" بعد ما أثبت ان كل ما في الأرض حلال إلا بدليل . (۵/۳۹۷ ، في لبس الفراء)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " :" الأصل في الأشياء الإباحة ، حتى يدل الدليل على عدم الإباحة " . (۱/۲۵۳)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : قال رسول الله ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم " .(ص/۵۵۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار ...... قال الطيبي : هذا عام في الخلق والخلق والشعار . (۸/۲۲۲ ، كتاب اللباس)

موجودہ لباس شریعت کی روشنی میں

مسئلہ (۵۶۰): لباس کے بارے میں شریعت کی تعلیمات بڑی معتدل ہیں، شریعت نے کسی مخصوص لباس کو متعین نہیں کیا، البتہ لباس کی حدود مقرر کی ہیں، جو لباس ان شرعی حدود میں ہوگا وہ لباسِ شرعی کہلائے گا، وہ حدود یہ ہیں:

(۱) لباس اتنا چھوٹا اور باریک اور چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے۔[۱]

(۲) لباس ایسا نہ ہو جس میں کفار وفساق کے ساتھ مشابہت ہو۔[۲]

(۳) لباس سے تکبر وتفاخر، اسراف وتنعم مترشح نہ ہوتا ہو، ہاں اسراف وتنعم اور نمائش سے بچتے ہوئے اپنا دل خوش کرنے کے لیے قیمتی لباس پہننا جائز ہے۔[۳]

(۴) مرد کی شلوار، تہبند اور پاجامہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو۔[۴]

(۵) مرد کا لباس اصلی ریشم کا نہ ہو، کیوں کہ وہ حرام ہے۔[۵]

(۶) مرد "زنانہ" اور عورتیں "مردانہ" لباس نہ پہنیں۔[۶]

(۷) خالص سرخ رنگ کا لباس پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے، البتہ کسی اور رنگ کی آمیزش ہو، یا سرخ دھاری دار ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔[۷]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : قوله تعالی : ﴿یٰبني آدم قد أنزلنا علیکم لباسًا یواري=

....

= سواٰتكم وريشًا ولباس التقوى ذلك خير﴾ . (سورة الأعراف : ۲۶)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : قوله عليه السلام : (عن ابن عمر) " من تشبه بقوم فهو منهم " .

(ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة)

(۳) ما في " كنز العمال " : قوله عليه السلام : (عن عمرو بن شعيب عن جده) " كلوا وتصدقوا والبسوا من غير مَخِيلةٍ ولا تسرفوا فإن الله يحب أن يرى أثر نعمته على عبده " .

(۲۷۴/۶ ، رقم الحديث :۱۷۱۹۳ ، كتاب الزينة والتجمل ، الباب الأول في الترغيب فيه ، سنن النسائي : ۴۱/۲ ، رقم الحديث : ۲۳۴۰ ، كتاب الزكاة ، الاختيال في الصدقة)

ما في " مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر " : وعن النبي ﷺ : " أنه نهى عن الشهرتين ؛ وهو ما كان في نهاية النفاسة ، وما كان في نهاية الخساسة ، وخير الأمور أوساطها " .

(۴/ ۱۹۱ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

(۴) ما في سنن أبي داود " : عن سالم بن عبد الله عن أبيه قال : قال رسول الله ﷺ : " من جرّ ثوبه خيلاء لم ينظر الله إليه يوم القيمة " . وقال أيضًا : " وإياك وإسبال الإزار فإنها من المخيلة وإن الله لا يحب المخيلة " . (ص/۵۶۴ ، كتاب اللباس، باب ما جاء في إسبال الإزار)

(المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة :۱/۱۴۳، طبع چہارم)

(۵) ما في " سنن أبي داود " : عن عبد الله بن زرير أنه سمع علي بن أبي طالب يقول : " إن نبي الله ﷺ أخذ حريرًا فجعله في يمينه وأخذ ذهبا فجعله في شماله ثم قال : إن هذين حرام على ذكور أمتي " . (ص/۵۶۱ ، كتاب اللباس ، باب في الحرير للنساء)

ما في " مجمع الأنهر " : ويحل للنساء لبس الحرير ولا يحل للرجال إلا قدر أربع أصابع كالعلم . (۱۹۲/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللبس)

(۶) ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال " . رواه البخاري .

(ص/۳۸۰ ، كتاب اللباس، باب الترجل ، الفصل الأول)

(۷) ما في " مجمع الأنهر والدر المنتقى " : (ويكره) الثوب (الأحمر والمعصفر) للرجال ، لأنه عليه السلام نهى عن لبس الأحمر والمعصفر . مجمع الأنهر. قوله : (ويكره) تحريمًا للرجال (الأحمر والمعصفر) . الدر المنتقى . (۱۹۲/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في اللباس)

نیکر پہن کر فوجی مشق

مسئلہ (۵۶۱): پی،اے،ایف (P.A.F) میں ملازمین نیکر پہن کر پی ٹی (فوجی مشقیں) کرتے ہیں، جس میں ران وغیرہ برہنہ ہوتی ہیں، جب کہ قرآن وحدیث اور فقہاء کرام کی عبارتوں سے یہ بات ثابت ہے کہ مسلمانوں کے لیے سترِ عورت فرض ہے، مردوں کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک، اور عورت کے لیے پورا بدن ستر ہے، سوائے چہرہ، ہتھیلی اور قدم کے، لہٰذا فوجی مشق کرتے وقت ستر کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبني اٰدم قد أنزلنا عليكم لباسًا يواري سواٰتكم وريشًا﴾ .

(سورة الأعراف : ۲۶)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال كثير من العلماء : هذه الآية دليل على وجوب ستر العورة .... ولا خلاف بين العلماء في وجوب الستر العورة عن أعين الناس .... وقال أبوحنيفة : الركبة عورة ، وهو قول عطاء . (۱۸۲/۷)

ما في " أحكام القرآن لمفتي عبد الشكور الترمذي " : وقد اتفقت الأمة على معنى ما دلت عليه الآية ، من لزوم فرض ستر العورة ، ووردت به الآثار عن النبي ﷺ ، منها حديث بهز بن حكيم عن أبيه ، عن جده قال : قلت : يا رسول اللّٰه ! عورتنا ما نأتي منها وما نذر ؟ قال : "احفظ عورتک إلا من زوجتک أو ما ملکت يمينک " . قلت : يا رسول اللّٰه ﷺ ! فإذا كان أحدنا خالياً ؟ قال : " فإن اللّٰه أحق أن يستحى منه " . وروى أبو سعيد الخدري عنه عليه السلام أنه قال : " لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة " . وقد روي عنه ﷺ أنه قال : " ملعون من نظر إلى سوأة أخيه " . قال تعالى : ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من أبصارهم ، وقل للمؤمنٰت يغضضن من أبصارهنّ﴾ ، يعني عن العورات ، إذ لا خلاف في=

شرٹ ونیکر پہن کر کھیلنا

مسئلہ (۵۶۲): بہت سے کھیل ایسے ہوتے ہیں جنہیں کھلاڑی صرف شرٹ و نیکر پہن کر کھیلتے ہیں، جیسے ہاکی، ٹینس، بیڈمنٹن، باسکٹ بال وغیرہ، اور کچھ کھیل ایسے ہیں جنہیں صرف نیکر پہن کر کھیلا جاتا ہے، اور باقی پورا جسم برہنہ ہوتا ہے، اس طرح کے کھیل شرعاً ممنوع ہیں، کیوں کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک، اور عورت کا ستر، سوائے چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور قدم کے، پورا بدن ہے، جن کا چھپانا ہر حال میں فرض ہے، اسی طرح ایسا پتلا اور تنگ لباس پہننا جس میں اعضاء مستورہ صاف نظر آتے ہوں، اور اعضاء کی ساخت نمایاں ہوتی ہو، شرعاً درست نہیں ہے۔ (۱)

= جواز النظر إلی غیر العورة .... وأما المرأة الحرة فعورة کلها ، إلا الوجه والکفین ، علی هذا أکثر أهل العلم . (۳/۳۲۴)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : وقوله تعالی : ﴿وطفقا یخصفان علیهما من وّرق الجنة﴾ . [الأعراف] یدل علی فرض ستر العورة ، لإخباره أنه أنزل علینا لباساً لنواري سوآتنا به . (۳/۳۹)

ما في " الصحیح لملسلم " : عن عبد الرحمن بن أبي سعید الخدري ، عن أبیه أن رسول الله ﷺ قال : " لا ینظر الرجل إلی عورة الرجل ، ولا المرأة إلی عورة المرأة " .

(۱/۱۵۴ ، باب تحریم النظر إلی العورات)

ما في " شرح مسلم للنووي " : وأما ضبط العورة في حق الأجانب ، فعورة الرجل مع الرجل ما بین السرة والرکبة ، وکذلک المرأة مع المرأة . (۱/۱۵۴ ، تحریم النظر إلی العورات)

ما في " رد المحتار " : فالرکبة عورة لروایة الدار قطني : " ما تحت السرة إلی الرکبة عورة". (۹/۴۴۶ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)=

ما في " جامع الترمذي " : عن ابن جرهد ، عن أبیه ، عن النبي ﷺ ، مر به وهو کاشف عن فخذه ، فقال النبي ﷺ: " غطّ فخذک ، فإنها من العورة " . هذا حدیث حسن .

(۲/۱۰۷ ، أبواب الآداب ، باب ما جاء أن الفخذ عورة) (فتاوی حقانیہ:۲/۴۲۵،۴۲۶)=

....

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبني آدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواري سوآتكم وريشاً ، ولباس التقوى ذلك خير﴾ . (سورة الأعراف : ۲۶)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : يدل على فرض ستر العورة ، لإخباره أنه أنزل علينا لباساً لنواري سوآتنا به . (۳/ ۳۹ ، مكتبة شيخ الهند بديوبند)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾ . (سورة الأعراف : ۳۱)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي سعيد الخدري عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال : " لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة ، ولا يفضي الرجل إلى الرجل في ثوب واحد ، ولا تفضي المرأة إلى المرأة في الثوب الواحد " .

(۳/ ۱۴۴ ، كتاب الحيض ، تحريم النظر إلى العورات ، بيروت)

ما في " شرح مسلم للنووي " : ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۳/ ۱۴۵ ، كتاب الحيض ، تحريم النظر إلى العورات)

ما في " تكملة فتح الملهم " : فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة ، لا تقره الشريعة الإسلامية ، مهما كان جميلاً ، أو موافقاً لدور الأزياء ، وكذلك اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذي يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذي يجب ستره ، فهو في حكم ما سبق في الحرمة وعدم الجواز . (۴/ ۸۸ ، كتاب اللباس والزينة ، المكتبة الأشرفية)

(جدید مسائل کا حل :ص/۴۰۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل :۷/ ۳۳۵، ۳۳۶، قدیم)

خواتین کی ملازمت

مسئلہ (۵۶۳): یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام خاندانی نظام کے استحکام کو بڑی اہمیت دیتا ہے، چنانچہ اس مقصد کے پیشِ نظر اس نے مردوں وعورتوں کی ذمہ داریوں میں تقسیم کار سے کام لیا ہے کہ گھر سے باہر کی ذمہ داریاں-جن میں کسبِ معاش کی تگ و دو بھی داخل ہے- مردوں سے متعلق ہوں گی، اور گھر کے اندر اُمور عورتوں سے متعلق ہوں گے، یہ وہ بہترین تقسیم کار ہے، جو مسلم معاشرہ میں آج بھی بڑی حد تک خاندانی استحکام کو باقی رکھے ہوئے ہے؛ اس لیے کسبِ معاش بنیادی طور پر مردوں کی ذمہ داری ہے نہ کہ عورتوں کی، عورتوں کو بلا ضرورت آزادی وترقی کے نام پر کسبِ معاش پر مجبور کردینا ایک سماجی ظلم ہے، کہ عورتیں بچوں کی پرورش ونگہداشت اور امورِ خانہ داری وغیرہ اپنے منصبی فرائض بھی انجام دیں، اور اس دوڑ دھوپ میں بھی مردوں کی شریک ہوں۔

عام حالات میں شریعت نے خواتین پر کسبِ معاش کی ذمہ داری تو نہیں رکھی ہے؛ لیکن بحالتِ مجبوری (کسی ایسے شخص کا موجود نہ ہونا جو اس کی اور اس کے بچوں کی نفقہ برداری کرسکے)[۲]، شرعی حدود میں رہتے ہوئے عورت کے لیے کسبِ معاش مباح ہے۔ شرعی حدود یہ ہیں:

(۱) شرعی پردہ کی مکمل رعایت ہو۔[۳] (۲) خوشبو کے استعمال سے پرہیز ہو۔[۴] (۳) لباس مردوں کے لیے باعثِ کشش نہ ہو۔[۵] (۴) مردوں کے

ساتھ اختلاط نہ ہو۔[٦] (۵) اجنبی مردوں کے ساتھ تنہائی کی نوبت نہ آئے۔[۷]

(٦) شوہر اور بچوں کے حقوق سے بے اعتنائی نہ ہو۔[۸]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " تفسير ابن كثير " : يأمر تعالى عباده المؤمنين بالمعاونة .... وينهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المآثم والمحارم . (۱/۴۷۸ ، سورة المائدة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطُرّ في مخمصة غير متجانف لإثم﴾ . (المائدة : ۳)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . (۱/۳۰۷)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبنٰتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبين، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ .

(۳/۴۸٦ ، باب حجاب النساء)

(۴) ما في " الصحيح لمسلم " : عن زينب امرأة عبد اللّٰه قالت : قال لنا رسول اللّٰه ﷺ : " إذا شهدت إحداكنّ المسجد فلا تمسّ طيباً " .

(۱/۱۸۳ ، كتاب الصلاة ، باب خروج النساء إلى المساجد الخ)

(۵) ما في " فتح الملهم مع التكملة " : قوله : (فلا تطيب تلك الليلة) الخ : أي : لا تمسّ طيبًا، ويلتحق بالطيب ما في معناه ، لأن سبب المنع فيه من تحريك داعية الشهوة ، كحسن الملبس والحلي الذي يظهر، والزينة الفاخرة ، وكذا الاختلاط بالرجال .

(۳/۳۹۳ ، كتاب الصلاة ، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة وإنها لا تخرج مطيبة ، تحت الرقم : ۹۹٦ ، دار احياء التراث العربي بيروت)

(٦ – ۷) ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس رضي اللّٰه عنه ، عن النبي ﷺ قال : " لا يخلونّ رجل بامرأة إلا مع ذي رحم محرم " . (۲/۷۸۷ ، باب لا يخلونّ رجل بامرأة)=

تبلیغ دین کے لیے عورتوں کا ٹی وی پر آنا

مسئلہ (۵٦۴): عورتوں کا تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کی خاطر ٹی وی پر آنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ قرآن وحدیث میں عورتوں کو لزومِ بیت اور پردہ کی تاکید فرمائی گئی ہے[1]، حتی کہ عورت کی آواز کو بھی پردہ بتایا گیا ہے۔[2]

=ما في " نصب الراية " : قوله عليه السلام : " لا يخلونّ رجل بامرأة ليس منها بسبيل ، فإن الشيطان ثالثهما". (۴/۵۵۲ ، كتاب الكراهية)

ما في " صحيح البخاري " : عن عفية بن عامر أن رسول الله ﷺ قال : " إياكم والدخول على النساء " . فقال رجل من الأنصار : يا رسول الله ! أفرأيت الحمو ؟ قال : " الحمو الموت " . (۲/۷۸۷ ، كتاب النكاح ، باب لا يخلونّ رجل بامرأة إلا كان ثالثهما شيطان ، جامع الترمذي : ۱/۲۲۱ ، أبواب الطلاق)

(۸) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " ألا كلكم راع ، وكلكم مسؤل عن رعيته .... والمرأة راعية على بيت زوجها وولده وهي مسؤلة عن رعيتها " . (۱/۱۲۲ ، الصحيح لمسلم : ۲/۱۳۲)

(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص/ ١٦٨، ١٦٩، خواتین کی ملازمت، اٹھارہواں فقہی سمینار مدورائی، چنئی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقرن في بيوتكنّ ولا تبرّجن تبرّج الجاهلية الأولى﴾ . (الأحزاب : ۳۳)

ما في " الدر المنثور للسيوطي " : وأخرج البزّار عن أنس رضي الله عنه : جئن النساء إلى رسول الله ﷺ فقلن : يا رسول الله ﷺ ! ذهب الرجال بالفضل والجهاد في سبيل الله ، فما لنا عمل ندرک فضل المجاهدين في سبيل الله ؟ فقال : " من قعدت منكنّ في بيتها فإنها تدرک عمل المجاهدين في سبيل الله " . (۵/۳۷۴)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)=

....

=ما في " الدر المنثور " : وأخرج ابن جرير ، وابن حاتم وابن مردويه ، عن ابن عباس في هذه الآية قال : " أمر اللّٰه نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهنّ في حاجة أن يغطين وجوههنّ من فوق رؤوسهن بالجلابيب ، ويبدين عيناً واحدة " . (۴۱۵/۵)

ما في " روح المعاني " : ومِنْ للتبعيض ، ويحتمل ذلک على ما في الكشاف وجهين : أحدهما أن يكون المراد بالبعض واحداً من الجلابيب ، وإدناء ذلک عليهنّ أن يلبسنه على البدن كله ، وثانيهما أن يكون المراد بالبعض جزءً منه وإدناء ذلک عليهنّ أن يتقنعن فيسترن الرأس والوجه بجزء من الجلباب مع إرخاء الباقي على بقية البدن . (۱۳۸/۱۲)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿فلا تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرضٌ﴾ قيل : فيه أن لا تلين القول للرجال على وجه ، يوجب الطمع فيهنّ من أهل الريبة ، وفيه الدلالة على أن ذلک حكم سائر النساء في نهيهنّ عن إلانة القول للرجال على وجه يوجب الطمع فيهنّ ، ويستدل به على رغبتهنّ فيهم ، والدلالة على أن الأحسن بالمرأة أن لا ترفع صوتها بحيث يسمعها الرجال ، وفيه الدلالة على أن المرأة منهية عن الأذان ، وكذلک قال أصحابنا : وقال اللّٰه تعالى في آية أخرى : ﴿ولا يضربن بأرجلهنّ ليعلم ما يُخفين من زينتهنّ﴾ [سورة النور : ۳۱] فإذا كانت منهية عن اسماع خلخالها ، فكلامهما إذا كانت شابة تخشى من قبلها الفتنة أولى بالنهي عنه . (۴۷۱/۳)

ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : قال عبد اللّٰه : " احبسوا النساء في البيوت ، فإن النساء عورة ، وأن المرأة إذا خرجت من بيتها استشرفها الشيطان ، وقال لها : إنک لا تمرين بأحد إلا أعجب بک " . (۵۰۱/۹ ، كتاب النكاح ، رقم الحديث : ۱۸۰۰۶)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وقيل : إنها ذات عورة ، والمعنى أن المرأة يستقبح بروزها وظهورها ، فإذا خرجت أمعن النظر إليها ليغويها ويغوي غيرها بها فيوقعها ، أو أحدهما في الفتنة ، أو يريد بالشيطان شيطان الأنس من أهل الفسق ، أي إذا رأوها بارزةً استشرفوها بمثابة الشيطان في نفوسهم من الشر ، ويحتمل أنه رآها الشيطان فصارت من الخبيثات بعد أن كانت من الطيبات . (۲۵۷/۶ ، النظر إلى المخطوبة وبيان العورات ، رقم : ۳۱۰۹)

ما في " رد المحتار " : (وتمنع) المرأة الشابة (من كشف الوجه بين الرجال) لا لأنه عورة=

آڑی مانگ نکالنا

مسئلہ (۵۶۵): مسلمانوں میں آڑی مانگ نکالنے کا رواج گمراہ قوموں کی تقلید سے ہوا ہے، لہٰذا اس کو ترک کرنا واجب ہے، مانگ سیدھی نکالنی چاہیے، کیوں کہ حدیث شریف سے حضور ﷺ کا سیدھی مانگ نکالنا ثابت ہے، اور جن امور میں رسول کریم ﷺ نے مرد اور عورت کے احکام میں فرق نہیں فرمایا، ان میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ (۱)

= بل (لخوف الفتنة) كمسّه . الدر المختار . قوله : (بل لخوف الفتنة) أي الفجور بها . "قاموس" . أو الشهوة ، والمعنى تمنع من الكشف لخوف أن يرى الرجال وجهها فتقع الفتنة، لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة . (۲/۷۳ ، الصلوٰة ، مطلب في النظر الى وجه الأمرد)

ما في " النهر الفائق " : وأطبق المتأخرون على أن الفتوى على منع الكل في الكل ، .... وإذا منعت عن حضور الجماعة فمنها من حضور الوعظ والاستسقاء أولى . (۱/۱ ۳۵)

(۲) ما في " المبسوط للسرخسي " : ويرفع صوته بالأذان ، والمرأة ممنوعة من ذلك لخوف الفتنة . (۱/۲۷۷ ، باب الأذان) (جدید مسائل کا حل:ص/۴۰۹)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : (و) أذان (امرأة) لأنها إن خفضت صوتها أخلت بالإعلام ، وإن رفعته ارتكبت معصية ، لأنه عورة . (ص/۱۹۹ ، ۲۰۰ ، باب الأذان)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوآ إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ . (سورة هود : ۱۱۳)

ما في " روح المعاني " : أي لا تميلوا إليهم أدنى الميل .... ويشمل النهي حينئذ مداهنتهم ، وترك التغير عليهم مع القدر والتزيّي بزيهم . (۷/۲۳۱)

ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة قالت : " كنت إذا أردت أن أفرق رأس رسول الله ﷺ صدعتُ الفَرْقَ مِن يافوخه وأرسِلُ ناصيتَهُ بين عينيه " . (ص/۵۷۶ ، كتاب الترجل)

ما في " بذل المجهود " : صدعت الفرق أي شققت الفرق ، من يافوخه ، أي وسط رأسه .=

انگریزی بالوں کو سنت کے مطابق کرنا

مسئلہ (۵۶۶): انگریزی بالوں کو سنت کے مطابق تبدیل کرنے میں کوئی قباحت نہیں، بلکہ یہ مستحسن اور باعثِ اجر ہے[1]، لیکن پہلے سب بال برابر کرلیے جائیں، اس کے بعد سنت کے مطابق بال رکھے جائیں، کیوں کہ آپ ﷺ نے چھوٹے بڑے بال رکھنے سے منع فرمایا ہے۔[2]

=(۲۱۵/۱۰)

ما في " أشعة اللّمعات " : (صدعت) می شگافتم وشق میکردم ۔ (فرقہ) فرق اورا۔ (عن) یافوخہ از میانہ سروے بجانب ناصیہ، وآن موضعے ست کہ می جنبد از سر طفل یعنی یک طرف خط فرق ازیں موضع می بود، وطرف دیگر نزد جبہہ محاذی ما بین دو چشم چنانکہ گفت، (وارسلت ناصیۃ بین عینیہ) درہا میکردم ومیگزاشتم موئے سر مبارک را کہ ناصیۃ نام اوست میان دو چشم یعنی می گروانیدم طرف فرق کہ بجانب ناصیہ است محاذی ما بین دو چشم بحیثیتے کہ می بود نصف شعر ناصیہ از جانب عین آن فرق، ونصف دیگر از جانب یسار آن، ایں چنیں تفسیر کرد ایں حدیث را طیبی، پس فرق مثل راہ راست شد از میانۂ سر تا محاذی ما بین دو چشم، ولہذا تفسیر کرد آنرا در قاموس براہے کہ میان موئے سر بود۔

(۵۷۶/۳، کتب خانہ مجیدیہ ملتان) (فتاوی محمودیہ: ۴۳۳/۱۹، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱۳۳/۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " مشکوة المصابیح " : عن أبي هریرة (رضي اللّٰه عنه) قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من تمسّک بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهید " . رواه البیهقي في کتاب الزهد .

(ص/ ۳۰ ، کتاب الإیمان ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ، قدیمي)

ما في " مرقاة المفاتیح " : قوله : (من تمسّک) أي عمل (بسنتي عند فساد أمتي) أي عند غلبة البدعة والجهل والفسق فیهم (فله أجر مائة شهید) لما یلحقه من المشقة بالعمل بها وباحیائها وترکهم لها کالشهید المقاتل مع الکفار لاحیاء الدین بل أکثر .

(۱/ ۳۸۴ ، کتاب الإیمان ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

(۲) ما في " الصحیح لمسلم " : عن ابن عمر (رضي اللّٰه عنه) : " أن رسول اللّٰه ﷺ=

زائد بال صاف کرنا

مسئلہ (٥٦٧): اگر کسی عورت کے چہرے اور بازوؤں پر کافی گھنے بال ہوں، تو ان کو صاف کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ ان بالوں کو صاف کرنا مستحب ہے۔ (١)

= نهى عن القزع ، قال : قلت لنافع : وما القزع ؟ قال : يُحلَقُ بعضُ رأسِ الصبي ويُترَكُ بعض " . (٢/٢٠٣ ، كتاب اللباس ، باب كراهة القزع ، قديمي)

ما في " شرح مسلم للنووي " : قال العلماء : والحكمة في كراهته أنه تشويه للخلق ، وقيل : لأنه زيّ الشر والشطارة ، وقيل : لأنه زيّ اليهود . (٧/٢٢٧ ، كتاب اللباس ، باب كراهة القزع)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " مرقاة المفاتيح " :إذا نبت للمرأة لحية فيستحب لها حلقها ، ذكره الطيبي .

(٨/٢٧٤ ، كتاب اللباس ، باب الترجل)

ما في" الموسوعة الفقهية " : يرى جمهور العلماء أنه لو نبت للمرأة لحية وشارب أو عنفقة كان لها إزالتها بالحلق . (١٨/١٠٠ ، حلق)

ما في" رد المحتار " : إزالة الشعر من الوجه حرام ، إلا إذا نبت للمرأة لحية أو شوارب فلا تحرم إزالته بل تستحب. (٩/٥٥٥ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (المتنمّصات) .... هي التي تطلب إزالة الشعر من الوجه بالمنماص أي المنقاش ، والتي تفعله نامصة ، قال النووي : وهو حرام إلا إذا نبت للمرأة لحية أو شوارب . (٨/٢٨٠ ، كتاب اللباس والترجل)

بچوں کے بال

مسئلہ(۵۶۸): بچوں کے بال انگریزی اور فیشن ایبل طریقہ پر بنانا ناجائز اور ممنوع ہے۔(۱)

---

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوآ إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾ .

(سورة هود : ۱۱۳)

ما في " التفسير المظهري " : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال السدي : لا تداهنوا الظلمة ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ، وقيل : لا تسكنوا إلى الذين ظلموا ، قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى الميل ، فإن الركون هو الميل اليسير كالتزيّي بزيّهم . (۴/۴۳۰)

ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم" . (ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره ، أو بالفساق ، أو بالفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم ، أي في الإثم والخير . (۸/۲۲۲)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عبيد الله قال : أخبرني عمر بن نافع ، عن أبيه ، عن ابن عمر : " أن رسول الله ﷺ نهى عن القزع ، قال : قلت لنافع : وما القزع ؟ قال : يحلق بعض رأس الصبي ويترك بعض " . (۲/۲۰۳)

ما في" سنن أبي داود " : عن ابن عمر : أن النبي ﷺ رأى صبياً قد حلق بعض رأسه وترك بعضه فنهاهم عن ذلک، فقال : " احلقوا كله أو اتركوه كله " . (ص/۵۷۷ ، كتاب الترجل)

ما في " رد المحتار " : ويكره القزع ، وهو أن يحلق البعض ويترک البعض قطعاً مقدار ثلاثة أصابع . (۹/۴۹۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع ، الفتاوى الهندية : ۵/۳۵۷)

(امداد الفتاوی:۴/۲۲۳،فتاوی رحیمیہ:۱۰/۱۱۴)

مونچھوں کا بڑھانا

مسئلہ (۵۶۹): مونچھوں کو اس حد تک تراشنا کہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہوجائے، سنت ہے[۱]، اور مونچھوں کو نہ کاٹتے ہوئے لبوں کے نیچے تک لٹکائے رکھنا خلافِ سنت ہے، جس پر حدیث پاک میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فأقم وجهك للدين حنيفاً ، فطرت الله التي فطر الناس عليها﴾ . (الروم : ۳۰)

ما في" التفسيرالمظهري " : أن رسول الله ﷺ قال للناس يوماً : " ألا أحدّثكم بما حدثني الله في كتابه : إن الله خلق آدم وبنيه حنفاء مسلمين "...... الحديث ، بقوله ﷺ : "خمس من الفطرة ؛ ...... فذكر منها قصّ الشارب " . (۲۵/۱۴)

ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "الفطرة خمس : الختان، والاستحداد ، وقصّ الشارب ، وتقليم الأظفار ، ونتف الإبط " .

(ص/۱۰۶۶ ، كتاب اللباس ، باب تقليم الأظفار ، رقم الحديث : ۵۸۹۱)

ما في " عمدة القاري " : باب قصّ الشارب : أي هذا باب في بيان سنية قصّ الشارب ، بل وجوبه ، ...... وكان ابن عمر رضي الله عنهما يحفي شاربه ، حتى ينظر إلى بياض الجلد .

(۶۶/۲۲ ، ۶۷ ، كتاب اللباس ، باب قصّ الشارب)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عمر رضي الله عنهما : " انهكوا الشوارب واعفوا اللحى " . (ص/۱۰۶۷ ، رقم الحديث : ۵۸۹۳)

ما في " عمدة القاري " : قوله : (انهكوا) أي بالغوا في القصّ والهك المبالغة . (۷۳/۲۲)

ما في " فتح الباري " : واغرب القاضي أبوبكر بن العربي فقال : عندي أن الخصال الخمس المذكورة في هذا الحديث كلها واجبة ، فإن المرأ لو تركهم لم تبق صورته على صورة=

....

....

....

....

= الآدميين ، فكيف من جملة المسلمين .... والمراد بالفطرة في حديث الباب أن هذه الأشياء إذا فعلت اتصف فاعلها بالفطرة التي فطر اللّٰه العباد عليها ، وحثّهم عليها واستحبهابهم ، ليكونوا على أكمل الصفات وأشرفها صورة . (۱۰/۳۹۵ ، قصّ الشوارب)

ما في" تكملة فتح الملهم " : قال صاحب المفهم : في هذه الخصال محافظة على حسن الهيئة والنظافة ، وكلاهما يحصل به البقاء على أصل الكمال الخلقة التي خلق الناس عليها ، وبقاء هذه الأمور ، وترک إزالتها يشوه الإنسان ويقبحه بحيث يستقذر ويجتنب ، فيخرج مما تقتضيه الفطرة الأولى لهذا المعنى ، كذا في شرح الاحياء .(۱۰/۴۹۹ ، خصال الفطرة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وقال القرطبي : قصّ الشارب أن يأخذ ما طال على الشفة بحيث لا يؤذي الآكل ، ولا يجتمع فيه الوسخ . (۸/۲۷۲ ، كتاب اللباس ، باب الترجّل)

ما في " رد المحتار " : (وفيه حلق الشارب بدعة وقيل سنة) .(در مختار) . وفي الشامية : قال العلامة الشامي رحمه الله : وفي " أبي السعود " : عن " شرح المشارق " لإبن ملک : روى مسلم عن أنس بن مالک : وقّت لنا في تقليم الأظفار وقصّ الشارب ونتف الإبط أن لا نترک أكثر من أربعين ليلة .... قوله : (سنة) والقصّ منه حتى يوازي الحرف الأعلى من الشفعة العليا سنة بالإجماع . (۹/۴۹۷ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع)

ما في " جامع الترمذي " : وعن زيد بن أرقم ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : " من لم يأخذ من شاربه فليس منا" . (۳/۵۱۹ ، كتاب الأدب ، في قصّ الشارب ، رقم الحديث : ۲۷۶۱)

ما في " أشعة اللمعات " :(من لم يأخذ من شاربه) کسے کہ نگیرد از بروت خود وپست نگرداند آنرا(فليس منا) لیس نیست آن کس از ما یعنی نیست بر سنت وطریقۂ ما۔ (۳/۵۷۴ ، كتاب اللباس ، باب الترجل)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن زيد بن أرقم – أن رسول الله ﷺ قال : " من لم يأخذ من شاربه فليس منا " . (۵/۹۳، كتاب الأدب ، قص الشارب ، الرقم : ۲۷۶۱، احياء التراث العربي بيروت) (جدید مسائل کا حل:ص/۴۲۱،۴۲۲)

بیوٹی سپاٹ(Beauty Spat)

مسئلہ(۵۷۰): اگر بیوٹی سپاٹ (Beauty Spat) جسم کو گدا کر کیا جائے ، مثلاً پہلے سوئی وغیرہ سے جسم کو گود کر رنگ بھرا جائے تو یہ ناجائز اور سخت حرام ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ لعنت کرے گودنے والی اور گدوانے والی پر''[۱]، اگر یہی عمل نظر بد سے بچنے کے لیے کیا جائے ، تب بھی ناجائز ہے، لیکن اگر جسم کو گودے بغیر، سیاہ نقطہ وغیرہ چہرے پر لگایا جائے ،تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے[۲]، اس لیے کہ یہ تغییر فی خلق اللہ میں داخل نہیں ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن مسعود قال : " لعن الله الواشمات والمستوشمات ، والمتنمّصات، والمتفلّجات للحسن ، المغيرات خلق الله تعالى " .

(ص/۲/۱۰۷۲ ، رقم الحديث:۵۹۴۸ ، كتاب اللباس)

ما في " عمدة القاري شرح البخاري " : الواشمات جمع واشمة من الوشم وهو غرز إبرة أو مسلة ونحوهما ، في ظهر الكف أو المعصم أو الشفة ، وغير ذلك من بدن المرأة ، حتى يسيل منه الدم ، ثم يحشى ذلك الموضع بكحل أو نورة أو نيلة ، ففاعل هذا واشم وواشمة والمفعول بها موشومة ، فإن طلبت فعل ذلك فهي مستوشمة ، وهو حرام على الفاعل والمفعول بها باختيارها .... سواء في هذا كله الرجل والمرأة ، المغيرات خلق الله ، لأن ذلك كله تغيير لخلق الله تعالى . (۱۹/۳۲۵ ، تفسير القرآن ، سورة الحشر)

ما في " مرقاة المفاتيح " :واشمة : إسم فاعل من الوشم ، وهو غرز الإبرة أو نحوها في الجلد حتى يسيل الدم ، ثم حشوه بالكحل أو النبل أو النورة فيخضر ، (والمستوشمة) أي من أمر بذلك . قال النووي : وهو حرام على الفاعلة والمفعول بها . (۸/۲۸۰ ، كتاب اللباس)

ما في " رد المحتار " : والواشمة التي تشم في الوجه والذراع ، وهو أن تغرز الجلد بإبرة=

پلکیں بنوانا

مسئلہ (۵۷۱): آج کل عورتیں بیوٹی پارلر میں جا کر پلکیں بنواتی ہیں، ان کا یہ عمل جائز نہیں ہے، کیوں کہ جو عورتیں پلکیں بنواتی ہیں وہ لعنتِ رسول اللہ ﷺ میں داخل ہیں۔ (۱)

= ثم يحشى بكحل أو نيل فيزرق ، والمستوشمة التي يفعل بها ذلك بطلبها . (۹/۴۵۴)

(۲) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " العين حقٌّ ، ونهى عن الوشم " . (ص/۱۰۷۲ ، رقم الحديث : ۵۹۴۴ ، باب الواشمة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " سنن أبي داود " : عن أبي ريحان رضي الله عنه قال : " نهى رسول الله ﷺ عن عشر : عن الوشر ، والوشم ، والنتف ، ومكامعة الرجل الرجل بغير شعار ، وعن مكامعة المرأة المرأة بغير شعار " .... الحديث . (ص/۵۶۱ ، كتاب اللباس ، باب من كرهه)

ما في " عون المعبود " : قوله : (والنتف) أي وعن نتف النساء الشعور من وجوههنّ ، أو نتف اللحية أو الحاجب ، بأن ينتف البياض منهما ، أو نتف الشعر عند المصيبة . (۱۱/۶۱)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عبد الله قال : " لعن الله الواشمات والمستوشمات ، والنامصات والمتنمّصات ، والمتفلّجات للحسن ، المغيرات خلق الله " .

(۲/۲۰۴ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في " فتح الملهم " : قوله : (والنامصات) النمص نتف الشعر ، والنامصة : هي التي تنتف شعر الوجه ، كما في القاموس وتاج العروس ، والمتنمّصة من تأمر امرأة أخرى نتف الشعر عن نفسها ، وأكثر ما تفعله النساء في الحواجب وأطراف الوجه ابتغاء للحسن والزينة ، وهو حرام بنص هذا الحديث . (۴/۱۹۵ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم فعل الواصلة)

ما في " فتح الباري " : لا يجوز للمرأة تغيير شيء من خلقتها التي خلقها الله عليها بزيادة أو نقص التماس الحسن . (۱۰/۴۳۸ ، كتاب اللباس ، باب المتنمّصات ، كذا في مرقاة المفاتيح : ۸/۲۲۷ ، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

کان چھدوانا

مسئلہ(۵۷۲): بالی وغیرہ پہننے کے لیےلڑکیوں کے کان چھدوانا جائز ودرست ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " رد المحتار " : تنبيه : لا بأس بكيّ البهائم للعلامة ، وثقب أذن الطفل من البنات ، لأنهم كانوا يفعلونه في زمن رسول الله ﷺ من غير إنكار .

(۵۵۸/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء)

ما في " الفتاوى الهندية " :ولا بأس بثقب آذان الأطفال من البنات ، لأنهم كانوا يفعلون ذلک في زمان رسول الله ﷺ من غير انكار . (۳۵۷/۵ ، كتاب الكراهية ، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء ، البحر الرائق : ۳۷۵/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع)

ما في " نفع المفتي " :الاستفسار : هل يجوز ثقب أنف النساء ؟ الاستبشار : إن كان للتزيّن يجوز ، كما فيثقب الأذن .... يجوز قياسًا على ثقب الأذن .

(۱۹٦/۴ ، المتفرقات ، بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۹/۳۷۱،کراچی)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عباس : " أن النبي ﷺ صلى يوم العيد ركعتين ، لم يصلّ قبلها ولا بعدها ، ثم أتى النساء ومعه بلال ، فأمرهنّ بالصدقة ، فجعلت المرأة تلقى قرطها ". (۸۷۴/۲ ، كتاب اللباس ، باب القرط للنساء)

ما في " فتح الباري " : (فجعلت المرأة تلقى قرطها) ...... واستدل به على جواز ثقب أذن المرأة ، لتجعل فيها القرط وغيره ، مما يجوز لهنّ التزيّن به . (۴۰۸/۱۰)

(فتاوی محمودیہ:۱۹/۳۷۱)

لڑکوں کے لیے کریم (Cream) کا استعمال

مسئلہ (۵۷۳): اگر لڑکے محض زینت کے لیے چہرے کے کریم (Cream) استعمال کرتے ہیں، تو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے اس کے استعمال کی اجازت نہیں ہے، اور اگر دانوں، دھبوں یا چہرے کے زائد بال جو آنکھ یا ناک کے بالمقابل اُگ آئے ہیں، ان سے نجات پانا مقصود ہے، تو اس کی گنجائش ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن قتادة ، عن عكرمة ، عن ابن عباس قال : " لعن رسول الله ﷺ المتشبّهين من الرجال بالنساء ، والمتشبّهات من النساء بالرجال " . (۸۷۴/۲)

ما في " فتح الباري " : قال الطبري : المعنى لا يجوز للرجال التشبّه بالنساء في اللباس والزينة التي تختص بالنساء ولا العكس .... وقال ابن التين : المراد باللعن في هذا الحديث : من تشبّه من الرجال بالنساء في الزيّ ، ومن تشبه من النساء بالرجال كذلك .... وقال الشيخ أبو محمد بن أبي جمرة : نفع الله به ما ملخصه : ظاهر اللفظ الزّجر عن التشبّه في كل شيء ، لكن عرف من الأدلة الأخرى أن المراد التشبّه في الزيّ ، وبعض الصفات والحركات ونحوها ، لا التشبه في أمور الخير . (۴۰۹/۱۰ ، رقم : ۵۸۸۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء إلى تحريم تشبّه النساء بالرجال والرجال بالنساء .... والتشبّه يكون في اللباس والحركات والسكنات ، والتصنع بالأعضاء والأصوات . (۱۱/۱۲ ، ۱۲)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا بأس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لم يتشبّه بالمخنث . (۳۵۸/۵)

(فتاوی محمودیہ: ۳۳۱/۱۹، کراچی)

محض زینت کے لیے مضر دوا کا استعمال

مسئلہ (۵۷۴): عورتوں کا محض زینت کے لیے کسی ایسی دوا کا استعمال کرنا مکروہ ہے، جو جلد اور چمڑی کو نقصان پہنچاتی ہو، اور چہرے پر سختی کے ساتھ مل جاتی ہو، کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے چہرہ چھیل کر رنگ نکھارنے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے(۱)، اور یہ فعل چہرہ گدوانے کے مشابہ ہے، اس لیے یہ ناجائز ہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الزوائد " :عن عائشة قالت : " كان رسول الله ﷺ يلعن القاشرة والمقشورة " . (۵/ ۲۲۱)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وتحرم أيضاً عمليات التجميل النسائية التي يراد بها تصغير المرأة الكبيرة (عمليات الشدّ) . روی أحمد عن عائشة قالت : " كان النبي ﷺ يلعن القاشرة والمقشورة " . والقاشرة : التي تعالج وجهها أو وجه غيرها بالغمرة (طلاء يتخذ من الورس) ليصفر لونها ، والمقشورة : التي يفعل بها ذلک كأنها تقشر أعلی الجلد ، ويبدو ما تحته من البشرة ، وهو شبيه بفعل النامصة ، والوشم والنمص والتفليج حرام علی الرجال والنساء ، الفاعل والمفعول به ، لورود اللعن عليه مما يدل علی تحريمه . (۴/۲۶۸۲)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن مسعود قال : " لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمّصات ، والمتفلجات للحسن ، المغيّرات خلق الله ، ما لي لا ألعن من لعنه رسول الله ﷺ، وهو ملعون في كتاب الله " . (۲/۸۷۹)
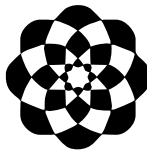
کتاب الأکل والشرب

☆......کھانے پینے کے مسائل......☆

کوکا کولا (Coca Cola) اور فنٹا (Fanta) کا استعمال

مسئلہ (۵۷۵): ہمارے ملک میں کوکا کولا (Coca Cola)، فنٹا (Fanta) اوران کے مانند دیگر مشروبات بکثرت مستعمل ہیں، اور بالتحقیق یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ان مشروبات میں الکحل ملا ہوا ہوتا ہے، تو اب اس صورت میں یہ دیکھا جائے کہ اگر عصیر العنب اور عصیر الرطب سے بنایا گیا الکحل مشروبات کی اِن بوتلوں میں ڈالا جاتا ہے، تو اُن کا پینا درست نہیں ہوگا، اور اگر ان کے علاوہ کسی اور پاک چیز کی شراب، مثلاً مکئی، جوار، بیر، آلو، چاول یا پیٹرول وغیرہ سے بنا ہوا الکحل ڈالا جاتا ہے، تو ان کا استعمال جائز ہے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''احسن الفتاویٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''تحقیق سے ثابت ہوا کہ اشربہ وادویہ میں عصیر العنب یا عصیر الرطب نہیں ڈالا جاتا ہے۔''

اسی طرح فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم کی تحقیق بھی یہی ہے کہ ''آج کل الکحل کے لیے انگور اور کھجور استعمال نہیں کی جاتی، لہٰذا شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ دیتے ہوئے مذکورہ مشروبات کا استعمال جائز ہوگا۔''[۱]

البتہ اس طرح کے مشروبات سے متعلق مختلف ذرائعِ ابلاغ کے ذریعے، بہت سی منفی باتیں علم میں آچکی ہیں، اس لیے انہیں استعمال نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " تكملة فتح الملهم " : حكم الكحول المسكرة ، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أوطهارتها ، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله ، ولا يحرم استعمالها للتداوي ، أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار .... وإن معظم الكحول التي تستعمل في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو الفشور أو البترول وغيره ، وحينئذ هناک فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوىٰ .

(۶۰۸/۳ ، كتاب الأشربة ، حكم الكحول المسكرة)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما الأشربة المتخذة من الشعير أو الذرة أو التفاح أو العسل إذا اشتدّ ، وهو مطبوخ أو غير مطبوخ ، فإنه يجوز شربه بما دون السكر عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى ، وعند محمد رحمه الله تعالى حرام شربه ، قال الفقيه : وبه نأخذ . كذا في الخلاصة . (۴۱۴/۵ ، كتاب الأشربة ، الباب الثاني في المتفرقات)

ما في " تكملة فتح الملهم " : إن معظم الكحول لا تصنع من العنب ، بل تصنع من غيرها ، وراجعت له دائرة المعارف البرطانية المطبوعة :{۱۹۵۰ ، ۵۴۴} فوجدت فيها جدولا للمراد التي تصنع منها هذه الكحول ، فذكر في جملتها العسل والدبس ، والحب ، والشعير والجوار ، وعصر أناناس ، التفاح الصوبري ، والسلفات ، والكبريتات ، ولم يذكر فيها العنب والتمر . (۵۵۲/۱ ، كتاب المساقاة والمزارعة ، حكم الكحول المسكرة)

(احسن الفتاوی:۴۸۶/۸، ۴۸۷)

بیئر(Bear)کا حکم

مسئله(۵۷٦): بیئر (B e a r)چونکہ شراب ہی کی ایک قسم ہے، جو ''جَوْ'' سے بنائی جاتی ہے[1]، اس لیے بیئر بھی مسکرات میں شامل ہے، لہٰذا اس کا پینا بھی ناجائز وحرام ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) (فیروز اللغات:ص/۲۵۴)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآأيها الذين اٰمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجسٌ من عمل الشيطٰن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ . (سورة المائدة : ۹۰)

ما في " التفسير المنير " : ﴿إنما الخمر والميسر﴾ وهذا رأي عمر ، قال : إن الخمر حرمت، وهي من خمسة أشياء : من العنب ، والتمر ، والعسل ، والشعير ، والحنطة .

(۴/ ۳۹ ، سورة المائدة)

ما في " سنن أبي داود " : عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " ما أسكر كثيره فقليله حرام " ....عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " كل مسكر خمر ، وكل مسكر حرام ، ومن مات وهو يشرب الخمر يدمنها لم يشربها في الآخرة " ...... عن عائشة رضي الله عنها قال : " سئل رسول الله ﷺ عن البتع فقال : كل شراب أسكر فهو حرام " .

(ص/ ۵۱۸ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر ، قديمي)

وما في " سنن أبي داود " : وعن أبي مالك الأشعري رضي الله عنه ، أنه سمع رسول الله ﷺ يقول : " ليشربنّ ناسٌ من أمتي الخمر ، ليسمّونها بغير إسهما " .

(ص/ ۵۱۹ ، كتاب الأشربة ، باب في الداذيّ)(کتاب الفتاوی:٦/ ۱۹۲،۱۹۳، نعیمیہ)

ما في " بذل المجهود " : فيه دلالة على الترجمة ، حيث حرم عليهم المسكر وإن تبدل اسمه ، والداذي (شراب الفاسقين) داخل فيه أيضًا . (۱۱/ ۴۲۳ ، باب في الداذيّ)

تاڑ اور کھجور کا رس (نِیرا) پینا

مسئلہ (۵۷۷): تاڑ اور کھجور کے رس- جسے نِیرا کہا جاتا ہے- جب تک اس میں نشہ پیدا نہ ہو اس کا پینا حلال ہے، البتہ نشہ پیدا ہونے کے بعد اس کا پینا جائز و درست نہیں ہے۔[1]

بھنگ پینا

مسئلہ (۵۷۸): بھنگ پینا حرام ہے، اس لیے کہ بھنگ زیادہ مقدار میں پینے سے نشہ پیدا ہوتا ہے، اور قاعدہ ہے: ''جس چیز کا کثیر مسکر ہو، اس کا قلیل بھی حرام ہے''۔ یہ قول امام محمد رحمہ اللہ کا ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامیة " : حرمة أکل بنج وحشیشة وأفیون ، لکن دون حرمة الخمر ، ولو سکر بأکلها لا یحدّ بل یعزر . انتهی . وفي النهر : التحقیق ما في العنایة أن البنج مباح ، لأنه حشیش ، أما السکر منه فحرام . (۵۳/۶ ، کتاب الحدود ، باب حد الشرب ، النهر الفائق :۱۵۲/۳ ، کتاب الحدود ، باب حد الشرب)

ما في " العنایة " : روایة الجامع الصغیر للإمام المحبوبي تدل علی أن السکر الحاصل من البنج حرام ، لا علی أن البنج حرام ، وکلام المصنف یدل علی أن البنج مباح ولا تنافي بینهما. (۱۷۰/۳ ، کتاب الحدود ، باب حد الشرب)

ما في " مجمع الأنهر " : والبنج فلا تعتبر تصرفاته کلها ، لأنه بمنزلة الإغماء لعدم الجنایة کما في أکثر الکتب ، فعلم من هذا أن البنج مباح ، وسکره حرام .

(۳۶۰/۲ ، کتاب الحدود ، باب حدّ الشرب)

الحجة علی ما قلنا :=

چرٹ پینا

مسئلہ (۵۷۹): چرٹ پینا مثلِ حقہ کے مکروہ ہے [۱]، بلکہ چرٹ پینے میں نصاریٰ کے ساتھ مشابہت کی بنا پر زیادہ کراہت ہے۔ [۲]

=(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ونقل في الأشربة عن " الجوهرة " حرمة أكل بنج وحشيشة وأفيون، لكن دون حرمة الخمر ، ولو سكر بأكلها لا يحدّ بل يعزر . وفي النهر : التحقيق ما في العناية أن البنج مباح ، لأنه حشيش ، أما السكر منه فحرام . الدر المختار . وفي الشامية : (أن البنج مباح) قيل هذا عندهما ، وعند محمد ما أسكر كثيره فقليله حرام . وعليه الفتوى . (۵۳/۶ ، الحدود ، باب حد الشرب ، مطلب في البنج والأفيون والحشيشة)

ما في " ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر " : عصير العنب إذا طبخ حتى ذهب ثلثاه وإن اشتدّ ، وفي الحد بالسكر منها روايتان ، والصحيح وجوبه .... والكل حرام عند محمد ، وبه يفتى . الملتقى . وفي مجمع الأنهر : ...... وذهاب العقل بالبنج ولبن الرماک والكل حرام عند محمد وعند مالك والشافعي ، وبه أي بقول محمد يفتى لفساد الزمان . (۲۵۰/۴ ، كتاب الأشربة)

ما في " البحر الرائق " : وعلى قول محمد لكثرة الفساد فيحد الشارب إذا سكر من هذه الأنبذة المذكورة ، والمتخذ من لبن الرماک لا يحل شربه . (۴۰۲/۸ ، كتاب الأشربة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تقدم أن مذهب جمهور العلماء تحريم كل شراب مسكر قليله وكثيره، وعلى هذا فإن الأشربة المتخذة من الحبوب والعسل واللبن والتين ونحوها يحرم شرب قليلها إذا أسكر كثيرها ، وبهذا قال محمد بن الحسن من الحنفية ، وهو المفتى به عندهم أن كل شراب مسكر خمر ، وكل خمر حرام . (۱۹/۵ ، أشربة) (کفایت المفتی: ۱۴۴/۹، کتاب الحظر والإباحۃ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : قال رسول الله ﷺ : " كل مسكر حرام " .

(۱۹۱/۷ ، كتاب الأشربة ، باب بيان أن كل مسكر خمر ، وأن كل خمر حرام ، بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب إلى القول بكراهة شرب الدخان من الحنفية : ابن عابدين ، وأبو السعود ، واللكنوي ، ومن المالكية : الشيخ يوسف الصفتي ، ومن=

بطورِ علاج شراب پلانا

مسئلہ (۵۸۰): کسی قریب المرگ شخص کے بارے میں ڈاکٹر یہ کہے کہ اگر اس کو شراب پلائی جائے، تو شاید وہ شفایاب ہوجائے، تو ایسی صورت میں ڈاکٹر کا یہ کہنا کہ شاید شفا ہوجائے، یعنی شراب پلانے کے باوجود بھی شفا کا بالکلیہ یقین نہیں ہے، تو شراب پلانا درست نہیں ہے۔ (۱)

= الشافعية : الشرواني ، ومن الحنابلة : البهوتي وغيره ، واستدلوا بما يأتي ، كراهة رائحته ، فيكره قياساً على البصل النيء والثوم والكراث ونحوها . (۱۰/۱۰۷)

(۲) ما في " عون المعبود " : عن ابن عمر رضي اللّٰه عنه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من تشبّه بقوم فهو منهم " . (۲/۱۷۳۰ ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة)

(فتاوی عبدالحی: ص/ ۵۰۸، جدید مسائل کا حل: ص/۳۸۴)

ما في " قواعد الفقه " : " لا ضَرر ولا ضِرار " . (ص/۱۰۶ ، رقم القاعدة : ۲۵۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : (والحقنة) للتداوي ولو للرجل بطاهر لا بنجس ، وكذا كل تداو لا يجوز إلا بطاهر ، وجوزه في " النهاية " بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء ، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه ، قلت : وفي " البزازية" : ومعنى قوله عليه الصلاة والسلام : " إن اللّٰه لم يجعل شفاء كم فيما حرّم عليكم" . (۹/۴۷۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيوع)

ما في " المحيط البرهاني " : فإن الاستسقاء بالمحرم إنما لا يجوز إلا لم يعلم أن فيه شفاءً .

(۶/۱۱۶ ، كتاب الاستحسان ، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على عدم جواز التداوي بالمحرم والنجس ، من حيث الجملة ، لقول النبي ﷺ : " إن اللّٰه أنزل الداء والدواء ، وجعل لكل داء دواء ، فتداووا ، ولا تتداووا بالحرام " . وعن عمر رضي اللّٰه عنه ، أنه كتب إلى خالد بن الوليد رضي اللّٰه عنه : إنه بلغني انک تدلک بالخمر ، واللّٰه قد حرّم ظاهر الخمر وباطنها ،=

گرما گرم ماکولات ومشروبات کا استعمال

مسئلہ (۵۸۱): اگر ماکولات ومشروبات کچھ گرم ہوں، توان کا کھانا پینا مکروہ نہیں، ہاں! اگر زیادہ گرم ہوتو مکروہ ہے، لیکن جو چیز ایسی ہو کہ سرد ہونے سے اس کا مزہ یا ذائقہ ختم ہو جائے، تو اسے گرم استعمال کرنا مکروہ نہیں، جیسے چائے کافی وغیرہ۔(۱)

= وقد حرّم مسّ الخمر كما حرّم شربها ، فلا تمسّوها أجسادكم فإنها نجس .

(۱۱/۱۱۸ ، ۱۱۹ ، تداوي ، التطبيب)

ما في " الفتاوى الهندية " : وتكره ألبان الأتان للمريض وغيره ، وكذلك لحومها ، وكذلك التداوي بكل حرام . كذا في فتاوى قاضي خان . (۵/۳۵۵ ، كتاب الكراهية ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۳۵۴،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كشف الخفاء " : قال رسول الله ﷺ : " أبردوا بالطعام ، فإن الطعام الحارّ غير ذي بركة " . (۱/۲۳ ، رقم : ۳۶)

ما في " البحر الرائق " : ولا يأكل طعاماً حاراً ، به ورد الأثر ، ولا يشمّ الطعام ، فإن ذلك عمل البهائم ، ولا ينفخ في الطعام والشراب . (۸/۳۳۷)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يؤكل طعام حار ، ولا يشم ولا ينفخ في الطعام والشراب ، ومن السنة أن لا يؤكل الطعام من وسطه في ابتداء الأكل . (۵/۳۳۷)

ما في " النتف في الفتاوى للسغدي " : وأما الكراهة فأولها النفخ في الطعام ، والثاني الشم كما تشم البهائم ، والثالث أكل الحار . (ص/۱۵۹)

ما في " رد المحتار " : ولا يأكل الطعام حارًا ، ولا يشمه ، وعن الثاني أنه لا يكره النفخ في الطعام إلا بما له صوت ، نحو أف ، وهو محمل النهي . (۹/۴۱۳)

نشہ آور تمباکو کا استعمال

مسئلہ (٥٨٢): جس تمباکو سے نشہ آتا ہو اس کا استعمال پان میں ہو، یا حقہ، بیڑی، سگریٹ وغیرہ میں ہو، شرعاً مکروہ ہوگا [١]، اگر نشہ نہ بھی آتا ہو تب بھی اس کے استعمال میں مال کو ضائع کرنا [٢]، دوسروں کو تکلیف پہنچانا [٣]، خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا، لازم آتا ہے، اس لیے یہ بھی ممنوع ومکروہ ہے۔ [٤]

الحجة على ما قلنا :

(٢) ما في " سنن أبي داود " : عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " ما أسكر كثيره فقليله حرام " . (ص/٥١٨ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر)

وفيه أيضاً : عن أم سلمة قالت : " نهى رسول الله ﷺ عن كل مسكر ومفتر " .

(ص/٥١٩ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر)

ما في " بذل المجهود " : قال الخطابي رحمه الله : المفتر كل شراب يورث الفتور والخدر في الأطراف، وهو مقدمة السكر ، نهى عن شربه لئلا يكون ذريعة إلى السكر .

(١١/٤٢١ ، كتاب الأشربة ، باب ما جاء في السكر)

(٣) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن المبذّرين كانوٓا إخوان الشيٰطين ، وكان الشيٰطن لربه كفورًا﴾ . (سورة بني اسرائل : ٢٧)

ما في " صحيح البخاري " : عن جابر رضي الله عنه : " نهى رسول الله ﷺ عن إضاعة المال " . (١/٣٢٥ ، كتاب الخصومات ، باب من رد السفيه)

(٤) ما في " مجمع الزوائد " : عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " لا ضرر ولا ضرار في الإسلام " . (٤/١٣٨ ، كتاب البيوع ، باب لا ضرر ولا ضرار)

ما في " صحيح البخاري " : عن ابن عمر رضي الله عنهما ، أن النبي ﷺ قال في غزوة خيبر : " من أكل من هذه الشجرة يعني الثوم فلا يقربنّ مسجدنا " . (ص/١٦٣ ، كتاب الأذان،=

غیر نشہ آور کوکین کا استعمال

مسئلہ (۵۸۳): ایسا کوکین جس میں نشہ نہ ہو فی نفسہ وہ مباح ہے، اس لیے کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے[1]، لیکن اس کے کھانے سے منہ سُن پڑ جاتا ہے، بالکل سوکھ جاتا ہے، زرد پڑ جاتا ہے، اور اس کے عادی شخص کو اس کو کھائے بغیر ایک لمحہ بھی چین نہیں آتا، لہٰذا اِن مضرتوں کی وجہ سے اس کا کھانا ممنوع قرار پائے گا۔[2]

= باب ما جاء في الثُّوم النَّيِئ والبصل والكُرَّاث ، رقم الحديث :۸۵۳ ، بيروت)

(۵) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . [سورة البقرة :۱۹۵]

﴿ولا تقتلوا أنفسكم إن الله كان بكم رحيمًا﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ . (البقرة : ۲۹)

ما في " التفسير المنير " : شبهت آية ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض﴾ على القدرة الإلٰهية المهيئة للأرض من أجل نفع الإنسان ، وتحقيق مصلحته ، ورعاية حاجة الخلق .... فقد استدل بها علماء الأصول أيضاً على أنه " الأصل في الأشياء الإباحة ، حتى يأتي دليل الحصر " . أي أن الأصل إباحة الانتفاع بكل ما خلق الله في الأرض ، حتى يأتي دليل المنع ، فليس لمخلوق حق في تحريم شيء أباحه الله إلا بإذنه . (۱/۱۳۰ ، ۱۳۱)

ما في " البحر المحيط " : ﴿خلق لكم﴾ من ذهب إلى أن الأشياء قبل ورود الشرع على الإباحة ، فلكل أحد أن ينتفع بها ...... ﴿ما في الأرض جميعاً﴾ جميع ما كانت الأرض مستقراً له من الحيوان والنبات والمعدن والجبال . (۱/۱۹۳)

ما في " روح المعاني " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا كلوا من طيبٰت ما رزقنكم﴾ أي مستلذاته أو من حلاله ، والآية إما أمر للمؤمنين بما يليق بشأنهم من طلب الطيبات و عدم التوسع تناول ما رزقوا من الحلال ﴿كلوا﴾ لعموم جميع وجوه الإنتفاع دلالة وعبارة . (۲/۶۳)

ما في " جامع الترمذي " : عن سلمان رضي الله عنه قال : سئل رسول الله ﷺ عن=

ہندوؤں کے برتنوں میں کھانا

مسئلہ (۵۸۴): ہندؤوں کے برتنوں میں کھانا پینا اس وقت درست ہوگا، جب کہ ان کی پاکی کا علم ہو، لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ برتن ناپاک ہیں، تو اُن کو دھونے سے پہلے ان میں کھانا پینا درست نہیں (۱)، اور اگر علم نہ ہو تو مکروہ ہے۔ (۲)

= السمن والجبن والفراء ، فقال: " الحلال ما أحل اللّٰه في كتابه ، والحرام ما حرّم اللّٰه في كتابه ، وما سكت عنه فهو مما عفا عنه " . (۲/۵۷۸ ، رقم الحديث : ۱۷۲۶ ، بيروت)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قوله : (الحلال ما أحل اللّٰه) أي بين تحليله (في كتابه) يعني إما مبيناً وإما مجملاً بقوله : ﴿وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهٰكم عنه فانتهوا﴾ أي يشكل بكثير من الأشياء التي صح تحريمهما بالحديث ، وليس بصريح في الكتاب (وما سكت) أي الكتاب (عنه) أي عن بيانه أو وما أعرض اللّٰه عن بيان تحريمه وتحليله رحمة من غير نسيان (فهو مما عفا عنه) أي عن استعماله ، وأباح في أكله ، وفيه أن الأصل في الأشياء الإباحة ، ويؤيده قوله تعالى : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً﴾ . (۸/ ۱۳۱ ، كتاب الأطعمة)

(۲) ما في " رد المحتار " : وهكذا يقال في غيره من الأشياء الجامدة المضرة في العقل أو غيره ، يحرم تناول القدر المضر منها دون القليل النافع ، لأن حرمتها ليست لعينها بل لضررها . (۱۰/ ۳۸ ، كتاب الأشربة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " جامع الترمذي " : عن أبي ثعلبة قال : سئل رسول اللّٰه ﷺ عن قدور المجوس قال : " أنقوها غسلاً وأطبخوا فيها " . (۲/۲ ، أبواب أطعمة رسول اللّٰه ﷺ)

وفيه أيضًا : عن أبي الحوراء السعيد قال : قلت لحسن بن علي رضي اللّٰه تعالى عنه : ما حفظت من رسول اللّٰه ﷺ؟ قال : حفظت من رسول اللّٰه ﷺ : " دع ما يريبك إلى ما لا يريبك " . (۲/۷۸ ، قبيل صفة الجنة)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : قال محمد رحمه اللّٰه تعالى : ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل ، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز ، ولا يكون =

غیر مسلم باورچی کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا

مسئلہ (۵۸۵): اگر کسی غیر مسلم بورڈنگ یا ہاسٹل میں کھانا پکانے والا کوئی غیر مسلم باورچی ہے، وہ حرام وحلال دونوں طرح کا گوشت پکاتا ہے، تو اب اس میں احتیاط دشوار ہے، ہوسکتا ہے ایک گوشت میں چمچ چلا کر دوسرے میں بھی وہی چمچ چلادیا، اور ایک کی بوٹی یا مسالا دوسرے میں آجانا بعید از قیاس نہیں ہے، گرچہ وہ غیر مسلم باورچی یہ کہے کہ میں دونوں گوشت کو الگ الگ پکاتا ہوں، تب بھی اس کا یہ قول شرعاً قابلِ قبول نہیں ہے، ایسی جگہوں پر رہنے والے حضرات کو غیر مسلم باورچی کے ہاتھ کا بنایا ہوا کھانا نہیں کھانا چاہیے۔[1]

=آكلا ولا شارباً حراماً ، وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني ، فأما إذا علم فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل ، ولو شرب أو أكل كان شارباً أو آكلا حراماً .

(۵/۳۴۷ ، كتاب الكراهية ، الباب الرابع عشر في أحكام أهل الذمة)

ما في " النتف في الفتاوى للسغدي " : ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء : اللحم ، والشحم ، والمرق ، ولا يطبخون في قدورهم حتى يغسلوها .

(ص/۴۳۵ ، كتاب الجهاد ، ما لا يؤكل من أطعمة الكفار)

ما في " خلاصة الفتاوى " : الأكل والشرب في أواني المشركين مكروه .

(۴/۳۴۶ ، كتاب الكراهية ، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمعاصي)

ما في " البحر الرائق " : قال محمد رحمه الله : يكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل ، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها جاز إذا لم يعلم بنجاسة الأواني ، وإذا علم حرم ذلك عليه قبل الغسل . (۸/۳۷۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في البيع) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۴۰،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تبيين الحقائق " : ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة ، قال الزيلعي : هذا=

غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا

مسئلہ(۵۸۶): غیر مسلموں کے ساتھ کھانا پینا مکروہ ہے، اگر کسی مجبوری سے کہیں ایک دو دفعہ مبتلا ہوجائیں تو گناہ نہیں، یہ حکم اُس وقت ہے جب کہ ان کا کھانا اور برتن پاک ہوں، یا ان کی ناپاکی کا علم نہ ہو(۱)، اور اگر یہ علم ہو کہ ان کے برتن ناپاک ہیں، یا کھانا حرام مردار وغیرہ ہے، تو اب ان کے ساتھ کھانا ہرگز درست نہیں۔(۲)

= سهو لأن الحل والحرمة من الديانات ، ولا يقبل قول الكافر في الديانات .

(۲۷/۷ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل الشرب ، بيروت ، البحر الرائق :۳۴۳/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب)

ما في " الدر المختار مع تنوير الأبصار وجامع البحار " : وأصله أن خبر الكافر مقبول بالإجماع في المعاملات لا في الديانات ، وعليه يحمل قول " الكنز " : ويقبل قول الكافر في الحل والحرمة ؛ يعني الحاصلين في ضمن المعاملات ، لا مطلق الحل والحرمة كما توهمه الزيلعي . (ص/ ۶۵۱ ، كتاب الحظر والإباحة ، دار الكتب العلمية بيروت)

ما في " جامع الترمذي " : عن أبي الحوراء السعيد قال : قلت لحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما : ما حفظت من رسول الله ﷺ ؟ قال : حفظت من رسول الله ﷺ : " دع ما يريبك إلا ما لا يريبك " . (۷۸/۲ ، قبيل أبواب صفة الجنة)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶) (فتاوی محمودیہ:۱۸/۵۰،۵۱،کراچی)

ما في " قواعد الفقه " : " درء المفاسد أولى من جلب المنافع " . (ص/ ۸۱ ، قاعدة : ۱۳۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " خلاصة الفتاوى " : والأكل والشرب في أواني المشركين مكروه ، ولا بأس بطعام المجوس إلا ذبيحتهم ، وفي الأكل معهم ، وعن الحاكم عبد الرحمن : لو ابتلى به المسلم مرة أو مرتين لا بأس به ، أما الدوام عليه فمكروه . =

کتے یا بلی کی شکل میں بسکٹ بنانا

مسئلہ (۵۸۷): اگر کوئی بسکٹ کمپنی کتے اور بلی کی شکل میں بسکٹ بناتی ہے، تو اولاً ذی روح تصاویر کا بنانا ہی جائز نہیں ہے، چہ جائیکہ وہ کتے اور بلی کی شکل میں بنائے جائیں، اور تصویر خواہ کسی بھی چیز کی بنی ہو، ناجائز وحرام ہے، لہٰذا ایسی چیزوں کے استعمال سے پرہیز کیا جائے۔ (۱)

=(۳۴۶/۴، کتاب الکراهیة ، الفصل الثالث فیما یتعلق بالمعاصي ، مکتبه رشیدیه کوئٹه)

(۲) ما في " الفتاوی الهندیة " : قال محمد رحمه اللّٰه تعالی : ویکره الأکل والشرب في أواني المشرکین قبل الغسل ، ومع هذا لو أکل أو شرب فیها قبل الغسل جاز ، ولا یکون آکلاً ولا شارباً حراماً ، وهذا إذا لم یعلم بنجاسة الأواني ، فأما إذا علم فإنه لا یجوز أن یشرب ویأکل منها قبل الغسل ، ولو شرب أو أکل کان شارباً وآکلاً حراماً .

(۳۴۷/۵ ، کتاب الکراهیة ، الباب الرابع عشر في أهل الذمة ، عارضة الأحوذي : ۴۰/۷ ، کتاب السیر ، باب ما جاء في الانتفاع بآنیة المشرکین ، بیروت)

ما في " النتف في الفتاوی للسغدي " : ولا یأکلون من أطعمة الکفار ثلاثة أشیاء : اللحم ، والشحم ، والمرق ، ولا یطبخون في قدورهم حتی یغسلوها . (ص/۴۳۵ ، کتاب الجهاد ، ما لا یؤکل من أطعمة الکفار) (فتاوی محمودیہ:۳۱/۱۸،کراچی،جدید مسائل کا حل:ص/۳۸۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿وقالوا لا تذرُنّ الهتکم ولا تذرنّ ودًّا ولا سُواعاً ولا یغوث ویعوقَ ونسرًا﴾ . (سورة نوح : ۲۳)

ما في " الجامع لأحکام القرآن للقرطبي " : ﴿ولا تذرنّ الهتکم﴾ قلت : وبهذا المعنی فسّر ما جاء في " صحیح مسلم " من حدیث عائشة رضي اللّٰه عنها ، أن أم حبیبة وأم سلمة رضي اللّٰه تعالی عنهما ذکرتا کنیسة رأینها لحبشة، تسمی ماریة ، فیها تصاویر لرسول اللّٰه ﷺ ، فقال رسول اللّٰه ﷺ : ' إن اولٓئک إذا کان فیهم الرجل الصالح فمات ، بنوا علی قبره=

....

....

....

....

....

= مسجداً وصوروا فيه تلک الصور ، اولٓئک شرار الخلق عند اللّٰه یوم القیامة". (۳۰۸/۱۸)

ما في " صحیح البخاري " : عن عائشة رضي اللّٰه عنها ، عن النبي ﷺ قال : " أشد الناس عذاباً یوم القیامة الذین یضاهون بخلق اللّٰه " . (ص/۱۰۲۲ ، کتاب اللباس ، باب تحریم تصویر صورة الحیوان ، رقم الحدیث : ۵۹۵ ، بیروت)

ما في " تکملة فتح الملهم " : المضاهاة : المشابهة ، والمراد الذین یصورون صور ذوي الأرواح ، فإنهم یدعون عملا أنهم یخلقون صورهم ، والعیاذ باللّٰه .

(۱۴۹/۱۰ ، کتاب اللباس ، باب تحریم صورة الحیوان)

ما في " رد المحتار " : وظاهر کلام النووي في شرح مسلم : الإجماع علی تحریم تصویر الحیوان ، وقال : وسواء صنعه لما یمتهن أو لغیره ، فصنعته حرام بکل حال ، لأن فیه مضاهاة لخلق اللّٰه تعالی ، وسواء کان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغیرها ، فینبغي أن یکون حراماً لا مکروها إن ثبت الإجماع أو قطعیة الدلیل بتواتره . کلام البحر ملخصًا .

(۳۶۱/۲ ، کتاب الصلاة ، مطلب إذا تردّد الحکم بین سنة وبدعة)

ما في " عون المعبود " : فأما الصورة فهو کل ما تصورت من الحیوان ، سواء في ذلک الصور المنصوبة القائمة التي لها أشخاص ، وما لا شخص له من المنقوشة في الجدر .

(ص/۱۷۷۷ ، کتاب اللباس ، باب في الصورة)

ما في " منحة الخالق علی هامش البحر الرائق " : وتکره التصاویر علی الثوب ، ویمکن أن یقال : لیس مراد الخلاصة تصویر التصاویر ، بل استعمالها أي استعمال الثوب التي هي فیه .

(۴۷/۲ ، کتاب الصلاة ، باب ما یفسد الصلاة وما یکره ، کذا في البحر الرائق :۴۸/۲ ، کتاب الصلاة ، باب ما یفسد الصلاة وما یکره) (جدید مسائل کا حل:ص/ ۳۸۸،۳۸۷)

دعوتِ ولیمہ

مسئلہ (۵۸۸): دعوتِ ولیمہ کے قبول کرنے کو علمائے کرام نے ضروری قرار دیا ہے (۱)، لیکن آج کل چوں کہ گانے بجانے اورلہو ولعب کا دور دورہ ہے، اس لیے اگر یہ بات یقینی طور پر پہلے سے معلوم ہو کہ وہاں گانے بجانے اورلہو ولعب کا اہتمام ہوگا، تو ایسی دعوت میں نہیں جانا چاہیے، البتہ اگر وہاں پہنچ کر یہ بات معلوم ہو، تو واپس نہ آنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ حکم عوام الناس کے لیے ہے، اور خواص کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر وہ لہو ولعب سے روکنے پر قادر ہوں، تو اس سے روک دیں، ورنہ وہاں سے واپس آجائیں، تا کہ داعی پر جب ان کی ناراضگی واضح ہو، تو وہ اپنے عملِ بد سے باز آجائے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة رضي الله عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : "حق المسلم على المسلم ست ، قيل ما هنّ يا رسول الله ؟ قال : إذا لقيته فسلم عليه ، وإذا دعاک فاجبه ...... الحديث " . (۲/۲۱۳ ، كتاب السلام ، باب من حق المسلم للمسلم ردّ السلام ، قديمي)

ما في " الهندية " : واختلف في إجابة الدعوة ، قال بعضهم واجبة لا يسع تركها ، وقالت العامة هي سنة والأفضل أن يجيب إذا كانت وليمة وإلا فهو مخير ، والإجابة أفضل ، لأن فيها إدخال السرور في قلب المؤمن . (۵/۳۴۳ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

(۲) ما في" الفتاوى الهندية " : ولو دعي إلى دعوة ، فالواجب أن يجيبه إلى ذلک ، وإنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناک معصية ولا بدعة ، وإن لم يجبه كان عاصياً ، والامتناع أسلم في زماننا إلا إذا علم يقيناً بأنه ليس فيها بدعة ولا معصية ... من دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعباً أو غنا فلا بأس أن يقعد ويأكل، فإن قدر على المنع يمنعهم وإن لم يقدر يصبر ،=

سڑک پر چلتے ہوئے کھانا

مسئلہ (۵۸۹): وہ تمام چیزیں جن کا سڑکوں پر چلتے ہوئے کھانا پینا عرفاً خلافِ مروت نہیں سمجھا جاتا، ان کو سڑکوں پر کھانے پینے سے انسان مردود الشہادت نہیں ہوگا، لیکن جن چیزوں کا سڑکوں پر کھانا پینا مخل بالمروّت ہے، ان کو سڑکوں پر کھانے پینے سے آدمی مردود الشہادت ہوجائے گا۔[1]

= وهذا إذا لم يكن مقتدىٰ به ، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم ، فإنه يخرج ولا يقعد ، ولو كان ذلک على المائدة لا ينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدىٰ به ، وهذا كله بعد الحضور وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر ، لأنه لا يلزم حق الدعوة بخلاف إذا هجم عليه ، لأنه قد لزمه . (۳۴۳/۵ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في " سنن أبي داود " : عن سفينة أبي عبد الرحمن : " أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب رضي الله عنه ، فصنع له طعاماً ، فقالت فاطمة : لو دعونا رسول الله ﷺ فأكل معنا ، فدعوه فجاء ، فوضع يده على عضادتي الباب ، فرأى القرام قد ضرب به في ناحية البيت فرجع ، فقالت لعلي : الحقه أنظر ما رجعه ، فتبعته فقلت : يا رسول الله ! ما ردّک ؟ فقال : إنه ليس لي أو لنبي أن يدخل بيتاً مزوّقاً " . (ص/۵۲۷ ، كتاب الأطعمة ، باب الرجل يدعي فيرى مكروهاً)

ما في " بذل المجهود " : قال الخطابي : فيه دليل على أن من ادعى إلى مدعاةٍ يحضرها الملاهي والمنكر ، فإن الواجب عليه أن لا يجيب . (۴۸۴/۱۱ ، باب الرجل يدعي فيرى مكروهاً)

ما في " مرقاة المفاتيح " : وفيه تصريح بأنه لا يجاب دعوة فيها منكراً ، وفيه أنه لو كان منكراً لأنكر عليها ، لكن نبه بالرجوع إلى أنه ترک الأولى ، فإنه من زينة الدنيا ، وهي موجبة لنقصان الآخرة . (۳۴۳/۶ ، كتاب النكاح ، باب الوليمة ، كذا في تبيين الحقائق :۲۹/۷، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب ، كذا في البحر الرائق :۳۴۵/۸ ، كتاب الكراهية ، فصل في الأكل والشرب ، كذا في الدر المختار مع الشامية : ۴۲۲/۹ ، كتاب الحظر والإباحة) (فتاوی محمودیہ:۱۲۹/۱۸، کراچی، فتاوی حقانیہ:۳۹۲/۲)=

....

....

....

....

....

....

....

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " رد المحتار " : قال في النهاية : وأما إذا شرب الماء أو أكل الفواكه على الطريق لا يقدح في عدالته، لأن الناس لا تستقبح ذلک .(۱۸۱/۸ ، الشهادات، باب القبول وعدمه)
ما في " البحر الرائق " : أو يبول أو يأكل على الطريق ، لأنه تارک للمروء ة ، وإذا كان لا يستحيي عن مثل ذلک لا يمنع عن الكذب فيهم .... والمراد بالأكل على الطريق والبول بأن يكون بمرأى من الناس ...... وأشار المؤلف بما ذكره إلى أن ما يخل بالمروء ة يمعنع قبولها وإن لم يكن محرماً ، ولذا قال في الهداية : ولا تقبل شهادة من يفعل الأفعال المستحقرة ، مثل البول والأكل على الطريق .(۱۵۴/۷ ، باب من تقبل شهادته ومن .. الخ)
ما في " البناية " : قوله : ولا من يفعل الأفعال المستحقرة كالبول على الطريق ، والأكل على الطريق ...... لأنه تارک للمروء ة أي الإنسانية ...... وإذا كان أي الرجل لا يستحيي عن مثل ذلک أي البول على الطريق والأكل عليه لا يمتنع عن الكذب فيهم ، فلا تقبل شهادة منهم ، وكل فعل فيه ترک المروء ة يوجب سقوط شهادته بلا خلاف بين الأئمة الأربعة .
(۱۷۸/۸ ، كتاب الشهادة ، شهادة من يفعل الأفعال المستحقرة ، مجمع الأنهر : ۱۷۸/۳ ، باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ، فتح القدير : ۳۸۷/۷ ، الشهادات ، من تقبل شهادته)
ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " العادة محكمة " . (۳۴۹/۱ ، الأشباه : ۳۲۸/۱)
ما في " شرح عقود رسم المفتي " : والعرف في الشرع له اعتبار ، لذا عليه الحكم قد يدار .
(ص/۱۷۵ ، بحث العرف والعادة) (فتاوی محمودیہ:۳۹۴/۱۸،کراچی)

حلال اشیاء کی ایڈورٹائز (Advertise)

مسئلہ (۵۹۰): اگر کسی کمپنی میں حلال اشیاء کی ایڈورٹائز (Advertise) ہوتی ہو، لیکن کبھی کبھی شراب وغیرہ کی بھی ایڈورٹائز ہوتی ہو، تو ایسی کمپنی میں ملازمت کرنا جائز ہے[1]، کیوں کہ اصل کام تو حلال کا ہے، البتہ شراب وغیرہ کے ایڈورٹائز سے بچنا ضروری ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المحيط البرهاني " : والاستئجار على فعل مباح جائز .

(۹/ ۱۹۰ ، كتاب الإجارات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما أن يكون الأجير مسلماً والمستأجر ذمياً ، فقد أجازه جمهور الفقهاء ، غير أنهم وضعوا معياراً خاصاً ، هو أن يكون العمل الذي يؤجر نفسه للقيام به مما يجوز له أن يفعله لنفسه ، كالخياط والبناء والحرث ، أما إذا كان لا يجوز له أن يعمله لنفسه كعصر الخمر ...... فإنه لا يجوز . (۱/ ۲۸۸)

ما في " البحر الرائق " : ولو استأجر المسلم ليبني له بيعة أو كنيسة جاز ، ويطيب له الأجر .

(۸/ ۳۶ ، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، الفتاوى الهندية : ۴/ ۴۵۰، كتاب الإجارة ، مطلب الاستيجار على الأفعال المباحة ، المحيط البرهاني : ۹/ ۱۸۹ ، كتاب الإجارة ، نوع في الاستيجار على المعاصي)

(۲) ما في " جامع الترمذي " : عن أنس بن مالك قال : " لعن رسول الله ﷺ في الخمرِ عشرةً : عاصِرَهَا، ومُعْتَصِرَهَا ، وشَارِبَهَا ، وحَامِلَهَا ، والمَحْمُوْلَةُ إليْهِ ، وسَاقِيَهَا ، وبَائِعَهَا ، وآكِلَ ثَمَنِهَا ، والمُشْتَرِيْ لَهَا ، والمُشْتَرَاةُ لَه" .

(۲/ ۳۱۰ ، كتاب البيوع ، باب النهي أن يتخذ الخمر خلاً ، رقم الحديث : ۱۲۹۵)

پنیر میں ڈالا جانے والا رینٹ

مسئلہ (۵۹۱): جاپانی رینٹ جو پنیر میں ڈالا جاتا ہے، نباتات سے تیار ہوتا ہے، اور یوروپین رینٹ حیوانات سے تیار کیا جاتا ہے، لہٰذا جس پنیر میں نباتات سے تیار کردہ رینٹ ملائی جائے، اُس کا استعمال درست ہوگا[1]، اور جس پنیر میں حیوانات سے تیار کردہ رینٹ ملائی جائے، اُس کا استعمال درست نہیں ہوگا[2]، بعض حضرات یہ سوال کرتے ہیں کہ حیوانات سے تیار کردہ رینٹ ایک چمچہ کی مقدار سات سیر دودھ میں ملائی جاتی ہے، لہٰذا " للأکثر حکم الکل " کے تحت اس پنیر کے استعمال کی اجازت ہونی چاہیے، نیز اس میں عمومِ بلویٰ بھی ہے؟...... تو ایسے حضرات سن لیں کہ- اگر سات سیر دودھ میں ایک چمچہ پیشاب، شراب یا خون کا مخلوط کردیا جائے، تو کیا "للأکثر حکم الکل " کے تحت اس دودھ کو پینے کی اجازت دے دی جائے گی؟ نیز اگر ناجائز پنیر کو استعمال نہ کیا جائے تو کیا زندگی کا کوئی شعبہ یا شریعت کا کوئی حکم معطل ہو گا؟ پھر (عمومِ بلویٰ) ابتلائے عام کے تحت اس حکم میں تسہیل کی گنجائش بے محل ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم ، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى ، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها ، وإن اتخذت من غيرهما ، فالأمر فيها سهل ، .... وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها ، لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البيترول وغيره .

(۳/۶۰۸ ، كتاب الأشربة ، حكم الكحول المسكرة ، دار العلوم كراچي)

(۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۸/ ۲۰۰، ۲۰۱، کراچی، جدید مسائل کا حل: ص/ ۳۷۸، ۳۷۹)

اہلِ کتاب کا ذبیحہ

مسئلہ (۵۹۲): جو قوم کسی نبی کی نبوت پر ایمان رکھے، اور کسی کتابِ سماوی کے تسلیم کرنے کی مدعی ہو، اس کے ذبیحہ کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے، جب کہ وہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہ لے، اگر ذبیحۂ مسلم مُیَسَّر آجائے، تو وہ بہر حال مقدم ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التفسير المظهري " : قال في الكفاية : إنما يحل ذبيحة الكتابي فيما إذا لم يذكر وقت الذبح اسم عزير أو اسم المسيح ، وأما إذا ذكر فلا يحل كما لا يحل ذبيحة المسلم إذا ذكر وقت الذبح اسم غير الله تعالى ﴿وما أهل به لغير الله﴾ فحال الكتابي في ذلک لا يكون أعلى من حال المسلم .... والصحيح المختار عندنا هو القول الأول ، يعني ذبائح الكتاب تاركاً للتسمية عامداً أو على غير اسم الله تعالى لا يؤكل ، إن علم ذلک يقيناً ، أو كان غالب حالهم ذلک . (۳/ ۴۰ ، سورة المائدة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال الحنفية : إنما تؤكل ذبيحة الكتابي إذا لم يشهد ذبحه ، ولم يسمع منه شيء ، أو شهد أو سمع منه تسمية الله تعالى وحده ، لأنه إذا لم يسمع منه شيء يحمل على أنه قد سمى الله تعالى ، وجرد التسمية تحسيناً للظن به كما بالمسلم ، وإن سمع منه ذكر اسم الله تعالى لكنه عنى به . عزّ وجلّ . المسيح عليه السلام تؤكل ، إن أظهر تسمية هي تسمية المسلمين إلا إذا نص فقال مثلاً : بسم الله الذي هو ثالث ثلاث فلا تحل، وإذا سمع منه إن سمي المسيح وحده أو سمى الله تعالى والمسيح لا تؤكل ذبيحته ، لقوله عزّ وجلّ : ﴿وما أهل لغير الله به﴾ . وهذا أهل لغير الله به فلا يؤكل . (۲۱/ ۱۸۷)

بگلہ، گُرسل اور نیل کنٹھ

مسئلہ (۵۹۳): بگلہ حلال ہے، اور گُرسل (مینا کی قسم کی زرد چونچ والا پرندہ) اور نیل کنٹھ (ایک رنگین پرندہ جس کی گردن اور پَر نیلے ہوتے ہیں) کی حلت کا مدار غذا پر ہے، اگر وہ دانا کھانے والے ہوں تو حلال ہیں، اور اگر ان کی غذا غلاظت ومردار ہے، تو وہ ناجائز ہیں۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بذل المجهود في حل سنن أبي داود " : عن عيسى بن نميلة عن أبيه قال : كنت عند ابن عمر ، فسئل عن أكل القنفذ ، فتلا : ﴿قل لآ أجد فيمآ أوحي إليّ محرما .. الخ﴾ الآية ، قال : قال شيخ عنده : سمعت أبا هريرة يقول : ذكر عند رسول الله ﷺ فقال : "خبيثة من الخبائث " . فقال ابن عمر : " إن كان قال رسول الله ﷺ هذا ، فهو كما قال ، ما لم ندر " .... وما لا مخلب له من الطير ، فالمستأنس منه كالدجاج والبط ، والمتوحش كالحمام والفاختة والعصافير والقَبَجِ والكركي والغراب الذي يأكل الحب والزرع ، والعقعق ونحوها حلال بالإجماع ، وكذلك يكره من الطير ما لا يأكل إلا الجيف، ولا بأس بالعقعق ، لأنه ليس بذي مخلّب ، ولا من الطير الذي لا يأكل إلا الحب .

(۱۱/۵۲٦ ، كتاب الأطعمة ، باب في أكل حشرات الأرض)

ما في " بدائع الصنائع " : وما لا مخلب له من الطير ، فالمستأنس منه ، كالدجاج والبط ، والمتوحش كالحمام ، والفاختة ، والعصافير ، والقبج ، والكركي ، والغراب الذي يأكل الحب والزرع ، والعقعق ، ونحوها حلال بالإجماع .

(۵/۳۹ ، كتاب الذبائح ، باب أكل ذي ناب من السباع ، دار الكتاب العربي بيروت)

ما في " رد المحتار " : قال في العناية : وأما الغراب الأبقع والأسود فهو أنواع ثلاثة : نوع يلتقط الحب ولا يأكل الجيف ، وليس بمكروه ، ونوع لا يأكل إلا الجيف ، وهو الذي سماه المصنف الأبقع ، وانه مكروه ، ونوع يخلط يأكل الحب مرة والجيف أخرى ، ولم يذكره في الكتاب،=

چمچ سے کھانا

مسئلہ (۵۹۴): چمچ سے کھانا جائز ہے، لیکن سنت یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے کھانا کھایا جائے۔ (۱)

= وهو غير مكروه عنده ، مكروه عند أبي يوسف اهـ . (۹/۴۴۳ ، كتاب الذبائح ، بيروت)

ما في " النتف في الفتاوى للسغدي " : وأما الطيور فإنها على نوعين : نوع منها ذوات المخلب ، ونوع لا مخالب لها ، فأما التي لا مخالب لها فإنها محللة كلها إلا أن الغربان مكروهة ، لأكلها الجيف ، وأما ذوات المخالب فإنها محللة عند مالك ومحرمة في قول أبي حنيفة وأصحابه وأبي عبد الله ، لقوله ﷺ : " إن الله حرّم كل ذي ناب من السباع ، وذي مخلب من الطيور " . (ص/۱۵۰)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويباح أيضاً أكل كل ما لا مخلب له من الطير المتوحش كالحمام بأنواعه ، والحبارى (طائر أكبر من الدجاج وأطور عنقاً) والعصافير والكركي (وهو طائر كبير معروف ، كنيته أبونعيم ، يمشي برجل واحدة على الأرض ، ويعلق الأخرى) والغراب الذي يأكل الزرع والحب (وهو المعروف بالزاغ) . (۴/۲۷۹۸)

ما في " البحر الرائق " : (وحل غراب الزرع) لأنه يأكل الحب ، وليس من سباع الطير ولا من الخبائث . (۸/۳۱۳ ، كتاب الذبائح ، فصل فيما يحل وما لا يحل ، بيروت)

(فتاوی محمودیہ: ۱۸/ ۲۲۸، کراچی، جدید مسائل کا حل: ص/۳۸۴)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : أخبرني وهب بن كيسان يقول : انه سمع عمر بن أبي سلمة يقول : كنت غلاماً في حجر رسول الله ﷺ ، وكانت يدي تطيش في الصفحة فقال لي رسول الله ﷺ : " يا غلام سم الله وكل بيمينك " . (۲/۸۱۰ ، كتاب الأطعمة)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا أكل أحدكم فليأكل بيمينه وإذا شرب فليشرب بيمينه " . رواه مسلم .

(ص/۳۶۳ ، كتاب الأطعمة ، الفصل الأول)=

جھینگے کا شرعی حکم

مسئلہ (۵۹۵): جھینگے کی کراہت وعدم کراہت میں علماء کے مابین اختلاف ہے، راجح قول کے بموجب وہ جنسِ سمک میں سے ہے، لہٰذا بلا کراہت جائز ہے، کہ ہر چیز میں اصل اباحت ہے (۱)، نیز ماہیات کے ماہر علامہ دمیری اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ نے اپنی اپنی کتب میں اس کو جنسِ سمک میں سے لکھا ہے (۲)، اسی طرح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "امداد الفتاوی" میں اس کو جائز قرار دیا ہے، لیکن پھر بھی احوط یہ ہے کہ بچا جائے (۳)، اور اس کی خرید وفروخت میں بسببِ اختلاف کوئی کراہت نہیں ہے۔

=ما في " صحيح البخاري " : عن عائشة رضي الله عنها قالت : " كان النبي ﷺ يحب التيمن ما استطاع في طهوره ، وتنعّله ، وترجّله ، وكان قال بواسط قبل هذا في شأنه كله " . (۸۱۰/۲)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويستحب الأكل والشرب باليمين ، والأكل مما يليه من موقع واحد ، إلا أن يكون طبقاً فيه ألوان الثمار ، فيأكل من حيث شاء ، لأنه ألوان ، ويستحب الأكل بثلاث أصابع ، لما ثبت عن النبي ﷺ . (۲۶۲۲/۴)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ . (البقرة : ۲۹)

ما في " التفسير المنير " : شبهت آية ﴿هو الذي خلق لكم ما في الأرض﴾ على القدرة الإلٰهية المهيئة للأرض من أجل نفع الإنسان ، وتحقيق مصلحته ، ورعاية حاجة الخلق .... فقد استدل بها علماء الأصول أيضاً على أنه " الأصل في الأشياء الإباحة ، حتى يأتي دليل الحصر " . أي أن الأصل إباحة الانتفاع بكل ما خلق الله في الأرض ، حتى يأتي دليل المنع ، فليس لمخلوق حق في تحريم شيء أباحه الله إلا بإذنه . (۱۳۰/۱، ۱۳۱)=

....

=ما في " البحر المحيط " : ﴿خلق لكم﴾ من ذهب إلى أن الأشياء قبل ورود الشرع على الإباحة ، فلكل أحد أن ينتفع بها ...... ﴿ما في الأرض جميعاً﴾ جميع ما كانت الأرض مستقراً له من الحيوان والنبات والمعدن والجبال . (۱/۱۹۳)

ما في" جامع الترمذي " : عن سلمان رضي اللّٰه عنه قال : سئل رسول اللّٰه ﷺ عن السمن والجبن والفؤاد ، فقال : " الحلال ما أحلّ اللّٰه في كتابه ، والحرام ما حرّم اللّٰه في كتابه ، وماسكت عنه فهو مما عفا عنه " . (۲/۵۷۸ ، رقم الحديث :۱۷۲۶)

(۲) ما في " حيوٰة الحيوان للدميري " : الروبيان : هو سمك صغير جدًا أحمر .

(حياة الحيوان الكبرى : ۱/۳۵۳، دار احياء التراث العربي بيروت ، الطبعة الثالثة ۱۴۲۲ھ ، ۲۰۰۱ء ، و۱/۴۷۳،بحوالہ فتاوی محمودیہ:۱۸/۳۱۲،باب الانتفاع بالحیوانات)

ما في " المورد الوسيط " : روبيان ، إربيان : جھینگا مچھلي .(ص/۲۸۷ ، دار الإشاعت کراچی)

ما في" تكملة فتح الملهم " : وأما الروبيان أو الروبيان الذي يسمى في ..... اللغة الأردية " جھینگا" ...... وأما عند الحنفية فيتوقف جوازه على أنه سمک أو لا ؟ فذكر غير واحد من أهل اللغة أنه نوع من السمک ، قال ابن دريد في جمهرة اللغة [۳/۴۱۴] . " وأربيان " ضرب من السمک ، وأقره في القاموس وتاج العروس ، [۱/۱۴۶] . وكذلک قال الدميري في " حياة الحيوان " [۱/۴۷۳] : " الروبيان " : هو سمک صغير جداً أحمر ، وأفتى غير واحد من الحنفية بجوازه بناء على ذلک ، مثل صاحب الفتاوى الحمادية ، وقال شيخ مشايخنا التهانوي رحمه اللّٰه تعالى في امداد الفتاوى [۴/۱۰۳] : لم يثبت بدليل أن للسمک خواص لازمة تنتفي السمكية بانتفائها فالمدار على قول العدول المبصرين ..... وإن " حياة الحيوان " للدميري الذي يبحث عن ماهيات الحيوان يصرح بأن الروبيان هو سمک صغير ..... فإني مطمئن إلى الآن بأنه سمک ، ولعل اللّٰه يحدث بعد ذلک أمراً . (۹/۴۲۶ ، كتاب الصيد والذبائح ، باب إباحة ميتات البحر)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : عن الحسن بن علي رضي اللّٰه عنهما قال : حفظت من رسول اللّٰه ﷺ : " دع ما يريبک إلى ما لا يريبک ، فإن الصدقة طمأنينة ، وإن الكذب ريبة" . (۲/۸۴۵ ، كتاب البيوع ، بيروت)(امداد الفتاوی:۴/۱۰۳،۱۰۴،جدید مسائل کا حل:ص/۵۵۱)

ما في " مرقاة المفاتيح " : والمعنى اترک ما تشکّ فيه ، من الأقوال والأعمال ، انه منهي عنه ...... إلى ما لا تشک فيه منهما . (۶/۱۹ ، كتاب البيوع ، باب الكسب)

پان میں چونے کا استعمال

مسئلہ (۵۹۶): چونا دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو پتھر سے بنتا ہے، اور دوسرے وہ جو صدف جلا کر بنایا جاتا ہے، دونوں قسم کے چونے کا ایک ہی حکم ہے، یعنی پان میں بقدرِ ضرورت کھانا جائز ہے۔ [۱]

سودی بینک ملازم کی دعوت

مسئلہ (۵۹۷): اگر کوئی شخص سودی بینک میں سودی حساب کتاب لکھنے کی ملازمت کرتا ہے، اور اس کا حلال کمائی کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے، تو ایسے شخص کی دعوت قبول کرنے سے پرہیز کیا جائے، کیوں کہ سودی بینک کی تنخواہ حلال نہیں ہے، اور اگر وہ شخص کچھ ہدیہ وغیرہ دے، تو اس کا ہدیہ قبول نہ کرے، لیکن اگر کسی مجبوری میں اس کے گھر کھانا کھالیا، یا اس کا ہدیہ قبول کرلیا، تو وہ توبہ واستغفار کرے، کیوں کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کسی شخص کے پیٹ میں حرام کمائی کا ایک لقمہ بھی چلا جائے، تو چالیس دن تک اس کی نماز ودعا قبول نہیں ہوتی ہے۔ [۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " نفع المفتي " : يباح أكل النورة مع الورق المأكول في ديار الهند ، لأنه قليل نافع، فإن الغرض المطلوب من الورق المذكور لا يحصل بدونها .

(۱۴۸/۴ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل ذكر ما يحل لبسه وما لا يحل)

ما في " الفتاوى الهندية " : وسئل بعض الفقهاء عن أكل طين البخاري ونحوه ، قال : لا بأس بذلک ما لم يضرّ . (۳۴۱/۵ ، الكراهية ، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل)

....

....

....

....

....

والحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة (رضي اللّٰه عنه) ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : " حق المسلم على المسلم ستٌّ " . قيل : ما هنّ يا رسول اللّٰه ؟ قال : " إذا لقيته فسلِّم عليه، وإذا دعاک فأجبه " الحديث .

(۲/۲۱۳ ، كتاب السلام ، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام)

ما في " الفتاوى الهندية " : أهدى إلى رجل شيئاً وأضافه ، إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس ، إلا أن يعلم بأنه حرام ، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية ولا يأكل الطعام ، إلا أن يخبره بأنه حلال ، ورثْته أو استقرضتُه من رجل . كذا في الينابيع .

(۵/۳۴۲ ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات)

ما في " مجمع الأنهر " : غالب مال المهدى إن حلالاً لا بأس بقبول هديته ، وأكل ماله ، مالم يتبين أنه من حرام . (۴/۱۸۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في الكسب)

ما في " الفتاوى الهندية " : آكل الربا وكاسب الحرام أهدى إليه أو أضافه وغالب ماله حرام، لا يقبل ولا يأكل ، مالم يخبره أن ذلک المال أصله حلال ، ورثه أو استقرضه .

(۵/۳۴۳ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات ، كذا في المحيط البرهاني : ۶/۱۰۱ ، كتاب الاستحسان والكراهية)

ما في " كنز العمال " : عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنه : " من أكل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ، ولم تستجب له دعوة أربعين صباحًا ، وكل لحم نبت من الحرام فالنار أولىٰ به ، وإن اللقمة الواحدة من الحرام لتنبت اللحم " . (۴/۸، رقم الحديث : ۹۲۶۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل: ۶/۲۵۴، کتب خانہ نعیمیہ، جدید مسائل کا حل: ص/۲۶۱)

فصل في الأسامي

☆......بچوں کے نام......☆

لڑکی کا نام "رُبَمَا" رکھنا

مسئلہ (۵۹۸): قرآنِ کریم میں وارد لفظ سے نام رکھنا اس وقت درست ہے، جب کہ اس کے معنی اچھے ہوں، مثلاً؛علی، کبیر، رشید، بدیع وغیرہ کہ ان سے نام رکھنا درست ہے[۱]، رہا لفظ "رُبَمَا" تو وہ اسم نہیں بلکہ حرف ہے، اس لیے اس سے نام رکھنا درست نہیں۔[۲]

لڑکی کا نام "رَبَّنَا" رکھنا

مسئلہ (۵۹۹): "رب" کا استعمال اضافت کے ساتھ غیر اللہ کے لیے درست ہے، مثلاً عربی میں کہتے ہیں: "ربُّ الدار" [گھر کا مالک][۳]، لیکن جب کسی کا نام رکھا جائے گا، تو اس کو پکارنے سے اللہ کے ساتھ اشتباہ لازم آئیگا، اس لیے اس طرح کا نام نہ رکھا جائے۔[۴]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : التسمية باسم يوجد في كتاب الله تعالى كالعلي والكبير والرشيد والبديع جائزة . (۵۱۱/۹ ، كتاب الحظر والإباحة)

(۲) ما في " التفسير الكبير " : ربما حرف جر عند سيبويه ويلحقها ما . (۱۱٦/۱۹، الحجر)

الحجة على ما قلنا : =

....

....

....

....

....

....

....

....

....

=(۳) ما في " التفسير لإبن كثير " : الرب هو المالک التصرف ، ويطلق في اللغة على السيد وعلى التصرف للإصلاح وكل ذلک صحيح في حق اللّٰه تعالى ولا يستعمل الرب لغير اللّٰه إلا بالإضافة تقول : رب الدار ، وأما الرب فلا يقال إلا اللّٰه عزّ وجلّ .

(۱/۱ ۲ ، سورة الفاتحة)

ما في " لسان العرب " : الرب هو اللّٰه عزّ وجلّ هو رب كل شيء أي مالكه ...... ولا يقال الرب في غير اللّٰه إلا بالإضافة . (۱/ ۳۲۹)

(۴) ما في " الفتاوى الهندية " : أحب الأسماء إلى اللّٰه تعالى عبد اللّٰه وعبد الرحمن ، لكن التسمية بغير هذه الأسماء في هذا الزمان أولى ، لأن العوام يصغّرون هذه الأسماء للنداء ..... وفي الفتاوى : التسمية باسم لم يذكره اللّٰه تعالى فی عباده ولا ذكره رسول اللّٰه ﷺ ولا استعمله المسلمون تكلموا فيه ، والأولى أن لا يفعل . كذا في المحيط .

(۵/ ۳۶۲ ، كتاب الكراهية ، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد وكناهم والعقيقة)

کتاب الطب

☆......طب کے مسائل......☆

علم طب سیکھنا اور سکھانا

مسئلہ (۶۰۰): علمِ طب سیکھنا اور سکھانا صرف جائز ہی نہیں، بلکہ فرضِ کفایہ ہے۔[۱]

فنِ طب سیکھے بغیر علاج

مسئلہ (۶۰۱): فنِ طب سیکھے بغیر مریض کی تشخیص کرنا جائز نہیں ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : وفرض كفاية وهو ما زاد عليه لنفع غيره . " در مختار " . وفي الشامية : قال فى تبيين المحارم : وأما فرض الكفاية من العلم ، فهو كل علم لا يستغنى عنه فى قوام أمور الدنيا كالطب والحساب . (۱/۱۲۲ ، مطلب فى فرض الكفاية وفرض العين)

ما في " الموسوعة الفقهية " : وقال رسول الله ﷺ : " من سئل عن علم فكتمه ألجم بلجام من نار يوم القيامة " . وقال أيضاً : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . والتحقيق حمل العلم فى الحديثين السابقين على المعنى العام، فيشمل علوم الشرع ، علم الكلام ، والفقه ، والتفسير ، والحديث ، وعلوم الدنيا ، ومنها : الزراعة ، والصناعة ، والسياسة ، والحرف ، والطب ، والتنكلوجيا ، والحساب والهندسة ، وغير ذلک من أنواع العلوم ، وما يرتبط به مصالح أمور الدنيا . (۱۳/۷،۸ ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد: ۵/۴۴۸ ، فضل طلب العلم) (کفایت المفتی: ۹/۱۲۳)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " سنن أبي داود " : حدثنا عبد العزيز بن عمر بن عبد العزيز ، حدثني بعض =

دوااورعلاج

مسئلہ (۶۰۲): دوااورعلاج کے بارے میں فقہائے کرام کے اقوال مختلف ہیں، لیکن جمہور فقہائے سابقین کا مذہب ہے کہ دواوعلاج مباح ہے، اور مناسب یہی ہے کہ جمہور کے مذہب پر فتویٰ دیا جائے۔ (۱)

=الوفد الذين قدموا على أبي قال : قال رسول الله ﷺ : " أيما طبيب تطبب على قوم لا يعرفه له تطبيب قبل ذلک فاعنت فهو ضامن " .

(۲۸۵/۲ ، كتاب الديات ، باب فيمن تطيب ولا يعلم منه طب)

ما في " بدائع الصنائع " : وما روي عن أبى حنيفة رحمه الله تعالى أنه كان لا يجري الحجر إلى على ثلاثة : المفتي الماجن ، والطبيب الجاهل ، والمكاري المفلس . (۱۷۲/۶ ، كتاب الحجر والحبس)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : لو كان الحجر دفع ضرر عام كالحجر على المتطبب الجاهل والمفتى الماجن والمكارى المفلس جاز فيما يروى عنه إذ هو دفع ضرر الأعلى بالأدنیٰ . (۲۶۷/۹ ، كتاب الحجر) (جدید فقہی مباحث:۱۰/۵۳،فتاوی محمودیہ:۱۸/۳۷۷،۳۷۸،کراچی)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ومن هذا يتبين لنا أنه لا يجوز للطبيب أن يقدم على فعل الجراحة إلا أن يكون عالما بها وعنده المعرفة التامة بمراحلها التفصيلية . (ص/۱۱۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : ان الفقهاء الكرام رضى الله عنهم قد اختلفوا فى هذه المسألة على عدة أقوال نذكر أهمها وهي : القول الأول : ان التداوي مباح ، وهذا رأي جمهور الفقهاء السابقين لكنهم اختلفوا فيما بينهم ، فمنهم من قال : إن التداوي أفضل ، ومنهم من قال : إن تركه أفضل ، قال شيخ الإسلام ابن تيمية : كان كثير من أهل الفضل والمعرفة يفضل تركه تفضلاً واختياراً ...... وهذا هو المنصوص عن أحمد وإن كان من أصحابه من يوجبه ومنهم من يستحبه ويرجحه . القول الثاني : إن التداوي مستحب ، وهذا رأي الشافعية وجماعة من علماء السلف والخلف وهو قول الحنفية وجمهور المالكية،=

انسانی عضو قیمتاً یا ہدیۃً دینا

مسئلہ (۶۰۳):انسان اپنے بدن کے کسی بھی عضو کا مالک نہیں ہے، کہ وہ اس میں آزادنہ تصرف کر سکے، اسی بنا پر اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو قیمتاً یا بلا قیمت دے، بلکہ انسان اپنے بدن کے اعضا کا صرف نگراں و محافظ ہے[۱]، ہاں ! اگر کسی مریض کی اضطراری صورت ایسی ہوجائے کہ اس کے دونوں گردے خراب ہوجائیں، ان کو نکال کر ان کی جگہ دوسرے لگانا ضروری ہوجائیں، اور ماہر معالجوں کے نزدیک جانبری اور زندگی بچانے کے لیے اس عمل کے بغیر کوئی چارہ نہ رہے، بلکہ یہی عمل متعین ہوجائے، اور صحت وبقائے زندگی کا غالب گمان حاصل ہو، اور مریض کے رشتہ داروں میں سے کوئی اپنی رضامندی سے گردہ دینے کے لیے تیار ہوجائے، اور اس دینے کی وجہ سے معطی کی زندگی کو کسی خطرے کا اندیشہ نہ ہو، تو اس کے لیے مریض کو اپنا گردہ دینے کی گنجائش ہوگی۔[۲]

= القول الثالث : وهو ان التداوي واجب ما دام ذلک ممکناً ، وهذا رأي جماعة من أصحاب الشافعي ، وبعض الحنابلة ، ...... قال العلامة الحموي : اتفق العلماء على جواز التداوي ، واختلفوا هل فعله أفضل أم تركه؟ . (ص/ ۱۸۹)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " أحكام القرآن لمفتي جميل أحمد التهانوي " : الآية دلت على عزّ الإنسان ، مسلماً كان أو كافراً ، وعزّ أجزائه ، فلا يجوز اهانته بتركيبه في جسد غيره أيضاً لا بيعاً ولا هبة ولاصدقة ولا وقفاً . (۴/ ۱۳۱، ۱۳۲)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : العضو يعني الجزء المنفصل من الحي كميتة ، كأذن=

....

=المقطوعة ، والسن الساقطة ، إلا في حق صاحبه فظاهر وإن كثر . (۹/۳۷۶ ، كتاب الذبائح)
ما في " رد المحتار " : فإن خاف الرفيق الموت جوعاً أو عطشاً ترک له البعض ، وإن قال له آخر : اقطع يدي وكلها لا يحل ، لأن لحم الإنسان لا يباح في الاضطرار لكرامته . (۹/۴۱۱ ، الحظر والإباحة)
ما في" الفتاوى الهندية " : الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز ، قيل : للنجاسة ، وقيل : للكرامة، هو الصحيح . كذا في جواهر الأخلاطي . (۵/۳۵۴ ، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات)
ما في " البحر الرائق " : وشعر الإنسان ، والإنتفاع به ، أي لم يجز بيعه والإنتفاع به ، لأن الآدمي مكرم غير مبتذل ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً .
(۶/۱۳۳ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد)(جدید فقہی مسائل:۵/۸۱-۹۰،اہم فقہی فیصلے:ص/۱۳)
ما في " نوازل فقهية معاصرة " : ومن نظريات الإسلام أن الإنسان لا يملک شيئاً من الكون حتى نفسه ، فكما لا يجوز له أن يتصدى لأحد ويقتله أو يضره ، كذلک لا يباح له أن يهلک نفسه ، أو يؤذي عضواً من أعضائه بلا حاجة شرعية ، إنما جعله اللّٰه تعالى أميناً على نفسه ، يحتم عليه أن يصونه ، ويستعمله حسب أوامره عزّ وجلّ .(ص/۵۲۴، الطب والعلاج)
(۲) ما في " فقه النوازل " : ولهذا يجب عن كلام أهل العلم القائلين بأن الأصل في أجزاء الآدمي تحريم أخذها ، وتحريم التمثيل بها ، فيقال : هذا يوم كان ذلک خطراً أو ضرراً ، أو ربما أدى إلى الهلاک ، وذلک أيضاً في الحالة التي ينتهک فيها بدن الآدمي وتنتهک حرمته ، فأما في هذا الوقت ، فالأمران مفقودان : الضرر مفقود ، وانتهاک الحرمة مفقود ، فإن الإنسان قد رضي كل الرضى بذلک ، واختاره مطمئنا مختاراً ، لا ضرر عليه ، ولا يسقط شيء من حرمته .... إذا كان رجل مفقود الصحة وأخبر الأطباء الحذاق أنه إذا أخرجت كلوة من كلوتيه ، فذلک لا يؤثر فيما يبدو في صحته ، وأحد أقاربه مريض بلغ من المرض إلى أن لو لم تبدل كلوته الفاسدة ليصيبه الهلاک فيما يبدو ، لا محالة ، وليس هناک بديل آخر ، ففي هذه الصورة يجوز للرجل أن يعطي المريض إحدى كلوتيه بدون أي ثمن انقاذاً له من الهلاک . (۴/۱۲۷ - ۱۴۵ ، نقل الدم وزراعة الأعضاء ، فقه القضايا الطبية المعاصرة :ص/۴۹۱ ، أحكام الانتفاع بأعضاء الإنسان ، أحكام الجراحة الطبية :ص/۳۸۹)
ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . (۱/۳۸۶)

انسانی آنکھ کا استعمال

مسئلہ (۶۰۴): کسی بھی انسان کی آنکھ کا استعمال دوسرے انسان کے لیے جائز نہیں ہے، اور نہ ہی اس کی خرید وفروخت جائز ہے، چاہے وہ آنکھ کسی زندے کی ہو یا مردے کی۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولقد کرمنا بني آدم﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " أحکام القرآن للتهانوي " : لأن الآية دلت علی عزّ الإنسان مسلماً کان أو کافراً وعزّ أجزائه ، فلا یجوز اهانته بترکیبه في جسد غیره أیضاً ، ولا بیعاً ، ولا هبة ، ولا صدقة ، ولا وقفاً ، کما هو رائج في بلاد الکفار ..... وکذا لا یجوز نقل جزئه الی الآخر أو عضو، کالعین لا في الحیاة ولا بعدها ، ولا الوصیة بها ، لأنها لیست من أملاکه ، بل هي عاریة من الله للعبادة . (۴/ ۱۳۱، المسئلة الثالثة ، لا یجوز بیع أعضاء الإنسان ولا کسر عظم الخ)

ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة (رضي الله عنها) ، أن رسول الله ﷺ قال : " کسر عظم المیت ککسره حیًّا". (ص/۴۵۷ ، ۴۵۸ ، باب في الحفار یجد العظم هل ینتکب ذلک المکان ، رقم الحدیث : ۳۲۰۷)

(سنن ابن ماجه :ص/۱۱۶ ، باب في النهي عن کسر عظام المیت ، قدیمي)

ما في " شروح سنن ابن ماجه " : (ککسره حیاً) یعني في الإثم ، قال الطیبي : الإشارة إلی أنه لا یهان المیت کما لا یهان الحي ، قال ابن عبد البر : یستفاد منه أن المیت یتألم بجمیع ما یتألم به الحي . (۱/۶۴۲، باب في النهي عن کسر عظام المیت، کذا في عون المعبود : ص/۱۳۷۳ ، رقم الحدیث : ۳۲۰۷ ، باب في الحفار یجد العظم هل یتنکب ذلک المکان)

ما في " رد المحتار " : (کما بطل بیع صبي لا یعقل ...... وشعر الإنسان) لکرامة الآدمي ولو کافراً ، ذکره المصنف وغیره في بحث شعر الخنزیر . الدر المختار . قوله : (ذکره المصنف) حیث قال : والآدمي مکرم شرعاً وإن کان کافراً ، فإیراد العقد علیه وابتذاله به والحاقه بالجمادات إذلال له.(۷/ ۱۷۹، کتاب البیوع ، مطلب الآدمي مکرم شرعاً ولو کافراً)=

سرجری کے دوران سوراخ وچھید کرنا

مسئلہ (۶۰۵): بعض مرتبہ سرجری کے دوران چونکہ سوراخ وچھید کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا یہ ضرورۃً جائز ہے۔[1]

=ما في " الفتاوى الهندية ": الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز ، قيل للنجاسة ، وقيل للكرامة ، وهو الصحيح . كذا في جواهر الاخلاطي . (۳۵۴/۵)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : (ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع بها) لأن الآدمي مكرم لا مبتذل ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً ، وقد قال عليه الصلاة والسلام : " لعن اللّٰه الواصلة والمستوصلة " . أقول : قال الزيلعي : إنما لعنا للإنتفاع به لما فيه من إهانة المكرم . انتهى . (۳۹۱/۶ ، كتاب البيوع ، البيع الفاسد)

(كذا في فتاوى السراجية :۳۲/۳، باب التداوي والعلاج ، البحر الرائق :۱۳۳/۶ ، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد) (جدید مسائل کا حل:ص/۵ ۱۷،فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۳۳۸،کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : من المهمات التى تشتمل عليها مرحلة العمل الجراحي مهمة الثقب ، المتمثلة في إحداث الخرق في الموضع المحتاج إلى خرقة .... ويلجأ الأطباء إلى مهمة الثقب عند قيامهم بالجراحة التى تجري لإزالة السدد الموجود في الأمعاء .... والثقب في الأصل مفسدة لما يشتمل عليه من إتلاف لجزء من الجسم ، إلا أنه جائز عند وجود الحاجة الداعية إلى فعله . (ص/۴۰۴ ، المبحث الخامس في الثقب)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۰)

ما في " ترتيب اللآلى في سلك الأمالي " : الشيء إذا ثبت ، ثبت بجميع لوازمه . (۷۷۸/۲)

آپریشن کے بعد زخم پر ٹانکے لگانا

مسئلہ (۶۰۶): آپریشن کے بعد زخم پر ٹانکے لگانا شرعاً جائز ہے، کیوں کہ آپریشن کے بعد زخم کو کھلا چھوڑ دینے میں ضررِ شدید کا اندیشہ ہے، لہٰذا بر بنائے قاعدۂ فقہیہ ضررِ اشد کے لیے ضررِ اَخف کو برداشت کرلیا جائے گا۔[1]

حاملہ عورت کا پیٹ چیرنا

مسئلہ (۶۰۷): حاملہ عورت کو ولادت کا وقت قریب ہو، اور طبعی ولادت کے امکانات بالکل نہ ہوں، اور آپریشن نہ کرنے کی صورت میں عورت یا بچہ کی جان کو خطرہ ہو، تو ضرورۃً آپریشن کے لیے حاملہ کے پیٹ کو چیرنا درست ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : من المهمات التى تشتمل عليها مرحلة العمل الجراحى مهمة الثقب ، المتمثلة في إحداث الخرق في الموضع المحتاج إلى خرقة ...... ويلجأ الأطباء إلى مهمة الثقب عند قيامهم بالجراحة التى تجرى لإزالة السدد الموجود فى الأمعاء ، فيقوم الطبيب باستئصال الموضع التألف المسدود ووضع البديل عنه .... فيخرج منها البراز ، وبعد انتهاء الحاجة ، ونجاح الجراحة الأولىٰ ، يقوم الطبيب بخياطة ذلک الثقب ، وسده ، حتى يعود جدار البطن إلى حالته الأولىٰ ، والثقب في الأصل مفسدة لما يشتمل عليه من إتلاف لجزء من الجسم ، إلا أنه جائز عند وجود الحاجة الداعية إلى فعله.(ص/۴۰۴ ، المبحث الخامس في الثقب)

ما في " قواعد الفقه " : إذا تعارض مفسدتان رُوعي أعظمهما ضررًا بإرتكاب أخفهما .
(ص/۵۶ ، القاعدة : ۱۹)

الحجة على ما قلنا : =

ایکسرے(X-Ray)کے ذریعہ طبی جانچ

مسئلہ(۲۰۸): ایکسرے(X-Ray)کے ذریعہ طبی جانچ کرانا جائز ہے، اوراس کے لیے ایکسرے کا نکالنا بھی درست ہے۔[۱]

=(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (حامل ماتت وولدها حيّ) يضطرب (شُقّ بطنها) من الأيسر (ويُخرج ولدها) ولو بالعكس ، وخيف على الأم قُطع وأخرج لو ميتاً ، وإلا لا ، كما في كراهية الاختيار . (۱۳۶/۳ ، كتاب الصلوٰة ، مطلب فى دفن الميت)

ما في " الفتاوى الهندية " : في فتاوىٰ أبي الليث رحمه اللّٰه تعالى في امرأة حامل ماتت وعلم أن ما فى بطنها حي فإنه يشق بطنها من الشق الأيسر .

(۳۶۰/۵ ، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات ، فتاوى قاضي خان على هامش الهندية : ۱۸۸/۱ ، باب فى غسل الميت وما يتعلق به)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تتقدر بقدرها . (ص/۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۱)

(فتاوی رحیمیہ:۱۰/ ۱۸۵،فتاوی محمودیہ:۱۸/ ۲۸۸،۲۸۹،کفایت المفتی:۹/ ۱۵۱،جدید مسائل کاحل:ص/۵۴۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : تعتبر الأشعة السنية من أخطر الوسائل المستخدمة في مهمة الفحص الطبي .... ولا شك في أن كثيراً من الأمراض الجراحية التي جرت عادة الأطباء بإحالة المصابين بها إلى التصوير بالأشعة قد توفرت فيها الحاجة الداعية ، فعلى سبيل المثال مرض القرحة المعدية .... كل هذه الأمراض وأمثالها توفرت فيها الحاجة الداعية إلى تصويرها والتأكد من وجودها ما دام أن الطبيب قد اطلع على بعض الدلائل والإمارات الموجبة للتأكد من وجودها أثناء قيامه بمهمة الفحص المبدئي ، وإذا ثبت القول بجواز التصوير بالأشعة عند الحاجة ، فإنه ينبغي على الطبيب المختص بمهمة التصوير أن يتقيد بقدر الحاجة للقاعدة الشرعية التي تقول : " ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها " .

(ص/۲۲۷ – ۲۳۰ ، المطلب الرابع في حكم الفحص بالأشعة السنية)

(جدید فقہی مسائل:۱/۳۲۲)

انسانی لاش کی چیر پھاڑ

مسئلہ (۶۰۹): انسانی لاش کی چیر پھاڑ اور اس پر تجربات کرنا ناجائز وحرام ہے، اس لیے کہ اس میں آیتِ صریحہ: ﴿ولقد کرّمنا بني آدم﴾ کی صریح خلاف ورزی لازم آتی ہے (۱)، نیز انسان جس طرح قبل الموت قابلِ تعظیم وتکریم ہے، اسی طرح بعد الموت بھی وہ اس کا مستحق ہے (۲)، جب کہ چیر پھاڑ میں انسان کو برہنہ کرنا اور اس کی توہین لازم آتی ہے، جو حرام ہے (۳)، بالخصوص جب تجربات کے لیے ایسے جاندار موجود ہوں، جن کے اعضاء، اعضائے انسانی کے مشابہ ہوں، تو انسانی لاش پر ایسے تجربات کی اجازت کیوں کر دی جاسکتی ہے، فقہ کا قاعدہ ہے کہ ہر ایسا عمل جو ارتکابِ حرام کا سبب ہو اس کا ترک، واجب ہوتا ہے۔ (۴)

والحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولقد کرّمنا بنيٓ اٰدم﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " أحکام القرآن للتهانوي" : وکذا لا یجوز قطع جزء من المیت قطعة قطعة في التعلیم لفنّ الجراحة أو تفتیش سبب الموت . (۱۳۲/۴ ، المسئلة الثالثة)

(۲) ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضي الله تعالی عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : "کسر عظم المیت ککسره حیاً " . (۴۵۸/۱ ، باب في الحفار یجد العظم ، رقم الحدیث : ۳۲۷۰ ، سنن ابن ماجة : ص/۱۱۶ ، باب في النهي عن کسر عظام المیت)

ما في " أوجز المسالک " : قال الباجي : ترید أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حیاته، وإن کسر عظامه في حال موته یحرم کما یحرم کسرها حال حیاته ..... وقال ابن دقیق العید : إنه علی شرط مسلم ... وإنما یتساویان في الإثم ، ..... قال الطیبي : إشارة إلی أنه لا یهان میتاً کما لا یهان حیاً ، قال ابن مالک : وإلی أن المیت یتألم . =

مردہ انسان کے اعضا کا استعمال

مسئلہ (۶۱۰): کسی فوت شدہ انسان کا جگر، آنکھ، دل وغیرہ دوسرے انسان کے جسم میں نہیں لگا سکتے، کیوں کہ انسان کے مکرم ہونے کی وجہ سے اس کے کسی عضو سے انتفاع جائز نہیں(۱)، اور اگر کوئی شخص اس طرح کی وصیت کر کے مرے تو اس کی وصیت بھی قابلِ نفاذ نہیں، اس لیے کہ نفاذِ وصیت کے لیے کسی چیز کا وصی کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے، جب کہ انسان اپنے ان اعضا کا مالک نہیں ہے۔(۲)

=(۵۸۷/۴ ، ۵۸۸ ، في الاختفاء وهو النبش ، مرقاة المفاتيح :۷۰/۴ ، الجنائز ، باب البكاء على الميت)

ما في" رد المحتار " : والآدمي مكرم شرعاً وإن كان كافراً ، فإيراد العقد عليه وابتذاله به ...... ولذا لم يجز كسر عظام ميت كافر . (۱۶۹/۷ ، مطلب الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً، كذا في الفتاوى الهندية :۳۵۴/۵ ، الباب الثاني عشر في التداوي والمعالجات)

(۳) ما في" رد المحتار " : (وتستر عورته الغليظة فقط على الظاهر .... وقيل مطلقاً) الغليظة والخفيفة . (در مختار) . وفي الشامية : قوله : (الغليظة) أي القبل والدبر ، وعلوه بأنه أيسر ، وببطلان الشهوة ، والظاهر أنه بيان للواجب بمعنى أنه لا يأثم بذلك لا لكون المطلوب الاقتصار على ذلك . تأمل . .... لكن قال في شرح المنية : إن الثاني هو المأخوذ به لقوله عليه السلام لعلي : " لا تنظر إلى فخذ حي ولا ميت" . [أبوداود :۳۰۱۵] لأن ما كان عورة لا يسقط بالموت ، ولذا لا يجوز مسه ...... وفي الشرنبلالي : وهذا شامل للمرأة والرجال .

(۸۱/۳،القراءة عند الميت ، حاشية الطحطاوي:ص/۵۶۷ ، أحكام الجنائز)

(۴) ما في " روح المعاني " : (ولا تسبّوا) واستدل بالآية على أن الطاعة إذا ردت إلى معصية راجحة وجب تركها ، قال : ما يؤدي إلى الشرّ شرٌّ .

(۳۶۶/۵ ، رد المحتار : ۴۲۹/۹ ، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(منتخبات نظام الفتاوی:۴۱۲/۱،جدید مسائل کا حل:ص/۹۹،فتاوی محمودیہ:۳۴۳/۱۸،۳۴۴،کراچی)=

انسانی اعضا کا استعمال

مسئلہ (٦١١): انسان کو مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے مکرم ومشرف پیدا فرمایا ہے، اسی تکریم وشرافت کے پیشِ نظر کسی انسان کا عضو خرید کر دوسرے انسان کو دینا، یا ہبہ وعطیہ کے طور پر حاصل کر کے جوائنٹ کروانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ (۱)

والحجة على ما قلنا :

=(١) ما في " القرآن العظيم " : ﴿ولقد كرَّمْنا بنيٓ اٰدم﴾ . (سورة الإسراء : ٧٠)

ما في " أحكام القرآن لمفتي جميل أحمد التهانوي " : الآية دلت على عزّ الإنسان ، مسلماً كان أو كافراً ، وعزّ أجزائه ، فلا يجوز اهانته بتركيبه في جسد غيره أيضاً لا بيعاً ولا هبة ولاصدقة ولا وقفاً . (١٣١/٤، ١٣٢)

ما في " البحر الرائق " : وشعر الإنسان ، والإنتفاع به ، أي لم يجز بيعه والإنتفاع به ، لأن الآدمي مكرم غير مبتذل ، فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً . (١٣٣/٦)

ما في " الهداية " : وحرمة الإنتفاع بأجزاء الآدمي لكرامته . (١/ ٤١ ، كتاب الطهارة)

(٢) ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم﴾ ...... لا يجوز نقل جزئه إلى الآخر أو عضو كالعين ، لا في الحياة ولا بعدها ولا الوصية بها ، لأنها ليست من أملاكه ، بل هي عارية من اللّٰه لعباده . (١٣١/٤ ، المسئلة الثالثة : لا يجوز بيع أعضاء الإنسان)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن اللّٰه اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن لهم الجنة﴾ .

(سورة التوبة : ١١١)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : أطلق الشرى فيه على طريق المجاز ، لأن المشتري في الحقيقة هو الذي يشتري ما لا يملك ، واللّٰه تعالى مالك أنفسنا وأموالنا . (٢٠٢/٣ ، باب دفع الصدقات إلى صنف واحد) (جدید مسائل کا حل: ص/۴۸۱، فتاوی محمودیہ: ۱۸/ ۳۳۵، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم وحملنٰهم في البرّ والبحر﴾ .

(سورة بني اسرائيل: ٧٠)=

جوازِ سرجری کی شرط

مسئلہ (۶۱۲): سرجری بہت سارے خطرات پر مشتمل ہے، مثلاً: موت، ہلاکت اور تلفِ عضو وغیرہ، اسی لیے شریعتِ اسلامیہ میں سرجری کے جواز کا حکم کچھ شرطوں کے ساتھ مقید ہے [۱]، ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سرجری کی وجہ سے مریض کو ایسا ضرر اور نقصان نہ پہنچے، جو اس کے مرض سے بڑھا ہوا ہو [۲]، ورنہ سرجری کرنا حرام ہوگا [۳]، کیوں کہ شریعتِ اسلامیہ کسی ضرر کو اسی کے مثل ضرر کو اختیار کرکے دور کرنے اجازت نہیں دیتی ہے۔ [۴]

=ما في " فتح القدير" : والانتفاع به لأن الآدمي مكرم غير مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً وفي بيعه إهانة له ، وكذا في امتهانه بالانتفاع . (۳۹۱/۶ ، البيع الفاسد)

ما في " بدائع الصنائع " : والآدمي بجميع أجزائه محترم مكرم ، وليس من الكرامة والاحترام ابتذاله بالبيع والشراء . (۳۳۸/۴ ، فصل وأما الذى ما يرجع إلى المعقود عليه ، رد المحتار : ۴۵۴/۹) (فتاوی حقانیہ: ۵۷/۶، آپ کے مسائل اوران کا حل: ۱۶۷/۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : تتضمن الجراحة الطبية فى غالب صورها كثيراً من المخاطر ، والأضرار التى قد تفضى بالمريض إلى الهلاك والموت المحقق أو تؤدى إلى تلف عضو أو أعضاء من جسده ، لذا فإن الحكم بجوازها فى الشريعة الإسلامية مقيد بشروط لا بد من توفرها . (ص/۱۰۲ ، المبحث الثالث)

(۲) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : الشرط الثامن أن لا يترتب على فعلها ضرر أكبر من ضرر المرض . (ص/۱۰۳ ، المبحث الثالث)

(۳) ما في " أحكام الجراحية الطبية " : فإن كانت المفاسد التى تقرب على الجراحة أكبر من المفاسد الموجودة فى المرض حرم عليهم الإقدام على فعل الجراحة ، لأن الشريعة=

بدن سے زائد گوشت نکالنا

مسئلہ (۶۱۳): بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جن میں جسم کا گوشت بڑھ جاتا ہے، تو اس زائد گوشت کو بذریعۂ آپریشن نکالنے کے سلسلے میں شرعی نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر تحمل وبرداشت کی قوت ہو، اور گوشت کا نکالنا موجودہ تکلیف سے زیادہ تکلیف بڑھ جانے کا سبب نہ ہو، تو زائد گوشت نکال سکتے ہیں، ورنہ نہیں۔ (۱)

= لا تجيز للإنسان أن يزيل الضرر بمثله أو بما هو أشدّ ، ولذلک کان من قواعدها : "الضرر لا يزال بمثله" . (ص/۱۲۴ ، كذا في الأشباه : ۱/۱۱۳)

(۴) ما في " أحكام الجراحية الطبية " : ولذلک کان من قواعدها : " الضرر لا يزال بمثله" . (ص/۱۲۴ ، كذا في الأشباه : ۱/۱۱۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : وفي الفتاوى : إذا أراد أن يقطع اصبعاً زائدة أو شيئاً آخر قال أبو نصر رحمه الله تعالى : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک فإنه لا يفعل لأنه تعريض النفس للهلاک وإن كان الغالب هو النجاة فهو في سعة من ذلک . (۳/۴۱۰ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في الختان ، الفتاوى الهندية : ۳۶۰)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ويشترط لجواز فعل القطع في هذه الأحوال أن لا يؤدي إلى ضرر أعظم من الضرر الموجودة في الألم ، فإذا كان القطع مفض إلى ذلک فإنه لا يجوز فعله للقاعدة الشرعية : " الضرر لا يزال بالضرر " . (ص/۱۱۳ ، هل يجوز قطع العصب؟)

سرجری کے لیے مریض کے ولی کی اجازت

مسئلہ (۶۱۴): اگر کسی مریض میں اہلیتِ اذن نہ ہو، یعنی وہ غلام ہو یا نابالغ ہو وغیرہ، تو ایسے حالات میں اس کی سرجری کے لیے اس کے ولی کی اجازت کافی ہوگی۔[1]

انسانی اعضا کی پیوندکاری

مسئلہ (۶۱۵): انسان قابلِ تکریم ہے[2]، اس لیے عام حالات میں اس کے اعضا کی پیوندکاری شرعاً حرام ہے[3]، لیکن اگر کوئی مریض ایسی حالت میں پہنچ جائے کہ اس کا عضو اس طرح بے کار ہوکر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کا عضو اس کے جسم میں پیوند نہ کیا جائے، تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی، اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کمی کو پورا نہیں کرسکتا، اور ماہر قابلِ اعتماد اطبا

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : وأما إذا لم يكن أهلاً فإنه يعتبر إذن وليه كأبيه فعلاً .

(ص/۱۰۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : البزاغ أو الفصاد أو الحجام إذا بزغ أو فصد أو حجم وكان بإذن المولىٰ في العبد أو بإذن الولي في الصبي وسرى إلى النفس ومات فلا ضمان عليهم .

(۳۴/۶ ، كتاب الجنايات ، الباب التاسع)

ما في " زاد المعاد " : القسم الخامس : طبيب حاذق أعطى الصنعة حقها فقطع سلعة من رجل أو صبي أو مجنون بغير إذنه أو إذن وليه أو ختن صبياً بغير إذن وليه فتلف فقال أصحابنا: يضمن لأنه تولد من فعل غير ماذون فيه ، وإن أذن له البالغ أو ولي الصبي أو المجنون لم يضمن . (۱۰۹/۳ ، ذكر أقسام الطبيب وآدابه) (جدید فقہی مباحث:۱۲۶/۱۰)=

کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوندکاری کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے، اور عضو انسانی کی پیوندکاری کی صورت میں ماہر اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی، اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لیے فراہم ہے، تو ایسی ضرورت و مجبوری کی حالت میں عضو انسانی کی پیوندکاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لیے مباح ہوگا۔ (۴)

نعش کی خرید وفروخت

مسئلہ (٦١٦): نعش کی خرید وفروخت کرنا شرعاً جائز ودرست نہیں ہے۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

=(٢) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم﴾ . (سورة بني اسرائيل : ٧٠)

(٣) ما في " شرح كتاب السير الكبير " : والآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه فى حياته فكما يحرم التداوي بشيء من الآدمي الحي إكراماً له فكذلك لا يجوز التداوى بعظم الميت ، قال رسول الله ﷺ : " كسر عظم الميت ككسر عظم الحي " . (٩٢/١)

ما في " البحر الرائق " : (وشعر الإنسان والإنتفاع به) أى لم يجز بيعه والإنتفاع به لأن الآدمى مكرم غير مبتذل فلا يجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً مبتذلاً ..... وصرح فى فتح القدير بأن الآدمي مكرم وإن كان كافراً . (١٣٣/٦ ، كتاب البيع ، باب البيع الفاسد)

(٤) ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/ ٨٩ ، القاعدة : ١٧٠)

(نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی [انڈیا] کے فیصلے: ص/ ۱۹۷، ۱۹۸)

الحجة على ما قلنا :

(٥) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ اٰدم وحملنٰهم في البرّ والبحر﴾ .

(سورة الإسراء : ٧٠)

ما في " الهداية " : ولا يجوز بيع شعور الإنسان ولا الانتفاع به لأن الآدمي مكرم لا مبتذل =

بلڈ بینک(Blood Bank) کا قیام

مسئلہ (۶۱۷): بلڈ بینک کے قیام سے متعلق حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمی رحمہ اللہ، مفتی دارالعلوم دیو بند فرماتے ہیں:

''جب خون کے استعمال کی گو بدرجہ مجبوری ہی گنجائش ہوگی [1]، تو چونکہ ایسی مجبوریاں اچانک بھی پیدا ہوجاتی ہیں، اور خون کی بہت زیادہ مقدار کی متقاضی ہوجاتی ہیں، جیسے ریل کے ایکسیڈنٹ کے موقع میں، یا جنگ ومحاربہ کے اندر بسا اوقات بیک وقت بہت زیادہ افراد زخمی ہوجاتے ہیں، اوران کی جان بچانے کے لیے ان سب کو خون کا انجکشن دینا ضروری ہوجاتا ہے، اور پھراس میں بھی مریض کے خون کا نمبر، اور جو خون چڑھایا جاتا ہے، اس خون کا نمبر بالکل یکساں ہونا ضروری ہوتا ہے، ورنہ بجائے نفع کے نقصان کا اندیشہ ہوجاتا ہے، اس لیے اِن اچانک پیش آمدہ ضروریات کے لیے ہر نمبر کے خون کا فراہم رکھنا بھی ضروری ہوجاتا ہے، اور مقدار کی تعیین وتحدید معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کافی مقدار میں محفوظ رکھنا

ح=فلا یجوز أن یکون شيء من أجزائه مهاناً مبتذلاً . (۳۹/۳)

ما في '' بدائع الصنائع '' : وأما عظم الآدمي وشعره فلا یجوز بیعه لا لنجاسة لأنه طاهر في الصحیح من الروایة لکن احتراماً له والابتذال بالبیع یشعر بالإهانة .(۳۳۳/۴ ، کتاب البیوع)

ما في '' رد المحتار '' : والآدمي مکرم شرعاً وإن کان کافراً فإیراد العقد علیه وابتذاله به والحاقه بالجمادات إذلال له ...... إلا أن یجاب بأن المراد تکریم صورته وخلقته ، ولذا لم یجز کسر عظام میت کافر ، ولیس ذلک محل الاسترقاق والبیع والشراء .

(۱۷۹/۷ ، کتاب البیوع ، مطلب الآدمي مکرم شرعاً ولو کافراً) (فتاوی محمودیہ:۳۴۴/۱۸)=

ضروری ہوگا، اوراس کا ایک خزانہ بنانا بھی لازم ہوگا، جس کو آج کل [کی] اصطلاح میں بینک کا نام دیا جاسکتا ہے، لأن الشيء إذا ثبت ، ثبت بجميع لوازمه- لہٰذا اِس فراہمی کے اور محفوظ رکھنے کے جو مناسب طریقے ہوں گے، اوران میں جو اَخراجات در کار ہوں گے، ان سب کو بھی حدودِ شرع میں رہتے ہوئے برداشت کرنا ہوگا۔"(۲)

مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِس فتوی کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ بلڈ بینک قائم کرنا شرعاً جائز ودرست ہے۔

الکحل ملی ہوئی ادویات کی تجارت

مسئلہ (۶۱۸): اگر ادویات میں ملایا گیا الکحل انگور اور کھجور کے علاوہ دوسری اشیاء سے کشید کیا گیا ہو، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ان دواؤں کا استعمال ضرورۃً جائز رہے گا، بشرطیکہ حدِ سکر (نشہ کی حد) تک نہ پہنچا ہو، اور علاج کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے شیخین رحمہما اللہ کے مسلک پر عمل کرنا مرخص ہوگا، تاہم اگر انگور اور کھجور سے حاصل کیا گیا ہو، تو ان دواؤں کا استعمال شدید ضرورت اور اضطرار کے علاوہ جائز نہیں، البتہ اگر یہ معلوم ہو کہ دواؤں میں ملانے کے بعد الکحل کی حقیقت اور ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے، تو ایسی صورت میں اس کی حقیقت ختم ہونے کی

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم﴾ . (سورة البقرة :۱۷۳)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/۸۹)

(۲) ما في " ترتيب اللآلي في سلك الأمالي " : الشيء إذا ثبت ، ثبت بجميع لوازمه .

(۲/۷۷۸ ، القاعدة : ۱۰۱) (منتخبات نظام الفتاوی:۱/۳۵۷)

وجہ سے ان ادویات کا استعمال بالاتفاق جائز ہوگا، لیکن یہ مسئلہ ماہرینِ فنِ طب کی مدد سے ہی حل ہوسکتا ہے۔ [۱]

بطورِ دوا حرام اشیاء کا استعمال

مسئلہ (۶۱۹): اگر کوئی مسلمان طبیبِ حاذق کہے کہ: شفا حرام چیز میں ہی منحصر ہے، اور کوئی متبادل موجود نہیں ہے، تو مجبوراً بطورِ دوا وعلاج بقدرِ ضرورت حرام اشیاء کے استعمال کی گنجائش ہے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما في " تكملة فتح الملهم " : وبهذا تبين حكم الكحول المسكرة (Alcohals) التي عمت بها البلوى اليوم فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها ، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى ما لم تبلغ حد الإسكار ، لأنها إنما تستعمل مركبة مع المراد الأخرىٰ ولا يحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى ، وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر ، إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أوالبيترول وغيره ، وحينئذ هناک فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوىٰ ؛ والله سبحانه أعلم . (۹/ ۵۰۶ ، بيروت)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : والضابط عندهم أن كل ما فيه منفعة تحل شرعاً ، فإن بيعه يجوز ، لأن الأعيان خلقت لمنفعة الإنسان . (۵/ ۳۴۳۱) (فتاوی حقانیہ:۶/ ۴۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " رد المحتار " : يجوز للعليل شرب البول والدم والميتة للتداوي إذا أخبره طبيب مسلم أن شفاءه فيه ، ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه . (۹/ ۴۷۴ ، فصل في البيع)

ما في " المحيط البرهاني " : الاستشفاء بالمحرم إنما لا يجوز إذا لم يعلم فيه شفاء أما=

مرہم، کریم اور پاوڈر کا استعمال

مسئلہ (۶۲۰): مرہم، کریم اور پاوڈر وغیرہ تجمیل وتحسین کے وہ مادے، جن میں خنزیر کی چربی کی آمیزش ہوتی ہو، لیکن عملِ کیمیائی کے ذریعے اس کی حقیقت کو فنا کردیا جاتا ہو، تو اُن پر پاکی کا حکم لگے گا، اور ان کا استعمال کرنا شرعاً جائز ہوگا۔[1]

شوگر کے مریض کے لیے انسولین کا استعمال

مسئلہ (۶۲۱): انسولین یعنی جوہرِ گُردہ سے بنائی گئی ذیابیطس (شوگر) کی خاص دوا، شوگر کے مریضوں کے لیے تداوی کے طور پر اس کا استعمال ضرورۃً جائز ہے۔[2]

= إذا علم أن فيه شفاء وليس له دواء آخر غيره فيجوز الاستشفاء به . (۱۱۶/۶ ، كتاب الاستحسان ، الفصل التاسع عشر في التداوي ، الفتاوى الهندية : ۳۵۵/۵ ، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي) (فتاویٰ محمودیہ: ۳۵۶/۱۸، کفایت المفتی: ۱۴۹/۹)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/ ۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۰)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تتقدر بقدرها . (ص/ ۸۹ ، رقم القاعدة : ۱۷۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : المراهم والكريمات ومواد التجميل التي يدخل في تركيبها شحم الخنزير ، وتطبق عليها قواعد الاستحالة ، فإن تحول الشحم الموجود فيها إلى مادة أخرىٰ بسبب التفاعلات الكيميائية فإنها طاهرة جاز استعمالها ، وإلا فلا ، وهذا ما صدرت به فتوى من الندوة الفقهية الطبية الثامنة (السابقة) نصت على : (أن المراهم والكريمات ومواد التجميل التي يدخل في تركيبها شحم الخنزير لا يجوز استعمالها إلا إذا تحققت فيها استحالة الشحم وانقلاب عينها ، أما إذا لم يتحقق ذلك فهي نجسة ، ولا يجوز استعمالها شرعاً) .

(ص/ ۲۵۲ ، المنتجات الصناعية من الخنزير)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : إن الأنسولين الخنزيري المنشأ يباح لمرض =

بواسیری مسّوں کو کاٹنا

مسئله (۶۲۲): اگر بواسیری مسّوں کو کاٹنے کی صورت میں، مریض کے ہلاک ہونے کا خوف ہو، تو بواسیری مسّوں کو کاٹنا حرام ہے، اور اگر نہ کاٹنے کی صورت میں ہلاکت کا خوف ہو، تو ان مسّوں کا کاٹنا مباح ہے، اور اعتدال کی حالت میں مکروہِ تحریمی ہے۔ (۱)

پیر یا بدن کی پھٹن کو جوڑنا

مسئله (۶۲۳): انسان کے پیروں یا بدن میں پھٹن اس قدر ہو کہ مزید بڑھنے کا اندیشہ ہو، اور ترکِ علاج پر ضرر کا خوف ہو، تو اس پھٹن کو جوڑنا درست ہے۔ (۲)

=السكر التداوي به للضرورة وبضوابطها الشرعية ، في حين يرى البعض ان هذه المادة لا تبقى على حالتها بعد استخراجها من الخنزير ، بل تتم فيها عملية الاستحالة من خلال اجراء تفعلات كيميائية معقدة ومتعددة على تلك الغدة تجعلها شيئاً آخر ، حيث انقلبت حقيقتها وتغيرت صفاتها الأساسية ، لذلك إن الانسولين يعتبر طاهراً شرعاً وحلالاً يجوز استعماله مطلقاً . (ص/۲۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۰)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : **الحالة الأولىٰ** : يحرم فيها فعله ، وذلك عند خوف الهلاك بسبب قطعه . **الحالة الثانية** : يباح فيها فعله ، وذلك عند خوف الهلاك بسبب تركه . **الحالة الثالثة** : الكراهة فيما عدا ذلك . (ص/۳۰۲ ، ۳۰۳ ، المسألة الأولى : هل يكره قطع البواسير؟ ، فقه النوازل :۲۱۴/۴ ، قضايا الطبية المعاصرة :ص/۵۳۳)

ما في " قواعد الفقه " : أكثر ما يخاف لا يكون . (ص/۶۲ ، القاعدة : ۴۷)

(۲) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : وهذه الفتوق وجدت الحاجة الموجبة لعلاجها بالرتق فهي تشتمل في كثير من الأحيان على آلام ، وقد يترتب على تركها ضرر في موضع الفتق=

تحقیق جرائم کے لیے پوسٹ مارٹم

مسئلہ (۶۲۴): شریعت اسلامیہ نے انسانی تکریم کے تحت مردہ کے لیے بھی اسی طرح کے احترام کو واجب قرار دیا ہے، جیسے زندہ کے لیے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ: ''مردہ کی ہڈی توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کے مانند ہے''۔ [1] لہٰذا جہاں پر موت کا سبب بالکل واضح اور معلوم ہو، جیسے ایکسیڈنٹ میں، اور سانپ کے کاٹنے سے ہونے والی موت میں، تو اس صورت میں پوسٹ مارٹم کرنا فضول ہے، اس لیے جائز نہ ہوگا، لیکن اگر پوسٹ مارٹم کسی ضرورت کے پیشِ نظر ناگزیر ہو جائے تو جائز ہے، مثلاً مقدمۂ جرم کی تحقیق کے لیے اور مجرم کی شناخت کرنے کے لیے، تو ایسے موقع پر بقدرِ ضرورت پوسٹ مارٹم کی گنجائش ہے۔ [2]

= أو في الجسم عامة ، والرتق يعتبر اصلاح الفساد الناشي عن الفتق ، ونظراً لهذه الحاجة وخوف الضرر فإنه يرخص للمرضىٰ والأطباء في فعله ، للقاعدة " الحاجة تنزل منزلة الضرورة " . فالمريض يعتبر محتاجا إلى جراحة الفتق لمكان الآلام وخوف الضرر المترتب على ترک الفتق بدون العلاج . (ص/۴۲۷ ، المبحث التاسع في الرتق)

ما في " قواعد الفقه " : الحاجة تنزل منزلة الضرورة . (ص/۷۵)

ما في " قواعد الفقه " : الثابت بضرورة يتقدر بقدرها . (ص/۷۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولقد كرّمنا بنيٓ ادم وحملنٰهم في البرّ والبحر﴾ . (سورة الإسراء : ۷۰)

ما في " سنن أبي داود " : عن عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : " كسر عظم الميت ككسره حياً " . (ص/۴۵۷ ، كتاب الجنائز ، باب في الحفار يجد العظم)=

مریض کی سرجری

مسئلہ (۶۲۵): اگر ماہر سرجن وڈاکٹر کو یہ غالب گمان ہے کہ اگر سرجری کی جائے گی، تو مریض ہلاک ہوجائے گا، تو اس صورت میں سرجری کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

=(۲) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (حامل ماتت وولدها حيٌّ) يضطرب (شق بطنها) من الأيسر (ويخرج ولدها) . (۱۴۴/۳، باب الجنائز)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات ، وأيضاً : الضرورات يتقدر بقدرها .

(ص/۸۹)

ما في " نوازل فقهية معاصرة " : وإن لم يكن لأحد من شرح النعش لحاجة ما فلا بأس به كمعرفة سبب الموت لتفتيش القضية ، أو لقطع الأعضاء لمن ذهب أحد أعضائه وأفتى بجوازه العلماء نظيره ما أجاز الفقهاء من شق بطه المرأة الحاملة التي ماتت وفي بطنها جنين حي لكى يخرج منه . (۱/۵۲۲ ، الطب والعلاج ، شرح النعش)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه النوازل " : رابعاً : يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية ثمانية شروط : أن تكون مشروعة .... وأن يكون الطبيب الجراح أهلاً لفعلها ، ويغلب على ظنه نجاحها ولا يوجد البديل الذي هو أخف ضرراً منها . (۲۱۴/۴)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا أراد الرجل أن يقطع اصبعا زائدة أو شيئاً آخر ، قال نصير رحمه الله تعالى : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک فإنه لا يفعل، وإن كان الغالب هو النجاة فهو فى سعة من ذلک رجل أو امرأة قطع الأصبع الزائدة من ولده .

(۳۶۰/۵ ، الباب الحادى والعشرون)

ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : شروط جواز الجراحة الطبية : الخامس : أن يغلب على ظن الطبيب نجاح العملية ، وإلا لا يجوز ، بقوله تعالىٰ : ﴿لا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (ص/۵۳۳ ، أحكام الجراحة الطبية :ص/۱۰۳)

عملِ سرجری کے لیے شرطیں

مسئله (۶۲۶): سرجن (معالج) تجربہ کار، اور مستند و معتبر ذریعہ سے سند یافتہ ہو، اور مطلوبہ اُمور یعنی عملِ جراحی (سرجری) کو انجام دینے کی پوری صلاحیت واہلیت اس کے اندر موجود ہو، اور صحیح طریقہ سے تمام اُمور کو انجام دینے میں اُسے مہارتِ تامہ حاصل ہو۔ (۱)

پردۂ بکارت کو جوڑنا

مسئله (۶۲۷): عورت کے پھٹے ہوئے پردۂ بکارت کو جوڑنا درست نہیں ہے (۲)، کیوں کہ اس سے دھوکہ (۳) اور جھوٹ (۴) کا دروازہ کھل جائے گا، جو شرعاً حرام ہے۔ (۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية أن يكون الطبيب الجراح أهلاً للقيام بها ، وأدائها على الوجه المطلوب ، ويتحقق هذا الشرط بوجود أمرين ؛ الأولى : أن يكون ذا علم ، وبصيرة بالمهمة الجراحية المطلوبة ، الثاني : أن يكون قادراً على تطبيقها ، وأدائها على الوجه المطلوب ، فأما علمه وبصيرته بالعمل الجراحي المطلوب فإنه أمر لا بد منه لأن الجاهل بالجراحة لا يحل له أن يباشر فعلها لما في ذلک من تعريض حياة المريض للهلاک فيعتبر فعله على هذا الوجه محرماً شرعاً . (ص/۱۱۲ ، المطلب الرابع ، أن تتوفر الأهلية في الطبيب)

ما في " سنن أبي داود " : ان رسول الله ﷺ قال : " من تطبّب ولا يعلم منه طب فهو ضامن". (ص/۶۳۰ ، كتاب الديات)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : الترجيح : الذي يترجح في نظري والعلم عند الله=

مردہ عورت کا پیٹ چاک کرنا

مسئلہ (۶۲۸): اگر کسی حاملہ عورت کا انتقال ہوجائے، اوراس کے پیٹ میں بچہ ہو، جس کا زندہ ہونا یقینی ہو، تو فقہائے کرام نے مردہ عورت کے پیٹ کو چاک کرکے بچہ نکالنے کی اجازت دی ہے۔(۱)

= هو القول بعدم جواز رتق غشاء البكارة مطلقاً . (ص/۴۳۲ ، مسئلة : هل يجوز رتق غشاء البكارة؟)

(۳) ما في " جامع الترمذي " : قال رسول الله ﷺ : " من غش فليس منا " . (۱/۲۴۵)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق العلماء على أن الغش حرام ، سواء أكان بالقول أم بالفعل وسواء أكان بكتمان العيب فى المعقود عليه أو الثمن أم بالكذب والخديعة ، وسواء أكان فى المعاملات أم فى غيرها من المشورة والنصيحة . (۳۱/۲۱۹)

(۴) ما في " صحيح مسلم " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدق يهدي إلى البر ، وإن البر يهدي إلى الجنة ...... وإن الكذب يهدي إلى الفجور ، وإن الفجور يهدي إلى النار ، وإن الرجل ليكذب حتى يكتب عند الله كذاباً " . (۲/۳۲۵ ، قبح الكذب)

(۵) ما في " رد المحتار " : وما كان سبباً لمحظور فهو محظور . (۹/۴۲۶)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶ ، صلة الذرائع سدًا الخ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : حامل ماتت وولدها حي يضطرب شق بطنها ويخرج ولدها . (۳/۱۳۶ ، مطلب في دفن الميت)

ما في " الفتاوى الهندية " : في فتاوىٰ أبى الليث رحمه الله تعالى فى امرأة حامل ماتت وعلم أن ما فى بطنها حي فإنه يشق بطنها من الشق الأيسر . (۵/۳۶۰ ، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم والحيوانات ، الفتاوى الخانية على هامش الهندية : ۱/۱۸۸ ، باب في غسل الميت وما يتعلق) (فتاوی حقانیہ:۳/۴۰۱)

سونا یا چاندی نگلنے والے کا پیٹ چاک کرنا

مسئلہ (۶۲۹): اگر کسی شخص نے عمداً کسی کا سونا، چاندی نگل لیا، اور ادائے ضمان کے لیے اس کے پاس مال ہو، تو اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا، اور اگر مال نہ ہو تو چاک کیا جائے گا، کیوں کہ اس نے خود اپنی عصمت وحرمت کو اپنی تعدی وزیادتی سے زائل کردیا، اور اگر سونا، چاندی غلطی سے کسی کے پیٹ کے اندر چلا گیا، تو بالاتفاق اس کا پیٹ چاک نہیں کیا جائے گا، خواہ ادائے ضمان کے لیے اس کے پاس مال ہو یا نہ ہو۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " رد المحتار " : ولو بلع مال غیره مات هل یشق ؟ قولان : والأولیٰ نعم . " فتح " . (در مختار) . وفي الشامیة : قوله : (ولو بلع مال غیره) أی ولا ماله له ، کما في الفتح وشرح المنیة ، ومفهومه أنه لو ترک مالا یضمن ما بلعه لا یشق اتفاقاً . قوله : الاولیٰ نعم ، لأنه وإن کان حرمة الآدمی أعلی من صیانة المال لکنه ازال احترامه بتعدیه کما في " الفتح " . ومفاده أنه لو سقط في جوفه بلا تعد لا یشق اتفاقاً کما لا یشق الحي مطلقاً لإفضائه إلی الهلاک لا لمجرد الاحترام . (۱۴۵/۳ ، کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة الجنائز)

ما في " بدائع الصنائع " : رجل ابتلع درة رجل فمات المبتلع فإن ترک مالاً کانت قیمة الدرة فی ترکته ، وإن لم یترک مالاً لا یشق بطنه لأن الشق حرام ، وحرمة النفس أعظم من حرمة المال ، وعلیه قیمة الدرة ، لأنه استهلکها وهی لیست من ذوات الأمثال ، فکانت مضمونة القیمة ، فإن ظهر له مال في الدنیا قضی منه ، وإلا فهو ماخوذٌ فی الآخرة .

(۵۱۷/۶ ، کتاب الاستحسان)

عضو مجروح کو داغنا

مسئلہ (۶۳۰): سرجری اور آپریشن کے بعد عضوِ مجروح سے خون بہتا رہتا ہے، تو اس کو بند کرنے کے لیے بوقتِ حاجت وضرورت داغنا جائز ہے۔ (۱)

پریکٹس کے لیے نعشوں کی چیر پھاڑ

مسئلہ (۶۳۱): آج کل دواخانوں اور بڑے بڑے ہسپتالوں میں، طب کے طلبہ کو آپریشن کی تربیت دینے کے لیے، نعشوں کی چیر پھاڑ کی جاتی ہے، جب کہ چیر پھاڑ کرنے میں میت کی بے حرمتی اور انسانیت کی توہین ہوتی ہے، اس لیے یہ عمل شرعاً جائز نہیں ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح مسلم " : عن جابر : " بعث رسول اللّٰه ﷺ إلی أبي بن کعب طبیباً فقطع منه عرقاً ثم کواه علیه " . (۲/۲۲۵ ، باب لکل داء دواء)

ما في " أحکام الجراحة الطبیة " : والأصل فی مشروعیة هذا النوع من مهمات العمل الجراحي ما ثبت فی الصحیح من حدیث جابر بن عبد اللّٰه رضی اللّٰه تعالی عنهما ، أن النبي ﷺ بعث إلی أبي بن کعب طبیباً فقطع منه عرقاً ثم کواه علیه ، فقد دلّ هذا الحدیث الشریف علی مشروعیة کي العروق عند الحاجة ، قال بعض أهل العلم رحمهم اللّٰه فی شرح هذا الحدیث : قوله : (بعث إلی أبي ...) یدل علی أنه لا یلی عمل الشيء إلا من یعرفه ، وعلی جواز الکيّ إذا صحت منفعته ودعت إلیه حاجة والنهي عنه إنما هو إذا وجد عنه غنی . (ص/۴۳۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولقد کرّمنا بنيٓ اٰدم وحملنٰهم فی البرّ والبحر﴾ .

(سورة الإسراء : ۷۰)=

مصنوعی پردۂ بکارت

مسئلہ (۶۳۲): آج کل یورپ میں مصنوعی پردۂ بکارت بنائے گئے ہیں، کہ جن عورتوں کے پردۂ بکارت زائل ہوچکے ہیں، وہ دوبارہ مصنوعی پردہ لگا کر مصنوعی باکرہ بن سکتی ہیں، اس طرح کا عمل چند وجوہات کی بنا پرنا جائز ہے:

(۱) یہ عمل اختلاطِ نسب کا سبب بن سکتا ہے، کہ عورت جماعِ سابق سے حاملہ ہو، پھر مصنوعی پردہ لگا کر شادی کرلے۔[۱]

(۲) مصنوعی پردۂ بکارت کے استعمال کی اجازت دینا، زنا کے دروازے کو کھولنے کے مترادف ہے۔[۲]

=ما في " المؤطا للإمام مالک " : قال مالک انه بلغه أن عائشة رضي اللّٰه تعالی عنها زوج النبي ﷺ کانت تقول : " کسر عظم المسلم میتاً ککسره وهو حي " . قال مالک : نعني في الإثم . (ص/۸۳ ، کتاب الجنائز ، باب ما جاء في الإختفاء النبشّ)

ما في " أوجز المسالک إلی مؤطا مالک " : قال الباجي : ترید أن له من الحرمة في حال موته مثل ماله منها حال حیاته ، وإن کسر عظامه فی حال موته یحرم کما یحرم کسرها حال حیاته ، وقد أخرج أحمد وأبو داود وابن ماجة عن عائشة رضی اللّٰه تعالی عنه ، أن النبي ﷺ قال : " کسر عظم المیت ککسره عظم الحي " .... ثم قال الباجي : یرید مالک أنهما لا یتساویان فی القصاص وغیره ، وإنما یتساویان فی الإثم . (۴/۵۸۷ ، کتاب الجنائز)

ما في " رد المحتار " : والآدمي مکرم شرعاً وإن کان کافراً ، فإیراد العقود علیه وابتذاله به والحاقه بالجمادات إذلال له .... إلا أن یجاب بأن المراد تکریم صورته وخلقته ، ولذا لم یجز کسر عظام میت کافر . (۷/۱۷۹، کتاب البیوع ، مطلب الآدمي مکرم شرعاً ولو کافراً، الفتاوی الهندیة :۵/۳۵۴ ، کتاب الکراهیة ، الباب الثامن عشر في التداوي)

(فتاوی محمودیہ:۱۸/۳۴۰،کراچی)=

(۳) قاعدۂ شرعیہ ہے کہ: ''ضرر کو ضرر کے ذریعہ زائل نہیں کیا جا سکتا''۔[۳]

(۴) اس میں سراسر دھوکہ ہے، اور دھوکہ دہی حرام ہے۔[۴]

(۵) اس میں جھوٹ کے دروازے کا کھولنا ہے، جب کہ جھوٹ شرعاً حرام ہے۔[۵]

الحجة علی ما قلنا :

=(۱) ما في '' أحکام الجراحة الطبية '' : ان رتق غشاء البکارة قد يؤدی إلی اختلاط الأنساب ، فقد تحمل المرأة من الجماع السابق ، ثم تتزوج بعد رتق غشاء بکارتها ، وهذا يؤدی إلی إلحاق ذلک الحمل بالزوج واختلاط الحلال بالحرام . (ص/۴۲۹)

(۲) ما في '' أحکام الجراحة الطبية '' : ان رتق غشاء البکارة يسهل للفتيات ارتکاب جريمة الزنا لعلمهنّ بإمکان رتق غشاء البکارة بعد الجماع . (ص/۴۲۹)

(۳) ما في '' أحکام الجراحة الطبية '' : ان من قواعد الشريعة الإسلامية أن ؛ الضرر لا يزال بالضرر ، ومن فروع هذه القاعدة : لا يجوز للإنسان أن يدفع الغرق علی أرضه بإغراق أرض غيره ، ومثل ذلک لا يجوز الفتاة وأمها أن يزيلا الضرر عنهما برتق الغشاء ويلحقانه بالزوج.
(ص/۴۳۰ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ۱/۱۱۳)

(۴) ما في '' جمع الجوامع '' : '' من غشّنا فليس منا '' . (۲۱۳/۷)

ما في '' أحکام الجراحة الطبية '' : ان مبدأ رتق غشاء البکارة مبدأ غير شرعي لأنه نوع من الغشّ ، والغشّ محرم شرعاً . (ص/۴۳۰)

(۵) ما في '' صحيح مسلم '' : عن عبد اللّٰه قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : '' إن الصدق يهدي إلی البر وإن البر يهدي إلی الجنة .... وإن الکذب يهدي إلی الفجور وإن الفجور يهدي إلی النار ، وإن الرجل ليکذب حتی يکتب عند اللّٰه کذاباً . (۳۲۵/۲ ، باب قبح الکذب)

ما في '' أحکام الجراحة الطبية '' : ان رتق غشاء البکارة يفتح أبواب الکذب للفتيات وأهليهنّ لإخفاء حقيقة السبب ، والکذب محرم شرعاً . (ص/۴۳۰)

مصنوعی اعضا کے ذریعہ پیوند کاری

مسئلہ (۶۳۳): ضرورت اور حاجت کی بنا پر مصنوعی اعضا کے ذریعہ، اعضا کی پیوند کاری کرنا جائز ہے۔ (۱)

مصنوعی بال لگوانا

مسئلہ (۶۳۴): موجودہ دور فیشن ایبل دور کہا جاتا ہے، عوام کی اکثریت فیشن ایبل اور مغربی تہذیب کی دل دادہ ہوچکی ہے، جہاں پر بہت سارے فیشن ایجاد ہوچکے ہیں، من جملہ ان کے ایک فیشن یہ ہے کہ بہت سارے مرد وعورتیں

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : يحتاج الأطباء في علاج بعض الأمراض الجراحية إلى زرع أعضاء تم صنعها لكي تقوم بمهمة العضو التالف بسبب المرض ، والحاجة الموجودة إلى زراعة هذه الأعضاء لا تخلو من حالتين ، الحالة الأولىٰ : أن تكون ضرورية ، ومن أشهر أمثلتها ما يقوم به الأطباء من وصل شرايين القلب بطعوم صناعية في حالة استئصال جزء من تلك الشرايين ، وتعذر اتصال طرفي الشريان ببعضهما نظراً لطول المسافة فيقوم الطبيب الجراح بوضع تلك القطعة المصنوعة في موضع الاستئصال لكي تقوم بمهمة الجزء التالف . الحالة الثانية : أن تكون حاجية ، ومن أشهر أمثلتها المفاصل الصناعية التي يقوم الأطباء بوضعها موضع المفصل الخلقي نظراً لإصابته بالآفة الموجبة لاستئصاله ووضع ذلك البديل مكانه كما يجري ذلك في حالة إصابته بالروماتيزم الغضروفي المزمن ، أو التهاب المفاصل التيبسى كما يسميه الأطباء . (ص/۴۲۵ ، المبحث الثامن في زرع الأعضاء المصنوعة)

ما في " الأشباه لإبن نجيم " : الضرورات تبيح المحظورات . (۱/۳۰۷ ، القاعدة الخامسة)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الحاجة تنزل منزلة الضرورة ، عامة كانت أو خاصة . (۱/۳۲۶ ، القاعدة الخامسة)

مصنوعی بال لگواتے ہیں، تاکہ خوب زینت ظاہر ہو، تو اگر مغربی تہذیب کو اپناتے ہوئے مرد وعورت کا مصنوعی بال لگانا، اس غرض سے ہو کہ زینت ظاہر ہو، تو یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ عموماً مصنوعی بال انسانوں کے ہوتے ہیں، اور انسانوں کے بال سے انتفاع گناہِ کبیرہ اور موجبِ لعنت ہے، ہاں! اگر یہ بال غیر انسان کے ہوں تو یہ عمل مکروہ ہے، رہا مرد! تو اس کے لیے اس طرح کی زینت درست ہی نہیں، چہ جائیکہ مغربی تہذیب کو آئیڈیل بنا کر اس طرح کے بالوں کو استعمال کرنا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي هريرة ، عن النبي ﷺ قال : " لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة " . (۸۷۸/۲ ، كتاب اللباس ، باب الوصل في الشعر)

ما في " سنن أبي داود " : قوله عليه السلام : " من تشبه بقوم فهو منهم " .

(ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : قال الطيبي : هذا عامٌ في الخُلق والخَلق والشعار ، و لما كان الشعار أظهر في الشبه ذكر في هذا الباب ، قلت : بل الشعار هو المراد بالشبه لا غير .

(۲۲۲/۸ ، كتاب اللباس)

ما في " رد المحتار " : وفي " الاختيار " : وصل الشعر بالشعر بشعر الآدمي حرام ، سواء كان شعرها أو شعر غيرها، لقوله عليه السلام : " لعن الله الواصلة والمستوصلة ، والواشمة والمستوشمة ، والواشرة والمستوشرة ، والنامصة والمتنمصة " . (در مختار) . وفي الشامية: قوله : (سواء كان شعرها أو شعر غيرها) لما فيه من التزوير ...... وفي شعر غيرها انتفاع بجزء الآدمي أيضاً ، لكن في " التاتارخانية " : وإذا وصلت المرأة شعر غيرها بشعرها فهو مكروه . (۴۵۴/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في النظر والمسّ)

(فتاوی حقانیہ:۵۳۶/۲، احسن الفتاوی:۷۵/۸)

زائد انگلی کٹوانا

مسئلہ (۶۳۵): بہت سے لوگوں کے بدن میں زائد انگلی رہتی ہے، جس کو وہ بذریعہ آپریشن کٹواتے ہیں، اگر اس کے کٹوانے میں غالب گمان ہلاکت کا ہو، تو اس کو نہ کٹوائے، اور اگر غالب گمان نجات وعافیت کا ہو، تو اس زائد انگلی کو کٹوا سکتے ہیں۔[1]

سرجری وآپریشن میں مریض کا عضو کاٹنا

مسئلہ (۶۳۶): دواخانوں اور ہسپتالوں میں مریض کے سرجری یا آپریشن میں اس کے کسی عضو کو کاٹ دیتے ہیں، اگر کاٹنے کی وجہ سے مریض کے ہلاک ہونے کا خوف ہو، تو قطعِ عضو (عضو کو کاٹنا) حرام ہے، اور اگر عضو کے نہ کاٹنے کی وجہ سے ہلاک ہونے کا خوف ہو، تو پھر عضو کو کاٹنا مباح ہے، اور اعتدال (نارمل ہونے) کی حالت میں مکروہِ تحریمی ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : إذا أراد الرجل أن يقطع اصبعاً زائدة أو شيئاً آخر ، قال نصير رحمه الله تعالى : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک فإنه لا يفعل وإن كان الغالب هو النجاة ، فهو سعة من ذلک . (۳۶۰/۵ ، کتاب الکراهية ، الباب الحادي والعشرون فيما يسع من جراحات بني آدم) (فتاوی محمودیہ:۳۳۴/۱۸)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ويشترط لجواز فعل القطع في هذه الأحوال أن لا يؤدي إلى ضرر أعظم من الضرر الموجودة فى الألم فإذا كان القطع يفضي إلى ذلک فإنه لا يجوز فعله للقاعدة الشرعية : الضرر لا يزال بالضرر . (ص/ ۳۱۱ ، هل يجوز قطع العصب؟)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة :۱۹۵)=

خنزیر کی کھال سے جلد کی پیوندکاری

مسئلہ (۶۳۷): عام حالات میں جلد کی پیوندکاری کے لیے خنزیر کی کھال کا استعمال جائز نہیں ہے، البتہ اضطراری و مجبوری کی صورت میں شریعت بقدرِ ضرورت ناجائز چیزوں کے استعمال کی بھی اجازت دیتی ہے۔ (۱)

=ما في " أحكام الجراحة الطبية " : **الحالة الأولىٰ** : يحرم فيها فعله ، وذلک عند خوف الهلاک بسبب قطعه . **الحالة الثانية** : يباح فيها فعله ، وذلک عند خوف الهلاک بسبب تركه . **الحالة الثالثة** : الكراهة فيما عدا ذلک . (ص/۳۰۲ ، ۳۰۳ ، المسألة الأولى : هل يكره قطع البواسير؟ ، فقه النوازل :۴/۲۱۴ ، قضايا الطبية المعاصرة :ص/۵۳۳)

ما في " قواعد الفقه " : أكثر ما يخاف لا يكون . (ص/۶۲، القاعدة : ۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنما حرّم عليكم الميتة والدّم ولحم الخنزير ومآ اهل به لغير الله ، فمن اضطرّ غير باغ ولا عاد فلآ إثم عليه إن الله غفور رحيم﴾ . (البقرة :۱۷۳)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ان نقل الأعضاء لا يخلو إما أن يكون من إنسان أو حيوان إلى إنسان ..... وأما إن كان النقل من حيوان فلا يخلو ذلک الحيوان المنقول منه العضو من حالتين ؛ الأولى : أن يكون طاهراً ، وحكم النقل الجواز ، الثانية : أن يكون نجسا ، وحكم النقل التحريم إلا عند الضرورة والله تعالى أعلم .

(ص/۴۰۲ ، ۴۰۳ ، المطلب الثاني حكم النقل العضو من حيوان إلى الإنسان)

سرجری کے ذریعہ عضو جوڑنا

مسئلہ (۶۳۸): اگر کسی حکیم یا ڈاکٹر نے سرجری کے دوران کسی عضو کو جسم سے بالکل الگ کردیا، پھر اگر دوبارہ اس عضو کو اسی جگہ پر لگانا چاہے، تو لگا سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ انسانی عضو کو جسم سے کاٹ دینے کے بعد بھی وہ پاک رہتا ہے، ناپاک نہیں ہوتا۔ (۱)

تشخیص کی فیس

مسئلہ (۶۳۹): مریض (Patient) کی تشخیص (Diagnosis) پر ڈاکٹروں کا فیس لینا جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ خلافِ مروّت نہیں ہونا چاہیے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " دراسات فقهية في قضايا طبية معاصرة " : الأعضاء المقطوعة من بدن الإنسان طاهرة لا تنجس بالقطع ، ولذلک فلا حرج شرعاً من إعادة وصلها في غير حد أو قصاص . (۱/۳۰۳ ، الخاتمه)

ما في " رد المحتار " : وفي " شرح المقدسي " : قلت : والجواب عن الإشكال أن إعادة الأذن وثباتها إنما يكون غالباً بعود الحياة إليها ، فلا يصدق انها مما أبين من الحي لأنها بعود الحياة إليها صارت كأنها لم تبن ولو فرضنا شخصاً مات ثم أعيدت حياته معجزة أو كرامة لعاد طاهراً . (۱/۳۲۱ ، مطلب في أحكام الدباغة)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : ولا شک في أن القول بجواز إعادتها هو الراجح .

(ص/۴۱۳ ، المبحث السابع في إعادة الأعضاء المبتورة)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " تنقيح الحامدية " : سئل في رجل به داء في ظهره ، اتفق مع طبيب على=

سرجری کے لیے بے ہوش کرنا

مسئلہ (۶۴۰): مریض کی سرجری کے لیے اسے انجکشن دے کر، یا کسی اور دوا کے ذریعہ بے ہوش کرنا شرعاً جائز ہے۔[1]

= مداواته وجعل له أجرة ، ولم يضرب له مدة ، وداواه ويريد الطبيب أجرة مثله ، وما أنفقه من ثمن الأدوية ، فهل له ذلک ؟ الجواب: نعم . (۲/ ۱۵۱ ، بحوالہ فتاوی حقانیہ:۶/۲۶۲)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على جواز استيجار الطبيب للعلاج ، لأنه فعل يحتاج إليه وماذون فيه شرعاً ، فجاز الاستيجار عليه ، كسائر الأفعال المباحة . (۱۲/ ۱۳۷)

ما في " المحلى شرح المجلیٰ " : مسألة : وجائز أن يستأجر الطبيب لخدمة أيام معلومة ، لأنه عمل محدود . (۹/ ۱۶) (فتاوی حقانیہ:۶/۲۶۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام الجراحة الطبية " : نص بعض الفقهاء المتقدمين على جواز استعمال المواد المخدرة عند الحاجة إليها للجراحة ، كما في قطع اليد والرجل وغيرها من المهمات الجراحية التی يحتاج المريض فيها إلى التخدير . (ص/ ۲۸۶ ، جواز التخدير للجراحة)

ما في " روضة الطالبين للنووي " : ولو احتيج في قطع اليد المتآكلة إلى زوال عقله هل يجوز ذلک ؟ يخرج على الخلاف في التداوي بالخمر، قلت : الأصح الجواز . (۸/ ۴۸۶)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قال ابن تيمية : كل ما يُغيّب العقل فإنه حرام ، وإن لم تحصل به نشوة ولا طرب ، فإن تغييب العقل حرام بإجماع المسلمين ، إلا لغرض معتبر شرعاً .

(۱۱/ ۳۴ ، تخدير)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . (ص/ ۸۹)

میڈیکل سرجری

مسئلہ (۶۴۱): میڈیکل سرجری (Medical Surgery) مطلقاً جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے جواز کی چند شرطیں ہیں:

(۱) سرجری مشروع ہو، (۲) مریض اس کا محتاج ہو، (۳) مریض کی اجازت سے ہو، (۴) سرجری کرنے والا ڈاکٹر اس کا اہل ہو، (۵) سرجری کی کامیابی کا غالب گمان ہو، (۶) اس کا کوئی ایسا بدل موجود نہ ہو جو اس سے کم تکلیف دہ ہو، (۷) اس کے کرنے پر مصلحت مرتب ہو، (۸) اور سرجری پر مرتب ہونے والا ضرر مرض کے ضرر سے زیادہ نہ ہو، یہ تمام شرطیں پائی جائیں، تو میڈیکل سرجری جائز ہے، ورنہ نہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه النوازل " : رابعاً : يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية ثمانية شروط : أن تكون مشروعة ، ويحتاج إليها المريض ، ويأذن بفعلها ، وأن يكون الطبيب الجراح أهلاً لفعلها ، ويغلب على ظنه نجاحها ، ولا يوجد البديل الذى هو أخف ضرراً منها ، وان تترتب المصلحة على فعلها ، ولا يترتب عليها ضرر أعظم من ضرر المرض الجراحی .

(۲۱۴/۴ ، أحكام الجراحة ، وثيقة رقم :۲۷۵)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا أراد الرجل أن يقطع اصبعاً زائدة أو شيئاً آخر ، قال نصير رحمه الله : إن كان الغالب على من قطع مثل ذلک الهلاک فإنه لا يفعل ، وإن كان الغالب هو النجاة فهو في سعة من ذلک ، رجل أو امرأة قطع الأصبع الزائدة من ولده ، قال بعضهم : لا يضمن ولهما ولاية المعالجة ، وهو المختار ، ولو فعل ذلک غير الأب والأم فهلک كان ضامناً ، والأب والأم إنما يملكان ذلک إذا كان لا يخاف التعدي والوهن في اليد . كذا في الظهيرية . (۳۶۰/۵ ، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات الخ ، أحكام تجميل النساء :ص/۳۹۲ ، أحكام الجراحة الطبية :ص/۱۰۳)

(فقه القضايا الطبية المعاصرة :ص/۵۳۳)

سرجری سے ہونے والا ضرر

مسئلہ (۶۴۲): اگر سرجری پر مرتب ہونے والا ضرر موجودہ مرض کے ضرر سے کم ہو، تو اس صورت میں سرجری کرواسکتے ہیں۔ (۱)

سرجن پر ضمان

مسئلہ (۶۴۳): سرجن (Surgen) میں دوشرطوں کا ہونا ضروری ہے، اگران میں سے کوئی شرط مفقود ہوجائے، تو پھر سرجن ضامن (Cuarantor) ہوگا، ورنہ نہیں، اور وہ دو شرطیں یہ ہیں: (۱) سرجن اپنے فن میں بصیرت ومہارت (Goodat) رکھتا ہو۔ (۲) اس نے علاج (Treatment) میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کی ہو، کیوں کہ بلا بصیرت ومہارت علاج بھی نارواں ہے، اور بصیرت وحذاقت کے باوجود کوتاہی بھی ناقابلِ قبول اورموجبِ ضمان ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فقه القضايا الطبية المعاصرة " : أن لا يترتب على فعلها ضرر أكبر من ضرر المرض الموجود . (ص/۵۳۳ ، شروط جواز الجراحة)

ما في " أحكام الجراحة الطبية " : أن لا يترتب على فعلها ضرر أكبر من ضرر المرض ، مما يشترط لجواز فعل الجراحة الطبية ألا تشتمل على ضرر أكبر من ضرر المرض الجراحي ، فإن اشتملت على ذلک حرم على الطبيب الجراح فعلها لما فيه من تعريض الأرواح والأجساد للضرر الأكبر ، ووجب على المريض البقاء على الضرر الأخف ، والامتناع عن فعل الجراحة المشتملة على الالقاء بالنفس إلى الهلاک والتلف . (ص/۱۲۴ ، المطلب الثامن)

ما في " قواعد الفقه " : إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضرراً بارتكاب أخفهما .

(ص/۵۶ ، فقه النوازل : ۲۱۴/۴ ، أحكام الجراحة)=

ڈاکٹر سے باز پرس

مسئلہ (۶۴۴): ڈاکٹر اور اس کے معاونین یا تو حکومتِ وقت کے اجیرِ خاص ہوتے ہیں، یا مریض اور اس کے اہل کے اجیرِ خاص ہوتے ہیں، بہر دو صورت ان سے، ان کی ذمہ داریوں کی بابت باز پرس ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

=(۲) ما في " زاد المعاد في هدي خير العباد " : طبيب حاذق أعطى الصنعة حقها ولم تجن يده فتولّد من فعله المأذون فيه من جهة الشارع ومن جهة من يطبُّه تلف العضو أو النفس ، أو ذهاب صفة فهذا لا ضمان عليه اتفاقا . (۱۰۹/۳ ، أنواع المطببين)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : حجم أو ختن أو بزغ وتلف لم يضمن إلا إذا تجاوز المعتاد . (۸۹/۵ ، نوع في الحجام والبزاغ)

ما في " الشرح الصغير " : وكذا الختان وقلع الفرس والطب فلا ضمان إلا بالتفريط .
(۴۷/۴ ، بحوالہ جدید فقہی مباحث: ۵۸/۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مختصر القدوري " : والأجير الخاص يستحق الأجرة بتسليم نفسه فى المدة وإن لم يعمل كمن استأجر رجلاً شهراً للخدمة ، أو لرعي الغنم ، ولا ضمان على الأجير الخاص فيما تلف في يده ولا في ما تلف من عمله إلا أن يتعدىٰ فيضمن .
(ص/۲۸۰ ، كتاب الإجارة ، الهداية :۲۹۴/۳ ، باب ضمان الأجير ، البحر الرائق :۴۶/۸ ، باب ضمان الأجير ، تبيين الحقائق : ۱۳۷/۶ ، كتاب الإجارة ، باب ضمان الأجير)

مریض کی صحت یابی پر انعام

مسئلہ (۶۴۵): کوئی ڈاکٹر کسی مریض کے علاج پر یہ شرط لگائے کہ اگر مریض میرے علاج سے صحت یاب ہو جائے، تو مجھے اتنا انعام دیا جائے، تو یہ عقدِ جعالہ کی ایک صورت ہے، جو ''مشارطۃ الطبیب'' کہلاتی ہے، یہ صورت ائمۂ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک، امام احمد رحمہم اللہ) کے نزدیک جائز اور درست ہے [۱]، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عقدِ جعالہ جائز نہیں ہے، مگر اس کی چند صورتیں مستثنیٰ ہیں، یعنی وہ جائز ہیں، جیسے غلامِ آبق (بھگوڑے غلام) کے پکڑنے پر انعام طے کرنا، عقدِ سمسرہ (دلالی کا معاملہ) اور تنفیل (امام المسلمین کا گھڑ سوار یا پیدل مجاہد کو اس کے حصہ سے کچھ زائد دینا) وغیرہ، یہ صورتیں ''حاجاتِ ناس'' کے تحت جائز قرار دی گئی ہیں [۲]، ڈاکٹر مولانا اعجاز احمد صمدانی (P.H.D) اپنی کتاب ''مالی معاملات پر غرر کے اثرات'' میں رقم طراز ہیں:

''اس مسئلہ سے متعلق دلائل پر غور کرنے کے بعد راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ائمۂ ثلاثہ کا قول راجح ہے، یعنی یہ عقد شرعاً جائز ہونا چاہیے'' [۳]، ڈاکٹر صاحب نے اس مسئلہ میں بہت ساری وجوہِ ترجیح بھی بیان کی ہے، من جملہ ان ترجیحات کے ایک ''حاجۃ الناس'' بھی ہے، اسی کو بنیاد بناتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ احناف کے نزدیک بھی یہ صورت، دیگر جائز صورتوں کی طرح جائز ہونی چاہیے۔ [۴]

الحجة على ما قلنا : =

....

....

....

....

....

=(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي سعيد قال : انطلق نفر من أصحاب النبي ﷺ في سفرة سافروها حتى نزلوا على حيّ من أحياء العرب فاستضافوهم فأبوا أن يضيفوهم فلدغ سيد ذلک الحي فسعوا له بكل شيء لا ينفعه شيء ، فقال بعضهم : لو أتيتم هؤلاء الرهط الذين نزلوا لعله أن يكون عند بعضهم شيء ، فأتوهم فقالوا : يا أيها الرهط ! إن سيدنا لدغ وسعينا له بكل شيء لا ينفعه ، فهل عند أحد منكم من شيء ؟ فقال بعضهم : نعم ! والله إني لأرقى ، ولكن والله لقد استضفناكم فلم تضيفونا فما أنا براق لكم حتى تجعلوا لنا جُعلاً فصالحوهم على قطيع من الغنم .... فقدموا على رسول الله ﷺ فذكروا له ، فقال : وما يدريک أنها رقية ، ثم قال : قد أصبتم ، أقسموا واضربوا لي معكم سهماً ، فضحک النبي ﷺ . (۱/ ۳۰۴ ، كتاب الإجارة ، باب ما يعطى في الرقية)

(۲) ما في " الفقه الإسلامی وأدلته " : لا تجوز الجعالة عند الحنفية لما فيها من الغرر رأي جعالة العمل والمدة قياساً على سائر الإجارات التى يشترط لها معلومية العمل والماجور ، والأجرة والمدة وإنما أجازوا فقط استحساناً دفع الجعل لمن يرد العبد الآبق . (۵/ ۳۸٦۴)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : مثل قول القائل : من رد عليّ دابتي الشاردة أو متاعي الضائع أو بنى لي هذا الحائط أو حفر لي هذا البئر حتى يصل إلى الماء أو خاط لي قميصاً أو ثوباً فله كذا . (۵/ ۳۸٦۴ ، الفصل الرابع ، الجعالة)

ما في " الفتاوى البزازية على هامش الهندية " : ان عمل إجارة السمسار والمنادي والحمامي والصكاک وما لا يقدر فيه الوقت ولا مقدار العمل لما كان للناس به حاجة جاز .

(۵/ ۴۰ ، كتاب الإجارة)

(۳ ، ۴) (مالی معاملات پرغرر کے اثرات:ص/۱۲۳-۱۲۵، جدید معاشی نظام میں اسلامی قانونِ اجارہ:ص/۱۰٦)

کتاب الضمان

☆......ضمان کے مسائل......☆

قاتل شخص کی ضمانت

مسئلہ (۶۴۶): کوئی شخص قتل (Murder) کے جرم میں گرفتار ہوا ہو، اور حقیقتاً اسی نے قتل بھی کیا ہو، اور بعض حضرات اس کی ضمانت کروا رہے ہیں، تو اُن کا یہ عمل جائز ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں قاتل (ظالم) اور مقتول (مظلوم) دونوں کے ساتھ ہمدردی کا حکم ہے، قاتل کی ہمدردی یہ ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے[1]، اگر اس کے رہائی کی توقع ہو، تو اس کی ضمانت لے لیں، یہ بھی اس کی ہمدردی میں داخل ہے، لیکن اس کو بے قصور قرار دینے کی کوشش کرنا یہ جائز نہیں ہے، یہ ظلم کی اعانت ومدد ہے جو حرام ہے۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحیح البخاري " : عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : " انصر أخاک ظالماً أو مظلوماً " . قال : یا رسول الله ﷺ ! هذا ننصره مظلوماً ، فکیف ننصره ظالماً ؟ قال : "تأخذ فوق یدیه" . (۱/ ۳۳۱ ، باب أعن أخاک ظالماً أو مظلوماً ، رقم : ۲۴۴۴)

ما في " فتح الباري " : قوله : (فقال : تأخذه فوق یدیه) کفی به عن کفه عن الظلم بالفعل إن لم یکف بالقول ، وعبر بالفوقیة إشارة إلی الأخذ بالاستعلاء والقوة . (۵/ ۱۱۷)

ما في " الموسوعة الفقهیة " : یجب إعانة المسلمین بدفع الضرر العام أو الخاص عنهم ، لقول الله تعالی : ﴿وتعاونوا علی البرّ والتقویٰ ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ . ولقول رسول الله ﷺ : " المسلم أخو المسلم ؛ لا یظلمه ولا یُسلِمه ، ومن کان في حاجة=

ورثاء کا دیت استعمال کرنا

مسئلہ (۶۴۷): اگر کوئی شخص گاڑی چلا رہا ہو، اور دوسرا شخص اس کی زد میں آ کر ہلاک ہوجائے، اور کوتاہی گاڑی چلانے والے کی ہو، تو یہ صورت قتلِ خطا کے زمرہ میں آتی ہے، اوراس میں بھی شرعاً دیت یعنی مہلوک کا مالی ہرجانہ واجب ہوتا ہے، شرعاً اس کی دیت سواونٹ مقرر کی گئی ہے، جس کی ایک اچھی خاصی بڑی قیمت ہوتی ہے، لہٰذا ہلاک ہونے والے کے ورثاء کا اس رقم کا لینا اوراس کا استعمال کرنا شرعاً درست ہے۔ [1]

= أخيه كان اللّٰه في حاجته ". وكلما كان هناک رابطةُ قَرابةٍ أو حِرفةٍ كان التعاون بينهم أوجب . (۵/۱۹۶، ۱۹۷، إعانة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما في " روح المعاني " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ فيعم النهي كل ما هو مقولة الظلم والمعاصي ، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام .

(۸۵/۴ ، أحكام القرآن للجصاص: ۲/۲۸۱)

ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر رضى اللّٰه تعالى عنه ، عن النبي ﷺ بمعناه قال : " ومن أعان على خصومة بظلم فقد باء بغضب من اللّٰه " . (۲/۵۰۶ ، باب الرجل يعين)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تأخذ الإعانة على الحرام حكمه ، مثل الإعانة على شرب الخمر ، وإعانة الظالم على ظلمه . (۵/۱۹۷) (فتاویٰ محمودیہ:۱۹/۵۹۳، ۵۹۴، کراچی)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وجزآء سيّئةٍ سيّئةٌ مثلها فمن عفا وأصلح فأجره على اللّٰه﴾ .

(سورة الشوریٰ : ۴۰)

ما في " حاشية الهداية " : إنما وجبت الدية في الخطأ بخلاف القياس لأن القتل أعظم العقوبات والخاطي معذور فيتعذر إيجاب المال عليه ، ونفس المقتول محرمة لا يسقط حرمتها بعذر=

ورکشاپ سے سامان گم ہونے پر ضمان

مسئلہ (۶۴۸): اگر کوئی کمپنی یا ادارہ؛ اپنی مشین یا گاڑی میں خرابی پیدا ہونے پر لگنے والا سامان پہلے ہی ورکشاپ والے کو دیدے، تو یہ سامان ورکشاپ والے کے پاس امانت ہے، اگر اس کے ضائع یا گم ہونے میں اس کی طرف سے تعدی وزیادتی پائی جائے، تو وہ ضامن ہوگا، ورنہ نہیں۔ (۱)

= الخطأ فوجب المال صيانة للدم عن الهدر منه . (۲/۵۴۴ ، كتاب الجنايات ، رقم الحاشية : ٦)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن من قتل مؤمناً خطأ فعليه الدية والكفارة ..... ويجري هذا الحكم على الكافر والمعاهد . (۳۲/۳۲۸ – ۲۸۱)

ما في " الفتاوى الهندية " : الراكب ضامن لما وطئت الدابة وما أصابت بيدها أو رجلها أو رأسها أو كدمت أو خبطت وكذا إذا صدمت . (٦/٥٠ ، الهداية : ۲/۵۹۴ ، فتاوى النوازل : ص/۴۴۳) (قاموس الفقہ : ۲/۲۰۲، کتاب الفتاوی: ۵/۳۹۲، ۳۹۳، نعیمیہ)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ضمان العين المستأجرة : تعتبر يد المستأجر على العين المستأجرة في إجارة المنافع يد أمانة فلا يضمن ما يتلف بيده إلا بالتعدي أو التقصير في الحفظ ، ويتقيد في الانتفاع بمقتضى العقد وما شرط فيه وما جرى به العرف .

(۵/۳۸۴۷ ، كتاب الإجارة ، المحث الخامس ضمان العين المستأجرة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تضمين الأجير المشترك – اتفق الفقهاء على أن الأجير المشترك إذا تلف عنده المتاع بتعدٍ أو تفريط جسيم يضمن . (۱/۲۹۷ ، اجاره)

(مالی معاملات پر غرر کے اثرات: ص/۱۴۳)

دھوبی سے کپڑا گم ہوجائے

مسئلہ (۶۴۹): بہت سے لوگ دھوبی کے پاس کپڑا دھلواتے ہیں، لیکن بسا اوقات دھوبی کے پاس سے کپڑا گم ہوجاتا ہے، اگر دھوبی کی لاپرواہی سے کپڑا گم ہوگیا ہے، تو دھوبی ضامن ہوگا[۱]، اور اگر دھوبی کی طرف سے کسی تعدی وزیادتی کے بغیر کپڑا گم ہوجائے، تو پھر اس صورت میں دھوبی ضامن نہ ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " النتف في الفتاوی " : أحدها أن يكون هلاكه من جناية يده فإنه يضمن متفقاً عليه مثل الصباغ يفسد الثوب في صباغته والقصار يفسد الثوب في قصارته ، والنساج يفسد الثوب في حياكته ونحوها . (ص/۳۴۰)

ما في " تبيين الحقائق " : الأجير المشترک من يعمل لغير واحد ، والمتاع في يده غير مضمون بالهلاک وما تلف بعمله كتخريق الثوب من دقه ، وزلق الحمال وانقطاع الحبل الذي يشد به الحمل وغرق السفينة من مدها مضمون. (۱۳۸/۶ ، كتاب الإجارة)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : الأجير المشترک من يعمل لا لواحد كالخياط ونحوه ولا يستحق المشترک الأجر حتى يعمل كالقصار ولا يضمن ما هلک في يده وإن شرط عليه الضمان . (۷۵/۹) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۵۲۹،کراچی)

دھوبی کی طرف سے کپڑوں کی تبدیلی

مسئلہ (۶۵۰): کبھی کبھی دھوبی دوسرے آدمی کا کپڑا کسی دوسرے کو دیدیتا ہے، یعنی کپڑوں میں تبدیلی ہوجاتی ہے، تو اِس دوسرے شخص کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اور کا کپڑا استعمال کرے [۱]، بلکہ اسے واپس کرنا ضروری ہے، اور چوں کہ اس صورت میں دھوبی کی طرف سے کوتاہی پائی گئی ہے، اس لیے وہ ضامن ہوگا۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : قال النبي ﷺ : " لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب من نفسه" . فلا يصح مع الكراهة والهزل والخطأ . (۵/۵۳۸ ، كتاب الإجارة)

(۲) ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق الفقهاء على أن الأجير المشترک إذا تلف عنده المتاع بتعدٍّ أو تفريط جسيم ، يضمن . (۱/۲۹۷ ، تضمين الأجير المشترک)

ما في " الفتاوى الهندية " : ثم إذا وجب الضمان على الأجير المشترک عندهما ، ..... وما هلک في يده بعمله كالقضاء إذا دق الثوب فتحرق أو ألقاه في النار فأحترق أو الحمال إذا تعثر فهو ضامن عند علمائنا الثلاثة . (۴/۴۹۸ ، ۴۹۹ ، كتاب الإجارة ، الباب الثامن والعشرون ، رد المحتار : ۹/۷ ، كتاب الإجارة ، الأجير المشترک)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : وأما الأجير المشترک وهو الذي يعمل لعامة الناس أو هو الذي يستحق الأجرة بالعمل لا بتسليم النفس كالصانع والصابغ والقصار ونحوهم فقد اختلفوا فيه ، فقال أبوحنيفة وزفر والحسن بن زياد والحنابلة في الصحيح من مذهبهم ، والشافعي في الصحيح من قوليه إلا أنه لم يكن يفتى به لفساد الناس : أن يده يد أمانة كالأجير الخاص ، فلا يضمن ما تلف عنده إلا بالتعدي أو التقصير ...... وقال الصاحبان وأحمد في رواية أخرىٰ ، يد الأجير المشترک يد ضمان فهو ضامن لما يهلک في يده ، ولو بغير تعد=

تفریحی امور

ٹی وی پر کرکٹ میچ

مسئلہ (۲۵۱): ٹی وی پر کرکٹ میچ دیکھنا بے شمار منکرات ومفاسد، مثلاً نیم عریاں عورتوں کا اسکرین پر دکھائی دینا(۱)، اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت کا فوت ہونا(۲)، مساجد جو عبادت کی جگہیں ہیں، ان میں اسی موضوع پر تذکرے وتبصرے کا ہونا(۳)، وغیرہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اس لیے کرکٹ میچ کو ٹی وی پر دیکھنا دکھانا، اور اس پر بحث ومباحثہ کرنا یہ سب معصیت کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون(۴)، اور زندگی کے قیمتی اوقات کو ضائع کرنے میں داخل ہے، جب کہ یہ دونوں چیزیں (تعاون علی الاثم اور ضیاعِ وقت) شرعاً ممنوع ہیں۔

= أو تقصير منه إلا إذا حصل الهلاک بحريق غالب عام، أو غرق غالب ونحوهما، .... قال البغدادي عن بعض كتب الحنفية، وبقول الصاحبين يفتى اليوم لتغير أحوال الناس، وبه يحصل صيانة أموالهم. (۳۸۴۷/۵، كتاب الإجارة، المبحث الخامس، ضمان العين المستأجرة، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: ۱۲۰/۳)

والحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "القرآن الكريم": ﴿يٰبني اٰدم قد أنزلنا عليكم لباسًا يُواري سواٰتكم وريشًا﴾.

(سورة الأعراف: ۲۶)

ما في "الصحيح لمسلم": عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: "صنفان من أهل النار لم أرهما قوم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات مميلات =

....

....

....

....

....

....

=مائلات رؤسهنّ كأسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها ، وإن ريحها لتوجد من مسيرة كذا وكذا " . (۲/۲۰۵، كتاب اللباس)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عبد الرحمن بن سعيد الخدري ، عن أبيه ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : " لا ينظر الرجل إلى عورة الرجل ، ولا المرأة إلى عورة المرأة ، ولا يفضي الرجل إلى الرجل في ثوب واحد ، ولا تفضي المرأة إلى المرأة في ثوب واحد " .

(۱/۱۵۴، باب تحريم النظر إلى عورات)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : وأما أحكام الباب ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۱/۱۵۴)

(۲) ما في " رد المحتار " : (والجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال الزاهدي : أرادو بالتأكيد الوجوب . در مختار . وفي الشامية : وفي النهر عن المفيد : الجماعة واجبة .

(۲/۲۸۷، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، بيروت)

(۳) ما في " مشكوة المصابيح " : وعن الحسن مرسلاً قال : قال رسول اللّٰه ﷺ : " يأتي على الناس زمان يكون حديثهم في مساجدهم في أمر دنياهم ، فلا تجالسوهم فليس لله فيهم حاجة " . (ص/۷۱)

ما في " البحر الرائق " : الكلام المباح في المسجد مكروه يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب . (۲/۴۷۷)

(۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۱)

ما في " رد المحتار " : " ما كان سببا لمحظور فهو محظور " . (۵/۲۳۲، مكتبه نعمانيه ديوبند)

ٹی وی پر دینی پروگرام

مسئلہ (۶۵۲): شرعِ اسلامی میں جاندار کی تصویر سازی حرام ہے، آپ ﷺ نے اس پر سخت وعید بیان فرمائی ہے، اور چوں کہ ٹیلی ویژن میں جاندار کی تصویریں ہوتی ہیں، اس لیے ٹیلی ویژن دیکھنا شرعاً جائز نہیں ہے(۱)، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ٹیلی ویژن کو اچھے مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، مثلاً: اس پر دینی پروگرام وغیرہ دیکھنا، تو اُن کا یہ خیال- **اثمهما اکبر من نفعهما**- کے قبیل سے ہونے کی بنا پر لغو ہے۔ نیز ٹیلی ویژن چوں کہ آلاتِ لہو ومعصیت میں سے ہے، اس لیے اس پر دینی پروگرام کا دیکھنا بھی شرعاً درست نہیں ہے۔(۲)

والحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الصحیح لمسلم " : عن النبي ﷺ قال : " لا تدخل الملائکة بیتاً فیه کلب ولا صورة " . (۲/۲۰۰)

ما في " شرح النووي علی هامش مسلم " : قال أصحابنا وغیرهم من العلماء : تصویر صورة الحیوان حرام شدید التحریم ، وهو من الکبائر ، لأنه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید ، المذکور في الأحادیث ، وسواء صنعه بما یمتهن أو بغیره ، فصنعته حرام بکل حال ، لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالی ، وسواء کان في ثوب أو بساط أو دراهم أو دینار أو فلس أو إناء أو حائط أو غیرها. (۷/۲۱۰، بیروت)

ما في " تکملة فتح الملهم " : هذا الحدیث یدل علی أن تصویر ذوي الأرواح واتخاذ الصور في البیوت ممنوع شرعاً ، واتفق علیه جمهور الفقهاء . (۱۰/۱۳۴)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولا تتخذوٓا اٰیٰت الله هزوًا﴾ . (سورة البقرة : ۲۳۱)

ما في " حاشیة القونوي " : أي لا تصیروا آیات الله مکان هزوا أو الهزء نفسه مبالغة لفرط انهماکهم بالأعراض عنها وعدم التأمل ، وهذا هو التهاون ، ولذا عطف علی الأعراض =

ٹی وی پرناچ گانا

مسئلہ(۶۵۳): ناچ گانا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، لہٰذا ٹیلی ویژن پر ان کو دیکھنا، دکھانا، سننا، سنانا، اور اس طرح کے پروگراموں میں کام کرنا، معصیت کے کاموں میں تعاون کرنا ہے، جو شرعاً ناجائز اور گناہ ہے۔[۱]

=التهاون وأشار إلى أنه كناية عن الأعراض عن العمل بمقتضاها . (۲۷۲/۵، بيروت)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتك وأجلب عليهم بخيلك ورجلك وشاركهم في الأموال والأولاد﴾ . (سورة الإسراء :۶۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿بصوتك﴾ روي عن مجاهد أنه الغناء واللّهو ، وهما محظوران ، وأنهما من صوت الشيطان . (۲۶۶/۳)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضلّ عن سبيل الله بغير علم ، ويتخذها هزواً ، أولٰئك لهم عذاب مهين﴾ . (سورة لقمٰن :۶)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قلت : هذه إحدى الآيات الثلاث التي استدل بها العلماء على كراهة الغناء والمنع منه . (۵۱/۱۴)

ما في " صحيح البخاري " : قال النبي ﷺ : " ليكوننّ من أمتي قوم يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف". (ص/۱۰۲۲ ، كتاب الأشربة)

ما في " رد المحتار " : قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر ، أي بالنعمة ، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر . (۴۲۵/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، قبيل فصل في اللبس ، كذا في البحر الرائق : ۳۴۶/۸ ، الكراهية ، قبيل فصل في اللبس ، مجمع الأنهر :۲۱۸/۴، الكراهية)

ما في " الفتاوى الهندية " : قال الحلواني رحمه الله تعالى : السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام لا يجوز القصد إليه ، والجلوس عليه ، وهو الغناء والمزامير .

(۳۵۲/۵ ، كتاب الكراهية ، الغناء في الغناء واللّهو وسائر المعاصي)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة :۲)=

کمپیوٹر اور موبائل پر فلم بینی

مسئلہ(۶۵۴): فلم دیکھنا خواہ ٹی وی، کمپیوٹر، موبائل پر ہو، یا کسی اور جگہ، بہر حال ناجائز وممنوع ہے، کیوں کہ اس میں مرد وعورت کا اختلاط، عورتوں کے کھلے چہروں اور برہنہ بازؤوں وغیرہ کی نمائش [۱]، گانا بجانا، گانا سننا، لہوولعب، غفلت عن ذکراللہ [۲]، اضاعتِ مال واضاعتِ وقت [۳]، جیسے منکراتِ شرعیہ موجود ہیں۔

=ما في " روح المعاني " : فیعم النهي کل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي . (۸۵/۴)

والحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الکریم " : ﴿یا أیها النبي قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنین یدنین علیهنّ من جلابیبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما في " أحکام القرآن للجصاص " : في هذه الآیة دلالة علی أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبیین ، وإظهار الستر والعفاف ، لئلا یطمع أهل الریب فیهنّ . (۴۸۶/۳)

ما في " صحیح البخاري " : عن عقبة بن عامر ، أن رسول اللّٰه ﷺ قال : " إیاکم والدخول علی النساء " . فقال رجل من الأنصار : یا رسول اللّٰه ! أفرأیت الحمو ؟ قال : " الحمو الموت " . (۷۸۷/۲ ، کتاب النکاح ، باب لا یخلونّ رجل بامرأة)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : الخلوة بالأجنبیة حرام . (۴۴۸/۹)

(۲) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ومن الناس من یشتري لهو الحدیث لیضل عن سبیل اللّٰه بغیر علم ویتخذها هزوا ، اولٰئک لهم عذاب مهین﴾ . (سورة لقمٰن : ۶)

ما في " روح المعاني " : روي عن الحسن : " کل ما شغلک عن عبادة اللّٰه تعالی وذکره من السمر والأضاحیک والخرافات والغناء ونحوها " . (۱۰۲/۱۲)

ما في " الدر المنثور للسیوطي " : ﴿ومن الناس من یشتري لهو الحدیث﴾ قال : هو الغناء ، وکل لعب ولهو . (۳۰۷/۵)

ما في " الدر المختار مع الشامیة " : وفي البزازیة : استماع صوت الملاهي کضرب قصب=

الرسالۃ (پیغام) نامی فلم

مسئلہ (۶۵۵): ایک فلم جو"الرسالۃ/ پیغام" کے نام سے رِیلیز (Release) ہوئی ہے، جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روپ میں ایک عیسائی نے کام کیا ہے، نیز آپ ﷺ کو ایک سائے کی طرح بتلایا گیا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر میں ایک سایہ اینٹیں اٹھارہا اور رکھ رہا ہے، اس فلم کا دیکھنا، دکھانا سب ناجائز وحرام ہے، نیز یہ ایک یہودی سازش ہے، کہ جس ذات نے تصویر کی حرمت بیان کی ہو اسی کی تصویر، خواہ سائے کی شکل میں ہو(۱)، امت کے سامنے پیش کی جائے، تاکہ لوگ اس سائے کو بہ نگاہِ احترام دیکھے(۲)، اور مسلمانوں کے گھروں میں تصویریں عام ہوجائیں، اور شرک کا دروازہ کھل جائے، کیوں کہ دنیا میں شرک کا وجود اسی طرح سے ہوا، کہ اولاً شیطان نے صلحاء کی تصویریں بنانے پر لوگوں کو آمادہ کیا، تاکہ عبادت میں دل جمعی ونشاط پیدا ہو، پھر بعد کے لوگوں سے کہا کہ تمہارے آباء واَجداد انہی تصویروں کی عبادت کیا کرتے تھے،

= ونحوه حرام، لقوله عليه السلام : " استماع صوت الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذّذ بها كفر " . (۹/۴۲۵ ، كتاب الحظر والإباحة)

(۳) ما في " القرآن الكريم " :﴿إن المبذّرين كانوٓا اِخوان الشيطين ، وكان الشيطن لربه كفورًا﴾ . (سورة الإسراء :۲۷)

ما في " صحيح البخاري " : عن جابر رضي الله عنه قال :" نهى رسول الله ﷺ عن إضاعة المال " . (۱/۳۲۵ ، كتاب الخصومات)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿أفحسبتم أنما خلقنكم عبثاً﴾ . (سورة النور:۱۱۵)

ما في " حاشية القونوي على تفسير البيضاوي " : توبيخ على تغافلهم ، وعبثاً أي انا لم نخلقكم تلهيا بكم ، وإنما خلقناكم لنعيدكم ، ونجازيكم على أعمالكم . (۱۳/۲۳۸)=

لہٰذا تم بھی انہی کی عبادت کرو[۳]، اور اس طرح بت پرستی عام ہوئی، نیز اس طرح کی فلم سازی کا مقصد آپ ﷺ، اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین ہے، جس کا انجام بہت ہی برا ہوگا۔[۴]

والحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقالوا لا تذرُنّ الهتكم ولا تذرُنّ ودًّا ولا سُواعًا ولا يَغوث ويَعوقَ ونَسرًا﴾ . (سورة النوح :۲۳)

ما في " بيان القرآن للتهانوي " : قوله تعالى : ﴿ولا تذرنّ ودًّا﴾ لما كان هذا مآل اتخاذ صورهم مع إباحة نفس التصوير ، حينئذٍ دل على أن الاهتمام بحفظ آثار الصلحاء إذا خيف منه مفسدة يجب تركه . (۲/۴۳، حاشية مسائل السلوك)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن عائشة رضي اللّٰه تعالى عنها ، أن أم حبيبة ، وأم سلمة ذكرتا كنيسة رأينها بالحبشة ، فيها تصاوير لرسول اللّٰه ﷺ ، فقال رسول اللّٰه ﷺ : "إن أولٓئک إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات ، بنوا على قبره مسجداً ، وصوّروا له فيه تلك الصور ، أولٓئک شرار الخلق عند يوم القيامة ". (۱/۲۰۱ ، كتاب المساجد ومواضع الصلاة ، باب النهي عن بناء المساجد على القبور ، رقم الحديث :۵۲۸ ، قديمي)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق اللّٰه تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها اهـ .(۲/۴۱۶ كتاب الصلاة ، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترک السنة أولىٰ ، بيروت)

(۲) ما في " مرقاة المفاتيح " : قال القرطبي : وكل من صح إيمانه به عليه الصلاة والسلام لا يخلو عن وجدان شيء من تلك المحبة الراجحة ، وإن استغرق بالشهوات وحجب بالغفلات في أكثر الأوقات ، بدليل أنا نرى أكثرهم إذا ذكر ﷺ اشتاق إلى رؤيته وآثرها على أهله وماله وولده ووالده . (۱/۱۴۰ ، كتاب الإيمان)

(۳) ما في " فتح القدير للشوكاني " : ﴿ولا تذرنّ ودًّا ولا سُواعا﴾ أي لا يتركوا عبادة =

....

....

=هذه ، قال محمد بن كعب : هذه أسماء قوم صالحين ، كانوا بين آدم ونوح ، فنشا بعدهم قوم يقتدون بهم في العبادة ، فقال لهم ابليس : لو صورتم صورهم كان أنشط لكم ، وأسوق إلى العبادة ، ففعلوا ، ثم نشأ قوم من بعدهم ، فقال لهم ابليس : إن الذين من قبلكم كانوا يعبدونهم فاعبدوهم ، فابتداء عادة الأوثان كان من ذلك الوقت . (۸۸۵/۲)

(۴) ما في " القرآن الكريم " :﴿إن الذين يؤذون اللّٰه ورسوله لعنهم اللّٰه في الدنيا والآخرة وأعدّ لهم عذاباً مهيناً﴾ . (سورة الأحزاب :۵۷)

ما في " التفسير المنير " : وهذا دليل على أنه تعالى لم يحضر جزاء هم في الإبعاد من رحمته بل أوعدهم بعذاب النار الأليم ، والآية عامة في كل من آذى النبي ﷺ بشيء . (۴۲۴/۱۱)

ما في " صحيح البخاري " : حدثنا سفيان قال : عمرو : سمعتُ جابر بن عبد اللّٰه يقول : قال رسول اللّٰه ﷺ : " من لكعب بن الأشرف ؟ فإنه قد آذى اللّٰه ورسوله ، فقام محمد بن مسلمة رضي اللّٰه تعالى عنه فقال : يا رسول اللّٰه ﷺ ! أتحبُّ أن اقتله ؟ قال : نعم " .

(۵۷٦/۲ ، كتاب الجهاد والسير ، باب قتل كعب بن الأشرف ، قديمي)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قوله : (فإنه قد آذى اللّٰه ورسوله) وفي رواية للحاكم في الإكليل : " فقد آذانا بشعره وقوى المشركين " .... ومن طريق أبي الأسود عن عروة ، أنه كان يهجو النبي ﷺ والمسلمين ، ويحرض قريشاً عليهم .

(۱۷٦/۹ ، كتاب الجهاد والسير ، قتل كعب بن الأشرف)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : واختلف العلماء في سبب ذلك ، وجوابه فقال الإمام المازري : إنما قتله كذلك ، لأنه نقض عهد النبي ﷺ وهجاه وسبه . (۴۱٦/۲)

ما في " فقه النوازل " : تحريم إظهار فيلم محمد رسول اللّٰه ﷺ وإخراجه ، ونشره ، سواء فيما يتعلق بالرسول ﷺ أو بأصحابه الكرام رضوان اللّٰه تعالى عليهم أجمعين ، لما في ذلك من تعريض مقام النبوة ، وجلال الرسالة ، وحرمة الإسلام ، وأصحاب الرسول ﷺ للازدراء والاستهانة والسخرية . (۳۱۸/۴ ، وثيقة رقم : ۲۹۸، المصدر : هيئة كبار العلماء بالسعودية ، التاريخ : شوال :۱۴۰۳هـ ، مكتبة دار ابن الجوزية)

''فجر الاسلام'' نامی فلم

مسئلہ (۶۵۶): ماضی قریب میں ایک فلم ''فجر الاسلام'' بڑے زور وشور سے چلی، جس میں حضور ﷺ کی بعثت سے قبل، لوگوں کی اَبتر حالت کو ذکر کیا گیا ہے، اس طرح کی جتنی فلمیں منظرِ عام پر آرہی ہیں، ان میں دشمنانِ اسلام کی، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف گھناؤنی سازش ومنصوبہ بندی ہے، اسی لیے علمائے اسلام نے ان کو مردود اور ناجائز قرار دیا ہے [۱]، نیز ان میں مفسدات کے انبار ہیں، مثلاً عورتوں کا بے پردہ اسکرین پر آنا [۲]، تصاویر کا پایا جانا [۳]، اور عوام الناس کا اس میں مشغول ہو کر **مَا لَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ** حقوق کا ملیا میٹ کرنا وغیرہ، اور اس طرح کی دیگر خرابیوں کی وجہ سے انہیں ناجائز وممنوع قرار دیا گیا ہے۔ [۴]

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾ . (سورة لقمٰن : ۴)

ما في " التفسير المظهري " : ﴿ومن الناس﴾ وعن ابن عباس رضي الله عنه : ..... لهو الحديث الغناء ، والآية نزلت فيه ..... وقال ابن جرير : هو الطبل ، قلت : مورد النص وإن كان خاصاً ، وهو الغناء ، أو قصص الأعاجم ، لكن اللفظ عام ، والعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب ، ومن هنا قال قتادة : وهو كل لهو ولعب ....

...... ﴿ليضل﴾ الناس ﴿عن سبيل الله﴾ أي عن دينه ، أو ذكره ، وقراءة كتابه ...... بمعنى يلبث على ضلاله ويزيد فيه ﴿بغير علم﴾ ...... قال قتادة : بحسب المؤمن الضلالة أن يختار حديث الباطل على حديث الحق . (۷/۲۵۳- ۲۵۴)

ما في " مشكوة المصابيح " : عن أبي أمامة رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : " إن =

....

....

....

=اللّٰہ تعالی بعثني رحمة للعالمین ، وهدی للعالمین ، وأمرني ربي عزّ وجلّ بمحق المعازف ، والمزامیر ، والأوثان ، والصلب ، وأمر الجاهلیة ....“ . الحدیث .

(۱۰۸۴/۳ ، باب بیان الخمر ووعید شاربها ، رقم الحدیث :۳۶۵۴ ، بیروت ، کذا في المسند لإمام أحمد بن حنبل :۲۶۶/۱۶ ، رقم الحدیث : ۲۲۲۰۸)

ما في ” مرقاة المفاتیح “ : (بمحق المعازف) أي بمحق آلات اللّٰهو ، وفي النهایة : العزف اللعب بالمعازف ، وهي الدفوف وغیرها مما یضرب ، وقیل : إن کل لعب عزف . (۲۱۹/۷)

ما في ” الموسوعة الفقهیة “ : المعازف منها ما هو محرم کذات الأوتار والنایات والمزامیر والعود والطنبور والرباب ، ونحوها في الجملة ، لما روي عن علي رضي اللّٰه تعالی عنه ، أن رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم قال : ” إذا فعلتُ أمتي خمس عشرة خصلة حلّ بها البلاء، وعدّ صلی اللہ علیہ وسلم منها : واتخذت القینات والمعازف “ . (۱۶۸/۳۸ ، معازف ، الحکم التکلیفي)

(۲) ما في ” رد المحتار “ : (وتمنع) المرأة الشابة (من کشف الوجه بین الرجال) لا لأنه عورة ، بل (لخوف الفتنة) کمسّه . (۷۳/۲ ، الصلاة ، مطلب في النظر إلی وجه الأمرد)

(۳) ما في” عون المعبود “ : فأما الصورة فهو کل ما تصوّرت من الحیوان ، سواء في ذلک الصور المنصوبة القائمة التي لها أشخاص ، وما لا شخص له من المنقوشة في الجدر .

(ص/۱۷۷۷ ، کتاب اللباس ، باب في الصور ، بیت الأفکار الدولیة الأردن)

(۴) ما في ” تکملة فتح الملهم “ : اعلم أن الشریعة المصطفویة السمحة البیضاء ، لا تمنع الارتفاقات والمصالح التي فطرت علیها الطبیعة البشریة ، ولا ترضی الرهبانیة والتبتّل ، بل تقتضي المدنیة ، والمعاشرة الصالحة ، نعم تمنع الغلوّ في المسلیّات والانهماک فیها ، بحیث یلهی عن الضروریات الدینیة والمعاشیة .

(۳۸۰/۱۰ ، کتاب الشعر ، حکم الألعاب في الشرعیة)

(جدید مسائل کا حل :ص/۴۵۷، آپ کے مسائل اوران کا حل :۳۷۴/۷)

فلم جس میں آپ ﷺ کی اونٹنی کی آواز ہے

مسئلہ (۶۵۷): ایسی اسلامی فلم جس میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت امیر حمزہ، حضرت بلال حبشی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی کی آواز مختصر طور پر سنائی گئی ہے، یہ فلم اسلامی فلم نہیں، بلکہ اسلام اور اکابر اسلام کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے، اس کا دیکھنا گناہِ کبیرہ ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " كتاب الخراج " : قال أبويوسف رحمه الله تعالى : إهانة الصحابة فسق ، إلا أن سبّ الشيخين كفر . (ص/۱۸۲)

ما في " شرح فقه الأكبر " : من استخفّ بالقرآن ، أو بالمسجد ، أو بنحوه مما يعظّم في الشرع كفر . (ص/۱٦٧)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : ان الاستهزاء بآيات الله وبشيء من شرائع دينه كفر من فاعله . (۱۸۳/۳)

ما في " الموسوعة الفقهية " : من أتى بفعل صريح في الاستهزاء بالإسلام ، فقد كفر ، قال بهذا الحنفية ، ودليلهم قوله تعالى : ﴿ولئن سألتهم ليقولنّ إنما كنّا نخوض ونلعب ، قل أبالله وآيته ورسوله كنتم تستهزء ون﴾ [سورة التوبة :٦٥] . (۱۸٦/۲۲، ردّة)

کھیل کے جواز وعدمِ جواز کی شرطیں

مسئلہ (۶۵۸): ہر ایسا کھیل جو انسان کو اس پر واجب حقوق سے غافل کردے، خواہ حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، یا منکرات ومنہیاتِ شرعیہ پر مشتمل ہو، یا اس کے نقصانات اس کے فوائد سے زیادہ ہوں، ناجائز ومکروہ تحریمی ہے، اور شریعتِ اسلامیہ اپنے ماننے والوں کو اس طرح کا کھیل کھیلنے سے منع کرتی ہے، کرکٹ چوں کہ بہت سے دینی ودنیوی خرابیوں کا مجموعہ ہے، مثلاً: اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت کا فوت ہونا بلکہ قضا ہوجانا[1]، ملازمین کے فرائض وواجبات میں کوتاہی وخلل کا واقع ہونا[2]، اپنے قیمتی اوقات واموال کو ضائع کرنا[3]، کسی ٹیم کے ہارنے پر اس کو ذلیل ورسوا کرنا[4]، اور یہ سب اُمور ناجائز ومنع ہیں، نیز شریعت ہر اس ذریعے سے بھی منع کرتی ہے، جو انسان کو برائی تک پہنچاتا ہے[5]، لہٰذا ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پورے وثوق کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کرکٹ کھیلنا شرعاً ناجائز ہے۔ لیکن اگر کرکٹ کا کھیل مذکورہ تمام ممنوعاتِ شرعیہ سے پاک ہو، تو پھر اس کے کھیلنے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے، جب کہ واقعہ اور مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : والجماعة سنة مؤكدة للرجال ، قال الزاهدي : أرادوا بالتاكيد الوجوب . (۲/۲۸۷ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة ، بيروت)=

....

....

=وما في " الدر المختار مع الشامية " : لم يقل المتروكات ظناً بالمسلم خيراً ، إذ التاخير بلا عذر كبيرة لا تزول بالقضاء ، بل بالتوبة . (۵۱۸/۲ ، باب قضاء الفوائت ، بيروت)

(۲) ما في" الألعاب الرياضية " : فيحرم أن ينشغل المرء باللعب إذا كان في ذلك تضييع لواجب شرعي . (ص/۳۲۰ ، المبحث الأول ، ا لمسائل والضوابط المتعلقة بالوقت ، اجتناب تضييع الواجبات ، دار النفائس الأردن)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿ويل للمطففين ، الذين إذا اكتالوا على الناس يستوفون ، وإذا كالوهم أو وزنوهم يخسرون﴾ . (سورة التطفيف : ۱ . ۳)

(۳) ما في " صحيح البخاري " : عن جابر رضي اللّٰه عنه : " لأن النبي ﷺ نهى عن إضاعة المال " . (ص/۱۳۸ ، كتاب الخصومات ، من رد أمر السفيه والضعيف ، بيروت)

ما في " الألعاب الرياضية " : يقول الدكتور يوسف القرضاوي حفظه اللّٰه : وألحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال ، وإن هؤلاء المبذرين لأوقاتهم لأحق بالحجر عليهم من المبذرين لأموالهم ، لأن المال إذا ضاع قد يعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰ ، المسائل والضوابط المتعلقة بالوقت)

(۴) ما في " جامع الترمذي " : عن سليمان بن عمرو بن الأحوص ، عن أبيه قال : سمعت رسول اللّٰه ﷺ يقول في حجة الوداع للناس : أي يوم هذا ؟ قالوا : يوم الحج الأكبر ، قال : " فإن دمائكم وأموالكم وأعراضكم بينكم حرام كحرمة يومكم هذا ، في بلدكم هذا " .

(۳۹/۲ ، أبواب الفتن ، باب ما جاء في تحريم الدماء والأموال)

ما في " سنن أبي داود " : عن سعيد بن زيد ، عن النبي ﷺ قال : " إن مِن أربى الربا الاستطالة في عرض المسلم بغير حق " . (ص/۶۶۹ ، كتاب الأدب ، باب في الغيبة)

(۵) ما في " رد المحتار " : " ما كان سببا لمحظور فهو محظور " . (۲۲۳/۵)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : ان الذرائع تعد وسائل إلى الماقصد ، وحكمها حكم مقاصدها، من حيث التحريم ، والوجوب ، والكراهة ، والندب والإباحة ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

والی بال

مسئلہ (۶۵۹): چند شرطوں کے ساتھ والی بال کھیلنا جائز ہے، وہ شرطیں یہ ہیں:

(۱) فرائض وواجبات میں کوتاہی نہ ہو۔

(۲) ہار جیت پر مال کی شرط نہ ہو۔

(۳) کھیل محض وقت گزاری کے لیے نہ ہو۔

(۴) کھلاڑی فحش کلامی، دروغ گوئی اور گالی گلوچ اور دیگر منکرات ومنہیاتِ شرعیہ سے اجتناب کریں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للتهانوي " : فالمباح من الملاهي الرائجة في هذا العصر بشرط : أن لا يكون فيها قمار ، ولا يكون يقصد التلهي ، بل لتمرّن البدن أو تعلم الشجاعة .

(۳/ ۲۰۱، اللّٰهو المباح الرائج في العصر)

ما في " فتاوى عصرية " : وقد اشترط من أباح مثل هذه الألعاب مشروطاً ، منها : لا تؤخر الصلاة عن وقتها ، لأن الغالب في اللّٰهو أنه يسرق الوقت ، ويشغل عن الواجبات ، ألا يخالط ذلک قماراً ، أن يحفظ اللاعب من الفحش وردى الكلام ، ألا يشتمل على الكذب ، واليمين الفاجرة ، والخيانة ، والظلم ، والسباب ، والفسوق ، والخروج عن طاعة اللّٰه بقول أو فعل . (ص/ ۱۲۰، حكم ألعاب الجيم والكمبيوتر)

فٹ بال، کبڈی اور دنگل میں کشتی

مسئله (٦٦٠): فٹ بال، کبڈی اور دنگل میں کشتی لڑنا، اگر ورزش، مشقِ جہاد اور تندرستی باقی رکھنے کی غرض سے ہو، تو درست ہے، مگر ستر پوشی اور حدود شرعیہ کی پابندی لازم ہے، لیکن اس میں اس قدر انہماک نہ ہو کہ احکامِ شرعیہ مثلاً: نماز وجماعت وغیرہ میں مخل ہو، ورنہ ممنوع ہوگا۔ (۱)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الأنهر " : تجوز المسابقة بالسهام والخيل ، والحمير والإبل والأقدام لقوله عليه الصلاة والسلام : " لا سبق إلا في خف أو نضل أو حافر ، والمراد بالخف الإبل ، وبالنضل الرمي ، وبالحافر الفرس والبغل، وفي الحديث : " سابق رسول الله ﷺ وأبوبكر وعمر رضي الله تعالى عنهما ، فسبق رسول الله ﷺ ، ولأنه يحتاج إليه في الجهاد للكر والفر ، وكل ما هو من أساب الجهاد فتعلّمه مندوب إليه سعياً في إقامة هذه الفريضة .

(۲۱٦/۴ ، كتاب الكراهية ، فصل في المتفرقات ، بيروت)

ما في " الألعاب الرياضية " : هذه اللعبة مباحة إن خلت من المحظورات الشرعية ، إذ أنها تشتمل على منافع تعود على الجسد بالقوة ، واللياقة البدنية ، وقد أباحها العلماء المعاصرون . كرة القدم . مشروعيتها . (ص/۱۲۹ ، دار النفائس الأردن)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿يٰبني اٰدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواري سواٰتكم وريشاً ولباس التقوى ذلك خير﴾ . (سورة الأعراف : ۲٦)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : يدل على فرض ستر العورة لإخباره أنه أنزل علينا لباساً لنواري سوآتنا به . (۳۹/۳ ، ، مكتبة شيخ الهند بديوبند)

ما في " شرح مسلم للنووي " : ففيه تحريم نظر الرجل إلى عورة الرجل ، والمرأة إلى عورة المرأة ، وهذا لا خلاف فيه ، وكذلك نظر الرجل إلى عورة المرأة ، والمرأة إلى عورة الرجل حرام بالإجماع . (۲۲۳/۳ ، كتاب الحيض ، باب تحريم النظر إلى العورات ، احياء التراث)=

تاش، چوسر اور شطرنج

مسئلہ (۶۶۱): تاش، چوسر اور شطرنج، لہو ولعب کے طور پر کھیلنا مکروہِ تحریمی ہے، اور عموماً کھیلنے والوں کی غرض یہی ہوتی ہے، نیز ان کھیلوں میں مشغولیت اکثر وبیشتر فرائض وواجبات کی تفویت کا سبب بنتی ہے، اور اس صورت میں اس کی کراہت حدِّ حرمت تک پہنچ جاتی ہے۔[1]

=ما في '' رد المحتار '' : '' ما كان سببا لمحظور فهو محظور '' . (۲۲۳/۵، مكتبه نعمانيه ديوبند)

ما في '' المقاصد الشرعية للخادمي '' : ان الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد ، وحكمها حكم مقاصدها، من حيث التحريم ، والوجوب ، والكراهة ، والندب والإباحة ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' القرآن الكريم '' :﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾ . (سورة لقمٰن : ۶)

ما في '' أحكام القرآن للتهانوي '' : والمحرم المكروه من الملاهي الرائجة في عصرنا هي كل لهو اشتمل على القمار ، أي لهو كان ، فإن القمار والميسر حرام بنص القرآن والنرد والشطرنج .... فإنها كلها لو لم يتضمن معاصي ومنكرات لا تخلو عنها عادة ، فهي في نفسها من اللّٰهو المجرد الذي وقع الإجماع على تحريمه أو كراهته ، وإلى المشتكى عما وقع فيه كثير من المسلمين من الملاهي المحرمة ، حتى جعلوها ديدنهم ، واتخذوا دينهم لهواً ولعباً . (۲۰۲/۳ ، الملاهي المحرمة الرائجة)

ما في '' روح المعاني '' : ﴿ولا تسبّوا الذين﴾الخ . استدلّ بالآية على أن الطاعة إذا أدت إلى معصية راجحة وجب تركها ، فإن ما يؤدي إلى الشر شر .

(۳۶۵/۵، ۳۶۶ ، سورة الأنعام :۱۰۸ ، مكتبه زكريا ديوبند)

ما في '' السنن الكبرى للبيهقي '' : عن سليمان بن بريدة ، عن أبيه قال : قال رسول اللّٰه=

....

....

= عليه وسلم : " من لعب بالنرد شير، فهو كمن غمس يده في لحم الخنزير ودمه " . لفظ حديث اسحاق ، وفي رواية عبد الرحمن، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : " من لعب بالنرد شير فكأنما صبغ يده في لحم خنزير ودمه " . ... وفيه أيضًا : عن أبي موسى الأشعري ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : "من لعب بالنرد فقد عصى الله ورسوله " .

(۱۰/ ۳۶۲ ، باب كراهية اللعب بالنرد أكثر من كراهية اللعب بالشيء من الملاهي)

ما في " رد المحتار " : كره تحريماً اللعب بالنرد ، وكذا الشطرنج . (در مختار) . وفي الشامية : وإنما كره ، لأن من اشتغل به ذهب عنائه الدنيوي وجاء ه العناه الأخروي ، فهو حرام وكبيرة عندنا ، وفي إباحته إعانة الشيطان على الإسلام والمسلمين ، كما في الكافي .

(۹/ ۵٦۵ ، ۵٦٦ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع ، بيروت)

ما في " مجمع الأنهر مع الدر المنتقى " : ويحرم اللعب بالنرد . مجمع الأنهر . وفي الدر المنتقى : (ويحرم اللعب بالنرد) ويقال له : النرد شير ، وشير اسم ملك وضع النرد ، وقيل : وضعه شا بور بن ازدشير ثاني ملوك الساسانية ، وهو كبيرة بالإجماع .

(۴/ ۲۲۲ ، كتاب الكراهية ، فصل في المتفرقات)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وأباحه الشافعية وأبويوسف في روايةٍ ، ونظمها شارح الوهبانية فقال :

ولا بأس بالشطرنج وهي رواية
عن الحبر قاضي الشرق والغرب تؤثر

وهذا إذا لم يداوم ولم يخل بواجب ، وإلا فحرام بالإجماع .

(۹/ ۵٦٦ ، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويحرم عند الجمهور غير الشافعية أيضاً الشطرنج ، قال علي رضي الله عنه : الشطرنج من الميسر ، ومر علي رضي الله تعالى عنه بقوم يلعبون الشطرنج ، فقال : " ما هذه التماثيل التي أنتم لها عاكفون ؟ ".(۴/ ۲٦٦۳ ، الباب السابع : الحظر والإباحة)

(فتاوی محمودیہ:۱۹/ ۵۳۴، کفایت المفتی :۹/ ۲۰۴، مکتبہ دارالاشاعت کراچی، محمود الفتاویٰ:۳/ ۱۲۲تا ۱۳۹)

مداری کا کھیل

مسئلہ (۶۶۲): مداری کا کھیل دکھانا، مثلاً: سر بدن سے جدا کرنا، یا ڈبے سے کوئی کھانے پینے کی چیز یا پیسے وغیرہ نکالنا، چاقو مارنا وغیرہ، یہ محض دھوکہ دہی اور خداع ہے، اس میں نفع کچھ بھی نہیں، اس لیے یہ سب اُمور ناجائز ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿واتبعوا ما تتلوا الشيٰطين على ملك سليمٰن ، وما كفر سليمٰن ولكن الشيٰطين كفروا يعلّمون الناس السحر﴾ . (سورة البقرة :۱۰۲)

ما في " القرطبي " : السحر أصله التمويه بالحيل والتخايل ، وهو أن يفعل الساحر أشياء ومعاني ، يتخيل للمسحور أنها بخلاف ما هي به ، كالذي يرى السراب من بعيد ، فيخيل إليه أنه ماء ، وكراكب السفينة السائرة سيراً حقيقاً يخيل إليه أن ما يرى من الأشجار والجبال سائرة معه ، وقيل : هو مشتق من سحرت الصبي إذا خدعته . (۲/۴۳)

ما في " التفسير المنير " : والثالثة : تاثير في القوي المتخيلة : بأن يعمد الشخص إلى القوة المتخيلة ، فيلقى فيها أنواعاً من الخيالات والصور ، ثم ينزلها إلى الحسّ من الرائين ، بقوة نفسه المؤثرة ، فينظر الراء ون كأن شيئاً موجوداً في الواقع ، وليس هناک شيء من ذلک ، وتنال هذه المراتب بالرياضية .... كثير من التخيلات التي مظهرها على خلاف حقائقها ، كما يفعل بعض المشعوذين من أنه يريک أنه ذبح عصفوراً ، ثم يريكه وقد طار بعد ذبحه لخفة حركته . (۱/۲۷۲)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : وقد اختلف هل له حقيقة أم لا ؟ فذهبت المعتزلة وأبوحنيفة إلى أنه خداع لا أصل له ولا حقيقة . (۱/۱۰۰)

ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه ، أن رسول الله ﷺ قال : "من حمل علينا السلاح فليس منا ، ومن غشنا فليس منا " .

(۲/۷۷ا ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا)

ما في " شرح النووي على هامش مسلم " : وقيل : معناه ليس على سيرتنا الكاملة وهدينا،=

غیر مسلموں کے تہوار میں کرتب بازی

مسئله (٦٦٣): مسلمانوں کا غیر مسلموں کے تہوار میں کرتب یا کمال بتلا کر انعام حاصل کرنا درست نہیں، اس لیے کہ اپنی شرکت کے ذریعے اُن کے اجتماع کو رونق دینا شرعاً جائز و درست نہیں ہے۔(۱)

= وكان سفيان بن عيينة رحمه الله تعالى يكره قول من يفسر بليس على هدينا ويقول : بئس هذا القول ، يعني بل يمسك على تأويله ليكون أوقع في النفوس ، وأبلغ في الزجر .
(۲/۷۷ا ، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ : من غشنا فليس منا)
ما في " مرقاة المفاتيح " : وروى الطبراني وأبونعيم في الحلية : عن ابن مسعود رضي الله عنه مرفوعاً ، ولفظه : " من غشنا فليس منا ، والمكر والخداع في النار " .
(۷/۵۷ ، كتاب الإيمان ، باب ما لا يضمن من الجنايات)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : (و) كره (كل لهو) لقوله عليه الصلاة والسلام : " كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة : ملاعبته أهله ، وتأديبه لفرسه ، ومناضلته بقوسه " . در مختار .
وفي الشامية : قوله : (وكره كل لهو) أي كل لعب وعبث . (۹/۴۸۱ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع) (جدید مسائل کا حل:ص/۴٦۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)
ما في " أحكام القرآن للجصاص " : نهيٌ عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (۲/۳۸۱)
ما في " جامع الترمذي " : عن صفية قالت : قال رسول الله ﷺ : " لا ينتهي الناس عن غزو هذا البيت، حتى يغزو جيش ، حتى إذا كانوا بالبيداء ، أو ببيداء من الأرض خسف بأولهم وآخرهم ، ولم ينجح أوسطهم ، قلت : يا رسول الله ! فمن كره منهم ، قال : يبعثهم الله على ما في أنفسهم " . (۲/۴۲)
ما في " تحفة الأحوذي " : قال النووي : وفي هذا الحديث من الفقه التباعد من أهل الظلم والتحذير من مجالستهم، ومجالسة البغاة ونحوهم من المبطلين ، لئلا يناله ما يعاقبون به . (٦/۴۱۷)=

گھروں میں تصویریں آویزاں کرنا

مسئلہ (۶۶۴): گھروں میں تصویریں آویزاں کرنا گمراہ امتوں کا دستور رہا ہے، مسلمانوں کے لیے یہ چیزیں ممنوع وحرام قرار دی گئی ہیں، حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے: ''جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے ہیں۔''(۱)

=ما في " کنز العمال " :" من کثّر سواد قوم فهو منهم ، ومن رضي عمل قوم کان شريکاً في عمله " . (۹/ ۱۱ ، رقم الحديث : ۲۴۷۳۰)

ما في " رد المحتار " : والحکم بردّة المسلم بهذا القدر لا يمکن ، والأولی للمسلمين أن لا يوافقهم علی مثل هذا الأحوال لإظهار الفرح والسرور .(۱۰/۴۰۳ ، کتاب الخنثی ، مسائل شتی)

ما في " شرح فقه الأکبر " : ومن خرج إلی السدّة ، أي مجتمع أهل الکفر في يوم نيروز کفر لأن فيه اعلان الکفر ، وکأنه أعانه عليه ، وعلی قياس مسألة الخروج إلی النيروز المجوسي الموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلک اليوم يوجب الکفر . (ص/۳۰۶ ، فصل في الکفر صريحًا وکناية)

والحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " صحيح البخاري " : عن أبي طلحة رضي اللّٰه عنه قال : قال النبي ﷺ : " لا تدخل الملائکة بيتاً فيه کلب ولا تصاوير " .

(ص/۲/۱۰۷۲، ۱۰۷۳ ، کتاب اللباس ، باب التصاوير ، رقم الحديث : ۵۹۵۸، ۵۹۴۹)

ما في " شرح مسلم للنووي " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، وهو من الکبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذکور في الأحاديث ، وسواء صنعه بها يمتنهن أو بغيره ، فصنعته حرام بکل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق اللّٰه تعالی ، وسواء ما کان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۷/۲۱۰ ، کتاب اللباس والزينة ، وکذا في مرقاة المفاتيح : ۸/۳۲۳ ، کتاب اللباس ، باب التصاوير ، وکذا في رد المحتار علی الدر المختار : ۲/۳۶۰ ، کتاب الصلوٰة ، مطلب إذا تردد الحکم بين سنة وبدعة کان ترک السنة أولیٰ ، وکذا في البحر الرائق :=

بلاضرورت فوٹو رکھنا

مسئلہ (٦٦٥): بلا کسی ضرورت کے اپنا فوٹو اپنے پاس رکھنا، یا کسی اور کے پاس بھیجنا، ناجائز ہے۔(١)

= ۴۸/۲ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها)

ما في " بدائع الصنائع " : وتكره التصاوير في البيوت لما روي عن رسول الله ﷺ عن سيدنا جبريل عليه الصلاة والسلام أنه قال : " لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب أو صورة " .

(۳۰۴/۴ ، كتاب الاستحسان)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " عمدة القاري " : عن نافع أن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ، أخبره أن رسول الله ﷺ قال : "إن الذين يصنعون هذه الصور يعذبون يوم القيامة ، يقال لهم : أحيوا ما خلقتم " . (۱۱۰/۲۲ ، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، رشيديه كوئٹه)

ما في " رد المحتار " : وظاهر كلام النووي في شرح مسلم : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان ، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم وإناء وحائط وغيرها .

(۴۱٦/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، دارالكتاب ديوبند، كذا في البحر الرائق : ۴۸/۲، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(فتاوی محمودیہ: ۴۸٦/۱۹، کراچی)

تصویر والا شناختی کارڈ

مسئلہ (۶۶۶): آج کل حکومت کی طرف سے تصویر والا شناختی کارڈ رکھنا ضروری ہو چکا ہے [۱]، اس لیے بحالتِ مجبوری تصویر والا شناختی کارڈ بنوانا اور اس کا رکھنا جائز ودرست ہے۔ [۲]

بچوں کے مجسمے والے کھلونے

مسئلہ (۶۶۷): جس مجسمہ کے نقوش نمایاں نہیں ہوتے، محض ایک ہیولا سا ہوتا ہے، اس کے ساتھ بچوں کا کھیلنا اور اس کو گھروں میں رکھنا جائز ہے [۱]، لیکن پلاسٹک وغیرہ کے وہ کھلونے جو مورتی کی شکل یا جاندار کی شکل کے ہوتے ہیں، ان سے بچوں کا کھیلنا اوران کو گھروں میں رکھنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ تصویر کے

والحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة﴾ . (سورة البقرة :۱۹۵)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فمن اضطرّ في مخمصة غير متجانف لإثم ، فإن الله غفور رحيم﴾ . (سورة المائدة :۳)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الضرورات تبيح المحظورات " . (۱/۳۰۷)

ما في " تكملة فتح الملهم " : أما تخاذ الصورة الشمسية للضرورة ، أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر ، وفي التاشيرة ، وفي البطاقات الشخصية ، أو في مواضع يحتاج إلى معرفة هوية المرء ، فينبغي أن يكون مرخصاً فيه ، فإن الفقهاء رحمهم الله تعالى استثنوا مواضع الضرورة من الحرمة . (۱۶۴/۴ ، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

(فتاویٰ محمودیہ:۱۹/ ۴۹۶، ۴۹۷، کراچی)=

حکم میں ہے، اوراحادیث میں تصویر کی ممانعت صراحۃً وارد ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

=(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : فإن كانت ناقصة عضو مما لا يعيش الحيوان مع فقده لم يحرم ، كما لو صور الحيوان مقطوع الرأس ، أو مخدوق البطن ، أو الصدر . (۱۰۱/۱۲)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال في البحر : ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس أو صرة أو ثوب آخر، وأقره المصنف (أو كانت صغيرة) لا تتبين تفاصيل أعضائها للناظر قائما ، وهي على الأرض . ذكره الحلبي . (أو مقطوعة الرأس أو الوجه) أو ممحوّة عضو لا تعيش بدونه (أو لغير ذي روح لا) يكره ، لأنها لا تعبد . الدر المختار . (۳۶۱/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب إذا تردّد الحكم بين سنة وبدعة ، دار الكتاب ديوبند ، ۴۱۸/۲ ، بيروت ، وكذا في البحر الرائق : ۵۰/۲، كتاب الصلاة)

(۲) ما في " صحيح مسلم " : عن أبي طلحة ، عن النبي ﷺ قال : " لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا صورة " . (۲۰۰/۲ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في " تكملة فتح الملهم " : قوله : (لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا صورة) هذا الحديث يدل على أن تصوير ذوي الأرواح في البيوت ممنوع شرعاً ، واتفق عليه جمهور العلماء . (۱۵۵/۴ ، مسئلة التصوير في الإسلام)

ما في " المنهاج شرح مسلم " : قال أصحابنا وغيرهم من العلماء : تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ، وهو من الكبائر ، لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث ، وسواء صنعه بما يمتهن أو لغيره ، فصنعته حرام بكل حال ، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى ، وسواء ما كان في ثوب أو بساط أو درهم أو دينار أو فلس أو إناء أو حائط أو غيرها . (۲۱۰/۷ ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان) (فتاویٰ محمودیہ:۵۰۳/۱۹،کراچی)

''یوگا'' درحقیقت ''سوریہ پوجا'' ہے

مسئلہ (٦٦٨): ''یوگا'' جس کو آج کل ریاضت کا نام دیا گیا ہے، حقیقت میں سورج کی پرستش ہے، کیوں کہ اس ریاضت کے دوران سنسکرت زبان میں ایسے الفاظِ شرکیہ پڑھے جاتے ہیں، جن سے سورج کی عبادت اور تعظیم مقصود ہوتی ہے، نیز یہ بدھسٹ قوم کا شعار ہے، ان کے اس شعار کو اپنانا گویا ان کی مشابہت اختیار کرنا ہے، جب کہ اس طرح کی مشابہت، ناجائز ومنع ہے، لہٰذا ''یوگا'' بھی ناجائز ومنع ہونا چاہیے۔(۱)

والحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوآ إلى الذين ظلموا فتمسّكم النار﴾.(هود :١١٣)

ما في " التفسير المظهري " : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال السدي : لا تداهنوا الظلمة ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ، وقيل : لا تسكنوا إلى الذين ظلموا ، قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى الميل ، فإن الركون هو الميل اليسير كالتزيي بزيهم وتعظيم ذكرهم .

(۴/۴۳۰ ، كذا في حاشية القونوي على تفسير البيضاوي :۱۰/۲۲۶)

ما في " سنن أبي داود " : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره ، أو بالفساق والفجار ، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار . (۲۲۲/۸)

ما في " الزواجر عن اقتراف الكبائر " : قال مالك بن دينار رحمه الله تعالى : أوحى الله تعالى إلى نبي من الأنبياء ، أن قل لقومك : لا يدخلوا مداخل أعدائي ، ولا يلبسوا ملابس أعدائي ، ولا يركبوا مراكب أعدائي ، ولا يطعموا مطاعم أعدائي ، فيكونوا أعدائي كما هم أعدائي " . (۲۵/۱)=

ہپناٹزم اور ٹیلی پیتھی

مسئلہ (٦٦٩): ہپناٹزم (جس کو عمل تنویم بھی کہتے ہیں) اور ٹیلی پیتھی، ان فنون کے ذریعے آج طب وعلاج میں بڑی مدد لی جاسکتی ہے، اس لیے سیکھنے سکھانے والے دونوں کی نیت درست ہو، تو اس کو جائز قرار دیا جانا چاہیے، ورنہ نہیں۔ (١)

=ما في " الفتاوى العصرية " : تعد اليوجا من طرق التمسک الهندوكية ، فلا يجوز اتخاذها طريقاً للعبادة ، فإتخاذها بهذه الصفة التعبدية ضلال قطعاً ..... أما من قوم يحركات تشبهها ولم تخطر بباله ارتباطها بتمسک الهندوک ، فهو من باب التشبه المنهي عنه شرعاً ، والأصل في ذلک ما ورد عن النبي ﷺ أنه نهى في كثير من أحاديثه عن التشبه بغير المسلمين في ملبسهم ، ومشربهم ، ومأكلهم ، فهذا التشبه من باب الحرام . (ص/ ٤٥١)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " فتح الملهم " : وحاصل مذهبنا أن فعله فسق ، ويحرم تعلّمه ، خلافاً للغزالي لخوف الافتتان والاضرار . (١/ ٢٥٥)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : " الأمور بقاصدها " . (١/ ١١٣)

(جدید فقہی مسائل: ص/ ٤٥٩، جدید مسائل کا حل: ص/ ٤٥٦)

کمپیوٹر وانٹرنیٹ کا حکم

مسئلہ (۶۷۰): اسلام کی نشر واشاعت اور اس کی حفاظت وبقا کے لیے ہر ممکن جد و جہد، امتِ مسلمہ کا اہم فریضہ ہے، اس لیے ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ کے مطابق، اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے جدید وقدیم ہر ممکن جائز ذریعے ووسیلے؛ مثلاً: انٹرنیٹ وکمپیوٹر وغیرہ کا استعمال جائز ودرست ہے، بلکہ ضرورت وحالات کے تقاضوں کے مطابق مفید ومؤثر وسیلے کا استعمال کرنا ضروری ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واَعدّوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ . (سورة الأنفال : ۶۰)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿خلق لكم ما في الأرض جميعًا﴾ . (سورة البقرة : ۲۹)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : عن أبي علي ثمامة بن شفي الهمداني أنه سمع عقبة بن عامر الجهني يقول : سمعت رسول الله ﷺ وهو على المنبر يقول : " ﴿واعدّوا لهم ما استطعتم من قوة﴾ . ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي ، ألا ! إن القوة الرمي " . (۸۸/۳)

ما في " الإنترنيت ومقاصد الشريعة " : أصبح من المعلوم والواقع استخدام شبكة الإنترنيت في تحقيق الدعوة إلى الله تعالىٰ ، والتعريف بالإسلام وبرسالته وأهدافه وتعاليمه وحقائقه ، والتواصل مع عامة الناس وجماهير المسلمين وسائر المؤسسات والجهات العلمية والفكرية والسياسية والمذهبية ، بغية التحاور والتباحث فيما يتعلق بحقائق الدين الإسلامي ومسائل الأحكام الشرعية ونوازل العصر وحلوله وفتاواه وغير ذلک .

(ص/۵۸ ، المحاسن الدعوية والإفتائية)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶) (انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ:ص/۲۹)

مصادر ومراجع

کتب عقائد

نمبر شمار	اسماء کتب	اسماء مصنفین	مکتبہ
۱	شرح فقہ الاکبر	شیخ ملا علی قاری حنفی	مکتبہ حقانیہ ملتان
۲	الزواجر عن اقتراف الکبائر	علامہ ابن حجر ہیثمی	مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز
۳	اکفار الملحدین/ رسائل الکشمیری	علامہ انور شاہ کشمیری	مکتبہ لدھیانوی
۴	شرح العقائد النسفیۃ	علامہ سعد الدین تفتازانی	قدیم کتب خانہ کراچی
۵	شرح عقیدۃ الطحاوی	علامہ قاری محمد طیب صاحب	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۶	أصول الدین	أبو منصور التمیمی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

کتب تفاسیر

نمبر شمار	اسماء کتب	اسماء مصنفین	مکتبہ
۷	التفسیر المظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۸	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمود آلوسی	مکتبہ زکریا دیوبند
۹	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور
۱۰	البحر المحیط	امام ابو حیان غرناطی اندلسی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱	فتح القدیر فی علم التفسیر	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۲	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۳	تفسیر ابن کثیر	علامہ ابن کثیر دمشقی	مکتبہ الاشرفی دیوبند
۱۴	معارج التفکر ودقائق التدبر	امام عبد الرحمٰن حبنکہ المیدانی	دار القلم دمشق
۱۵	تاویلات اہل السنۃ	امام ابو منصور ماتریدی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۶	صفوۃ التفاسیر	شیخ محمد علی الصابونی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۷	حاشیۃ القونوی علی البیضاوی	امام عصام الدین اسماعیل بن محمد حنفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۸	الجامع لاحکام القرآن	امام ابو عبد اللہ احمد انصاری قرطبی	مکتبۃ الغزالی دمشق
۱۹	احکام القرآن	افادات حکیم الامت تھانوی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۰	احکام القرآن	علامہ ظفر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۱	احکام القرآن	مفتی عبد الشکور	ادارۃ القرآن کراچی
۲۲	احکام القرآن	امام ابوبکر (ابن العربی)	مکتبۃ الریاض الحدیثیۃ
۲۳	احکام القرآن	امام ابوبکر بن علی رازی جصاص	مکتبہ شیخ الہند دیوبند
۲۴	الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین بن عبد الرحمٰن سیوطی شافعی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۵	بیان القرآن	حکیم الامت علامہ تھانوی	مکتبہ الحق/ ادارہ تالیفات
۲۶	التفسیرات الاحمدیۃ	شیخ احمد ملا جیون	مکتبہ مجتبائی سہارنپور

۲۷	الدر المنثور فی التفسیر الماثور	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۸	تفسیر الکشاف	امام ابو القاسم جار اللہ زمخشری	دار الایمان سہارنفور
۲۹	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب	فرید بکڈپو دیوبند

کتب احادیث

۳۰	صحیح بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	مکتبہ بلال دیوبند/ بیروت
۳۱	صحیح مسلم	امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری	مکتبہ بلال/ بیروت
۳۲	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۳	مراسیل ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۴	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ بلال/ بیروت
۳۵	سنن نسائی	امام ابو عبد الرحمن بن شعیب بن علی نسائی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی/ بیروت
۳۶	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۷	مستدرک حاکم	امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری	دار الکتاب العربی بیروت
۳۸	المؤطا	امام مالک بن انس	مکتبہ دار السلام سہارنفور
۳۹	أوجز المسالک	ریحانۃ الہند شیخ محمد زکریا کاندھلوی	دار القلم دمشق
۴۰	نصب الرایہ	امام جمال الدین زیلعی حنفی	دار الایمان سہارنپور
۴۱	شرح معانی الآثار (الطحاوی)	ابو جعفر احمد بن محمد ازدی طحاوی	مکتبہ ملت دیوبند
۴۲	شعب الایمان	امام ابو بکر بیہقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۳	جمع الجوامع	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۴	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دار الحدیث قاہرہ
۴۵	نیل الاوطار	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۶	الجامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۴۷	مصنف عبد الرزاق	حافظ ابو بکر عبد الرزاق ابن ہمام صنعانی	المجلس العلمی سملک سورت
۴۸	ھامش مصنف عبد الرزاق	علامہ شیخ حبیب الرحمن اعظمی	المجلس العلمی سملک سورت
۴۹	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابو عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۵۰	سنن دار قطنی	امام حافظ علی بن عمر	دار الایمان سہارنپور
۵۱	مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۵۲	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۵۳	اعلاء السنن	علامہ شیخ ظفر احمد عثمانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۵۴	مجمع الزوائد	علامہ شیخ نور الدین ہیثمی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۵۵	معجم کبیر طبرانی	امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دار احیاء التراث العربی
۵۶	سنن کبری بیہقی	امام ابو بکر بیہقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

۵۷	فیض القدیر	علامہ عبدالرؤف المناوی	دارالمعرفۃ بیروت
۵۸	کشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد بن عبدالہادی الجراحی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۵۹	کتاب الموضوعات	علامہ ابن الجوزی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۶۰	عمدۃ القاری شرح البخاری	امام بدرالدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۶۱	فتح الباری شرح البخاری	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی	دارالسلام ریاض
۶۲	فیض الباری شرح البخاری	علامہ شیخ انورشاہ کشمیری	مکتبہ شیخ الہند/ بیروت
۶۳	حاشیۃ البدرالساری الی فیض الباری	استاذ محمد بدر عالم میرٹھی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۶۴	شرح ابن بطال	شیخ علی بن خلف بن عبدالملک ابن بطال	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۶۵	انعام الباری	مفتی تقی عثمانی	مکتبۃ الحراء کراچی
۶۶	حاشیۃ صحیح البخاری	شیخ احمد علی سہارنپوری	مکتبہ بلال دیوبند
۶۷	المنہاج شرح مسلم	ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف النووی	مکتبہ بلال/ بیروت
۶۸	شرح النووی علی ہامش مسلم	ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف النووی	مکتبہ بلال/ دارالسلام
۶۹	تکملۃ فتح الملہم	شیخ شبیر احمد عثمانی/ مفتی تقی عثمانی	داراحیاء التراث العربی
۷۰	حاشیہ سنن ابی داؤد	محدث کبیر محمد حیات سنبھلی	مکتبہ بلال دیوبند
۷۱	معالم السنن	امام ابوسلیمان حمد بن محمد الخطابی البُستی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۷۲	بذل المجہود	علامہ شیخ خلیل احمد سہارنپوری	دارالبشائر الاسلامیۃ بیروت
۷۳	عون المعبود	شیخ ابوعبدالرحمٰن شرف الحق عظیم آبادی	بیت الافکار/ احیاء التراث
۷۴	عارضۃ الاحوذی	امام ابن العربی المالکی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۷۵	تحفۃ الاحوذی	شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری	داراحیاء التراث العربی
۷۶	العرف الشذی	علامہ شیخ انورشاہ کشمیری	داراحیاء التراث العربی
۷۷	الکوکب الدری	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ کراچی	بحوالہ فتاویٰ محمودیہ کراچی
۷۸	معارف السنن	علامہ شیخ محمد یوسف بنوری	مکتبہ سعید ایم ایچ کراچی
۷۹	شمائل النبی للترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ بلال دیوبند
۸۰	شروح ابن ماجہ	شروحات مختلفہ، تحقیق رائد بن صبری	بیت الافکار الدولیۃ
۸۱	حاشیۃ مشکوۃ المصابیح	شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ	مکتبہ رشیدیہ سہارنپور
۸۲	مرقاۃ المفاتیح	علامہ شیخ ملا علی قاری حنفی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۸۳	شرح الطیبی	شرف الدین حسین بن محمد الطیبی	زکریا بکڈپو دیوبند
۸۴	اشعۃ اللمعات	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی	کتب خانہ مجیدیہ ملتان
۸۵	ریاض الصالحین	ابوزکریا محی الدین یحی بن شرف النووی	
۸۶	امانی الأحبار شرح معانی الآثار	حضرت مولانا یوسف کاندھلوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ

کتب فقہ وفتاوی عربی

۸۷	المبسوط	شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن احمد سرخسی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۸۸	تنویر الابصار مع الدر والرد	امام محمد بن عبداللہ تمرتاشی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۸۹	الدر المختار مع التنویر وجامع البحار	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۹۰	الدر المختار مع الشامیۃ	//	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۹۱	الدر المختار مع کشف الاستار	علامہ شیخ علاء الدین حصکفی	مکتبہ زکریا بکڈپو دیوبند
۹۲	رد المحتار (شامی)	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۹۳	تقریرات الرافعی علی رد المحتار	شیخ عبدالقادر الرافعی	دار الکتاب دیوبند
۹۴	فتح القدیر	محقق ابن ہمام حنفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۹۵	نتائج الافکار تکملۃ فتح القدیر	امام شمس الدین احمد (قاضی زادہ)	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۹۶	کنز الدقائق مع البحر الرائق	امام ابوالبرکات نسفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۹۷	البحر الرائق	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۹۸	منحۃ الخالق علی البحر الرائق	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۹۹	تبیین الحقائق	امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۰	حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق	شیخ شلبی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۱	النہر الفائق	امام سراج الدین ابن نجیم حنفی	دار الایمان سہارنپور
۱۰۲	الفتاوی الہندیۃ	شیخ نظام وجماعت علماء ہند	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰۳	الفتاوی البزازیۃ	امام حافظ الدین محمد بن محمد (ابن بزاز)	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰۴	فتاوی قاضی خان	امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی	مکتبہ زکریا/مکتبہ حقانیہ
۱۰۵	الاختیار لتعلیل المختار	علامہ شیخ ابن مودود موصلی حنفی	دار ارقم بیروت
۱۰۶	المحیط البرہانی	علامہ محمود بن احمد بخاری	دار احیاء التراث العربی
۱۰۷	مجمع الانہر	شیخ عبدالرحمٰن بن محمد (شیخی زادہ)	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۸	الدر المنتقی شرح الملتقی	شیخ محمد بن علی (علاء حصکفی)	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۹	ملتقی الابحر مع مجمع الانہر	امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۰	النتف فی الفتاوی	امام ابوالحسن علی بن حسین سغدی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۱	الہدایہ	امام برہان الدین مرغینانی	قدیمی ہندی
۱۱۲	حاشیۃ الہدایۃ	علامہ عبدالحی اللکنوی	کتبخانہ رشیدیہ دہلی
۱۱۳	البنایہ شرح الہدایہ	علامہ محمد محمود بن احمد العینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۱۴	العنایہ شرح الہدایہ	امام اکمل الدین بابرتی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۵	العنایہ علی ہامش الفتح	امام اکمل الدین بابرتی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۶	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	دار الکتاب دیوبند

۱۱۷	خلاصۃ الفتاوی	امام طاہر بن عبدالرشید بخاری	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۱۸	شرح الوقایہ	صدر الشریعۃ عبداللہ بن مسعود	مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۱۹	عمدۃ الرعایہ علی الوقایہ	علامہ شیخ عبدالحی لکھنوی	مکتبہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۲۰	السعایہ شرح الوقایہ	علامۃ الہند محمد عبدالحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۲۱	فتح باب العنایہ بشرح النقایہ	امام نورالدین الہروی القاری	دارالارقم بیروت
۱۲۲	مختصر الوقایۃ	علامہ عبیداللہ بن مسعود	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۳	الفتاوی الولوالجیہ	ابوالفتح ظہیرالدین عبدالرشید الولوالجی	دارالایمان سہارنپور
۱۲۴	الفتاوی التاتارخانیہ	علامہ شیخ عالم بن علاء دہلوی ہندی	دارالایمان سہارنپور
۱۲۵	الکافی فی الفقہ الحنفی	وہبی سلیمان غاوجی	مؤسسۃ الرسالۃ
۱۲۶	مراقی الفلاح	علامہ شیخ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	مکتبہ شیخ الہند/ بیروت
۱۲۷	حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی	علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	مکتبہ شیخ الہند/ مکتبہ اشرفیہ
۱۲۸	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	شیخ عبدالحمید محمود طہماز	دارالقلم دمشق
۱۲۹	کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	امام عبدالرحمن بن معوض الجزیری	داراحیاء التراث العربی
۱۳۰	الموسوعۃ الفقہیۃ	وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ	وزارۃ الاوقاف کویت
۱۳۱	الموسوعۃ الفقہیۃ المقارنۃ التجرید	ابوحسین احمد بن محمد بن جعفر بغدادی	مکتبہ محمودیہ افغانستان
۱۳۲	الفقہ الاسلامی وأدلتہ	دکتور وہبہ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۳۳	التصحیح والترجیح	امام قاسم بن قطلوبغا	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۳۴	المختصر القدوری	امام احمد بن محمد بغدادی القدوری	مکتبہ بلال دیوبند
۱۳۵	الجوہرۃ النیرۃ	علامہ ابوبکر بن علی الحداد	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۳۶	القول الصواب فی مسائل الکتاب	مولانا محمد عبدالقادر جیلانی	مکتبہ عمر فاروق کراچی
۱۳۷	الفتاوی السراجیۃ مع قاضی خان	علی بن عثمان بن محمد سراج الدین الاوشی	المکتبۃ الحقانیۃ پشاور
۱۳۸	مجموعۃ رسائل اللکنوی	علامہ شیخ عبدالحی لکھنوی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۳۹	العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	سید محمد امین ابن عابدین	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۰	الفتاوی الکاملیۃ	بحوالہ فتاوی حقانیہ	بحوالہ فتاوی حقانیہ
۱۴۱	حلبی کبیر	علامہ شیخ ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۴۲	المغنی والشرح الکبیر	موفق الدین/شمس الدین ابنی قدامۃ حنبلی	دارالفکر بیروت
۱۴۳	المغنی لابن قدامۃ	ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدمہ المقدسی	ط۔الریاض الحدیثۃ/ بیروت
۱۴۴	مغنی المحتاج شرح منہاج الطالبین	محمد بن احمد الشربینی شمس الدین	دارالفکر دمشق
۱۴۵	حاشیۃ الدسوقی	محمد بن احمد عرفۃ الدسوقی	دارالفکر دمشق
۱۴۶	المدونۃ الکبری	امام مالک بن انس الاصبحی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۷	کشاف القناع	بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ	بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ

۱۴۸	الانصاف للمرداوی	علاء الدین علی بن سلیمان مرداوی حنبلی	داراحیاء التراث العربی
۱۴۹	المہذب للشیرازی	امام ابواسحٰق شیرازی	مطبع عیسی الحلبی
۱۵۰	المجموع شرح المہذب	امام یحی بن شرف النووی	دارالفکر دمشق
۱۵۱	نفع المفتی والسائل	علامہ شیخ عبدالحی محلی لکھنوی	مکتبہ صدیقیہ ٹانڈا یوپی
۱۵۲	فقہ النوازل	علامہ شیخ محمد بن حسین الجیزانی	دارابن الجوزی بیروت
۱۵۳	فقہ وفتاوی البیوع	اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء	دارابن حزم
۱۵۴	فقہ القضایا الطبیۃ المعاصرۃ	دکتور علی قرہ داغی/ دکتور علی محمدی	دارالبشائر الاسلامیۃ
۱۵۵	احکام الجراحۃ الطبیۃ	دکتور محمد بن محمد المختار شنقیطی	مکتبۃ الصحابۃ جدہ
۱۵۶	کتاب الخراج	ابویوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب	دارالاعتصام/ دارالاصلاح
۱۵۷	فتاوی عصریۃ	شیخ علی جمعہ مفتی دیار مصریہ	دارالسلام القاہرہ
۱۵۸	بحوث فی قضایا فقہیۃ معاصرۃ	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ وحیدیہ دہلی
۱۵۹	عقد البیع	شیخ مصطفیٰ احمد الزرقا	دارالقلم دمشق
۱۶۰	مجلۃ بحوث اسلامیۃ	بحوالہ خیر الفتاوی	بحوالہ خیر الفتاوی
۱۶۱	المعاملات المالیۃ المعاصرۃ	دکتور علی محی الدین القرہ داغی	دارالبشائر الاسلامیۃ
۱۶۲	نوازل فقہیۃ معاصرۃ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ الصحوۃ کویت
۱۶۳	فتاوی المرأۃ المسلمۃ	لأصحاب الفضیلۃ واللجنۃ الدائمۃ للافتاء	دارالغد الجدید المنصورہ مصر
۱۶۴	الالعاب الریاضیۃ	شیخ علی حسین امین یونس	دارالنفائس اردن
۱۶۵	الفتاوی الحدیثیۃ	شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی حجر ہیتمی	داراحیاء التراث العربی
۱۶۶	فتاوی معاصرۃ	دکتور یوسف القرضاوی	دارالقلم للنشر والتوزیع بالکویت
۱۶۷	فتاوی معاصرۃ	شیخ صالح بن محمد العثیمین	دارالغد الجدیدۃ مصر
۱۶۸	فتاوی النوازل	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی	دارالایمان سہارنپور
۱۶۹	التقابض فی الفقہ الاسلامی	العلاء الدین بن عبدالرزاق الجنک	دارالنفائس الاردن
۱۷۰	عقد المقاولۃ	عبدالرحمٰن بن عابد بن خالد العابد	المملکۃ العربیۃ السعودیۃ
۱۷۱	الغرر واثرہ فی الفقہ الاسلامی		
۱۷۲	أحکام السلطانیۃ	علی بن محمد بن حبیب الماوردی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۷۳	صور من البیوع المحرمۃ والمختلف فیہا		
۱۷۴	عقد الجواہر الثمینۃ	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔
۱۷۵	الأحکام الفقہیۃ للتعامل الالکترونیۃ	شیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ السند	
۱۷۶	المعاییر الشرعیۃ	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔
۱۷۷	الدرر الحکام شرح غرر الحکام	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔
۱۷۸	الذخیرۃ القرافی	بحوالہ مالی معاملات پر غرر کے اثرات	بحوالہ مالی معاملات پر۔۔

۱۷۹	دراسات فقهیۃ فی قضایا طبیۃ معاصرۃ	عمر سلیمان الاشقر، عبد الناصر وغیرہم	دار النفائس الاردن
۱۸۰	أحکام تجمیل النساء	دکتورازدھار بنت محمود بن صابر المدنی	احیاء اللغۃ العربیۃ کراچی
۱۸۱	الانترنیت ومقاصد الشریعۃ	دکتور نور الدین مختار الخادمی	مکتبۃ الرشد سعودیہ

کتب فقہ وفتاوی اردو

۱۸۲	فتاوی محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی	جامعہ فاروقیہ کراچی
۱۸۳	حاشیہ فتاوی محمودیہ کراچی	دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی	القادر پرنٹنگ پریس
۱۸۴	فتاوی رحیمیہ	مفتی عبدالرحیم لاجپوری	دارالاشاعت کراچی
۱۸۵	خیر الفتاوی	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبہ الحق جوگیشوری
۱۸۶	احسن الفتاوی	مفتی رشید احمد پاکستانی	دارالاشاعت دیوبند
۱۸۷	امداد الفتاوی	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دارالعلوم کراچی
۱۸۸	امداد الاحکام	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	زکریا بکڈپو دیوبند
۱۸۹	فتاوی دارالعلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی	دارالعلوم دیوبند
۱۹۰	فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ۱۳	مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی	دارالعلوم دیوبند
۱۹۱	جامع الفتاوی	مفتی مہربان علی بڑوتوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۱۹۲	کتاب الفتاوی	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۱۹۳	فتاوی عثمانی	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۱۹۴	فتاوی مفتی محمود	مفتی محمود پاکستانی	جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور
۱۹۵	نظام الفتاوی	مفتی نظام الدین اعظمی	تاج کمپیوٹرس دیوبند
۱۹۶	منتخبات نظام الفتاوی	مفتی نظام الدین اعظمی	ایفا پبلیکیشنز
۱۹۷	فتاوی رشیدیہ	مفتی رشید احمد گنگوہی	جسیم بکڈپو دیوبند
۱۹۸	فتاوی عبدالحی	مفتی عبدالحی لکھنوی	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۹۹	فتاوی قاضی	فقیہ زمن قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ایفا پبلیکیشنز
۲۰۰	کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ دہلوی	دارالاشاعت پاکستان
۲۰۱	فتاوی بینات	رفقاء دارالافتاء مجلس دعوت وتحقیق اسلامی	مکتبہ بینات بنوری ٹاؤن
۲۰۲	فتاوی حقانیہ	مفتی عبدالحق پاکستانی	دارالعلوم حقانیہ پاکستان
۲۰۳	آپ کے مسائل اوران کا حل	مفتی محمد یوسف لدھیانوی شہید	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۲۰۴	محمود الفتاوی	مفتی احمد صاحب خانپوری	مکتبہ انور ڈابھیل
۲۰۵	جواہر الفقہ	مفتی شفیع احمد عثمانی	تفسیر القرآن جامع مسجد دیوبند
۲۰۶	جدید مسائل کا حل	مجموعہ افادات اکابر/ اشرفیہ مجلس علم وتحقیق	ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
۲۰۷	فقہی مقالات	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	زمزم بکڈپو دیوبند
۲۰۸	جدید فقہی مسائل	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند

۲۰۹	قاموس الفقہ	شیخ خالد سیف اللہ رحمانی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۱۰	اہم فقہی فیصلے	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۱۱	شرکت ومضاربت عصر حاضر میں	مولانا محمد عمران اشرف عثمانی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۱۲	اسلام اور جدید معیشت وتجارت	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	الامین کتابستان دیوبند
۲۱۳	اسلام اور جدید معاشی مسائل	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی	فیصل انٹرنیشنل دریا گنج دہلی
۲۱۴	الحیلۃ الناجزۃ	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	مکتبہ رضی دیوبند
۲۱۵	بہشتی زیور	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی	کتاب گھر ناظم آباد کراچی
۲۱۶	تجارتی کمپنیوں کا لائحہ عمل ۔۔۔۔	ڈاکٹر مولانا اعجاز صمدانی	ادارہ اسلامیات کراچی
۲۱۷	امداد الحجاج	حکیم الامت اشرف علی تھانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۱۸	غرر کی صورتیں	ڈاکٹر مولانا اعجاز صمدانی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۱۹	مالی معاملات پر غرر کے اثرات	ڈاکٹر مولانا اعجاز صمدانی	ادارۃ المعارف کراچی
۲۲۰	ایضاح النوادر	مفتی شبیر احمد قاسمی	فرید بکڈپو دہلی
۲۲۱	محقق ومدلل جدید مسائل	علامہ شیخ محمد جعفر ملی رحمانی	یاسین بکڈپو
۲۲۲	المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ	علامہ شیخ محمد جعفر ملی رحمانی	یاسین بکڈپو
۲۲۳	جدید فقہی تحقیقات	قاضی مجاہد الاسلام قاسمی	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا
۲۲۴	حقوق اور ان کی خرید وفروخت	مولانا عمر عابدین قاسمی	زمزم پبلیشرز
۲۲۵	نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	ایفا پبلیکیشنز
۲۲۶	بینک سے جاری ہونے والے کارڈ	مجلس ادارت اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا	دار الاشاعت کراچی
۲۲۷	کریڈٹ کارڈ کے شرعی احکام	مولانا محمد اسامہ	دار الاشاعت کراچی
۲۲۸	مسائل سود	مولانا حبیب الرحمن خیر آبادی	حراء بکڈپو دیوبند
۲۲۹	مسائل تجارت	مولانا اسلام الحق اسعدی المظاہری	المکتبۃ الاسعدی
۲۳۰	فقہ حنفی قرآن وسنت کی روشنی میں	لجنۃ المصنفین / خالد محمود، عبد العظیم / محمد انس	ادارہ اسلامیات لاہور
۲۳۱	اسلام کا قانون تجارت قرآن اور ۔	محمد حسین صدیقی	زمزم پبلیشرز
۲۳۲	جدید معاشی نظام میں اسلامی اجارہ	مولانا محمد زبیر اشرف اعثمانی	ادارۃ المعارف کارچی
۲۳۳	انٹرنیٹ اور جدید ذرائع ابلاغ	مجلس ادارت	ایفا پبلیکشنز

کتب اصول فقہ وقواعد فقہ

۲۳۴	الاشباہ والنظائر	علامہ زین الدین (ابن نجیم حنفی)	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۲۳۵	شرح المجلۃ	شیخ سلیم رستم باز البنانی	دار احیاء التراث العربی
۲۳۶	الموافقات فی اصول الشریعۃ	امام ابو اسحاق شاطبی	دار المعرفۃ / احیاء التراث
۲۳۷	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محقق محمد امین ابن عابدین شامی	دار الکتاب دیوبند
۲۳۸	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد الندوی	شرکۃ الراجحی المصرفیۃ

۲۳۹	القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد الندوی	دار القلم دمشق
۲۴۰	قواعد الفقہ	شیخ مفتی عمیم احسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۲۴۱	المقاصد الشرعیۃ	شیخ نور الدین الخادمی	دار اشبیلیا
۲۴۲	ترتیب اللآلی فی سلک الامالی	محمد بن سلیمان الشہیر بناظر زادہ	مکتبہ الرشد
۲۴۳	الأصول والقواعد للفقہ الاسلامی	علامہ شیخ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	مکتبہ یاسین بکڈپو
۲۴۴	حاشیہ نور الانوار	مولانا محمد عبد الحلیم	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۲۴۵	قوت الاخیار شرح نور الانوار	مولانا جمیل احمد سکڑودوی	مکتبہ البلاغ
۲۴۶	درر الحکام شرح المجلۃ	علی حیدر	دار الجیل بیروت
۲۴۷	القواعد والضوابط	بحوالہ موسوعۃ قواعد الفقہ	بحوالہ موسوعۃ قواعد الفقہ
۲۴۸	أصول الشاشی		مکتبہ بلال
۲۴۹	شرح السیر الکبیر	امام محمد بن حسن شیبانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت

کتب لغات

۲۵۰	المعجم الوسیط	ابراہیم مصطفیٰ، احمد حسن، حامد عبد القادر، محمد علی	کتب خانہ حسینیہ دیوبند
۲۵۱	المورد الوسیط	ڈاکٹر روحی ومنیر بعلبکی/مترجم عبد الرزاق	دار الاشاعت
۲۵۲	لسان العرب	جمال الدین ابو الفضل محمد ابن مکرم	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۵۳	کتاب التعریفات	علی بن محمد جرجانی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۲۵۴	التعریفات الفقہیۃ مع قواعد الفقہ	سید محمد عمیم الاحسان المجددی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۲۵۵	فیروز اللغات	الحاج مولوی فیروز الدین صاحب	مکتبہ زکریا بکڈپو دیوبند

کتب متفرقہ

۲۵۶	زاد المعاد فی ہدی خیر العباد	علامہ ابن القیم الجوزی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۲۵۷	شرح الفتح الربانی	بحوالہ فتاوی محمودیہ	بحوالہ فتاوی محمودیہ
۲۵۸	احیاء علوم الدین	امام ابو حامد الغزالی	دار المعرفۃ بیروت
۲۵۹	حیوۃ الحیوان الکبری	علامہ کمال الدین دمیری	احیاء التراث العربی بیروت
۲۶۰	اصلاحِ خواتین	حکیم الامت علامہ تھانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۲۶۱	روضۃ الطالبین	علامہ نووی	المکتبۃ التجاریۃ مکۃ المکرّمۃ
۲۶۲	الشرح الصغیر	بحوالہ جدید فقہی مباحث	بحوالہ جدید فقہی مباحث
۲۶۳	منہاج المسلم	شیخ ابو بکر الجزائری	دار الغد الجدید